احکام نماز

اور

احادیث و آثار

یعنی

احادیث و آثار کی روشنی میں مسائل نماز

حضرت مولانا مفتی



محمد عبید اللہ الاسعدی حفظہ اللہ

استاذ جامعہ عربیہ ہتورا، باندہ، یوپی

باہتمام: ظفر احمد نعمانی

ناشر

مکتبہ شیخ الاسلام کوسہ ممبرا (ضلع تھانہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

M.OBAIDULLAH AL-ASADI

JAMEA ARBIA HATAURA, BANDA, U.P.

محمد عبید اللہ الاسعدی

جامعہ عربیہ ھتورا باندہ

تاریخ: ۳ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ

Date: ۱۶ دسمبر ۲۰۱۲ء

احقر کی کتاب ”احکام نماز اور احادیث و آثار
کی روشنی میں“ ہے، کو بغرض افادہ تقسیم کرنے کے
ممبئی کے شہر ممبرا کے ادارہ مکتبہ شیخ الاسلام
نے ایک نظام بنایا ہے، احقر نے بغرض تقسیم
پیش ہمت کی ان کو اجازت دی ہے، حق تعالیٰ
ان کی اس خدمت کو قبول فرماوے اور اس کتاب کا چارہ
کی [illegible] کو بخشے۔ فقط محمد عبید اللہ الاسعدی غفرلہ
استاد جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

تفصیلات

نام کتاب:------------احکام نماز اور احادیث و آثار

مرتب:---------حضرت مولانا محمد عبید اللہ الاسعدی صاحب حفظہ اللہ

باہتمام:----------------------------ظفر احمد نعمانی

تعداد اشاعت:-----------------------------۱۱۰۰

ناشر:-------------مکتبہ شیخ الاسلام کوسہ ممبرا ضلع تھانہ

09322471046

{ملنے کا پتہ}

امام اعظم اکیڈمی (ممبئی) 09689157805

مولانا عبد السلام خان قاسمی بھنڈی بازار (ممبئی) 09322603836

مکتبہ ابن کثیر ممبئی: 022-23003800

مکتبہ صفدریہ دیوبند

08881030588 / 09808452070

دیوبند میں کتب خانہ نعیمیہ، اعزازیہ، دار الکتاب، رحیمیہ، زم زم بکڈپو، عکاظ
اور دار الاشاعت میں بھی ہماری مطبوعات دستیاب ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

اجمالی

مضمون	صفحات	مضمون	صفحات
۱-پیش لفظ	۲۷-۲۸	۱۰-نماز وتر	۲۲۳-۲۴۰
۲-مقدمہ (برائے خواص)	۲۹-۳۵	۱۱-نماز تراویح	۲۴۱-۲۶۲
۳-مقدمہ (برائے عوام)	۳۶-۴۴	۱۲-نماز جمعہ	۲۶۳-۲۸۴
۱-اوقات نماز	۴۵-۶۲	۱۳-نماز عیدین	۲۸۵-۳۰۴
۲-اعمال نماز	۶۳-۱۲۲	۱۴-مسافر کی نماز	۳۰۵-۳۲۴
۳-نماز کے بعد دعا	۱۲۳-۱۳۸	۱۵-سجدہ سہو	۳۲۵-۳۳۴
۴-فرائض سے ملحق سنن (مؤکدہ)	۱۳۹-۱۵۶	۱۶-مریض کی نماز	۳۳۵-۳۴۲
۵-فرائض سے ملحق سنن (غیر مؤکدہ)	۱۵۷-۱۶۴	۱۷-عورت کی نماز	۳۴۳-۳۶۲
۶-ملحقات فرائض کے ماسوا نوافل (نوافل مقید باوقات)	۱۶۵-۱۸۰	۱۸-نماز جنازہ	۳۶۳-۳۷۸
		۱۹-جماعت وصف بندی	۳۷۹-۴۰۴
۷-نوافل مقید باسباب واحوال	۱۸۱-۲۰۶	۲۰-اذان واقامت	۴۰۵-۴۲۲
۸-سنن ونوافل کے بعض احکام	۲۰۷-۲۱۴	۲۱-امامت	۴۲۳-۴۴۸
۹-فوت شدہ نمازوں کی قضا	۲۱۵-۲۲۲		

فہرست مضامین

تفصیلی

(۱)

اوقات نماز

۴۵-۶۲

۱- وقت فجر ۴۷و۴۸

ابتداء، انتہاء

فجر کا وقت مستحب

طلوع آفتاب اور ادائیگی فجر

۲- وقت ظہر ۴۹-۵۱

ابتداء، انتہاء، مستحب

۳- وقت عصر ۵۱-۵۳

ابتداء، انتہاء، مستحب

بوقت غروب ادائیگی عصر

۴- وقت مغرب ۵۳و۵۵

ابتداء، انتہاء، مستحب

۵- وقت عشاء ۵۵-۵۷

ابتداء، انتہاء، مستحب

۶- وقت وتر — ۵۷و۵۸
اصل وقت، افضل وقت
۷- اوقات مکروہہ وممنوعہ — ۵۸
(الف) وہ اوقات جن میں ہر نماز منع ہے — ۵۸
(ب) وہ اوقات جن میں نوافل منع ہیں — ۵۹
۸- غروب کے بعد قبل مغرب نفل — ۶۰-۶۲

(۲)

اعمال نماز

۶۳-۱۲۲

۱- قبلہ رخ کھڑے ہونا — ۶۷
۲- کھڑے ہونیکی کیفیت
اور قیام کی حالت میں نگاہوں کا مرکز — ۶۷-۶۹
۳ تحریمہ کیلئے تکبیر — ۷۰
۴- تحریمہ کے لئے ہاتھوں کا اٹھانا — ۷۰
۵- ہاتھوں کا کانوں تک اٹھانا اور ہاتھ اٹھانے کی کیفیت — ۷۱-۷۲
۶- ہتھیلیوں کا قبلہ رخ ہونا — ۷۳
۹- ہاتھوں کا باندھنا — ۷۳
۱۰- ہاتھوں کو باندھنے کی کیفیت — ۷۳
۱۱- ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا — ۷۴
۱۲- تحریمہ کے بعد دعا کا پڑھنا — ۷۵
۱۳- کونسی دعا — ۷۶
۱۴- دعا کا آہستہ پڑھنا — ۷۷

۱۵- اعوذ باللہ کہنا اور اس کے الفاظ — ۷۷
۱۶- اعوذ باللہ کا آہستہ کہنا — ۷۸
۱۷- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا — ۷۸
۱۸- بسم اللہ آہستہ کہنا — ۷۹
۱۹ نماز میں قراءت اور قراءت کے بغیر نماز کا نہ ہونا — ۷۹
۲۰- سورہ فاتحہ کا وجوب — ۸۰
۲۱- سورہ فاتحہ کے بعد آمین — ۸۱
۲۲ آمین آہستہ کہنا — ۸۲
۲۳- سورہ فاتحہ کے بعد آیت یا سورت کا پڑھنا — ۸۲
۲۴- سورہ فاتحہ پہلے پڑھنا — ۸۳
۲۵- اگلی سورت سے قبل بسم اللہ کہنا — ۸۴
۲۶- رکوع کی تکبیر — ۸۴
۲۷- رکوع کی تکبیر کے ساتھ ہاتھ کا نہ اٹھانا — ۸۵
۲۸- رکوع میں گھٹنوں کو ہتھیلیوں سے پکڑنا — ۸۶
۲۹- رکوع میں اطمینان اور کیفیت — ۸۸
۳۰- رکوع میں سبحان ربی العظیم کہنا — ۸۸
۳۱- رکوع سے اٹھتے وقت تسمیع وتحمید کہنا — ۸۹
۳۲- رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا — ۹۰
۳۳- سجدے میں جانے کی تکبیر — ۹۱
۳۴- سجدے میں جانے کا طریقہ — ۹۱
۳۵- سجدہ کی کیفیت اور اعضاء سجدہ — ۹۲
۳۶- چہرہ دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھنا — ۹۳
۳۷- ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر، ملا کر اور قبلہ رخ رکھنا — ۹۳

۳۸- کہنی وکلائی اور پیٹ وران وسرین کی کیفیت ۹۴
۳۹- پیروں کو کھڑا رکھنا اور پیروں ورانوں کو ملا کر رکھنا ۹۵
۴۰- سجدے میں انگلیوں کو موڑ کر قبلہ رخ رکھنا ۹۶
۴۱- سجدہ میں اطمینان اور اس کی کیفیت ۹۷
۴۲- سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہنا ۹۸
۴۳- سجدہ ورکوع میں جسم کو نہ تاننا اور نہ پھیلانا و کھینچنا ۹۸
۴۴- سجدے سے اٹھنے کی تکبیر ۹۹
۴۵- سجدے کے بعد کی بیٹھک ۹۹
۴۶- اس بیٹھک کی دعا ۱۰۰
۴۷- دوسرے سجدہ کی تکبیر ۱۰۱
۴۸- دوسرے سجدے سے اٹھنا اور تکبیر کہتے ہوئے اٹھنا ۱۰۲
۴۹- پہلی رکعت سے دوسری رکعت اور تیسری رکعت سے چوتھی رکعت کے لئے اٹھنے کا طریقہ ۱۰۳
۵۰- دوسری رکعت میں قراءت اور قبل قراءت بسم اللہ ۱۰۴
۵۱- دوسری رکعت میں قراءت کی تفصیل ۱۰۴
۵۲- دوسری رکعت کے دوسرے سجدے کے بعد بیٹھنا اور اس کا طریقہ ۱۰۵
۵۳- تشہد پڑھنا اور درمیانی قعدہ میں تشہد پر اکتفا ۱۰۶
۵۴- تیسری رکعت کے لئے اٹھنا اور تکبیر کہنا ۱۰۷
۵۵- تیسری و چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا ۱۰۸
۵۶- آخری قعدہ اور اس کا طریقہ ۱۰۸
۵۷- آخری قعدہ میں تشہد ۱۰۹
۵۸- اس کو مقدم کرنا ۱۰۹

۵۹- تشہد کے الفاظ ۱۱۰
۶۰- تشہد آہستہ پڑھنا ۱۱۱
۶۱- تشہد میں اشارہ ۱۱۱
۶۲- اشارہ کی کیفیت ۱۱۲
۶۳- ہر تشہد میں اشارہ ۱۱۳
۶۴- تشہد کے بعد درود ۱۱۳
۶۵- درود ابراہیمی ۱۱۵
۶۶- درود کے بعد دعا ۱۱۶
۶۷- معروف دعا ۱۱۷
۶۸- صرف تشہد پڑھ کر سلام پھیرنا ۱۱۷
۶۹- نماز کو سلام سے ختم کرنا ۱۱۸
۷۰- سلام دو ہیں ۱۱۸
۷۱- سلام کے الفاظ وطریقہ ۱۱۹
۷۲- سلام کے الفاظ کو کس طرح ادا کرے ۱۱۹
۷۳- سلام کے بعد متصلاً کہے جانے والے الفاظ واذکار ۱۲۰
۷۴- فرض نماز کے بعد کے اذکار ۱۲۱

(۳)

نماز کے بعد دعا

۱۲۳-۱۳۸

۱- نماز کے بعد دعا ارشاد نبوی ۱۲۵
۲- نماز کے بعد دعا کردار نبوی ۱۲۵
۳- فرض نماز کے بعد دعا ارشاد نبوی ۱۲۷

۴- فرض نماز کے بعد دعا کردار نبوی ۱۲۸

۵- دعا کے لئے ہاتھوں کا اٹھانا اور چہرہ پر ملنا ۱۲۹

۶- نماز کے بعد کی دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا (ارشاد نبوی) ۱۳۱

۷- نماز کے بعد کی دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا (کردار نبوی) ۱۳۲

۸- فرض نماز کے بعد کی دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا ۱۳۳

۹- فجر وعصر میں کس قدر طویل ذکر بقیہ میں مختصر ۱۳۳

۱۰- نمازوں کے بعد بالخصوص بعد فرض دعا کچھ وضاحت ۱۳۴

(۴)

فرائض سے ملحق سنن

(الف)

سنن مؤکدہ

۱۳۱-۱۵۶

۱- سنن ونوافل کی اہمیت ۱۳۱

۲- فرائض سے ملحق سنن مؤکدہ کی فضیلت ۱۳۲

۳- فرائض سے ملحق سنن مؤکدہ کی تفصیل ۱۳۳

۴- فرض وسنت کے درمیان بے ضرورت گفتگو ۱۳۳

۵- نماز کے بعد کی سنتوں کا فصل ۱۳۴

۶- سنت فجر کی خصوصی فضیلت ۱۳۶

۷- فجر کی جماعت شروع ہو جانے پر ادائیگی سنت ۱۳۷

۸- صفوں سے متصل ادائیگی کی ممانعت ۱۳۹

۹- رہ جانے پر بعد طلوع ادائیگی ۱۵۱

۱۰- ظہر کی سنتوں کی خصوصی فضیلت ۱۵۳

۱۱- ظہر کی سنن مؤکدہ ۱۵۳

۱۲- قبل فرض کی سنن کا بعد میں ادا کرنا ۱۵۴

۱۳- سنت مغرب کی خصوصی فضیلت ۱۵۵

۱۴- سنت عشاء کی خصوصی فضیلت ۱۵۵

(۵)

فرائض سے ملحق سنن

(ب)

سنن غیر مؤکدہ

۱۵۷-۱۶۴

۱- بعد ظہر مزید دو رکعت ۱۵۹

۲- قبل عصر دو یا چار ۱۵۹

۳- بعد مغرب دو پر مزید ۱۶۰

۴- قبل عشاء ۱۶۰

۵- بعد عشاء دو یا چار مزید ۱۶۱

۶- وتر کے بعد دو اور اس کا بیٹھکر پڑھنا ۱۶۲

۷- وتر کے بعد دو، مسافر کے لئے خاص طور سے ۱۶۳

۸- فجر وعصر کے بعد کوئی نفل نہیں ۱۶۴

(۶)

ملحقات فرائض کے ماسوا نوافل

(الف)

نوافل موقتہ

(خاص وقت سے متعلق نوافل)

۱۶۵-۱۸۰

۱-	تہجد، اہمیت وفضیلت	۱۶۷
۲-	تہجد، اصل وقت وافضل وقت	۱۶۸
۳-	تہجد کی رکعات	۱۶۹
۴-	رات کو رہ جائے تو دن میں	۱۷۱
۵-	نماز اشراق وچاشت	۱۷۲
۶-	نماز اشراق	۱۷۳
۷-	نماز چاشت	۱۷۴
۸-	نماز زوال	۱۷۶
۹-	ظہر وعصر کا درمیانی وقت	۱۷۷
۱۰-	نماز اوابین	۱۷۸

(۷)

ملحقات فرائض کے ماسوا نوافل

(ب)

مختلف اسباب واحوال کے متعلق نوافل

۱۸۱-۲۰۶

۱-	تحیۃ الوضو	۱۸۳
۲-	تحیۃ المسجد	۱۸۴
۳-	صلوٰۃ التسبیح	۱۸۵
۴-	صلوٰۃ الحاجۃ	۱۸۷
۵-	صلوٰۃ استخارہ	۱۸۹
۶-	گرہن کی نماز	۱۹۰
۷-	نماز استسقاء	۱۹۳
۸-	نماز شکر	۱۹۶
۹-	نماز نکاح	۱۹۷
۱۰-	خوشی یا مصیبت میں سجدہ	۱۹۷
۱۱-	نماز سفر	۱۹۹
۱۲-	مہمات ومشکلات کی نماز	۲۰۱
۱۳	نماز توبہ	۲۰۳
۱۴-	تحیۃ البیت	۲۰۳
۱۵-	عارضی قیامگاہ کی نماز	۲۰۳

(٨)

سنن ونوافل کے بعض احکام

٢١٤-٢٠٧

١- نوافل کا گھر میں ادا کرنا افضل ہے ٢٠٩

٢- مسجد میں ادا کرنا جائز ہے ٢١٠

٣- عام نوافل کی جماعت نہیں ہے ٢١١

(٩)

فوت شدہ نمازوں کی قضا

٢٢٢-٢١٥

١- کسی سبب سے بھول جانے یا سو جانے کی وجہ سے قضا ٢١٧

٢- بغیر بھول کے رہ جانے پر قضا ٢١٨

٣- قضا نمازوں کو ترتیب سے ادا کرنا ٢٢٠

٤- قضا کے لئے اذان واقامت اور جماعت ٢٢٢

(١٠)

نماز وتر

٢٤٠-٢٢٣

١- فضیلت واہمیت ٢٢٥

٢- وتر کا وجوب ٢٢٦

٣- وتر کی تین رکعات ٢٢٧

٤- وتر کی تین رکعات دو قعدوں سے ادا کرنا ٢٢٩

٥- وتر کو ایک سلام سے ادا کرنا ٢٣٠

٦- وتر کی تینوں رکعات میں کیا پڑھا جائے ٢٣٢

٧- تیسری رکعت میں قنوت اور قبل رکوع ٢٣٣

٨- قنوت سے قبل ہاتھ اٹھانا اور تکبیر کہنا ٢٣٥

٩- دعاء قنوت ٢٣٦

١٠- دعاء قنوت بھول جانے پر سجدہ سہو ٢٣٩

١١ وتر کی قضا ٢٣٩

١٢- وتر کی جماعت ٢٤٠

(١١)

نماز تراویح

٢٦٢-٢٤١

١- مشروعیت وفضیلت ٢٤٣

٢- ماہ رمضان میں نبی ﷺ کا اہتمام نماز اور کثرت نماز ٢٤٣

٣- رمضان کی راتوں میں نماز باجماعت ادا کرنا ٢٤٥

٤- عہد نبوی میں صحابہ کا اہتمام (قرآن سننے کا اور جماعت کا) ٢٤٦

٥- تراویح باجماعت کی فضیلت واہمیت ٢٤٧

٦- تراویح باجماعت کا باضابطہ نظام واہتمام ٢٤٧

٧- رکعات تراویح کی بابت امت کا معمول ٢٥٠

٨- باجماعت تراویح کے مستقل نظام کا حکم ٢٥١

۹- تراویح میں قرآن سننے سنانے کا اہتمام ۲۵۳
۱۰- تراویح و تہجد میں یومیہ تلاوت کی مقدار اور ختم کا التزام ۲۵۴
۱۱- اصل قراءت و تلاوت کی کیفیت ہے نہ کہ مقدار و کمیت ۲۵۷
۱۲- ترویحہ ۲۵۹
۱۳- ترویحہ کے اعمال ۲۶۰

(۱۲)

نماز جمعہ

۲۸۴-۲۶۳

۱- نماز جمعہ ہر بستی و آبادی میں نہیں ہے ۲۶۵
۲- نماز جمعہ شہریت کی حامل بستی میں ۲۶۶
۳- جمعہ والی بستی کے اطراف کے لوگ اور جمعہ ۲۶۷
۴- جمعہ کی نماز ہر بالغ مرد مسلمان پر ہے
بشرطیکہ بیمار و مسافر نہ ہو ۲۶۸
۵- جمعہ جماعت کے بغیر نہیں ۲۶۹
۶- نماز جمعہ کے لئے خطبہ شرط ہے ۲۷۰
۷- خطبہ دو حصوں میں، درمیان میں بیٹھنا اور کھڑے ہو کر خطبہ دینا ۲۷۱
۸- خطبہ منبر پر کھڑے ہو کر دینا اور بوقت اذان خطبہ منبر پر بیٹھنا ۲۷۱
۹- خطبہ و قراءت میں اعتدال نماز میں طول اور خطبہ میں اختصار ۲۷۲
۱۰- نماز جمعہ کے لیے اذان اور دو اذانیں ۲۷۳
۱۱- اذان خطبہ کا مقام ۲۷۴
۱۲- بوقت خطبہ خطبہ سننے کے ماسوا ہر عمل ممنوع ہے ۲۷۵

۱۳- بوقت خطبہ خطیب کی طرف توجہ اور خاموشی آواز آئے یا نہ آئے ۲۷۶
۱۴- نماز جمعہ کا مسبوق دو ہی رکعت ادا کرے گا ۲۷۷
۱۵- نماز جمعہ سے قبل چار رکعت سنت مؤکدہ ۲۷۹
۱۶- بعد نماز جمعہ چار یا چھ ۲۸۰
۱۷- جہاں جمعہ ہے وہاں ظہر پڑھنے والے جماعت نہیں کریں گے ۲۸۲
۱۸- خطبہ جمعہ سے قبل وعظ و نصیحت ۲۸۳

(۱۳)

نماز عیدین

۳۰۴-۲۸۵

۱- نماز عیدین کا وجوب ۲۸۷
۲- جہاں جمعہ وہاں عیدین ۲۸۷
۳- نماز عیدین دو رکعت ۲۸۸
۴- ہر رکعت میں تین تین زائد تکبیر ۲۸۹
۵- پہلی رکعت میں قبل قراءت اور دوسری میں بعد قراءت
زائد تکبیرات ۲۹۰
۶- تکبیرات زوائد کے ساتھ ہاتھوں کا اٹھانا ۲۹۲
۷- نماز عیدین کے ساتھ خطبہ اور بعد نماز خطبہ ۲۹۳
۸- خطبہ شرط نہیں مگر سننے کا اہتمام ۲۹۳
۹- خطبہ مانند خطبۂ جمعہ ۲۹۵
۱۰- خطبہ عیدین میں تکبیرات کا اہتمام ۲۹۵
۱۱- عید الاضحیٰ کے دنوں میں بعد فرائض تکبیرات کا اہتمام ۲۹۶

۱۲ تکبیرات تشریق کا وقت و لفظ ۲۹۷

-۱۳ عیدین کے دن قبل نماز عیدین کوئی نفل نہیں اور بعد نماز عید گاہ میں نہیں ۲۹۸

-۱۴ نماز عیدین کے لئے جاتے ہوئے تکبیر کی کثرت و اہتمام ۳۰۰

-۱۵ نماز کے لئے آتے جاتے راستہ بدلنا اور پیدل جانا ۳۰۱

-۱۶ عیدین کی نماز فوت ہونے پر چار رکعت نفل ۳۰۲

-۱۷ عید کی مبارک باد پیش کرنا ۳۰۲

(۱۴)

مسافر کی نماز

۳۰۵-۳۲۴

-۱ سفر میں چار رکعت والی نماز دو رکعت ۳۰۷

-۲ سفر شرعی اور قصر ۳۰۸

-۳ قصر کا آغاز و اختتام کب اور کہاں سے؟ ۳۱۰

-۴ مدت قصر ۳۱۱

-۵ ایک مرتبہ میں پندرہ دن یا زائد کی نیت نہ کرنے پر مستقل قصر ۳۱۲

-۶ مسافر مقیم کے پیچھے پوری نماز پڑھے ۳۱۳

-۷ مقیم مسافر کے پیچھے پوری نماز پڑھے گا اور امام قصر کرے گا ۳۱۴

-۸ سفر میں سنن ۳۱۵

-۹ سفر میں تہجد وغیرہ ۳۱۷

-۱۰ دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنا ۳۱۸

-۱۱ اگر ابر وغیرہ کی وجہ سے قبلہ کا علم نہ ہو سکے ۳۲۱

-۱۲ سواری پر نماز ۳۲۲

(۱۵)

سجدۂ سہو

۳۲۵-۳۳۴

-۱ سجدۂ سہو کیا ہے؟ ۳۲۷

-۲ سجدۂ سہو کے بعض مواقع و اسباب ۳۲۷

-۳ سجدۂ سہو سے پہلے بھی تشہد و سلام ہے اور بعد میں تشہد و درود وغیرہ بھی ہے ۳۲۹

-۴ سجدۂ سہو سے پہلے تکبیر ۳۳۰

-۵ درمیانی قعدہ چھوڑ کر کھڑا ہونے والا ۳۳۱

-۶ شک کی صورت میں سجدۂ سہو ۳۳۱

-۷ رکعتوں کی تعداد میں شک ہو جائے تو کیا کرے ۳۳۲

(۱۶)

مریض کی نماز

۳۳۵-۳۴۲

-۱ قیام پر قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر ورنہ اشارے سے نماز ۳۳۷

-۲ اگر لیٹ کر بھی ممکن نہ ہو تو نماز ۳۳۷

۳- لیٹنے میں چت وکروٹ دونوں درست ہے مگر چت افضل ہے ۳۳۸
۴- اشارہ صرف سر سے کیا جائے گا ۳۳۸
۵- سجدہ کا اشارہ رکوع سے زیادہ جھکاؤ کے ساتھ ہوگا اور سجدہ کے لئے کچھ اٹھانا منع ہے ۳۳۹
۶- بیٹھ کر نماز پڑھی جائے تو بیٹھنے کی ہیئت وکیفیت ۳۴۰

(۱۷)

عورت کی نماز

۳۶۲-۳۴۳

۱- تحریمہ میں سینے تک ہاتھ اٹھانا ۳۴۷
۲- سینے پر ہاتھ باندھنا ۳۴۸
۳- سجدے میں بدن کا چھپانا اور چپکانا ۳۴۹
۴- قعدے میں کوکھ پر بیٹھنا ۳۵۰
۵- مسجد کی جماعت میں شرکت صرف جائز ہے اور وہ بھی مشروط ۳۵۱
۶- عورت مسجد جاسکتی ہے مگر بہتر گھر ہی ہے ۳۵۳
۷- مسجد جائے تو بغیر اہتمام کے ۳۵۵
۸- تنہا عورتوں کی جماعت بھی پسندیدہ نہیں ہے ۳۵۷
۹- عورتوں کے لئے اذان واقامت نہیں ۳۵۸
۱۰ امام عورت درمیان میں کھڑی ہو ۳۵۹
۱۱- نماز عیدین میں عورتوں کی شرکت ۳۶۰
۱۲- نماز میں کسی امر پر تنبیہ عورت ہاتھوں سے کرے گی ۳۶۱

(۱۸)

نماز جنازہ

۳۷۸-۳۶۳

۱- نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں ۳۶۵
۲- نماز جنازہ میں دوسلام ۳۶۵
۳- پہلی تکبیر کے بعد ثناء پھر درود پھر دعا ہے ۳۶۶
۴- پہلی تکبیر کے ساتھ ہاتھ کا اٹھانا اور ہاتھوں کو باندھنا ۳۶۸
۵- نماز جنازہ کی خاص دعا ۳۶۹
۶- نابالغ کی دعا ۳۷۰
۷- نماز جنازہ سے متصل دعا نہیں البتہ میت کو قبر میں اتارتے وقت ہے ۳۷۱
۸- قبر پر مٹی ڈالنا اور کیا پڑھا جائے ۳۷۲
۹- دفن سے فراغت کے بعد دعا ۳۷۳
۱۰- دفن کے بعد کی دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا اور قبلہ رخ ہونا ۳۷۴
۱۱ قبر کی تکمیل پر سرہانے و پائنتی، سورہ بقرہ کا اول وآخر پڑھنا ۳۷۴
۱۲- قبرستان میں اور قبروں کے پاس حاضری میں قرآن مجید پڑھنا ۳۷۵
۱۳- قبرستان میں عمومی حاضری کے موقع سے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ۳۷۶
۱۴- طلوع وغروب وزوال کے حال میں نماز جنازہ ۳۷۷
۱۵- نماز فجر ونماز عصر کے بعد نماز جنازہ ۳۷۷

(۱۹)

جماعت وصف بندی

۳۷۹-۴۰۴

۱- نماز باجماعت کی تاکید اور فضیلت واہمیت ۳۸۱

۲- نماز وجماعت سے اعراض پر وعید ۳۸۲

۳- جماعت کے لئے دو آدمی کافی ہیں ۳۸۴

۴- تعداد کے اعتبار سے اجر وثواب ۳۸۴

۵ جماعت سفر وحضر دونوں میں ہے البتہ مسافر کو رخصت ہے ۳۸۵

۶- عذر کی وجہ سے جماعت میں شرکت سے رخصت ۳۸۶

۷- فرض کی جماعت ثانیہ ۳۸۷

۸- صف بندی کی اہمیت ۳۸۹

۹- صفوں کی درستگی کا اہتمام امام کی ذمہ داری ۳۹۰

۱۰- امام کا وسط صف کے بالمقابل کھڑا ہونا
اور صف کو درمیان سے شروع کرنا ۳۹۱

۱۱- صف میں کھڑے ہونے کا طریقہ
اور صف سیدھا کرنے کا معیار ۳۹۲

۱۲- صف اول کی فضیلت ۳۹۳

۱۳- امام کے پیچھے صف میں داہنے یا بائیں کی فضیلت ۳۹۵

۱۴- صف بندی میں ایک کے بعد ایک صف مکمل کی جائے ۳۹۶

۱۵- بوقت جماعت اقامت کے ساتھ ہی
امام ومقتدیوں کا کھڑا ہونا ۳۹۷

۱۶- صف بندی کی شکل اور مقتدیوں کی ترتیب ۳۹۹

۱۷- مقتدی دو ہوں تو دونوں امام کے پیچھے کھڑے ہوں ۳۹۹

۱۸- دو سے زائد ہوں تو مردوں، بچوں اور عورتوں کی ترتیب ۴۰۰

۱۹- عورت اگر مرد وبچوں کے ساتھ اکیلی بھی ہو تو پیچھے کھڑی ہو ۴۰۱

۲۰- کسی صف میں تنہا کھڑے ہونے سے بچا جائے ۴۰۲

(۲۰)

اذان واقامت

۴۰۵-۴۴۲

۱- اذان شعار اسلام ومسلمین ہے ۴۰۷

۲- کلمات اذان ۴۰۷

۳- کلمات اقامت ۴۰۸

۴- اذان واقامت قبلہ رخ کہنا ۴۱۰

۵- بوقت اذان کانوں میں انگلی ۴۱۰

۶- حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح پر چہرہ کا گھمانا ۴۱۱

۷- اذان ٹھہر کر اور اقامت روانی سے ۴۱۲

۸- اذان بلند جگہ وبلند آواز سے ۴۱۲

۹- وقت سے پہلے اذان ۴۱۴

۱۰- اذان واقامت میں فصل ۴۱۵

۱۱- اذان واقامت کا جواب ۴۱۶

۱۲- بعد اذان درود ودعا ۴۱۷

۱۳- مسافر کے لئے اذان واقامت ۴۱۸

۱۴- جنگل وغیرہ میں تنہا آدمی کے لئے اذان واقامت ۴۲۰

۱۵- مسجد کے اندر معمول کی جماعت سے الگ نیز گھر وغیرہ کی جماعت ۴۲۰

(۲۱)

امامت واقتداء

اور

امام ومقتدی

۴۲۳-۴۴۸

۱- ہر صاحب ایمان کی امامت واقتداء اور نماز درست ہے ۴۲۵

۲- امام علم وعمل میں پسندیدہ وفائق ہونا چاہئے ۴۲۶

۳- ناپسندیدہ کو امام بنانا ۴۲۷

۴- مقتدیوں کا لحاظ کرنا ۴۲۸

۵- تنہا امام کی قراءت ۴۲۹

۶- امام کا سمع اللہ لمن حمدہ کہنا ۴۳۱

۷- امام کا آمین کہنا اور آہستہ کہنا ۴۳۲

۸- سلام کے بعد قبلہ رخ رہنا مختصر وقفہ کے لئے ۴۳۳

۹- سلام کے بعد امام کسی رخ کو بیٹھ سکتا ہے ۴۳۳

۱۰- امام کے سہو سے مقتدی ومسبوق پر سہو ۴۳۵

۱۱- امام کی نماز کا مقتدی کی نماز پر اثر ۴۳۵

۱۲ مقتدی نقل وحرکت میں امام کا پابند ۴۳۸

۱۳- مقتدی از تحریمہ تا سلام تمام اعمال میں شریک ۴۴۰

۱۴- مقتدی قراءت نہیں کرے گا ۴۴۲

۱۵- مقتدی کا آمین کہنا اور آہستہ کہنا ۴۴۳

۱۶- مقتدی کا ربنا لک الحمد کہنا ۴۴۳

۱۷- سلام کے بعد مقتدی کا رکنا بہتر، ضروری نہیں ہے ۴۴۴

۱۸- امام جس حال میں ملے جماعت میں شرکت ۴۴۵

۱۹- رکوع ملنے سے رکعت مل جاتی ہے ۴۴۶

۲۰- مسبوق کی فوت شدہ رکعتیں ۴۴۷

صلوا كما رأيتموني أصلي

(رواه البخاري - جامع الأصول ٥/٥٧٦)

(اسی طرح نماز ادا کیا کرو
جیسا کہ تم مجھ کو نماز ادا کرتے دیکھتے ہو)

باسمہ سبحانہ

پیش لفظ

نحمده ونصلي على رسوله الكريم.

نماز اسلام کی ایسی مہتم بالشان عبادت ہے کہ یہ شعار اسلام اور شعار مسلمین ہے اور نہ ہوتے ہوتے بھی مسلمانوں میں اس عبادت کا خاص اہتمام ہے۔ اس کی وجہ سے ہر زمان ومکان وہر زبان میں نماز سے متعلق کتابیں لکھی جاتی رہیں اور لکھی جارہی ہیں۔

برصغیر میں اردو کے رواج وعروج کے بعد اردو میں خوب کام ہوا اور برابر جاری ہے، ایسا بھی کہ جس سے اہل علم بھی مستفید ہوں اور ہوتے ہیں اور ایسا بھی کہ عوام فائدہ اٹھاتے ہیں۔

ادھر ایسی کتابیں بھی سامنے آئیں جن میں احادیث نماز کا اہتمام سے ذکر ہے۔ اور یہ کچھ ذہنوں میں اس تغیر وتاثر کے تحت جو بتدریج عام ہو رہا ہے اور کچھ اس وجہ سے کہ فقہ حنفی کے متعلق یہ تاثر ہے۔ بیدا کردہ یا پیدا شدہ۔ کہ فقہ حنفی کے مسائل احادیث سے دور ہیں اور بالخصوص نماز کے بعض اہم مسائل کی نسبت سے۔

چنانچہ اس تاثر واحساس کو سامنے رکھ کر فقہ حنفی کے مسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ کتابیں لکھی گئیں، لیکن اس بابت اہل حدیث حضرات نے ادھر جو کام کیا ہے کہ ترتیب وتحریر کی بناء احادیث وروایات ہی ہوں اس انداز کا کوئی کام فقہ حنفی پر علم میں نہیں آسکا، اخیر اخیر میں بعض چیزیں سامنے آئیں جو اپنی جگہ اچھی اور مفید ہیں، مگر ضرورت کے مطابق بھرپور ومکمل نہیں ہیں۔

داعیہ پیدا ہوا اور ضرورت کا احساس بھی، حق تعالیٰ کا نام لے کر کام کا آغاز کیا جس میں وقت لگا مگر اب بحمدہ تعالیٰ اس حال کو پہونچ گیا کہ قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔
کام کی بابت کوئی دعویٰ نہیں کیا جاسکتا اور نہ درست بلکہ مناسب ہے، بس ایک کوشش ہے۔

حق تعالیٰ سے دعاء ہے- اور دعا کی درخواست ناظرین سے بھی ہے- کہ حق تعالیٰ اس کو قبول فرمائے، اس سے متوقع نفع پہونچائے اور اس کو مرتب اور اس کے بڑوں کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ نیز ان حضرات کے لئے بھی جو کسی اعتبار سے اس میں معاون بنے۔

فقط

محمد عبیداللہ الاسعدی

استاذ جامعہ عربیہ ہتورا باندہ

مقدمہ

(۱)

(برائے اہل علم)

فقہ حنفی کے مسائل نماز پر یہ کتاب عام کتابوں سے مختلف ہے، اس میں از اول تا آخر مسائل کو روایات کے واسطے سے اور ان کی شکل میں پیش کیا گیا ہے، اس صراحت کے بغیر کہ کیا فرض وواجب ہے اور کیا سنت ومستحب ہے۔

نیز علمی ضرورت ودیانت کے تحت روایات کو بقدر ضرورت حوالوں وتفصیلات سے مؤید ومؤکد کیا گیا ہے، احادیث کے مآخذ کا بھی تذکرہ ہے اور حسب موقع حیثیت کا بھی۔

اصل کتاب اردو میں عام لوگوں کے لیے اور عام ضرورت کی ہے، جس میں راوی کے نام کے ساتھ روایت کا ترجمہ اور اخیر میں ماخذ۔ ایک یا چند کا تذکرہ ہے۔

اردو حصے میں روایات کے ماسوا خال خال کہیں کوئی چیز آئی ہے۔ جس کی ضرورت محسوس کی گئی یا مجبوراً۔ بلکہ کوشش کی گئی ہے کہ ضرورت کی بات عنوانات میں آجائے۔

اور حوالہ جات کا حصہ عربی میں مطبوعہ حاشیہ ہے، جس میں حسب موقع وضرورت اختصار بھی ہے اور تفصیل بھی۔ تخریج بھی اور تحقیق بھی۔

انتخاب وترتیب

۱- حتی الامکان مرفوع روایات لائی گئیں ہیں یعنی نبی اکرم ﷺ کا قول وفعل۔

۲- نہ ملنے پر یا معتد بہ درجے میں نہ ملنے پر آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کو ذکر کیا گیا ہے۔

۳- کہیں کہیں لیکن بہت کم حضرات تابعین کی مرویات بھی آئی ہیں۔

۴- اولاً وہ روایات جو صحت کے درجے کی ہوں خواہ صحیح لغیرہ۔

۵- نہ ملنے پر وہ احادیث جو درجۂ حسن کی ہیں۔ خواہ حسن لذاتہ یا لغیرہ۔

۶- حسن لغیرہ بھی نہ ہو تو ضعیف حدیث لائی گئی ہے مگر ایسی کہ جو بہت ضعیف نہ ہو کیونکہ ضعیف وموضوع میں فرق ہے اور شدید الضعف بھی موضوع سے قریب ہوتی ہے۔

۷- صحاح ستہ اور ان میں بھی صحیحین کی روایات کو ترجیح دی گئی ہے۔ صحیحین میں نہ ملنے پر بقیہ۔ سنن اربعہ وموطا امام مالک۔

۸- اس کے بعد دوسری معروف کتب حدیث سے روایات لی گئی ہیں، خصوصیت سے ابن خزیمہ، مستدرک، ابن حبان، بیہقی کی سنن کبریٰ، ودیگر کتب بیہقی، مسند احمد، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، شرح معانی الآثار، کتاب الآثار وغیرہ۔

۹- کتاب میں مسائل فقہ حنفی کے ہیں اس لئے فقہ حنفی کی کتابیں اور ان کی تفصیلات مدنظر ہیں مگر حوالے نہیں ہیں برائے نام چند جگہ کسی خاص مصلحت کے تحت ہی حوالے آئے ہیں۔

۱۰- فقہ حنفی کے بہت سے مسائل خود حنفیہ کے درمیان مختلف فیہ ہیں۔ ایسے مسائل میں جو رائے معتبر روایات کے موافق ہے وہ ہی لی گئی ہے جس کو امام طحاوی نے یا صاحب اعلاء السنن وغیرہ جیسے حضرات نے اختیار کیا ہے۔

تخریج وحوالہ جات

۱- روایات کے لئے متون حدیث کے اصل مآخذ ومراجع کے ساتھ کتب فقہیہ وکتب حدیث کی شروح اور مختلف کتب حدیث کے مجموعے سب سے کام لیا گیا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ شروح ومجامع نے بڑی رہنمائی کی۔

۲- حتی الامکان روایات کو اصل مآخذ میں دیکھنے اور وہاں سے لینے کی سعی کی گئی ہے۔ جہاں سے علم ہوا وہاں سے اصل تک رسائی وتلاش کی فکر کی گئی اور خال خال ہی کوئی روایت ایسی ہو سکتی ہے جو بالواسطہ اور اصل مآخذ ومراجع سے رجوع کے بغیر رہ گئی ہو۔

۳- مجامع میں معروف ومعتمد مجامع سے مدد لینے میں کبھی کبھی ان پر اکتفا بھی کر لی گئی ہے۔ جیسے جامع الاصول، مجمع الزوائد وغیرہ۔

۴- روایات کے لینے میں سب سے بڑے مأخذ دو ہیں: جامع الاصول (ابن الاثیر جزری) اور اعلاء السنن (مولانا ظفر احمد تھانوی)۔

۵- اس وجہ سے حوالہ جات میں اول مرحلے میں۔ اصل ماخذ کے مختصر ذکر کے ساتھ ان دونوں میں سے کسی ایک کا حوالہ کثرت سے ملے گا۔

۶- اور ان دونوں میں بھی جامع الاصول کو اولین حیثیت دی گئی ہے اور اعلاء السنن کو دوسری، اس لئے کہ فقہ حنفی کی نسبت سے سب سے وسیع ومعتمد مرجع اس وقت اعلاء السنن ہے۔

۷- ان دونوں کے علاوہ اور ان کے بعد مجمع الزوائد، جمع الفوائد، نصب الرایہ، تلخیص الحبیر، الدرایہ، بلوغ المرام وغیرہ بھی سامنے رہی ہیں۔

۸- الفاظ حدیث میں مجامع میں سے کسی سے حدیث کے لینے پر عموماً اسی کتاب میں مذکور الفاظ کو لیا گیا ہے، الا یہ کہ اصل مآخذ سے مراجعت کی صورت میں واضح

فرق ہوتو اصل کے لفظ کو ہی لیا گیا ہے۔

۹- تفصیلی حوالہ جات میں حدیث اگر صحیحین یا ان میں سے کسی ایک کی ہے تو پھر بس اسی کا حوالہ دیا گیا ہے جو عموماً جامع الاصول کے محقق نسخہ سے ماخوذ ہے، اور ضرورت پر اصل مآخذ سے مراجعت کر لی گئی ہے۔

۱۰- صحیحین میں سے کسی میں نہ ہونے پر دوسرے مآخذ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اور اس میں بھی حتی الامکان سنن اربعہ تک اکتفا ہے، باقی حسب موقع اضافہ ہے۔

۱۱- سنن تک کے حوالے عموماً جامع الاصول کے محقق نسخے سے لئے گئے ہیں، مگر حسب موقع مراجعت بھی کی گئی ہے۔

۱۲- اس کے بعد دوسرے مآخذ کا نمبر ہے، الا یہ کہ دوسرے مآخذ کی روایات سنن کی روایات سے زیادہ اہم ہوں تو ان کو اہمیت دی گئی ہے۔

حیثیت حدیث

۱- اس کام کی جو نوعیت ہے اس میں دو چیزیں بڑی نازک و بڑی ذمہ داری کی ہیں، احادیث کی تلاش وتخریج، اور ان کی تحقیق، مرتبہ وحیثیت کا بیان وتعیین اور یہ پہلی سے بڑی ذمہ داری ہے جو بڑوں کے قدم رکھنے کی ہے۔ چہ جائیکہ مجھ جیسا۔

اسی لئے اس بابت خود کچھ کہنے وکرنے سے بچنے کی سعی کی گئی ہے۔ حتی الامکان نقل کی کوشش ہے۔

کہیں پر رواۃ کے احوال کو ذکر کر دیا گیا ہے۔ اور اس بناء پر توجہ دلائی گئی ہے اور کبھی کہیں کچھ کہنے کی جسارت بھی کر لی گئی ہے۔

۲- صحیحین کی احادیث میں حیثیت کی صراحت کی ضرورت ہی نہیں جیسا کہ عام علماء امت کا نظریہ رہا ہے اور ہے کہ ان میں یا ان میں سے کسی ایک میں آ جانا، یہ اعتماد واستناد کے لئے کافی ہے۔ شاذ ونادر کہیں کوئی بات ہوسکتی ہے۔

۳- صحیحین کے ماسوا جو احادیث ہیں عموماً ان کی حیثیت کی وضاحت کی گئی ہے۔ بعض مقامات اس سے خالی بھی ہیں، لیکن ایسا ان مواقع میں ہے جہاں دوسری معتبر روایات بھی مذکور ہیں یا مسئلہ کی نوعیت بہت اہم نہیں ہے۔

۴- جو احادیث جامع الاصول سے لی گئی ہیں ان کے حق میں، جامع الاصول (طبع مطبعہ حلوانی وغیرہ مع تحقیق عبدالقادر الارناووط) کے محققین کا فیصلہ نقل کیا گیا ہے، کہیں اس پر اضافہ اور کہیں اس سے اختلاف بھی ہے۔

۵- سنن ترمذی کی روایت میں خود امام ترمذی کی صراحت کو اہمیت دی گئی ہے، جس کے ساتھ غرابت وضعف کی صورت میں اضافہ بھی ہے۔

۶- مستدرک کی روایات میں حاکم وذہبی کے فیصلے، سنن بیہقی کے لیے بیہقی وترکمانی کے فیصلے لائے گئے ہیں۔

۷- حسب موقع زیلعی (نصب الرایہ سے) وحافظ (درایہ وتلخیص الحبیر وفتح الباری) کے نیز دوسری بعض کتب کے محققین مثلاً صحیح ابن خزیمہ وابن ماجہ سے، مولانا مصطفیٰ اعظمی، یا شیخ ناصر البانی وغیرہ کے فیصلے بھی لئے گئے ہیں۔ اور ان کتابوں کے واسطے سے دوسرے حضرات کے فیصلے بھی ذکر کئے گئے ہیں مثلاً علامہ عینی کی شرح طحاوی وعمدۃ القاری وغیرہ سے بھی فیصلے لائے گئے ہیں۔

۸- الفتح الربانی (ترتیب مسند احمد از ساعاتی) نیز اعلاء السنن (مولانا ظفر احمد تھانوی)، آثار السنن (علامہ شوق نیموی) وغیرہ کے فیصلے مل گئے تو وہ بھی لئے گئے ہیں۔ بلوغ المرام (مؤلفہ حافظ ابن حجر) اور اس کی شرح توضیح الاحکام (مؤلفہ عبداللہ البسام) سے بھی مدد لی گئی ہے۔

آخری بات

تقاضے وضرورت کے احساس کے تحت یہ کام اپنی وسعت وصلاحیت کے مطابق مکمل کیا گیااور اب ناظرین کے ہاتھوں میں ہے، اگر واقعۃً یہ مفید وکارآمد سمجھا جاتا ہے اور بنتا ہے تو حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ایک بے بضاعت سے دین کا کام لیا اور کاش کہ اس کی بدولت حدیث معروف کے مصداق میں یہ بے بضاعت بھی شامل ہو جائے۔

"إذا أراد الله بعبده خيرا استعمله. قيل له: كيف يستعمله؟ قال: يوفقه لعمل صالح قبل الموت."

(رواه الترمذی بسند صحیح، جامع الأصول: ۱۱۸/۱۰)

حق تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس سے کام لیتے ہیں اس طرح کہ اس کی موت سے پہلے کسی عمل صالح کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔

اس کام کی انجام دہی کی طرف توجہ اور اس کی تکمیل میں ممد ومعاون یہ بات بنی کہ ابتداءِ تعلیم سے لکھنے پڑھنے سے کچھ دلچسپی نے ان کاموں سے متعلق کیا، اور یہ چیز بڑوں کے حسن ظن کا ذریعہ بنی، اور فقہ وحدیث کی اہم کتب کی تدریس کا شرف حاصل ہوا اور فکر وتوجہ سے کام کرنے کی بدولت ان مسائل اور ان کے حدیثی دلائل سے برابر سابقہ و واسطہ رہا تو حق تعالیٰ نے اس کام کا نظام بنانے پر مناسب انداز میں انجام دہی کو آسان فرما دیا اگر چہ اس کے پیچھے تلاش وجستجو کا لمبا کام تھا اور جس نے بسا اوقات کافی وقت لیا اور جس کے تحت بہت سے نئے امور و پہلو اور غیر مانوس وغیر معروف روایات تک بھی رسائی ہوئی اور اس کی تحقیق کی نوبت آئی۔

یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ سب سے بڑی مدد اعلاء السنن سے ملی اور اس کے بعد جامع الاصول سے، پھر حسب موقع ودرجہ دوسری کتابیں۔ بعض روایات اتفاقاً نظر میں آئیں تو تحقیق کے بعد ان کو اور ان سے متعلق مسائل کو شامل کیا گیا، اخیر اخیر میں ابوبکر جعفر

بن محمد فریابی (متوفی ۳۰۱ھ) کی کتاب ''کتاب العیدین'' اپنے ہی ذخیرہ میں سامنے آئی تو اس سے استفادہ کیا اور اس میں عیدین سے قبل ممانعت نفل کی قولی روایت ملی جس کی تحقیق و جستجو کی نوبت آئی۔ ایسے ہی بلوغ المرام کی شرح (توضیح الاحکام) نے بہت فائدہ پہونچایا۔

بہرحال جو ہے خدا کا فضل ہے اور اسی سے ہوا، وہ اس کو اپنے فضل کا ذریعہ بنا دے تو کام وہاں کا بن جائے کہ جہاں فضل ہی فضل کی احتیاج اور کارکردگی ہوگی۔

اس علمی خدمت کی انجام دہی پر حق تعالیٰ کا جتنا بھی شکر- یہ بے بضاعت ادا کرے کم ہے۔ اور اب تو عمر اس مرحلے ومنزل کے قریب ہے کہ جس کو حجت واتمام حجت کی عمر قرار دیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ بس انہیں مشاغل میں عمر کے بقیہ مراحل کی تکمیل کرا دے اور ان مشاغل کی برکت سے اپنے فضل سے آخرت کی تمام منازل کی تکمیل کرا دے۔ ہمارے حضرت -حضرت باندوی علیہ الرحمہ- کا ایک شعر ہے اس موقع سے ذکر کرنے کا جی چاہتا ہے ؎

گر مری منزل میں آگے کو پریشانی نہو
یا الٰہی نزع کے عالم میں آسانی نہو

اتنے بڑے واہم کام میں کمی وچوک ضرور ہو سکتی ہے، اہل علم سے گزارش ہے کہ جو بات نگاہ میں آئے اس سے مطلع فرمایا جائے تا کہ آئندہ اصلاح کی جا سکے۔

مقدمہ

(عمومی وعوامی)

(۱)

دین کا مدار کتاب وسنت پر ہے اور انہیں دونوں کے واسطے سے اور ان کی روشنی میں دوسرے دلائل سے کام لیا جاتا ہے۔

اور کتاب وسنت کا باہمی تعلق لازم وملزوم کا ہے اور فی الجملہ متن وشرح کا ہے۔ دین کی جو تفصیلات سنت۔ احادیث نبویہ میں قولاً وفعلاً آئی ہیں کتاب اللہ میں اس نسبت سے اجمال ہی اجمال ہے۔ اس لئے احادیث میں جس تفصیل سے عبادات، نماز، روزہ و زکوٰۃ وحج وغیرہ کا بیان ہے وہ قرآن میں نہیں ہے، اسی وجہ سے ان عبادات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے احادیث کا کثرت سے بلکہ ہر ہر جزء میں تذکرہ کیا جاتا ہے اور احادیث سے ان کی مکمل صورت سامنے آتی ہے۔

چنانچہ نماز- از تحریمہ تا سلام- مکمل طور پر ایک ایک چیز، ایک ایک عمل، ایک ایک حال احادیث میں موجود ہے اور محدثین نے اپنی کتابوں میں اپنے علم وتحقیق اور مقصد وموضوع کے مطابق ان کا تذکرہ کیا ہے یہ کتاب حضرات محدثین کی ذکر کردہ انہیں تفاصیل پر مبنی ومرتب ہے۔

(۲)

احادیث احکام میں جو کچھ آیا ہے اور بالخصوص نماز سے متعلق احادیث وروایات میں وہ قول وفعل دونوں صورتوں میں آیا ہے۔ بعض چیزوں کے بیان میں قول وفعل دونوں ملتا ہے اور بعض کے بیان میں صرف قول یا فعل۔ اور حدیث خواہ قولی ہو خواہ فعلی دونوں حجت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو زبان سے بیان کرکے اور عملاً کرکے بتانے دونوں طرح کی ذمہ داری دی گئی اس لئے آپ کہتے بھی تھے اور کرتے بھی تھے، بالخصوص نماز میں قول و ارشاد کے ساتھ فعل وعمل خوب معروف ہے، حتی کہ آپ کا یہ ارشاد۔ اسی نسبت سے معروف ہے "صلّوا كما رأيتموني أصلي" (رواه البخاري جامع الاصول ۵/۵۷۶) اسی طرح نماز پڑھا کرو جیسا کہ مجھ کو نماز پڑھتے دیکھو۔

(۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہم تک واسطہ در واسطہ پہونچی ہیں۔ اور واسطہ بننے والے لوگ مختلف قسم کے اور مختلف حالات والے ہوئے۔ اس کا احادیث کے حق میں اثر محسوس کیا گیا اور اس کی وجہ سے علماء امت نے تمام احادیث کا جائزہ لے کر ان میں مراتب قائم کئے اور بنیادی طور پر ان کے تین حصے کئے:

۱- سرے سے نا قابل اعتبار، جس کو موضوع کہتے ہیں، یعنی وہ احادیث جو من گڑھت اور بے اصل مانی گئیں۔

۲- مجبوری کی صورت میں اور قیود وشرائط کے ساتھ قابل اعتبار، جس کو ضعیف کہتے ہیں۔ ضعیف احادیث کا ایک حصہ بوقت ضرورت اور بقید شرائط معتبر مانا گیا ہے۔

۳- قابل اعتبار۔ احادیث کا ایک بڑا حصہ ایسا ہے جس کو اجمالاً مقبول ومعتبر کہتے ہیں۔ پھر اس میں بھی تفصیل ہے: قابل اعتبار احادیث میں ہی وہ احادیث بھی شامل

ہیں جنکو متواتر قرار دیا گیا ہے، جن کی تعداد بہت محدود اور تھوڑی ہے۔ معتبر احادیث کی زیادہ تعداد وہ ہے جس کو علماء "خبر واحد" کہتے ہیں۔

(۴)

کسی مسئلے میں دلیل کے طور پر معتبر و مقبول احادیث ہی عموماً ذکر کی جاتی ہیں اور ایسی احادیث کی بھی باعتبار مرتبہ و قوت چار قسم قرار دی گئی ہے:

۱- صحیح لذاتہ: سب سے اعلیٰ مرتبہ کی حدیث ہے۔ کسی مسئلے میں اس کے موجود ہوتے ہوئے اس سے کمتر درجے کی حدیث کو دلیل نہیں بنایا جاتا۔

۲- صحیح لغیرہ: دوسرے نمبر پر ہے۔

۳- حسن لذاتہ: تیسرے نمبر پر ہے۔

۴- حسن لغیرہ: معتبر و مقبول احادیث کا سب سے آخری مرتبہ ہے۔ اس قسم کی حدیث اصل میں ضعیف ہوتی ہے، مگر مختلف وجوہ سے اس میں قوت و اعتبار کو مان لیا جاتا ہے۔

(۵)

موضوع: بے اصل و من گڑھت حدیث کو بیان کرنا درست نہیں اور نہ دلیل ہی بنایا جاسکتا ہے۔

البتہ جو حدیثیں ضعیف قرار دی گئی ہیں ان کو دلیل بنالیا جاتا ہے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کسی مسئلے میں معتبر حدیث کے چاروں مرتبوں میں سے آخری مرتبہ کی بھی حدیث نہ ملے۔ تو یہ مجبوری کا حال ہوتا ہے، اور اس حال میں بھی ہر ضعیف کو دلیل نہیں بنایا جاتا بلکہ اس کے ایک درجے کو۔

(۶)

یہ بھی یاد رکھنے و جاننے کی بات ہے کہ حدیث کی صرف دو ہی کتابیں: بخاری و مسلم نہیں بلکہ چھوٹی و بڑی بہت سی کتابیں ہیں، اور بخاری و مسلم کے علاوہ بھی معتبر کتابیں کئی ہیں اگرچہ صحیحین کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے، لیکن دوسری بھی معتبر کتابیں اور دوسری کتابوں میں بھی معتبر احادیث ہیں۔

جن کتابوں میں معتبر احادیث کا ذخیرہ ہے ان میں صحاح ستہ میں سے سنن اربعہ (ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ) مؤطا مالک، مستدرک حاکم، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، صحیح ابن سکن، مسند احمد، وغیرہ ہیں۔

اور کتاب الآثار، مؤطا محمد، کتب امام طحاوی وغیرہ بھی ہیں۔

(۷)

ایسا نہیں ہے کہ ساری صحیح حدیثیں صرف بخاری و مسلم میں آگئی ہوں، ہاں یہ ضرور ہے کہ ان دونوں کتابوں کی احادیث صحیح ہیں۔

اور جب ساری صحیح احادیث صحیحین میں نہیں تو تمام احادیث یا اکثر انہیں دونوں کتابوں میں آگئی ہوں ایسا بھی نہیں ہے، بلکہ بہت بڑا ذخیرہ دوسری کتابوں میں ہے اور دوسری کتابوں کا کافی بڑا حصہ کسی نہ کسی اعتبار سے معتبر بھی ہے۔

(۸)

یہ بھی اہم بات ہے کہ محدثین و علماء امت کے درمیان احادیث کی تحقیق اور مرتبہ و حیثیت کے متعین کرنے میں اختلاف ہوا ہے، اسی وجہ سے بہت سی احادیث کے متعلق دو آراء ملتی ہیں، اپنی تحقیق کے مطابق ایک نے صحیح و معتبر اور دوسرے نے کم درجہ کی یا نا معتبر و ضعیف قرار دیا ہے۔ تفصیل کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

(۹)

کسی مسلک ومجتہد کے جملہ مسائل کی احادیث سب کی سب صحیحین میں نہیں ہیں، اور نہ ہی سب کی سب صحیح ہیں، بلکہ دوسری کتابوں میں بھی ہیں اور دوسری قسم کی مقبول احادیث بھی ہیں۔

بلکہ ہر مجتہد ومذہب کے بعض مسائل کے دلائل میں ایسی احادیث کا بھی ایک حصہ ہے جن کو ضعیف قرار دیا گیا ہے یا محدثین کی ایک خاص تعداد وجماعت نے اس کو ضعیف کہا ہے، مگر جب دوسری اس سے فائق دلیل وحدیث نہیں ملی تو اپنی عقل ورائے کے مقابلے میں اس کو ہی اہمیت دی گئی اور دلیل بنایا گیا ہے۔

یہ امت کا شروع سے معمول چلا آرہا ہے۔ مشہور حنبلی عالم۔ جن کو سلفی حضرات بھی اہمیت دیتے ہیں بلکہ بہت سے لوگ ان کو پابند مذہب وتقلید نہیں سمجھتے - علامہ ابن قیم نے اپنی ایک معروف کتاب ''اعلام الموقعین'' (۱/۳۱) میں ذکر کیا ہے کہ: ''چاروں اماموں میں سے ہر ایک نے بعض مسائل میں حدیث ضعیف کو قیاس پر مقدم کیا ہے'' (اور اس کے بعد مثالیں ذکر کی ہیں)

اور صحاح ستہ میں شامل سنن اربعہ میں امتیازی شان کی حامل ایک کتاب ''جامع ترمذی'' ہے جس میں امام ترمذی نے بہت سے مواقع میں ایسا کیا ہے کہ ایک حدیث کے ضعف یا شدت ضعف کا تذکرہ کیا ہے، مگر ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ علماء امت کا عمل، سب کا یا بعض کا، یا فلاں وفلاں کا اسی کے موافق ہے۔

نماز کے مسائل سے متعلق روایات کی بنیاد پر سلفی حضرات نے اردو میں جو کتابیں لکھی ہیں ان میں سے ایک کتاب حافظ صادق سیالکوٹی صاحب کی ''صلوٰۃ الرسول'' (ﷺ) ہے جو ان حضرات کے یہاں مقبول عام کتاب ہے۔ اس کے دو نسخے میرے سامنے ہیں، دونوں میں کتاب کی احادیث کی تخریج وتحقیق کا بھی کام کیا گیا ہے۔ ایک نسخہ

علامہ ابن باز اسلامک اسٹڈیز سنٹر دہلی کا شائع کردہ ہے اور دوسرا الکتاب انٹرنیشنل جامعہ نگر نئی دہلی کا۔

اس میں آنے والی تفصیلات کا حاصل وہی ہے جو پہلے ذکر کیا گیا اور جو تمام علماء محققین کے یہاں فی الجملہ متفق علیہ ہے اور ان حضرات کی تحقیقات وتصریحات سے واضح ہے کہ:

یہ صحیح احادیث کو اہمیت دینے کے ساتھ حسب موقع حدیث حسن بلکہ ضرورت پر بقدر ضرورت ضعیف احادیث سے بھی استفادہ واستناد کرتے ہیں۔

اسی طرح صحیحین کو اہمیت وترجیح ضروری ہے مگر استدلال میں صرف اس کی احادیث پر اکتفاء نہیں بلکہ سنن اربعہ اور دوسری معروف کتب جن کا ذکر آچکا ہے، ان کی احادیث سے بھی استفادہ کرتے ہیں۔

بسا اوقات دوسرے کی رائے میں ضعیف ان کے نزدیک قابل استناد اور دوسروں کی رائے میں معتبر ان کے نزدیک نامعتبر قرار پاتی ہے ایسا بھی ہوتا ہے۔ ان کتابوں میں اس کا بھی اثر موجود ہے۔

(۱۰)

کتاب ''صلوٰۃ الرسول'' (ﷺ) کی حیثیت یہ ہے کہ بقول صاحب تخریج وتحقیق (مولانا عبدالرؤف صاحب سندھی)

> ''اس کتاب کے قارئین کی اکثریت عامۃ الناس ہی کی نہیں ہے بلکہ علماء کی بھاری تعداد بھی اس کے قارئین میں سے ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ بعض خواص بھی اس پر اعتماد کرتے ہیں''۔
>
> (ص:٦، نسخہ الکتاب انٹرنیشنل)

مولانا عبدالرؤف صاحب نے اپنی تحقیق وتخریج کے ساتھ ایک مفید مقدمہ بھی

لکھا ہے جس کے ایک حصے میں فنی باتیں لکھی ہیں اور ایک حصے میں کتاب کا تعارف اور اسکی بعض کمزوریاں وخامیاں۔اس موقع سے اس کی ایک عبارت کی صرف نقل پر اکتفا کی جاتی ہے۔

''مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں کئی ایک ضعیف احادیث بھی ذکر کی ہیں،ان ضعیف احادیث کے لئے درج ذیل نمبر دیکھئے''

اس کے بعد چوراسی احادیث کے نمبر شمار کرائیے ہیں۔اور یہ بھی تحریر کیا ہے:

''ان ضعیف احادیث میں سے بعض ایسی احادیث بھی ہیں کہ جن کے ضعیف ہونے کی صراحت خود ان کتب میں موجود ہے جن کے حوالے سے مؤلف نے انہیں ذکر کیا ہے''

(ص:۸-۹نسخہ الکتاب انٹرنیشنل)

ویسے کتاب سے متعلق مولانا عبدالرؤف صاحب کے تأثرات وتعقبات قابل مطالعہ ہیں۔

''نماز کے بیمثال محاسن'' کے عنوان کے تحت ۲۵/احادیث ذکر کی گئی ہیں از ص: ۱۷۰-تا۱۷۶-حدیث ۱۵۴-تا۱۷۸۔ان میں سے ۱۲-۱۳/ کو تخریج میں ضعیف شدید و انتہائی ضعیف کہا گیا ہے بلکہ ایک کو موضوع کہا ہے۔اور ابن باز سنٹر والے نسخے میں ۱۵ کو ضعیف بتایا ہے۔

ابن باز والے نسخے کی تحقیق میں کتاب کی سو سے زائد احادیث کو ضعیف یا شدید الضعف بتایا گیا ہے۔جبکہ کتاب میں کل احادیث سات سو ہیں اس طرح ایک بڑا حصہ جو کل کے چھٹے حصے کے قریب ہے ضعیف یا شدید الضعف ہے۔

صحیحین وصحیح کے ماسوا بعض احادیث کے لئے بطور مثال:

امامت جبریل کی کی حدیث صحیحین کی نہیں ہے البتہ صحیح کہا گیا ہے۔

(ص:۴۷-الکتاب،ص:۶،ابن باز)

نماز کی چوری والی؛ حدیث صحاح ستہ میں نہیں ہے حاکم وغیر کی روایت ہے، اس کو صحیح/حسن بتایا گیا ہے۔ (ص:۵۲،الکتاب ص:۱۰،ابن باز)

ترکت فیکم امرین والی حدیث کو حسن اور مجموعی طرق سے صحیح کہا گیا ہے صحیحین وسنن اربعہ میں نہیں ہے۔ (ص۱۵۷الکتاب ص:۱۵،ابن باز)۔

تسمیہ کے بغیر وضو نہونے والی حدیث ترمذی وابن ماجہ کی ہے اور حسن ہے۔

(ص:۱۰۶الکتاب ص:۳۹،ابن باز)۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بڑا حصہ صحیح یا حسن ہے یا صحیح یا حسن بتایا گیا ہے اور ایک بڑا حصہ صحیحین، نیز سنن اربعہ کے باہر کا ہے۔

''نماز کے بے مثال محاسن'' کے تحت ۲۵/احادیث میں سے ۲۴/احادیث کو اصل مؤلف نے بے حوالہ ذکر کیا ہے،جن میں سے ایک ۱۵۸نمبر (ص:۱۷۲،الکتاب نسخہ ابن باز سنٹر ص۸۷ حاشیہ نمبر۵) محققین ومخرجین تلاش نہیں کر سکے مولانا عبدالرؤف صاحب نے سکوت کیا ہے،اور ابن باز سنٹر کے نسخے میں لکھا گیا ہے''یہ حدیث مجھے نہیں ملی''۔

اور ان پچیس احادیث میں سے ایک کو دونوں میں موضوع کہا گیا ہے۔

(حدیث ۱۶۹-ص:۱۷۴،الکتاب ص:۸۹،ابن باز سنٹر حاشیہ نمبر۷)۔

اس کے علاوہ مزید کم از کم دو احادیث موضوع بتائی گئی ہیں۔

۱-نسخہ ابن باز سنٹر ص:۲۱۱-حاشیہ نمبر۷۔

۲-اور ص۲۹۴-حاشیہ نمبر۳۔

۱- نسخہ الکتاب ص:۱۴۷ ،حدیث نمبر۵۷۸ کے تحت دوسری ، اس کو مولانا عبدالرؤف صاحب نے موضوع نہ کہہ کر ضعف کی گفتگو کی ہے،تصحیح بھی نقل کی ہے۔

۲-ص:۵۰۰ حدیث ۶۶۴ ،اس میں بھی مولانا عبدالرؤف صاحب نے وضع کی بات کو نقل کیا ہے،مگر تضعیف کی بات زیادہ کی ہے۔

﴿تلك عشرة كاملة﴾.

(۱۱)

کتاب "صلوٰۃ الرسول" (ﷺ) سے متعلق جو ایک جائزہ پیش کیا گیا اس کا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ ہر مسلک والے کے پاس ہر قسم کی احادیث ہیں۔ دلیل میں ضعیف احادیث بھی ہیں اور توجہ نہ ہونے یا جستجو کی کمی کی بناء پر شدید الضعف بلکہ موضوع تک کو بعض اہم کتابوں میں جگہ مل گئی ہے۔

اس لئے اس انداز کی بات و دعویٰ نہیں کرنا چاہئے کہ گویا ہمارے پاس تو سب کا سب نمبر ایک ہے، یہ ناممکن ہے۔

حق تعالیٰ ہم کو حقائق کا لحاظ، حدود کا پاس، حق اختلاف اور اس کی بنیادوں کے احترام کے ساتھ رہنے کی توفیق عطا فرمائے جیسا کہ ہمارے اسلاف حضرات صحابہ، تابعین اور بعد کے ائمہ مجتہدین وعلماء راسخین کا معمول وطریقہ کار رہا ہے۔

(۱۲)

کتاب میں آنے والی روایات کا بھی مختصر جائزہ پیش خدمت ہے، تقریباً سات سو (۷۰۰) روایات بنیادی ہیں، ان میں دو سو قریب صحیحین کی اور ڈھائی سو کے قریب سنن اربعہ کی اور بقیہ یعنی کل کی تہائی تقریباً دوسری کتب کی ہیں، اسی سے احادیث کے مرتبہ و حیثیت کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

موضوع روایات سے اپنے علم کی حد تک مکمل احتراز کیا گیا ہے، اسی طرح شدید الضعف سے بھی، ہاں ایک حصہ ضعیف احادیث کا ضرور ہے لیکن کوشش کی گئی ہے کہ ایسی ضعیف نہ ہوں جو گنجائش نہ رکھیں۔

□ □ □

(۱)

اوقاتِ نماز

۱-وقت فجر

(الف) ابتداء وقت فجر وانتہاء (ب) فجر کا وقت مستحب

(ج) طلوع آفتاب اور ادائیگی فجر

۲-وقت ظہر

(الف) ابتداء وقت ظہر (ب) انتہاء وقت ظہر

(ج) ظہر کا مستحب وقت

۳-وقت عصر

(الف) ابتداء (ب) انتہاء (ج) وقت مستحب

(د) سورج پیلا پڑ جانے کے حال میں عصر

۴-وقت مغرب

(الف) آغاز (ب) انتہاء (ج) وقت مستحب

۵-وقت عشاء

(الف) آغاز (ب) انتہاء (ج) وقت مستحب

۶-نماز وتر کا وقت

(الف) اصل وقت (ب) افضل وقت

۷-اوقات مکروہہ وممنوعہ

(الف) وہ اوقات جن میں ہر نماز منع ہے

(ب) وہ اوقات جن میں نوافل منع ہیں

۸-غروب کے بعد قبل مغرب ادائیگی نفل

اوقات نماز

۱- وقت فجر :

(الف) ابتداء وقت فجر وانتہاء :

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں:

''فجر کا اولین وقت ہوتا ہے جب فجر (صبح صادق) کا طلوع ہوتا ہے، اور آخری وقت ہوتا ہے جب سورج طلوع ہوتا ہے۔''(۱)(ترمذی واحمد)

۲- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں:

''صبح کی نماز کا وقت طلوع فجر (صبح صادق) سے طلوع آفتاب تک رہتا ہے۔''(۲)(مسلم)

---

(۱) عن أبی هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "إن أول وقت الفجر حين يطلع الفجر وإن آخر وقتها حين تطلع الشمس". (رواه الترمذی: أبواب الصلوة: باب ما جاء فی مواقيت الصلوة) رواه الأعمش عن أبی صالح عن أبی هريرة مرفوعا و كذا رواه الإمام أحمد (۲۳۲/۲) والدارقطنی فی سننه (أبواب الصلوة: باب إمامة جبريل) والبيهقی فی سننه (۳۷۵/۱، ۳۷۶) وله متابعات عند الحاكم وغيره (راجع معارف السنن ۳۰/۲، وتعليقات أحمد محمد شاكر على جامع الترمذی ۲۸۴/۱، ۲۸۵) قال عبد القادر الارناؤوط فی تحقيق جامع الاصول ۱۵/۵:- روی موقوفا وهو حديث حسن، وقال أحمد محمد شاكر (فی تعليقاته على الجامع ۲۸۵/۱) :- والذی أختاره أن الرواية المرسلة أو الموقوفة تؤيد الرواية المتصلة المرفوعة ولا تكون تعليلا لها.

(۲) عن عبد الله بن عمرو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : "وقت صلاة الصبح من طلوع الفجر ما لم تطلع الشمس" (رواه مسلم وأبوداؤد والنسائی - جامع الأصول ۲۱۷/۵) مسلم كتاب المساجد (باب أوقات الصلوات الخمس).

(ب) فجر کا وقت مستحب :

۳- حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں:

''فجر کی نماز کو روشنی کر کے ادا کیا کرو، اس لئے کہ یہ چیز زیادہ باعث اجر ہے۔''(۱)(ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

۴- اور یہ بھی فرمان نبوی ہے :

''جتنی روشنی زیادہ ہوگی اس کا ثواب زیادہ ہوگا۔''(۲)(نسائی)

(ج) طلوع آفتاب کے وقت ادائیگی فجر کی ممانعت :

۵- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے فرمان نبوی مروی ہے:

''نماز صبح کا وقت طلوع صبح صادق سے طلوع آفتاب تک رہتا ہے لہٰذا جب آفتاب طلوع ہونے لگے تو نماز سے رک جایا کرو۔'' (۳) (مسلم)

---

(۱) عن رافع بن خديج رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : "اسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر." (رواه الترمذى وأبوداؤد والنسائى - جامع الأصول ٥/٢٥٢،٥٣) الترمذى أبواب الصلوة باب ماجاء فى الاسفار بالفجر وقال الترمذى :هذا حديث حسن صحيح. عده السيوطى والمناوى والكتانى من المتواترت (نظم المتناثر، حديث رقم ٦١).

(۲) عن محمود بن لبيد عن رجال من الأنصار أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : "كلما اسفرتم بالصبح فإنه أعظم للأجر" (رواه النسائى - جامع الأصول ٥/٥٣) سنن النسائى، كتاب المواقيت باب الاسفار، وقال عبد القادر الارناؤوط (فى هامش جامع الأصول ٥/٥٣) : اسناده صحيح، ورواه ابن حبان (الإحسان ٣/٢٣) وراجع معارف السنن (٢/٤٠-٤١) وتعليقات أحمد محمد شاكر (١/٢٩٠).

(۳) عن عبد الله بن عمرو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : "وقت صلوة الصبح من طلوع الفجر مالم تطلع الشمس فإذا طلعت الشمس فأمسك عن الصلاة" (رواه مسلم - جامع الاصول ٥/٢١٠) مسلم كتاب المساجد : باب أوقات الصلوات الخمس).

۲- وقت ظہر

(الف) ابتداء وقت ظہر :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ فرمان نبوی ہے :

''نماز ظہر کا اولین وقت اس وقت ہوتا ہے جب سورج ڈھلتا ہے۔''(۱) (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمان نبوی نقل کیا ہے :

''ظہر کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب سورج ڈھلتا ہے اور آدمی کا سایہ اس کے طول وقد کے برابر ہوتا ہے۔''(۲)(مسلم)

۶- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمان نبوی نقل فرمایا ہے :

''مجھ کو جبریل نے پہلے دن ظہر پڑھائی جبکہ سایہ تسمہ کے برابر تھا۔''(۳) (ترمذی)

تسمہ کے برابر سایہ ہونے کا اشارہ سایۂ اصلی کی طرف ہے ظہر میں زوال کے ساتھ سایۂ اصلی کی رعایت بھی مطلوب ہے۔(۴)

---

(۱) عن أبى هريرة رضى الله عنه -مرفوعاً- : "إن أول وقت صلاة الظهر حين تزول الشمس" (رواه الترمذى - جامع الاصول ٥/٢١٤). وقد تقدم برقم ١.

(۲) عن عبد الله بن عمرو بن عاص ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : "وقت الظهر إذا زالت الشمس وكان ظل الرجل كطوله" (رواه مسلم وأبوداؤد والنسائى - جامع الاصول ٥/٢١٧) وقد تقدم برقم ٢.

(۳) عن ابن عباس أنّ النبى ﷺ قال : "أمنى جبريل ..... فصلى الظهر فى الأولى منهما حين كان الفئ مثل الشراك" (رواه الترمذى وأبوداؤد - جامع الاصول ٥/٢٠٩و ٢١٠) الترمذى، أبواب الصلوت باب فى مواقيت الصلوة، ورواه أحمد والحاكم وغيره، (هامش جامع الاصول ٥/٢١٠) قال الترمذى حديث حسن، وقال عبد القادر الارناؤوط (فى هامش جامع الاصول (٥/٢١٠) : الحديث صحيح.

(۴) معارف السنن ۲/۸و۹ نسائی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ظہر وعصر دونوں کے حق میں سایہ اصلی کا ذکر موجود ہے (راجع جامع الأصول ٥/٢١٣ ونسائى، المواقيت باب أول وقت العصر وآخر وقت العصر)

(ب) انتہاءِ وقت ظہر :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمان نبوی نقل کیا ہے :

"ظہر کا آخری وقت ہوتا ہے جب کہ عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔"(۱) (ترمذی)

۷- نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے :

"ظہر کی نماز ادا کرو جب تمہارا سایہ ایک مثل ہو اور عصر ادا کرو جب کہ تمہارا سایہ دو مثل ہو جائے۔"(۲)(مؤطا مالک)

۸- حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی ایک معروف روایت ہے :

"ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے تو مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا موسم کو ٹھنڈا کرو (گرمی کم ہونے دو اور ٹھنڈک ہو جانے دو)۔ پھر اذان دینے کا ارادہ کیا، تو دوبارہ فرمایا: اور ٹھنڈک (اختیار) کرو، حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ زمین پر دیکھا اس کے بعد اذان و نماز ہوئی، اور آپ نے شدید گرمی میں ٹھنڈک کی رعایت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا حکم فرمایا"(۳)(بخاری و مسلم)

(۱) عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ : "اخر وقتها حين يدخل وقت العصر" (رواه الترمذی (جامع الاصول ۲۱۴/۵) وقد تقدم (رقم ۱).

(۲) عن ابی هريرة : "صل الظهر اذا كان ظلك مثلك، وصل العصر اذا كان ظلك مثليك" رواه مالك فی الموطا (جامع الاصول ۲۱۵/۵) الموطا : وقت الصلاة باب وقوت الصلاة، قال عبد القادر الارناؤوط : (روی) موقوفا و مرفوعا وهو حديث حسن، اقول : روی عنه فی المعروف موقوفا كما عند مالك فی موطاه الا أنه روی عنه مرفوعا ايضا، كما ذكره ابن عبد البر فی التمهيد (التعليق الممجد ۱۵۱/۱)

(۳) عن ابی ذر قال : كنا مع النبی ﷺ فی سفر فاراد المؤذن ان يؤذن للظهر فقال له رسول الله ﷺ "ابرد" ثم اراد أن يؤذن فقال له "ابرد" حتى رأينا فیء التلول فقال النبی ﷺ : "إن شدة الحر من فيح جهنم فاذا اشتد الحر فابردوا بالصلاة" (رواه البخاری ومسلم وابو داؤد والترمذی وغيرهما - جامع الاصول ۲۳۶/۵) البخاری، كتاب مواقيت الصلاة باب الابراد بالظهر فی شدة الحر ومسلم ابواب المساجد باب استحباب الابراد بالظهر عند شدة الحر.

اس حدیث میں جو زائد سے زائد موسم کو ٹھنڈا کرنے اور بالخصوص ٹیلوں کا سایہ نمایاں ہونے کا ذکر آیا ہے تو شراح حدیث نے لکھا ہے کہ ٹیلوں کا سایہ - ان کی خاص نوعیت کی وجہ سے - کافی دیر سے نمایاں ہوتا ہے جب کہ عام چیزوں کا سایہ ایک دو مثل اور مزید ہو جاتا ہے۔(۱)

(ج) ظہر کا وقت مستحب :

۹- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"جب ٹھنڈک ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (نماز ظہر) کو جلدی ادا فرماتے اور جب گرمی ہوتی تو موسم ٹھنڈا کر کے ادا فرماتے۔"(۲)(بخاری)

۱۰- متعدد صحابہ نے یہ ارشاد نبوی نقل فرمایا ہے :

"جب گرمی زیادہ ہو تو نماز (ظہر) کو موسم ٹھنڈا کر کے ادا کیا کرو۔"(۳) (بخاری وغیرہ)

۳- وقت عصر

(الف) ابتداءِ وقت عصر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

(۱) فتح الباری ۲۰/۲ ومعارف السنن ۵۷/۲ و ۲۱ و ۲۲.

(۲) عن انسؓ كان النبی ﷺ : "اذا اشتد البرد بكر بالصلاة واذا اشتد الحر ابرد بالصلاة" (رواه البخاری والنسائی وغيرهما۔ جامع الاصول ۲۳۷/۵، ۶۷۱) البخاری كتاب الجمعة باب اذا اشتد الحر يوم الجمعة والنسائی كتاب المواقيت، باب تعجيل الظهر فی البرد.

(۳) عن النبی ﷺ قال : "إذا اشتد الحر فابردوا بالصلاة" وعنه ﷺ "ابردوا بالظهر فان شدة الحر من فيح جهنم" رواه ابو هريرة وابو سعيد الخدری وابو موسى الاشعری وغيرهم (جامع الاصول ۲۳۵/۵ - ۲۳۷) ولذا ذكره (فی نظم المتناثر رقم/۶۲) من المتواترات ولفظ "أبردوا بالصلاة" معروف فی الرواية و"ابردوا بالظهر" لفظ رواية أبی سعيد الخدری عند البخاری (مواقيت الصلاة باب الابراد بالظهر فی شدة الحر) وفی غير ذلك من المواضع (وراجع فتح الباری ۱۷/۲-۱۹)

''عصر اس وقت ادا کیا کرو جب کہ تمہارا سایہ دو مثل ہو جائے۔''(۱)
(مؤطا)

(ب) انتہاء وقت عصر

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں:

''عصر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ سورج پیلا نہ پڑ جائے۔''(۲)(مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمان نبوی نقل فرمایا ہے :

''عصر کا آخری وقت ہوتا ہے جب کہ سورج پیلا پڑ جاتا ہے۔''(۳)
(ترمذی)

۱۱- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے :

''عصر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ مغرب کا وقت نہ آئے۔''(۴)(طبرانی)

عصر کا وقت واقعۃً غروب آفتاب پر ختم ہوتا ہے مگر روایات میں عموماً پیلے پڑنے تک حد بتائی گئی ہے جو وقت مستحب کی حد ہے، اس کے بعد کا وقت مکروہ ہے جس میں نماز عصر ادا کرنے سے بچنا چاہئے اسی لئے احادیث میں اس کو آخر کہہ دیا گیا ہے، اور اسی وجہ سے احادیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عصر اس وقت تک ادا کرتے جب تک

(۱) رواه مالك فی الموطا (جامع الاصول ۲۱۵/۵) وقد تقدم رقم ۷-٦.

(۲) عن عبد الله بن عمرو ان رسول الله ﷺ قال: "وقت العصر مالم تصفر الشمس" (رواه مسلم وابوداؤد والنسائی - جامع الاصول ۲۱۷/۵) وقد تقدم) رقم-۲.

(۳) عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "آخر وقتها- ای وقت العصر حين تصفر الشمس" (رواه الترمذی، جامع الاصول ۲۱٤/۵) قد تقدم، رقم-۱.

(٤) عن ابی ايوب عن عبد الله - أظنه ابن عمرو قال شعبة كان احيانا يرفعه واحيانا لا يرفعه: قال: "وقت العصر مالم يحضر وقت المغرب." (رواه الطبرانی فی الكبير) قال الهيثمی:- رواه الطبرانی فی الكبير ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ۳۱۳/۱ باب وقت صلاة العصر).

سورج روشن وسفید ہوتا یا پیلا نہ پڑتا (۱) اور چونکہ ایسا بھی نہیں ہوتا تھا کہ ایسے وقت عصر ادا کریں کہ بس سورج پیلا پڑنے کے قریب ہو جائے اس لیے یہ بھی آتا ہے کہ آپ عصر ادا فرماتے جب سورج بلند اور روشن ہوتا تھا۔ (۲) (مسلم وابوداؤد)

(ج) عصر کا وقت مستحب

۱۲- حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کو مؤخر کرنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔''(۳)
(احمد)

۱۳- حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

''ہم لوگ مدینہ آئے تو (دیکھا کہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز کو اس وقت تک مؤخر فرماتے تھے جب تک کہ سورج سفید (روشن) وصاف ہوتا تھا۔''(۴) (ابوداؤد)

۱۴- حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ عصر کی نماز اس وقت

(۱) عن أبی مسعود البدری: رأيت رسول الله ﷺ يصلی العصر والشمس مرتفعة بيضاء قبل أن تدخلها الصفرة. (رواه ابوداؤد جامع الاصول ۲۳۱/۵)

(۲) صلی العصر والشمس مرتفعة (رواه عن بريدة مسلم والترمذی والنسائی - جامع الاصول ۲۰۸/۵، ورواه عن انس - الجماعة - (جامع الاصول ۲۲۷/۵).

(۳) عن رافع بن خديجؓ قال: " ان رسول الله ﷺ كان يأمر بتأخير العصر" (رواه احمد والدارقطنی والبيهقی والطبرانی وغيره مجمع الزوائد (۳۱۲/۱) ومسند أحمد (۱٤۲/٤) وفيه عبد الواحد بن نافع الكلابی ذكره ابن حبان فی الثقات وذكره فی الضعفاء أيضا. (كذا فی مجمع الزوائد ۳۱۲/۱).

(٤) عن علی بن شيبان قال: قدمنا رسول الله ﷺ فكان يؤخر العصر ما دامت الشمس بيضاء نقية (رواه ابوداؤد جامع الاصول ۲۳۸/۵) ابو داؤد، كتاب الصلاة: باب فی وقت صلاة العصر، قال عبد القادر الارناؤوط (فی هامش جامع الاصول ۲۳۸/۵): فيه مجهولان لكن يشهد له حديث انس عند ابی داؤد وغيره فهو حديث حسن وحديث أنس وهو أول أحاديث الباب عند أبی داؤد بلفظ:- "كان يصلی العصر والشمس بيضاء مرتفعة حية". وفی إعلاء السنن (۳۷/۲): الحديث لم يضعفه أبوداؤد فهو حسن عنده.

پڑھتے جب کہ سورج بلند و سفید (خوب روشن) ہوتا قبل اس کے کہ اس میں پیلا پن آئے۔"(۱) (ابوداؤد)

۴- وقت مغرب

(الف) آغاز وقت مغرب :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل فرمایا ہے :

"مغرب کا اولین وقت ہوتا ہے جب سورج ڈوبتا ہے۔"(۲)

۱۵- حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز سورج کے غروب ہونے کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔"(۳) (بخاری ومسلم)

(ب) اختتام وقت مغرب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

"مغرب کا آخری وقت ہوتا ہے جب شفق ڈوبتی اور غائب ہوتی ہے۔"(۴)

---

(۱) عن ابی مسعود الانصاری (وروی عنه عروة عن أبيه) "رأيت رسول الله ﷺ يصلى العصر والشمس مرتفعة بيضاء، قبل ان تدخلها الصفرة " (رواه ابو داؤد جامع الاصول ٥/٢٣١)- ابو داؤود : كتاب الصلاة : باب فی المواقيت. والسند مقبول لأن رواته ثقات إلا أسامة بن زيد الليثی وهو صدوق يهم (راجعت لذلك التقريب).

(۲) عن ابی هريرةؓ ان رسول الله ﷺ قال : "ان اول وقت المغرب حين تغرب الشمس " (رواه الترمذی جامع الاصول ٥/٢١٤) وقد تقدم (رقم-١).

(۳) عن سلمة بن الاكوع "كان النبی ﷺ يصلى المغرب اذا غربت الشمس" : (رواه البخاری ومسلم والترمذی وابوداؤد، جامع الاصول ٥/٢٣٢)، البخاری -كتاب مواقيت الصلاة : باب وقت المغرب، ومسلم -كتاب المساجد : باب بيان ان اول وقت المغرب عند غروب الشمس-.

(٤) عن ابی هريرةؓ أن رسول الله ﷺ قال : "ان اول وقت المغرب حين تغرب الشمس واخر وقتها حين يغيب الشفق" (رواه الترمذی جامع الاصول ٥/٢١٤) وقد تقدم (رقم-١).

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے فرمان نبوی مروی ہے :

"مغرب کا وقت رہتا ہے جب تک کہ شفق نہ غائب ہو جائے۔"(۱)

(ج) مغرب کا وقت مستحب

۱۶- حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں :

"ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب پڑھ کر واپس ہوتے تو اتنی روشنی ہوتی کہ تیر کے گرنے کی جگہ دیکھتے تھے۔"(۲) (بخاری ومسلم)

۱۷- حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں :

"میری امت برابر خیر یا فطرت پر رہے گی جب تک کہ نماز مغرب کو اتنا مؤخر نہ کرے کہ ستارے چھٹک جائیں۔"(۳) (ابوداؤد)

(یعنی جب تک اس کے پہلے پہلے پڑھتے رہیں)۔

۵- وقت عشاء

(الف) آغاز وقت عشاء :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

"عشاء کا اولین وقت ہوتا ہے جبکہ شفق غائب وغروب ہوتی ہے۔"(۴)

---

(۱) عن عبد الله بن عمروؓ أن رسول الله ﷺ قال : "وقت المغرب مالم يغب الشفق" (رواه مسلم جامع الاصول ٥/٢١٧) وقد تقدم (رقم-٢).

(۲) عن رافع بن خديجؓ قال : "كنا نصلى المغرب مع النبی ﷺ فينصرف احدنا وانه ليبصر مواقع نبله" (رواه البخاری ومسلم، جامع الاصول ٥/٢٣٢) البخاری : كتاب مواقيت الصلاة : باب وقت المغرب-، مسلم : كتاب المساجد : باب بيان ان اول وقت المغرب.

(۳) عن ابی ايوب الانصاریؓ : قال سمعت رسول الله ﷺ يقول : "لا تزال امتی بخير، او قال : على الفطرة مالم يؤخروا المغرب الى أن تشتبك النجوم" (رواه ابوداؤد، جامع الاصول ٥/٢٣٣) ابو داؤد : كتاب الصلاة باب فی وقت المغرب- قال عبد القادر الارناؤوط (فی هامش جامع الاصول ٥/٢٣٣) : اسناده حسن.

(٤) عن ابی هريرةؓ أن رسول الله ﷺ قال : "ان اول وقت العشاء حين تغيب الشفق" (رواه الترمذی، جامع الاصول ٥/٢١٤) وقد تقدم رقم-١.

(ب) اختتامِ وقتِ عشاء

۱۸- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھ کر بھیجا تھا:

''عشاء کی نماز رات کے جس حصہ میں چاہو ادا کرو، البتہ اس سے غفلت نہ برتو۔''(۱) (طحاوی وابن ابی شیبہ)

۱۹- عبید بن جریج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ نمازِ عشاء میں افراط (زیادتی) کیا ہے؟ فرمایا: طلوعِ فجر۔(۲) (طحاوی وابن ابی شیبہ)

(ج) عشاء کا وقتِ مستحب

۲۰- حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

''اگر اس کا خیال نہ ہوتا کہ میں امت کو مشقت میں ڈال دوں گا تو میں عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کرنے کا حکم کرتا۔''(۳) (ترمذی)

۲۱- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کو تاخیر سے ادا فرماتے تھے۔''(۴) (مسلم)

---

(۱) عن نافع بن جبیر قال: کتب عمرؓ إلی أبی موسیٰؓ: "صل العشاء أی اللیل شئت ولا تغفلها" (رواہ الطحاوی فی شرح معانی الآثار: باب مواقیت الصلاۃ وأخرجه ابن أبی شیبة (فی المصنف ۱/۳۱۹)، ورجاله ثقات (آثار السنن ۱/۴۴ واعلاء السنن ۲/۱۶).

(۲) عن عبید بن جریج انه قال لأبی هریرةؓ "ما افراط العشاء؟ قال: طلوع الفجر" (رواہ الطحاوی فی شرح معانی الآثار: باب مواقیت الصلاۃ واسنادہ صحیح (آثار السنن ۱/۴۴ واعلاء السنن ۲/۱۶) ورواہ ابن أبی شیبة أیضا (۲/۱۶۵).

(۳) عن زید بن خالدؓ أن رسول الله ﷺ قال:- "لولا أن أشق علی أمتی لأمرتهم أن یؤخروا العشاء إلی ثلث اللیل" (رواہ الترمذی وأبوداؤد جامع الاصول ۵/۲۵۱)، الترمذی ابواب الطهارۃ: باب ماجاء فی السواك قال: هذا حدیث حسن صحیح.

(۴) عن جابر بن سمرةؓ قال: "کان رسول الله ﷺ یؤخر العشاء الآخرة" (رواہ مسلم جامع الاصول ۵/۲۵۰)، مسلم: کتاب المساجد: باب وقت العشاء وتأخیرها.

۲۲- حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز اس وقت ادا فرماتے تھے جس وقت تیسری رات کا چاند غروب ہوتا ہے۔''(۱) (ترمذی)

تیسری رات کے چاند کا غروب، غروبِ آفتاب سے ڈھائی گھنٹے کے قریب کا فرق رکھتا ہے۔(۲)

۶- نمازِ وتر کا وقت

(الف) اصل وقت

۲۳- حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ ارشادِ نبوی نقل فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک نماز مزید عطا کی ہے جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بڑھ کر ہے اور اس کو اس نے تمہارے لیے نمازِ عشاء و طلوعِ فجر کے درمیان رکھا ہے۔''(۳) (ترمذی وابوداؤد)

(ب) وتر کا افضل وقت

۲۴- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ارشادِ نبوی ہے:

---

(۱) عن النعمان بن بشیر قال: "کان رسول الله ﷺ یصلیها، أی العشاء لسقوط القمر لثالثة" (رواہ الترمذی) الترمذی: ابواب الصلاۃ: باب ماجاء فی وقت صلاۃ العشاء. اسنادہ صحیح کما قال الحاکم فی المستدرك (۱/۱۹۴)

(۲) معارف السنن ۲/۱۷۵

(۳) عن خارجة بن حذافة العدوی قال: خرج علینا رسول الله ﷺ فقال: "قد امدکم الله بصلاۃ هی خیر لکم من حمر النعم وهی الوتر فجعلها لکم فیما بین صلاۃ العشاء إلی طلوع الفجر" (رواہ الترمذی وأبوداؤد. جامع الاصول ۶/۵۵) ابو داؤد الصلاۃ: باب استحباب الوتر والترمذی الصلاۃ: باب ما جاء فی فضل الوتر وفی هامش جامع الاصول ۶/۵۵:- وفی سندہ ضعف وانقطاع لکن فی الباب عن معاذ بن جبل و عمرو بن العاص وعقبة بن عامر وأبی بصرة الغفاری وابن عباس وابن عمر وعبد الله بن عمر وأخرجه الحاکم فی المستدرك وقال: صحیح الاسناد ولم یخرجاه، و صححه الذهبی فی تلخیصه (المستدرك ۱/۳۰۶).

"جس آدمی کو یہ اندیشہ ہو کہ اخیر رات میں نہیں اٹھ سکے گا وہ شروع رات میں وتر ادا کرلے اور پھر سوئے اور جس کو یہ امید ہو کہ اخیر رات میں اٹھے گا تو وہ رات کے آخری حصہ میں وتر ادا کرے اس وقت میں فرشتے حاضر رہتے ہیں اور یہ افضل ہے۔"(۱)(مسلم)

۲۵- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے:

"اپنی رات کی آخری نماز وتر کو بناؤ۔"(۲)(بخاری و مسلم)

(یعنی تہجد کا اہتمام کرو تو وتر کو اخیر میں پڑھو اور تہجد کا بہتر وقت اخیر رات ہے تو وتر کا افضل وقت بھی یہی ہوا)۔

۷- اوقات مکروہہ وممنوعہ

(الف) وہ اوقات جن میں ہر نماز منع ہے

۲۶- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل فرمایا ہے:

"تین اوقات میں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع فرماتے تھے کہ ہم ان اوقات میں کوئی نماز ادا کریں یا مردوں کو دفن کریں (یعنی نماز جنازہ ادا کریں):

اول: جب سورج طلوع ہونے لگتا ہے حتی کہ بلندی کو پہونچ جائے (یعنی اچھی طرح طلوع ہو جائے)۔

---

(۱) عن جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله ﷺ:- "من خاف أن لا يقوم من اخر الليل فليوتر اوله، ثم ليرقد ومن طمع ان يقوم اخر الليل فان صلاة آخر الليل مشهودة محضورة وذلك افضل له" (اخرجه مسلم والترمذی۔ جامع الاصول ٦/٥٨)، مسلم صلاة المسافرين: باب من خاف أن لا يقوم من اخر الليل فليوتر أوله.

(۲) عن عبد الله بن عمرؓ أن النبي ﷺ قال: "اجعلوا اخر صلاتكم بالليل وترا" (اخرجه البخاری ومسلم وابو داؤد والنسائی۔ جامع الاصول ٦/٤٥) البخاری: ابواب الوتر باب ليجعل اخر صلاته وترا، مسلم: صلاة المسافرين باب صلاة الليل مثنى مثنى والوتر ركعة من اخر الليل.

دوم: ٹھیک دوپہر کے وقت جب کہ سورج وسط آسمان میں ہوتا ہے حتی کہ (مغرب کی طرف) جھک جائے (یعنی زوال ہو جائے)۔

سوم: جب سورج غروب ہونے لگے حتی کہ غروب ہو جائے۔"(۱)(مسلم)

(ب) وہ اوقات جن میں صرف نوافل منع ہیں فرض وقتی وقضا دونوں جائز ہے

۲۷- کئی صحابہ سے یہ ارشاد نبوی منقول ہے:

"طلوع فجر کے بعد فجر کی دو سنتوں کے علاوہ (کوئی نفل) نماز نہیں ہے۔"(۲)(ترمذی وغیرہ)

---

(۱) عن عقبة بن عامرؓ قال: "ثلاث ساعات كان رسول الله ﷺ ينهانا أن نصلي فيهن او نقبر فيهن موتانا: حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع، وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس وحين تضيف الشمس للغروب حتى تغرب" (رواه مسلم و ابو داؤد والترمذی والنسائی۔ جامع الاصول ٥/٢٥٤) مسلم: كتاب صلاة المسافرين باب الاوقات التي نهى عن الصلاة فيها اس میں خط کشیدہ لفظ کا مفہوم وترجمہ تو یہ ہے کہ مردوں کو دفن کیا جائے بعض حضرات نے یہی مطلب لیا ہے مگر اکثر حضرات نے اس کا مفہوم نماز جنازہ کا ہی لیا ہے اسی لیے اردو ترجمہ میں اس کو لیا گیا ہے امام ترمذی نے یہی مفہوم لیا ہے اور نووی وغیرہ نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے (ترمذی، ابواب الصلاة؛ باب ما جاء في كراهية الصلاة على الجنازة الخ والنووی شرح مسلم (٦/١١٤) وتحفة الاحوذی ٤/٧٣،٧٤) ان اوقات میں نماز کی ممانعت صریح لفظوں میں صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے البتہ اکثر حضرات سے صرف طلوع وغروب کے وقت کی ممانعت نقل کی گئی ہے، اور الفاظ کا بھی کچھ فرق ہے (ملاحظہ ہو: جامع الاصول ۵/۲۵۴ تا ۲۶۵)۔

(۲) اس مضمون کو حضرت عبداللہ بن عمر سے ترمذی نے، عبداللہ بن عمرو سے دار قطنی نے، حضرت ابو ہریرہ سے طبرانی (اوسط) نے روایت کیا ہے، طبرانی نے ابن عمرو کی روایت بھی نقل کی ہے۔(تحفة الاحوذی ٢/٤١١،٤١٢ ونصب الرايه كتاب الصلوة باب المواقيت، مجمع الزوائد ٢/٢٢١)، ترمذی نے اس کو غریب کہا ہے، اور سیوطی نے اس کو حسن کہا ہے، ذہبی نے ضعیف کہا ہے، مگر حکم اجماعی یا اجماعی سا ہے جیسا کہ امام ترمذی نے کہا ہے (الترمذی، ابواب الصلاة: باب ما جاء لا صلاة بعد طلوع الفجر الا ركعتين، =

۲۸- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ ارشاد نبوی منقول ہے :

"جس آدمی کی وتر کی نماز سونے کی وجہ سے رہ جائے تو وہ صبح ہو جانے کے بعد اس کو ادا کرے۔"(۱)(ترمذی)

طلوع آفتاب سے قبل نماز فجر سے فارغ ہو کر قضا نماز پڑھی جا سکتی ہے کیونکہ فجر کے فرض کا وقت اخیر تک رہتا ہے اور فجر کی ادائیگی طلوع تک صحیح ہے اور اس وقت میں کسی قسم کی نفل نماز ممنوع ہے اور طلوع صبح صادق کے بعد فجر کے فرض سے قبل بھی قضا نمازیں ادا کی جا سکتی ہیں۔

اور غروب آفتاب سے قبل نماز عصر سے فارغ ہو کر سورج کے پیلا پڑنے سے پہلے پہلے قضا نماز پڑھی جا سکتی ہے کیونکہ عصر کی نماز سورج کی زردی تک بلکہ اس کے بعد بھی پڑھی جا سکتی ہے، البتہ اس وقت میں بھی کسی طرح کی نفل یا دوسری نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔

مذکورہ روایات سے مجموعی طور پر بوضاحت یہ ثابت ہوتا ہے۔

۸- غروب کے بعد، قبل مغرب ادائیگی نفل

۲۹- حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

= مناوی نے کہا ہے: "من أطلق ضعفه كالهيثمي اراد انه ضعيف لذاته ومن اطلق حسنه كالمولف (اى السيوطى) اراد انه حسن لغيره" بہرحال روایت کے طرق وشواہد کئی ہیں اور مجموعی طور پر حسن لغیرہ ہی نہیں بلکہ اس سے بھی قوی ہے۔(وراجع تعليقات أحمد شاكر على الترمذى ۲۷۹/۲ و ۲۸۰ و اعلاء السنن ۵٤/۲) شیخ البانی نے اس کو (صحیح الجامع الصغیر ۱۹۴/۶-۶۳۸۷) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۱) عن ابى سعيد الخدرىؓ قال : ان رسول الله ﷺ قال : "من نام عن وتره فليصل اذا اصبح" (رواه الترمذى ـ جامع الاصول ٥٩/٥) الترمذى ابواب الوتر [باب ما جاء فى الرجل ينام عن الوتر] قال عبد القادر : وهو حديث صحيح. وقال : رواه الحاكم والبيهقى وصححه الحاكم (هامش جامع الاصول ٦٠/٦) المستدرك (۳۰۲/۱) قال الحاكم صحيح على شرط الشيخين، ولفظه:- "من نام عن وتره أو نسيه فليصله إذا أصبح" ورواه البيهقى فى السنن (٤٨٠/۲) باب من قال يصليه متى ذكره ولفظه:- "من نام عن وتره أو نسيه فليصله إذا أصبح أو ذكره."

"مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرو، مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرو (پھر فرمایا) یہ اس کے لئے ہے جو پڑھنا چاہے یہ (یعنی جس کا جی چاہے پڑھے) اس خیال سے فرمایا کہ لوگ اس کو سنت و معمول نہ بنا لیں۔"(۱)(بخاری و مسلم)

۳۰- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"عہد نبوی میں مؤذن جیسے ہی مغرب کی اذان شروع کرتا، صحابہ میں سے کچھ حضرات لپک کر ستونوں کو آڑ بناتے اور (دو رکعت نماز ادا کرتے) حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر سے نکلتے تو لوگ مغرب سے قبل دو رکعتوں کی ادائیگی میں ہوتے تھے اور اذان و اقامت کے درمیان کچھ نہیں ہوتا تھا (نہ نماز اور نہ فصل)۔"(۲)(بخاری)

غروب آفتاب کا مرحلہ نماز کی ممانعت کا مرحلہ ہے، اور غروب کا عمل مکمل ہوتے ہی نماز کی اجازت ہو جاتی ہے، اسی لئے متصلا ہی مغرب کا وقت شروع ہوتا ہے اور معمول یہ رہا ہے اور اسی کا حکم ہے کہ فوراً ہی نماز مغرب ادا کی جائے اور اس میں تاخیر نہ کی جائے، اس لئے غروب کے ساتھ ہی اذان ہوتی ہے اور اذان کے بعد متصلا جماعت ہوتی ہے، اور یہی احادیث سے ثابت ہے۔

البتہ غروب کے معاً بعد مغرب کی اذان سے قبل یا اذان کے ساتھ۔ نماز مغرب کی تاخیر کے بغیر کوئی دو رکعت نفل ادا کرے، یا اس صورت میں جب کہ کسی وجہ سے مغرب

---

(۱) عن عبد الله بن مغفلؓ قال : قال رسول الله ﷺ : "صلوا قبل المغرب ركعتين" ثم قال : "صلوا قبل المغرب ركعتين لمن شاء، خشية أن يتخذها الناس سنة" (رواه البخارى ومسلم وابو داؤد ـ جامع الاصول ۳۳/٦)، البخارى، ابواب التطوع باب الصلاة قبل المغرب "ركعتين" کا لفظ ابوداؤد میں آیا ہے۔

(۲) عن أنس بن مالك قال :- "كان المؤذن إذا أذن قام ناس من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم يبتدرون السوارى حتى يخرج النبى صلى الله عليه وسلم وهم كذلك يصلون ركعتين قبل المغرب ولم يكن بين الأذان والإقامة شيئ." (أخرجه البخارى والنسائى ـ جامع الأصول ۳۱/۱٦) البخارى كتاب الأذان باب كم بين الأذان والإقامة.

کی جماعت میں تاخیر ہو، کوئی مغرب کے فرض سے قبل انتظار کے وقفہ میں دو رکعت نفل پڑھ لے تو یہ عمل ناجائز اور یہ نفل مکروہ نہیں ہوگی اس بابت آنے والی احادیث سے مجموعی طور پر یہی ثابت ہوتا ہے۔(۱)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ علیہ الرحمہ نے اپنے فتاویٰ میں مغرب سے قبل کی دو رکعت کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر کوئی اس کو سنت راتبہ (مؤکدہ) سمجھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل ظہر و بعد ظہر و بعد مغرب وغیرہ کی طرح اس کا اہتمام فرمایا ہے تو وہ غلطی پر ہے، اس خیال کے بغیر ادا کرے تو حرج و کراہت نہیں ہے۔(۲)

□ □ □

---

(۱) نماز مغرب سے قبل نفل نماز کا ثبوت اور اس کا انکار و نفی۔ دونوں روایات میں ہے اور معروف ہے اور واقعہ یہ ہے کہ ثبوت کی روایات کافی اور وافی ہیں، جن کی روشنی میں اس کو قطعاً ممنوع یا مطلقاً مکروہ نہیں کہہ سکتے اور مستحب و مؤکد بھی نہیں کہہ سکتے کہ ثبوت کی معتبر روایات میں خود صحابہؓ سے اس کی نفی اور دیگر بعض روایات میں عہد نبوی میں اس کی نفی یا بعض کا پڑھنا اور بعض کے نہ پڑھنے کی بات آئی ہے۔

روایات کی اس نوعیت و حیثیت کی وجہ سے ممتاز علماء حنفیہ میں ابن ہمام (صاحب فتح القدیر، فتح القدیر ۲/۳۸۸، ۳۸۹) اور قریبی عہد کے محققین میں حضرت شیخ الہند، حضرت تھانوی، علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا ظفر احمد تھانوی علیہم الرحمہ وغیرہ کا رجحان یہی رہا ہے کہ جائز ہے مستحب نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو: رد المحتار ۲/۳۸ و معارف السنن ۲/۱٤۲-۱٤٥ و اعلاء السنن ۲/٥۸-٦٤)

روایات کے لیے ملاحظہ ہو: جامع الاصول ۶/۱۳۱ تا ۱۳۳ نیز معارف السنن ۲/۱۴۴، ۱۴۵، اعلاء السنن ۲/۶۲ تا ۶۴ و نصب الرایہ -الصلوۃ باب النوافل.

(۲) فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۳/۱۲۴ و ۱۲۵۔

(۲)

اعمال نماز

اعمالِ نماز

(۱) قبلہ رخ کھڑے ہونا (۲) کھڑے ہونے کی کیفیت (۳) قیام کے حال میں نگاہوں کا مرکز (۴) تحریمہ کے لیے تکبیر (۵) تحریمہ کے لیے ہاتھ کا اٹھانا (۶) کانوں تک اٹھانا (۷) کیفیت (۸) ہتھیلیوں کا قبلہ رخ ہونا (۹) ہاتھوں کا باندھنے کی کیفیت (۱۰) باندھنے کی کیفیت (۱۱) ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا (۱۲) تحریمہ کے بعد کی دعا پڑھنا (۱۳) کونسی دعا (۱۴) دعا کا آہستہ پڑھنا (۱۵) اعوذ باللہ کہنا (۱۶) تعوذ آہستہ (۱۷) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا (۱۸) بسم اللہ آہستہ کہنا (۱۹) نماز میں قراءت اور قراءت کے بغیر نماز نہ ہونا (۲۰) سورہ فاتحہ کا وجوب (۲۱) سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنا (۲۲) آمین آہستہ کہنا (۲۳) سورہ فاتحہ کے بعد سورت یا آیات کا پڑھنا، (۲۴) سورت کے ساتھ فاتحہ پہلے پڑھنا (۲۵) اگلی سورت وغیرہ سے قبل بسم اللہ کہنا (۲۶) رکوع کی تکبیر (۲۷) رکوع کی تکبیر کے ساتھ ہاتھ کا نہ اٹھانا (۲۸) رکوع میں گھٹنوں کو ہتھیلیوں سے پکڑنا (۲۹) رکوع میں اطمینان اور کیفیت (۳۰) رکوع میں سبحان ربی العظیم کہنا (۳۱) رکوع سے اٹھتے وقت تحمید وتسبیح کہنا (۳۲) رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا (۳۳) سجدے میں جانے کی تکبیر (۳۴) سجدے میں جانے کا طریقہ (۳۵) سجدہ کی کیفیت اور اعضائے سجدہ (۳۶) چہرہ دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھنا (۳۷) ہاتھوں کی انگلیوں کو کھول کر ملا کر اور قبلہ رخ رکھنا (۳۸) کہنی وکلائی اور پیٹ و ران و سرین کی کیفیت (۳۹) پیروں کو کھڑا رکھنا اور پیروں و رانوں کو ملا کر رکھنا (۴۰) سجدے میں پیروں کا موڑنا اور پیروں کی انگلیاں قبلہ رخ رکھنا، (۴۱) سجدے میں اطمینان اور اس کی کیفیت (۴۲) سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہنا (۴۳) سجدہ و رکوع میں جسم کو نہ تاننا اور نہ پھیلانا و کھینچنا (۴۴) سجدے کے لئے اٹھنے کی تکبیر (۴۵) سجدے کے بعد کی بیٹھک (۴۶) اس بیٹھک کی دعا (۴۷) دوسرے سجدے کی تکبیر وغیرہ (۴۸) دوسرے سجدے سے

اٹھنا اور اٹھتے ہوئے تکبیر کہنا (٤٩) پہلی رکعت سے دوسری رکعت اور تیسری رکعت سے چوتھی رکعت کے لئے اٹھنے کا طریقہ (٥٠) دوسری رکعت میں قراءت اور قبل قراءت بسم اللہ (٥١) دوسری رکعت میں قراءت کی تفصیل (٥٢) دوسری رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد بیٹھنا اور بیٹھنے کا طریقہ (٥٣) تشہد پڑھنا اگر درمیانی قعدہ ہے تو صرف تشہد پر اکتفا (٥٤) تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونا اور تکبیر کہنا (٥٥) تیسری و چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کی قراءت (٥٦) آخری قعدہ اور اس کا طریقہ (٥٧) آخری قعدہ میں تشہد (٥٨) تشہد کو درود و دعا پر مقدم کرنا (٥٩) تشہد کے الفاظ (٦٠) تشہد آہستہ پڑھنا (٦١) تشہد میں اشارہ (٦٢) اشارہ کی کیفیت (٦٣) ہر تشہد میں اشارہ (٦٤) تشہد کے بعد درود (٦٥) درود ابراہیمی (٦٦) درود کے بعد دعا (٦٧) قعدہ اخیرہ کی معروف دعا (٦٨) اگر صرف تشہد پر سلام پھیر دے (٦٩) نماز کو سلام سے ختم کرنا (٧٠) سلام دو ہیں (٧١) سلام کے الفاظ و طریقہ (٧٢) سلام کے الفاظ کو کس طرح ادا کرے (٧٣) سلام کے بعد متصلاً کہے جانے والے الفاظ و اذکار (٧٤) نماز فرض کے بعد کے اذکار و تسبیحات۔

١- نماز کے لئے قبلہ رخ کھڑا ہونا :

٣١- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں :

"جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اچھی طرح وضو کرو پھر قبلہ رخ ہو کر اللہ اکبر کہو۔"(١) (بخاری)

٣٢- حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو قبلہ کا رخ فرماتے اور ہاتھوں کو اٹھا کر اللہ اکبر کہتے۔"(٢) (ابن ماجہ)

٢- نماز کے لئے کھڑے ہونے کی اور اس حال میں قدمین کی کیفیت :

٣٣- حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کو کھڑے ہوتے تو اچھی طرح کھڑے ہوتے۔"(٣) (ترمذی)

"اچھی طرح کھڑے ہوتے" کی وضاحت ان کے اس جملے سے ہوتی ہے جو اسی حدیث میں آگے آیا ہے :

---

(١) عن ابی ہریرۃ قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "اذا قمت الی الصلاۃ فاسبغ الوضوء ثم استقبل القبلة فکبر" (رواہ الشیخان ـ جامع الاصول ٤٢٣/٥) البخاری کتاب الاستیذان باب من رد فقال علیك السلام.

(٢) عن ابی حمید الساعدیؓ قال : "کان رسول الله ﷺ اذا قام الی الصلاۃ استقبل القبلة ورفع یدیه وقال الله اکبر" (رواہ ابن ماجة ـ آثار السنن ٧٤/٢ - نسخہ بالا ساتھ)، ابن ماجه أبواب إقامة الصلوة باب افتتاح الصلاۃ. وفی آثار السنن: اسنادہ حسن.

(٣) عن ابی حمید الساعدی قال : "کان رسول الله ﷺ اذا قام الی الصلاۃ اعتدل قائما ثم اعتدل فلم یصوب رأسه و لم یقنع" (الترمذی، ابواب الصلاۃ : باب ما جاء فی وصف الصلاۃ) وقال الترمذی : هذا حدیث حسن صحیح.

”نہ تو سر کو جھکا کر رکھتے اور نہ ہی سر کو اٹھا کر (اور تان کر) رکھتے“

بلکہ عام حالات میں جو کیفیت ہوتی ہے وہ ہوتی۔

کھڑے ہونے کی حالت میں قدمین (پیروں) کو اس طرح رکھا جائے گا کہ سیدھے و قبلہ رخ ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا گیا ہے کہ نماز کی حالت میں چہرے و سینے کے ساتھ۔حتی الامکان۔ ہاتھ و پیر کی انگلیاں بھی قبلہ رخ ہوتی تھیں (جیسا کہ آگے آرہا ہے)(۱) اور دونوں پیر نہ تو ایک دوسرے سے ملا کر رکھے جائیں گے اور نہ ہی ایک دوسرے سے کافی فاصلہ پر، بلکہ اس طرح کہ دونوں کے درمیان کچھ فاصلہ ہو، چار انگل یا کچھ زائد کا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قولاً (۲) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے فعلاً (۳) یہی نقل کیا گیا ہے۔

بلکہ بعض ثقات تابعین نے چودہ صحابہ سے یہی نقل کیا ہے کہ وہ پیروں کو ملا کر نہیں رکھتے تھے۔(۴)

---

(۱) ملاحظہ ہوں احادیث ۴۳ و ۹۹ و ۱۰۱ و ۱۰۶ و ۱۱۹

(۲) عن ابن مسعود رضی اللہ تعالی أنہ رأی رجلا یصلی قد صف بین قدمیه فقال :- "أخطأ السنة ولو راوح بينهما كان أعجب إلي" (رواه النسائی و ابن ابی شیبة والبیهقی - معارف السنن ۲/۲۹۸ و ۲۹۹ وهامش ابن ابی شیبة ۵/۴٦ و ٤۷) النسائی -الافتتاح باب الصف بین القدمین- وفی هامش ابن ابی شیبة (باب من كان يراوح بين قدميه فی الصلاة) : اسناده حسن مع أنه رواه ابو عبيدة عن أبيه. والمعروف أنه منقطع بين ابی عبيدة وأبيه عبد الله بن مسعود، لكن مع ذلك قد اعتمد المحدثون هذا الطريق وحسنوه وأثبتوه وقد أشار إليه المحقق فی هامش ابن ابی شيبة، وصرح بذلك الامام الطحاوی (باب الوضوء بالنبيذ من أبواب الطهارة) وممن يحكم لصحة هذا السند وحسنه الامام الترمذی فی جامعه حتى رجح هذا الطريق على المتصل فی الباب (باب الاستنجاء بالحجرين من أبواب الطهارة) وراجع هامش حديث ۳۰۷ من هذا الكتاب

(۳) عن نافع : أن ابن عمر كان لا يفرسخ بينهما ولا يمس إحداهما الأخرى وقال: بين ذلك (رواه عبد الرزاق ۲/۲٦٤) -مصنف عبد الرزاق باب التحريك فی الصلاة- ورواه عبد الرزاق عن ابن جريج عن نافع فالسند قوی صحيح.

(٤) رواه عيينة بن عبد الرحمن بن جوشن عن أبيه عبد الرحمن وهو تابعی كبير - (رواه الأثرم -

۳- قیام کی حالت میں نگاہوں کا مرکز :

۳۴- حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا :

”انس اپنی نگاہ کو سجدہ کی جگہ رکھا کرو۔“(۱) (بیہقی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو نگاہ زمین پر ہوتی اور ایک روایت میں

- المغنی (۲/۳۱۱) ورواه ابن ابی شيبة ٥/٤۷) وسنده عند ابن ابی شيبة وكيع عن عيينة بن عبد الرحمن (صدوق -التقريب ص٤٦۷) عن أبيه عبد الرحمن بن جوشن (بصری ثقة - التقريب ص/ ۳۳۳)

تنبیہ: اس موقع سے دو وضاحتیں ضروری ہیں، ایک تو یہ کہ قدمین (پیروں) کی مذکورہ کیفیت میں تنہا نماز اور جماعت کی نماز کے درمیان فرق کہیں منقول نہیں ہے لہٰذا جماعت کی صورت میں اور صف بندی کی صورت میں بھی یہی کیفیت رہے گی (جیسا کہ علامہ انور شاہ صاحبؒ نے فرمایا ہے) اس بابت کچھ تفصیل جماعت کے بیان میں آرہی ہے۔

دوسری وضاحت یہ کہ پیروں کی کیفیت کی بابت روایات میں دو لفظ آئے ہیں؛ صف اور مراوحہ، یہاں صف کا مفہوم پیروں کا ایک دوسرے سے ملا ہوا ہونا، اور مراوحہ کا ایک دوسرے سے فاصلہ۔ ذکر و اختیار کیا گیا ہے۔جبکہ واقعہ یہ ہے کہ ان دونوں لفظوں کا مفہوم کچھ اور بھی آیا ہے جس کی وجہ سے اشکال بھی ہوا ہے اور اس کو حل بھی کیا گیا ہے۔

صورت یہ ہے کہ صف کا ایک مفہوم تو وہ ہے جس کا ذکر کیا گیا، دوسرا مفہوم ہے پیروں کا اس طرح سیدھا رہنا و رکھنا کہ کوئی حرکت اور ردّ و بدل نہ ہو۔اس کا تذکرہ آثار میں ابن زبیر اور بعض دوسرے حضرات سے متعلق آیا ہے۔ اسی طرح مراوحہ کا دوسرا مفہوم ہے پیروں کو اس طرح رکھنا کہ کبھی ایک سیدھا اور تنا ہوا ہو اور دوسرا ڈھیلا اور کبھی دوسرا زمین پر تنا ہو اور پہلا ڈھیلا ہو، جس میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک کو زمین پر رکھ کر دوسرے کو دوسرے پیر پر یا اس کے کچھ حصے پر رکھ لیا جائے، اس کیفیت کا تذکرہ آثار میں بھی کچھ زیادہ ہے اور فقہاء حنفیہ نے بھی کافی کیا ہے ردّ و کد کے ساتھ۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب وغیرہ کا رجحان ہے کہ دونوں لفظوں کے دونوں مفہوم فی الجملہ صحیح ہیں اور حسب موقع و حسب قرائن ان کو مراد لیا جائے گا، لہٰذا ابوداؤد میں صف کا مفہوم اور ہے اور نسائی میں کچھ اور۔اس طرح تطبیق و توجیہ ہو جائے گی۔

(ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ ۵/۴۶-۵۰، فیض الباری ۲/۲۳۷، معارف السنن ۲/۲۹۸-۳۰۰، بذل المجہود ۴/۳۷۵، الفیض السمائی ۱/۲۸۷ و ۲۸۸)

(۱) عن أنس ان النبی ﷺ قال : "يا أنس اجعل بصرك حيث تسجد" (البيهقی فی سننه الكبری و للديلمی : "ضع بصرك موضع سجودك" (اعلاء السنن ۲/۱٦۱) السنن للبيهقی (۲/۲۸٤) باب لا يجاوز بصره موضع سجوده، وفی إعلاء السنن (۲/۱٦۱) قال الشيخ : حديث حسن لغيره. كذا فی العزيزی ۲/۳۷۲.

سجدہ کی جگہ ہونا بھی نقل کیا گیا ہے،(۱) اور اثناء نماز آنکھوں کا اوپر اٹھانا یا بند کرنا، اس کو بھی ناپسند کیا گیا ہے۔(۲)

۴- تحریمہ کے لئے تکبیر (اللہ اکبر کہنا) :

۳۵- متعدد صحابہ نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

''نماز کا تحریمہ تکبیر، یعنی اللہ اکبر کہنا ہے۔''(۳) (ترمذی و ابوداؤد)

۳۶- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب فرض نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہا کرتے تھے۔''(۴) (ابوداؤد)

۵- تحریمہ کے لیے ہاتھ کا اٹھانا :

۳۷- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

(۱) روی البیهقی فی سننه مرسلا وموصولا بعض ما یومی علیه (۲/۲۸۳،۲۸۴) باب لا یجاوز بصره موضع سجوده.

(۲) بیہقی نے اپنی سنن (۲/۲۸۳،۲۸۴) میں باب لا یجاوز بصره موضع سجوده کے تحت اس مضمون کی روایات کا تذکرہ کیا ہے، نیز مجمع الزوائد (۲/۸۵،۸۶) میں طبرانی سے کئی روایات آئی ہیں، ایک میں نگاہ اوپر اٹھانے کی ممانعت ہے (جو مرفوع اور بہ سند صحیح ہے) اور ایک میں آنکھیں بند کرنے کی ممانعت ہے، (یہ بھی مرفوع ہے اور ضعف کے باوجود قابل قبول ہے) نگاہ اٹھانے کی ممانعت سے متعلق بعض روایات بخاری و فتح الباری میں بھی ہیں (ملاحظہ ہو فتح الباری مع البخاری ۲/۲۳۵) باب رفع البصر إلی السماء فی الصلوٰة.

(۳) عن علی بن ابی طالب قال : قال رسول الله ﷺ : "مفتاح الصلاة الطهور وتحريمها التكبير" (رواه ابو داؤد والترمذی، ورواه الترمذی عن ابی سعید الخدری ایضا. جامع الاصول ٥/٤٢٩)، الترمذی. ابواب الطهارة : باب مفتاح الصلاة و ابواب الصلاة، باب ماجاء فی تحریم الصلاة ، قال الترمذی فی حدیث علی : حدیث علی اجود اسناداً واصح من حدیث ابی سعید. وقال عبد القادر الارناؤوط (هامش جامع الاصول ٥/٤٢٩). (فی حدیث علی) :- وهو حدیث صحیح وقال فی حدیث ابی سعید : اسناده ضعیف لکن له شواهد بمعناه. اقول وقواه الترمذی ایضا.

(٤) عن علی بن ابی طالب : "أن رسول الله ﷺ كان اذا قام الى الصلاة المكتوبة كبّر" (رواه ابوداؤد. جامع الاصول ٥/٣٠٨) أبوداؤد، كتاب الصلاة باب افتتاح الصلوة، وقال عبد القادر الارناؤوط (فی هامش جامع الاصول ٥/٣٠٨) :- اسناده صحیح.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔''(۱) (بخاری و مسلم)

۶- تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کا کانوں تک اٹھانا :

۳۸- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ انہوں نے جب نماز شروع فرمائی تو دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھایا۔''(۲) (مسلم و ابوداؤد)

۳۹- حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ اکبر کہتے تھے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے حتی کہ دونوں کانوں کے بالمقابل کرتے۔''(۳) (مسلم)

۴۰- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے ہاتھوں کو بوقت تحریمہ اس طرح اٹھایا کہ دونوں ہاتھ مونڈھوں کے بالمقابل تھے اور ان کے انگوٹھے کانوں کے بالمقابل تھے۔(۴) (ابوداؤد)

اسی لئے اس طرح ہاتھ اٹھانا بہتر ہے کہ دونوں ہاتھ مونڈھے کے اوپر تک نہ

(۱) عن عبد الله بن عمر قال : "كان رسول الله ﷺ اذا قام الى الصلاة رفع يديه" (رواه الجماعة جامع الاصول ٥/٢٩٩)، البخاری ابواب صفة الصلاة : باب رفع اليدين فى التكبيرة الاولى (وغير ذلك ايضا من المواضع) ومسلم كتاب الصلاة، باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين مع تكبيرة الاحرام.

(٢) عن وائل بن حجر "رأيت رسول الله ﷺ حين افتتح الصلاة رفع يديه حيال اذنيه" (رواه مسلم وابوداؤد والنسائى مع اختلاف فى اللفظ جامع الاصول ٥/٣٠٥ - ٣٠٧) ابوداؤد، كتاب الصلاة باب افتتاح الصلاة، واللفظ له، ومسلم كتاب الصلاة باب وضع يده اليمنى على اليسرى.

(٣) عن مالك بن الحويرث " أن رسول الله ﷺ اذا كبر رفع يديه حتى يحاذى بهما اذنيه" (رواه مسلم وابوداؤد والترمذى جامع الاصول ٥/٣٠٩) مسلم كتاب الصلاة، باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين، واللفظ له.

(٤) عن وائل بن حجرؓ انه ابصر النبى صلى الله عليه وسلم حين قام الى الصلاة رفع يديه حتى كانتا بحيال منكبيه وحاذى بابهاميه اذنيه ثم كبر (رواه ابوداؤد جامع الاصول ٥/٣٠٦) ابوداؤد كتاب الصلاة باب افتتاح الصلاة.

جائیں بلکہ انگلیوں کا اوپری سرا، سرتک اور انگوٹھے کانوں کی لو تک اور ہتھیلیاں مونڈھوں کے بالمقابل ہوں۔(۱)

۷-ہاتھ اٹھانے کی کیفیت :

(انگلیوں کا کھلا ہوا ہونا، اس طرح کہ نہ ملی ہوں نہ پھیلی ہوں) :

۴۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے ہاتھوں کو اٹھاتے تو انگلیوں کو کھلا رکھتے تھے۔"(۲)(ترمذی)

۴۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے جب ہاتھوں کو اٹھاتے تو نہ تو انگلیوں کو پھیلا کر رکھتے اور نہ ایک دوسرے سے ملا کر اور چپکا کر۔"(۳)

(ابن خزیمہ)

---

(۱) حضرت وائل بن حجرؓ کی مختلف قسم کی روایات کی وجہ سے بعض حنفیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ گرمیوں میں جب ہاتھ آزاد ہوتے ہیں تو کانوں و سرتک ہاتھ اٹھائے جائیں اور سردیوں میں جب چادر وغیرہ بدن پر ہوتی ہے تو مونڈھوں تک ہاتھ اٹھائیں جائیں (ہدایہ مع الفتح ۱/۲۴۵، شرح معانی الآثار باب رفع الیدین فی الصلوٰۃ الی این یبلغ بھما) اور دوسرے ائمہ وفقہاء کے یہاں اور حنفیہ میں بھی بہت سے حضرات نے اس تفصیل کو پسند کیا ہے جو اوپر ذکر کی گئی ہے، (ملاحظہ ہو معارف السنن ۲/۳۴۳، ۳۴۴، و اعلاء السنن ۲/۱۵۵، و فتح القدیر ۱/۲۴۵، رد المحتار ۲/۱۸۲)

(۲) عن ابی ہریرۃؓ: "کان رسول اللہ ﷺ اذا کبر للصلاۃ نشر اصابعہ" وعنہ "کان اذا دخل فی الصلاۃ رفع یدیہ مدّاً" (رواہ الترمذی وابو داؤد، جامع الاصول ۵/۳۰۳ و ۳۰۴) الترمذی ابواب الصلاۃ، [باب ما جاء فی نشر الاصابع عند التکبیر] والترمذی تکلم فیہ، لکن تکلموا فی کلامہ والرواۃ ثقات (راجع معارف السنن ۲/۳۴۵، ۳۴۶، وتحقیق احمد شاکر علی الترمذی ۲/۶ و ۷)

(۳) عن سعید بن سمعان دخل علینا ابو ہریرۃ مسجد بنی زریق قال: "ثلاث کان رسول اللہ ﷺ یفعل بھن ترکھن الناس کان اذا قام الی الصلاۃ قال ھکذا واشار ابو عامر بیدہ ولم یفرج بین اصابعہ ولم یضمھا وقال: ھکذا أرانا ابن ابی ذئب، قال ابوبکر: وأشار لنا یحی بن حکیم ورفع یدیہ ففرج بین اصابعہ تفریجا لیس بالواسع ولم یضم بین اصابعہ ولا باعد بینھا الخ" (رواہ ابن خزیمۃ، ابواب الصلاۃ [باب نشر الأصابع عند رفع الیدین فی الصلاۃ] قال المحقق (فی ھامش الکتاب ۱/۲۳۳): اسنادہ صحیح.

۸-بوقت تحریمہ ہتھیلیوں کا قبلہ رخ ہونا :

۴۳- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں :

"جب تم میں سے کوئی نماز شروع کرے تو ہاتھوں کو اٹھائے اور ہاتھوں (کی ہتھیلیوں) کو قبلہ رخ رکھے۔"(۱)(طبرانی)

۹-ہاتھوں کا باندھنا :

۴۴- حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"لوگوں کو (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) حکم تھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا کریں۔"(۲)(بخاری)

۴۵- حضرت ہلب طائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری امامت فرماتے تو بائیں ہاتھ کو داہنے ہاتھ سے پکڑے رہتے تھے۔"(۳)(ترمذی)

۱۰-ہاتھ باندھنے کی کیفیت :

داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑنا :

۴۶- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

---

(۱) عن ابن عمرؓ: أن النبی ﷺ قال: "اذا استفتح احدکم فلیرفع یدیہ ولیستقبل بھما القبلۃ" (رواہ الطبرانی - نخب الأفکار ۲/۳۹۴) - ذکرہ العینی فی شرحہ تحت قول الطحاوی - فکأنہ اعتمدہ (نخب الأفکار شرح معانی الآثار باب رفع الیدین فی افتتاح الصلاۃ). أقول: وھو فی مجمع الزوائد (۲/۱۰۲) وذکرہ البیھقی (۲/۲۷) وضعفہ وکذا الألبانی (ضعیف الجامع الصغیر ۱/۱۴۳) لکن ھذا الضعف لا یضر فإنہ معمول متوارث کیف وقد ثبت نشر الأصابع.

(۲) عن سھل بن سعد قال: "کان الناس یؤمرون ان یضع الرجل الید الیمنی علی الید الیسری" (رواہ البخاری والموطا - جامع الاصول ۵/۳۱۸) البخاری، کتاب صفۃ الصلاۃ: [باب الیمنی علی الیسری].

(۳) عن ھلبؓ قال: "کان رسول اللہ ﷺ یؤمنا فیأخذ شمالہ بیمینہ" (رواہ الترمذی، ابواب الصلاۃ: [باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلاۃ] وقال الترمذی: حدیث حسن.

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جبکہ آپ نماز کے حال میں کھڑے تھے کہ:- آپ نے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ رکھا تھا۔"(۱) (نسائی)

۴۷- حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی ہی روایت ہے :

"میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے اپنے داہنے ہاتھ (کی ہتھیلی) کو بائیں ہتھیلی کی پشت پر اور گٹے اور کلائی پر رکھا۔"(۲) (ابوداؤد و نسائی)

۱۱- ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا :

۴۸- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔"(۳) (ابن ابی شیبہ)

۴۹- حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے :

"سنت یہ ہے کہ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر رکھا جائے اور دونوں کو ناف کے

---

(۱) عن وائل بن حجر قال : "رأيت رسول الله ﷺ اذا كان قائما فى الصلاة قبض بيمينه على شماله" (رواه النسائى، جامع الاصول ٣٢٠/٥) النسائى كتاب الصلاة : [باب وضع اليمين على الشمال فى الصلاة] وقال عبد القادر (هامش جامع الاصول ٣٢٠/٥) : اسناده حسن.

(۲) عن وائل بن حجر فى حديث طويل عن النبى ﷺ "ثم وضع يده اليمنى على ظهر كفه اليسرى والرسغ والساعد" (رواه ابوداؤد وسكت عنه ورواه ابن خزيمة وابن حبان، اعلاء السنن ١٦٤/٢) ابو داؤد ابواب الصلاة [باب وضع بطن الكف اليمنى الخ] والنسائى كتاب الصلاة باب موضع اليمين من الشمال فى الصلاة وصحيح ابن خزيمة كتاب الصلاة باب وضع بطن الكف اليمين، سكت عليه ابو داؤد والنسائى، وكذا سكت عليه الحافظ فى فتح البارى ٢٢٤/٢) فالحديث حسن.

(۳) عن وائل بن حجر: رأيت النبى صلى الله عليه وسلم وضع يمينه على شماله فى الصلاة تحت السرة (رواه ابن ابى شيبة) مصنف ابن ابى شيبة ۳۲۲/۳- یہ روایت تحت السرة کی صراحت کے ساتھ مصنف کے معتبر نسخوں میں موجود ہے۔(تفصیل وتحقیق کے لیے ملاحظہ ہو نسخہ محققہ از شیخ محمد عوامہ ۳۲۰/۳-۳۲۲)

نیچے رکھا جائے۔"(۱) (ابوداؤد واحمد)

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ و حضرت انس رضی اللہ عنہ نیز مشہور تابعین میں ابومجلز اور ابراہیم نخعی وغیرہ سے ناف کے نیچے ہاتھوں کا رکھا جانا نقل کیا گیا ہے۔(۲)

۱۲- تکبیر تحریمہ کے بعد دعاء کا پڑھنا :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین کام کیا کرتے تھے جن کو لوگوں نے چھوڑ دیا، (ان میں سے دوسرا کام بتایا) آپ قراءت سے پہلے کچھ دیر خاموش رہتے اور اللہ سے اس کے فضل کا سوال فرماتے تھے۔"(۳) (ابن خزیمہ)

۵۰- نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

(۱) عن ابى جحيفة أن عليًا قال : "السنة وضع الكف على الكف فى الصلاة ويضعهما تحت السرة" (رواه رزين واحمد وابوداؤد، جامع الاصول مع الهامش ٣٢٠/٥) ابوداؤد كتاب الصلاة [باب وضع اليمنى على اليسرى فى الصلاة (نسخة ابن الأعرابى] اعلاء السنن ١٦٦/٢) أقول:- وقد رواه البيهقى (٣١/٢) وابن أبى شيبة (٣٢٤/٣) ومسند أحمد ١١٠/١) وفيه عبد الرحمن بن اسحق الكوفى ضعفوه، لكن قال فى اعلاء السنن ١٦٦/٢ : لم ينسبه احد الى الكذب وانما يضعف من قبل حفظه فحاله كحال ابن ابى ليلى وابن لهيعه وغيرهما قال البزار : ليس حديثه حديث حافظ وقال العجلى : ضعيف جائز الحديث يكتب حديثه فحديثه حسن. وذكره الحافظ فى التلخيص (٢٩١/١) معزيا إلى أبى داؤد وأحمد وذكر عبد الرحمن بن اسحق وانه متروك لكن قال فيه فى التقريب (ص٢٣٣) : "انه ضعيف" وراجع لتخريجه مصنف ابن ابى شيبة.

(۲) حضرت ابوہریرہ کے اثر کو ابن حزم نے (المحلى ١١٣/٤) حضرت انس کے اثر کو ماردینی نے (الجوهر النقى ١٢٦/١) اور ابومجلز کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے (مصنف ۳۲۳/۳) اور ابراہیم نخعی کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے (مصنف ۳۲۲/۳) نیز امام محمد نے (کتاب الآثار باب الصلوٰة قاعداً) میں روایت کیا ہے۔ ابن الترکمانی نے ابومجلز کے اثر کی سند کو جید کہا ہے۔(الجوهر النقى ۳۱/۲) اور ابراہیم نخعی کے اثر کی سند کو آثار السنن (۷۱/۱) میں حسن کہا گیا ہے۔

(۳) عن ابى هريرة قال : "ثلاث كان رسول الله ﷺ يفعلهن تركهن الناس...... وكان يقف قبل القراءة هنيئة يسأل الله تعالى من فضله" (رواه ابن خزيمة : ابواب الصلاة باب نشر الاصابع عند رفع اليدين وباب ذكر سؤال العبد ربه من فضله بين التكبير و القراءة)، قال المحقق (هامش ابن خزيمة ٢٣٣/١) : اسناده صحيح.

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے اللہ اکبر کہتے تو (اس کے بعد) کچھ دیر خاموش رہتے تھے، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ تکبیر وقراءت کے درمیان خاموشی میں کیا کہتے ہیں؟ تو آپ نے (ایک) دعاء بتائی۔"(۱) (بخاری ومسلم)

۱۳- دعاء کے طور پر سبحانک اللّٰھم الخ کا پڑھنا :

۵۱- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو یوں کہا کرتے تھے:

﴿سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا إله غيرك﴾(۲) (ترمذی وابوداؤد)

۵۲- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو یہ سکھاتے تھے کہ ہم جب نماز شروع کریں تو سبحانك اللهم وبحمدك الخ کہا کریں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ہم کو یہ سکھاتے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

(۱) عن ابی هريرة قال: "كان رسول الله ﷺ اذا كبر في الصلاة سكت هنيئة فقلت يا رسول الله بابي انت وامي ما تقول في سكوتك بين التكبير والقراءة؟ قال: اقول: اللهم باعد بيني الخ" (رواه البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی جامع الاصول ۱۸۳/٤) البخاری کتاب صفة الصلاة [باب الدعاء بعد التكبير] ومسلم کتاب المساجد [باب ما يقال بين تكبيرة الاحرام والقراءة].

(۲) عن عائشة قالت: كان رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلاة قال: "سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا اله غيرك" (رواه ابوداؤد والترمذی، جامع الاصول ۱۸۸/٤) الترمذی، ابواب الصلاة [باب ما يقول عند افتتاح الصلاة] ابوداؤد کتاب الصلاة [باب من رأى الاستفتاح بسبحانك اللهم الخ] (وفي هامش جامع الاصول ۱۸۸/٤) من كلام المحقق عبد القادر الارناؤوط: "قال الحافظ ابن حجر في تخريج الأذكار (للنووی) بعد تخريجه الحديث من طرق: "حديث حسن" وقال المحقق: أقول:- وصححه الحاكم ووافقه الذهبی (المستدرك ۲۳۵/۱)، وفيه قال الحاكم: صحيح اسناده ولم يخرجاه، وقال الذهبی: على شرطهما.

وسلم انھیں الفاظ کو کہا کرتے تھے۔"(۱) (طبرانی ومسلم)

۱۴- ثنا آہستہ پڑھنا :

۵۳- ابراہیم نخعیؒ سے منقول ہے :

"پانچ چیزوں کو امام آہستہ کہے گا سبحانك اللهم وبحمدك، اور تعوذ الخ۔"(۲) (عبدالرزاق وابن ابی شیبہ)

۱۵- تعوذ اور اس کے لیے اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم کہنا :

۵۴- حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہوتے تو ثناء کے کچھ کلمات کے بعد قراءت سے پہلے تعوذ کے الفاظ یوں کہا کرتے تھے:

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم."(۳) (ابن حبان)

(۱) عن عبد الله بن مسعودؓ قال: "كان رسول الله يعلمنا اذا استفتحنا الصلاة أن نقول: سبحانك اللهم وبحمدك الخ وكان عمر بن الخطابؓ يعلمنا ويقول كان رسول الله ﷺ يقوله" (رواه الطبرانی في الأوسط مجمع الزوائد کتاب الصلاة [باب ما يستفتح به الصلاة] اس کو عبداللہ بن مسعود سے ان کے بیٹے ابوعبیدہ نے روایت کیا ہے جن کے لئے معروف ہے کہ والد سے سماع نہیں، تاہم محدثین ان کی ایسی روایت پر بھی اعتماد کرتے ہیں اور بعض نے سماع کو نقل کیا ہے (ملاحظہ ہو اعلاء السنن ۲/۴۷ او۵۷ او معارف السنن ۱/۱۲۵)۔

حضرت عمر سے مسلم میں بھی اس کو روایت کیا گیا ہے۔ (مسلم کتاب الصلاة [باب صحة من قال لايجهر بالبسملة. اعلاء السنن (۲/۱۵۸ و۱۷۴ و۱۷۵) میں مزید روایات و آثار بھی ذکر کئے گئے ہیں۔

(۲) عن ابراهيم قال: "خمس يخفيهن الامام سبحانك اللهم وبحمدك والتعوذ وبسم الله الرحمن الرحيم و آمين واللهم ربنا لك الحمد" (رواه عبد الرزاق في مصنفه آثار السنن (۱۶۱/۲- نسخہ بالا حاشیہ) مصنف عبد الرزاق (۸۷/۲) وفي آثار السنن: اسناده صحيح، ورواه ابن ابی شيبة أيضا (۸٦/٦) باب ما يستحب أن يخفيه الإمام.

(۳) عن جبير بن مطعمؓ "كان رسول الله ﷺ اذا دخل في الصلاة قال الله اكبر كبيرا والحمد لله كثيرا سبحان الله بكرة وأصيلا ثلاثا اعوذ بالله من الشيطن الرجيم من همزه ونفخه ونفثه"

۵۵- حضرت اسود بن یزیدؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ نماز شروع فرماتے تو اللہ اکبر کہتے اور پھر سبحانك اللھم اور اس کے بعد تعوذ باللہ (اعوذ باللہ) کہتے تھے۔(۱)(دار قطنی)

۱۶-اعوذ باللہ الخ کو آہستہ کہنا :

۵۶- حضرت ابو وائلؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر و علی و عبداللہ رضی اللہ عنہم بسم اللہ اور تعوذ اور آمین کو بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔"(۲)

۱۷-بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا :

۵۷- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کو (تکبیر اور ثناء و تعوذ کے بعد جیسا کہ آچکا

- (رواه ابن حبان موارد الظمان ابواب الصلاة باب/ ٦١ (اعلاء السنن ٢/١٨١) وذكره الحافظ في التلخيص (١/٢٤٤) و نسبه إلى أحمد و الحاكم وابن ماجه وأبي داؤد، أقول: وهو في المستدرك (١/٢٣٥) وقال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه ووافقه الذهبي وهو عند أحمد (٤/٨٠) بسندين. أقول:- وقد روى الترمذي (الصلاة باب ما يقول عند افتتاح الصلاة) عن أبي سعيد الخدري وقال: "هذا أشهر ما في الباب."

(١) عن الاسود بن يزيدؒ قال: "رأيت عمر بن الخطابؓ حين افتتح الصلاة كبر ثم قال: سبحانك اللهم وبحمدك الخ ثم يتعوذ" (رواه الدارقطني، اعلاء السنن ٢/١٨٢) الدارقطني كتاب الصلاة [باب دعاء الاستفتاح بعد التكبير] وفي اعلاء السنن (٢/١٨٢) نقلا عن آثار السنن (١/٧٣) اسناده صحيح. أقول: قد روى لفظ أعوذ بالله من الشيطان الرجيم بزيادة وبدونها عن أبي أمامة (عند أحمد ٥/٢٥٣) وعن ابن مسعود (عند ابن ماجه وابن خزيمة والحاكم والبيهقي) وعن غيرهما أيضا كما فصل ذلك الحافظ في التلخيص (٢/٢٤٥) وراجع المستدرك (١/٢٠٨) وقال الحاكم: صحيح الإسناد ووافقه الذهبي.

(٢) عن ابي وائل قال: كان عمرو علي رضي الله عنهما (هكذا عند الطحاوي) وعند الطبراني في الكبير، كان علي و ابن مسعود رضي الله عنهما لا يجهران ببسم الله الرحمن الرحيم ولا بالتعوذ ولا بآمين (رواه الطحاوي ابواب الصلاة [باب قراءة بسم الله الرحمن الرحيم في الصلاة] ورواه الطبراني في الكبير مجمع الزوائد كتاب الصلاة [باب في بسم الله الرحمن الرحيم] قال في مجمع الزوائد: فيه ابو سعد بقّال وهو ثقة مدلس (تدلیس عیب ہے مگر مطلقاً نہیں) اعلاء السنن مع حاشيه ٢/١٨٣، ١٨٤) سنن سعید بن منصور میں بھی ابن مسعود کی یہ روایت آئی ہے معمولی سے فرق کے ساتھ، آثار السنن (۱/۷۳) میں اس کی اسناد کو صحیح بتایا گیا ہے۔

ہے) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع فرمایا کرتے تھے۔"(۱)(ترمذی)

۵۸- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا کرتے تھے۔"(۲)(دار قطنی)

۱۸-بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آہستہ کہنا :

۵۹- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی تو وہ لوگ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم زور سے نہیں کہتے تھے بلکہ آہستہ کہتے تھے۔(۳) (ابن خزیمہ)

۱۹-نماز میں قراءت کرنا اور قراءت کے بغیر نماز کا نہ ہونا :

۶۰- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:- باہر جا کر مدینہ میں اعلان

(١) عن ابن عباس قال: "كان النبي ﷺ يفتتح صلاته ببسم الله الرحمن الرحيم" (رواه الترمذي، جامع الاصول ٥/٣٢٤) الترمذي، ابواب الصلاة [باب من راى الجهر ببسم الله الرحمن الرحيم] قال المحقق (في هامش جامع الاصول ٥/٣٢٤):- اسناده ضعيف.

(٢) عن علي بن ابي طالبؓ قال: "كان النبي ﷺ يقرأ بسم الله الرحمن الرحيم في صلاته" (رواه الدارقطني ابواب الصلاة باب وجوب قراءة بسم الله في الصلاة).

یہ احادیث جن میں صرف بسم اللہ کہنے کا ذکر ہے اگرچہ ضعیف ہیں لیکن نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنے کی روایات صحابہ کی ایک جماعت سے مختلف انداز میں اور مختلف حیثیات میں آئی ہیں، اور معروف ہیں، (ملاحظہ ہو: نصب الرایۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ و سنن الدارقطني، کتاب الصلوٰۃ)

(٣) عن انسؓ: "صليت خلف النبي ﷺ وابي بكر وعمر و عثمان فلم يجهروا ببسم الله الرحمن الرحيم" وعنه ايضا: "ان رسول الله ﷺ كان يسر ببسم الله الرحمن الرحيم في الصلاة وابوبكر وعمر." (رواه ابن خزيمة: كتاب الصلاة [باب ذكر الدليل على ان أنسا انما اراد بقوله: -رواه بعدة طرق- وقال المحقق في (الهامش ١/٢٤٩ و ٢٥٠) في بعض طرقه: اسناده صحيح، وفي بعضها:- اسناده ضعيف، لكن الذي قال فيه بالضعف هو اللفظ الثاني. وقد رواه الطبراني في الكبير والاوسط. قال في مجمع الزوائد (كتاب الصلاة باب في بسم الله الرحمن الرحيم):- "رجاله موثقون." وروى النسائي عن انس قال:- "صلى بنا رسول الله ﷺ فلم يسمعنا بسم الله الرحمن الرحيم" (النسائي كتاب الافتتاح باب قراءة بسم الله الرحمن الرحيم وباب ترك الجهر بسم الله.)

کروکہ قرآن (کی قرات وتلاوت) کے بغیر نماز نہیں ہوتی ہے۔"(١)

(ابوداؤد)

٦١- نیز ان کی ہی ایک اور روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قرات کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔"(٢) (مسلم)

٦٢- اور بعض حضرات کو طریقہ نماز کی تعلیم کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو تمہارے لئے ممکن ہو وہ قرآن سے پڑھو۔"(٣) (بخاری ومسلم)

٦٣- اور یہ بھی آیا ہے:

"اگر تم کو کچھ قرآن آتا ہو تو وہ پڑھو ورنہ تسبیح وغیرہ کرو۔"(٤) (ترمذی)

٢٠-سورہ فاتحہ کا وجوب اور اس کے بغیر نماز کا ناقص ہونا:

٦٤- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں:

"جو آدمی کوئی نماز پڑھے اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز ناقص رہتی ہے، ناقص رہتی ہے، ناقص رہتی ہے، مکمل نہیں ہوتی۔"(٥) (مسلم)

---

(١) عن ابی هریرةؓ قال: قال لی رسول الله ﷺ: "اخرج فناد فی المدینة انه لا صلاة الا بقرآن" الحدیث. (رواه ابوداؤد جامع الاصول ٥/٣٢٨) ابوداؤد: کتاب الصلاة [باب من ترك القراءة فی صلاته بفاتحة الکتاب] اعلاء السنن (٢/٢٠٤) میں ہے: سکت عنه ابوداؤد ورجاله کلهم ثقات مشهورون الا جعفر بن میمون فقد تکلم فیه بعضهم وقال الحاکم: هو من ثقات البصریین، وذکره ابن حبان وابن شاهین فی الثقات - کذا فی اکمال التهذیب (٣/٢٣٤)

(٢) عن ابی هریرةؓ أن رسول الله ﷺ قال: "لا صلاة الا بقراءة" (رواه مسلم اعلاء السنن ٢/١٩٨) مسلم: کتاب الصلاة (باب وجوب قراءة الفاتحة فی کل رکعة)

(٣) جامع الاصول (٥/٤٢٣) بروایة ابی هریرة (عند الجماعة): ثم اقرأ ما تیسر معك من القرآن.

(٤) جامع الاصول (٥/٤٢٠) بروایة رفاعة بن رافع عند الترمذی "فإن کان معك قرآن فاقرأ وإلا فاحمد الله وکبره وهلله" (الترمذی باب ما جاء فی وصف الصلوة) وقال الترمذی: - حدیث حسن.

(٥) عن ابی هریرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ "من صلی صلاة لم یقرأ فیها بفاتحة الکتاب فهی خداج [illegible] ثلاثاً غیر تمام" (رواه الجماعة غیر البخاری، جامع الاصول ٥/٣٢٧) مسلم کتاب الصلاة: [illegible] وجوب قراءة الفاتحة فی کل رکعة].

٦٥- بعض صحابہ سے ارشاد نبوی منقول ہے:

"وہ نماز کافی نہیں ہوتی جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔"(١)

(ابن حبان)

واجب کے چھوٹنے سے نماز ہو جاتی ہے مگر ناقص ہوتی ہے اسی لئے سجدۂ سہو یا اعادہ کی ضرورت ہوتی ہے، یہ حکم اس وقت ہے جب کہ سورۂ فاتحہ تو نہ پڑھے لیکن قرآن کا کوئی اور حصہ پڑھ لے اور اگر سرے سے قرآن پڑھا ہی نہیں تو نماز نہیں ہوگی۔(٢)

٢١-سورۂ فاتحہ کے ختم پر آمین کہنا:

٦٦- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب (نماز میں) غیر المغضوب علیهم

---

(١) قال رسول الله ﷺ "لا یجزئ صلاة لا یقرأ فیها بفاتحة الکتاب" (رواه ابوبکر بن خزیمة وابن حبان اعلاء السنن ٢/١٩٨) صحیح ابن خزیمة ابواب الصلاة [باب ذکر الدلیل علی ان الخداج الخ] قال المحقق (هامش ١/٢٤٨): اسناده صحیح. وهو فی الإحسان (ترتیب ابن حبان ٣/١٣٩-١٤٢) ابن خزیمة وابن حبان. دونوں نے اس کو حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے، اعلاء السنن میں حضرت ابوسعید خدریؓ کا واسطہ ذکر کیا گیا ہے۔

(٢) مشہور حدیث "لا صلاة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب" (رواہ الجماعۃ۔ جامع الاصول ٥/٣٢٦) کا حنفیہ کے نزدیک یہی مطلب ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی جو سورۂ فاتحہ بھی نہ پڑھے یعنی کم از کم اس کو تو پڑھے ورنہ نماز بالکل نہ ہوگی (معارف السنن ٢/٣٨٧ تا ٣٨٩)، اس کی وضاحت حضرت ابوہریرہ کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں اس اعلان کا ذکر ہے: لا صلاة الا بقرآن ولو بفاتحة الکتاب (ابوداؤد: کتاب الصلاة من ترك القراءة فی صلاته بفاتحة الکتاب) اور اسی لئے یہ ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز میں کبھی کبھی صرف سورۂ فاتحہ پڑھی (راجع صحیح ابن خزیمة) ابواب الصلاة [باب ذکر الدلیل علی ان الصلاة بقراءة أم الکتاب جائزة دون غیرها من القراءة] قال الالبانی فی هامش صحیح ابن خزیمة ١/٢٥٨ :- اسناده ضعیف لکن فی الباب حدیث اخر صحیح أوردته فی صفة الصلاة، قال المحقق: اورده الهیثمی وقال: رواه احمد و ابو یعلی والطبرانی فی الکبیر وفیه حنظلة السدوسی ضعفه ابن معین وغیره ووثقه ابن حبان (مجمع الزوائد ٢/١١٨، باب القراءة فی الصلاة).

بلکہ صحیح بخاری (کتاب الصلاة باب القراءة فی الفجر) میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت نیز بعض دوسری روایات کی صراحت یہ بھی ہے کہ صرف سورۂ فاتحہ پر اکتفا سے کام چل جائے گا، البتہ مزید پڑھنا چاہئے (اعلاء السنن ٢/٢٠٧ و ٢٠٨)۔

ولا الضالین کہتے تھے تو آمین کہا کرتے تھے۔"(۱) (ابوداؤد)

۲۲-آمین کو آہستہ کہنا :

۶۷- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ کے ساتھ نماز پڑھی تو جب آپ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پر پہنچے آپ نے آمین کہا اور پست آواز سے کہا۔(۲)(احمد وحاکم وغیرہ)

۶۸- ابراہیم نخعیؒ سے منقول ہے :

"چار چیزوں کو امام آہستہ سے کہے گا سبحانک اللّٰھم، تعوذ، بسم اللہ، اور آمین۔"(۳)(کتاب الآثار)

حضرات عمر وعلی وابن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ یہ حضرات بسم اللہ اور آمین کو بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔(۴)

۲۳-سورۂ فاتحہ کے ساتھ کسی سورت یا سورت کا حصہ وآیات کا پڑھنا:

۶۹- حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں:

(۱) عن ابی ھریرۃؓ قال : کان رسول اللہ ﷺ اذا تلا غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال : آمین الحدیث. (رواہ ابوداؤد جامع الاصول ۳۲۱/۵) ابوداؤد کتاب الصلاۃ [باب التامین وراء الامام] قال المحقق عبد القادر : "وھو حدیث حسن یشھد لہ الذی بعدہ" بعد کی حدیث سے حضرت وائل کی حدیث مراد ہے جس کو ترمذی نے حسن کہا ہے (جامع الاصول مع الحاشیۃ ۳۳۱/۵).

(۲) عن وائل بن حجرؓ انہ صلی مع رسول اللہ ﷺ فلما بلغ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال: امین، واخفی بھا صوتہ. (رواہ احمد وابوداؤد الطیالسی وابو یعلی فی مسانیدھم والدارقطنی فی سننہ والحاکم فی المستدرک واخرجہ فی کتاب القراءۃ ولفظہ "وخفض بھا صوتہ" اعلاء السنن ۲۱۶/۲) المستدرک کتاب الصلاۃ، وقال الحاکم : حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ مسند احمد (۳۱۶/۴)

(۳) عن ابراھیم النخعی : "اربع یخافت بھن الامام، سبحانک اللھم و التعوذ وبسم اللہ الرحمن الرحیم وآمین" (رواہ محمد بن الحسن فی کتاب الآثار۔ کتاب الصلاۃ باب الجھر بسم اللہ) اعلاء السنن ۲۱۳/۲ میں ہے: رجالہ ثقات اور مصنف عبدالرزاق (۸۷/۲) میں یہ روایت آئی ہے اس کی بابت آثار السنن (۱۹۹/۱) میں ہے : اسنادہ صحیح. روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی ہے (۸۶/۶) اور دونوں میں "خمس" والی روایت بھی ہے "اربع" والی روایت بھی ہے گویا ابراہیم نخعی سے دونوں مضمون مروی ہیں۔

(۴) اعلاء السنن ۲۱۵/۲ حدیث گذر چکی ہے، ملاحظہ ہو حدیث ۵۳، ۵۶

"اس کی نماز نہیں ہوتی ہے جو (نماز میں) سورۂ فاتحہ اور مزید کچھ قرآن سے (کوئی سورت یا آیات) نہ پڑھے۔"(۱) (مسلم وابوداؤد)

۷۰- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے :

"ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم (نماز میں) سورۂ فاتحہ اور مزید جو ہو سکے پڑھا کریں۔"(۲) (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور خلفائے راشدین سے عملاً یہی منقول ہے اور معروف ہے کہ آپ سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد کوئی سورت پڑھتے تھے یا کسی سورت کا حصہ۔(۳)

۲۴-سورہ وغیرہ کے ساتھ سورۂ فاتحہ کو پہلے پڑھنا :

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازوں اور نمازوں کے اندر قراءت کی جو

(۱) عن عبادۃ بن الصامتؓ أن رسول اللہ ﷺ قال : "لا صلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعداً" (رواہ الجماعۃ بدون لفظ فصاعداً و روی مع الزیادۃ، ابوداؤد والنسائی، جامع الاصول ۳۲۵/۵و۳۲۷) ابوداؤد کتاب الصلاۃ [باب من ترک القراءۃ فی صلاتہ بفاتحۃ الکتاب] وسکت عنہ ابوداؤد و رجالہ رجال الصحیح (اعلاء السنن ۲۰۴/۲) والنسائی کتاب الافتتاح باب قراءۃ فاتحۃ الکتاب فی الصلاۃ، وروی لفظ "فصاعداً" مسلم ایضاً مسلم کتاب الصلاۃ [باب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ] سورۂ فاتحہ کے ساتھ مزید کچھ پڑھنے کی روایت متعدد صحابہ سے مروی ہے "مزید" کے لئے زیادہ تر لفظ "فصاعداً" آیا ہے اس کے علاوہ "فما زاد وما تیسر وسورۃ معھا وشیئ من القرآن" وغیرہ بھی آیا ہے جو بہرحال اس زیادتی کے ثبوت کو بتاتا اور چاہتا ہے (ملاحظہ ہو معارف السنن ۲۲۲/۳-۲۳۸ واعلاء السنن ۲۰۳/۲و۱۲۹)۔

(۲) عن ابی سعید الخدری قال : اُمِرنا أن نقرأ بفاتحۃ الکتاب وما تیسر" (رواہ ابوداؤد، جامع الاصول ۳۳۰/۵) ابوداؤد کتاب الصلاۃ [باب من ترک القراءۃ فی صلاتہ بفاتحۃ الکتاب] وقال عبد القادر الارناؤوط (فی ھامش جامع الاصول ۳۳۰/۵) : اسنادہ صحیح، وفی اعلاء السنن (۱۹۹/۲ فی روایۃ ابی سعید لابی داؤد) :- رواہ ابوداؤد وسکت عنہ واسنادہ صحیح کما فی تلخیص الحبیر (۸۷/۱) وفی نیل الاوطار (۴۸/۳) : قال ابن سید الناس : اسنادہ صحیح ورجالہ ثقات. وروی الترمذی عن أبی سعید قولہ صلی اللہ علیہ وسلم :- "لا صلاۃ لمن لم یقرء بالحمد وسورۃ فی فریضۃ أو غیرھا" (الترمذی أبواب الصلاۃ باب ما جاء فی تحریم الصلاۃ و تحلیلھا) وفی ھامش جامع الأصول (۴۲۸/۵) :- اسنادہ ضعیف لکن لہ شواھد بمعناہ دون قولہ فی آخرہ :- فی فریضۃ أو غیرھا. اعلاء السنن (۲۰۶/۲) میں فی الجملہ تقویت کی بات آئی ہے جبکہ اس مضمون کی متعدد روایات موجود ہیں۔

(۳) جامع الاصول ۳۳۲/۵ وما بعد.

تفصیل آئی ہے اس میں یہ بات خوب معروف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے اس کے بعد مزید کچھ پڑھتے تھے۔(۱)

۷۱۔ بعض حضرات کے لیے طریقۂ نماز کی تعلیم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ بھی نقل کیے گئے ہیں :

"پھر سورۂ فاتحہ پڑھو اور جو اللہ چاہے وہ پڑھو۔"(۲)(ابوداؤد)

۲۵۔سورۂ فاتحہ کے بعد اگلی سورت یا قرآن مجید سے کچھ پڑھنے سے قبل بسم اللہ کہنا :

۷۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (شروع میں سورۂ فاتحہ سے قبل) پڑھتے اور جب سورۂ (فاتحہ) ختم کرتے تب بھی پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کو قرآن مجید میں اسی لئے لکھا گیا ہے کہ پڑھا جائے۔(۳)(بیہقی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن زبیر و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما وغیرہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔(۴)

۲۶۔رکوع میں جانے کے لئے اللہ اکبر کہنا :

۷۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

---

(١) جامع الاصول ٥/٣٣١ - ٣٥٤.

(٢) عن رفاعة بن رافعؓ (في حديث الذي اساء في الصلاة فعلمه النبي ﷺ الصلاة - وجاء فيه - قوله ﷺ: "ثم اقرأ بام القرآن وبما شاء الله ان تقرأ" (جامع الاصول ٥/٤٢١)، ابوداؤد كتاب الصلاة [باب صلاة من لا يقيم صلبه الخ] (في هامش جامع الاصول ٥/٤٢٢): وهو حديث حسن حسنه الترمذي وغيره.

(٣) عن ابن عمر "أنه كان يقرأ في الصلاة بسم الله الرحمن الرحيم وإذا ختم السورة قرأها ويقول: ما كتبت في المصحف الا لتقرأ" (ذكره السيوطي في الاتقان نقلا عن البيهقي، اعلاء السنن ٢/٢٢٤) وقال السيوطي: اخرج البيهقي من وجه ثابت عن نافع عن ابن عمر. (الاتقان ١/٧٩، النوع الثاني العشرون) وراجع البيهقي (٢/١٩٢)

(٤) بیہقی نے اپنی سنن (۲/۴۷، باب من قال يقرأ بين كل سورتين بسم الله الخ) میں ان سب آثار کا تذکرہ کیا ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر خفض و رفع (ہر جھکنے و اٹھنے)...... میں اللہ اکبر کہتے تھے، اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی عمل تھا۔"(۱)

(ترمذی ونسائی)

۷۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نماز کے اندر تکبیر کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا:

"آدمی جب رکوع میں جائے تو اللہ اکبر کہے اور جب سجدہ میں جائے تو اللہ اکبر کہے الخ، اور استفسار پر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم سب سے یہی سیکھا اور یاد کیا ہے۔"(۲)

(نسائی)

۲۷۔رکوع میں جاتے وقت یا اٹھتے وقت ہاتھ کا نہ اٹھانا :

۷۵۔ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہم سے فرمایا:

"کیا میں تم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر دکھاؤں؟ اس کے بعد انہوں نے نماز پڑھی تو صرف ایک مرتبہ تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہاتھوں کو اٹھایا۔"(۳)(ترمذی، ابوداؤد ونسائی)

---

(١) عن ابن مسعودؓ قال: "كان رسول الله ﷺ يكبر في كل خفض ورفع وقيام وقعود، وابوبكر وعمر رضي الله عنهما" (اخرجه الترمذي والنسائي جامع الاصول ٥/٣٠٢) الترمذي ابواب الصلاة [باب ما جاء في التكبير عند الركوع والسجود] والنسائي كتاب الافتتاح [باب التكبير للسجود] قال عبد القادر الارناؤوط (هامش جامع الاصول ٥/٣٠٣): وهو حديث حسن وقال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح.

(٢) عن عبد الرحمن الأصم قال: سئل انس بن مالكؓ عن التكبير في الصلاة فقال يكبر اذا رفع واذا سجد واذا رفع رأسه من السجود الخ فقال له حطيم: عمن تحفظ هذا؟ قال: عن النبي ﷺ وابي بكر وعمر ثم سكت فقال له حطيم: وعثمان؟ قال له: وعثمان (رواه النسائي جامع الاصول ٥/٣٠٩ و ٣١٠) قال عبد القادر (هامش جامع الاصول ٥/٣١٠): اسناده حسن.

(٣) عن علقمة قال: قال لنا ابن مسعودؓ يوما: ألا اصلي بكم صلاة رسول الله ﷺ؟ فصلى فلم يرفع يديه إلا مرة واحدة مع تكبير الافتتاح (رواه ابوداؤد والترمذي والنسائي،

۷۶- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو کانوں کے قریب تک اٹھاتے تھے اور اس کے بعد ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔"(۱)(ابوداؤد)

۲۸- رکوع میں گھٹنوں کو ہاتھوں سے پکڑنا اور کمر و پیٹھ کو سیدھا رکھنا:

۷۷- حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع فرمایا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر اس طرح رکھا کہ گویا دونوں گھٹنوں کو پکڑ رکھا ہو اور دونوں ہاتھوں کو کمان کی طرح کر کے پہلوؤں سے الگ رکھا۔"(۲)

(بخاری وترمذی)

- جامع الاصول ۳۰۱/۵ و ۳۰۲) ابوداؤد، ابواب الصلاۃ [باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع] والترمذی، ابواب الصلاۃ [باب ما جاء ان النبی ﷺ لم یرفع یدیه الا فی اول مرۃ] والنسائی، ابواب الافتتاح [باب الرخصة فی ترك الرفع الخ] قال عبد القادر (هامش جامع الاصول ۳۰۲/۵): اسناده صحیح وكذا قال النیموی (آثار السنن ۱۰۳/۱) وقال: قد صححه ابن حزم.

حضرت ابن مسعود کی جس روایت پر ترمذی وغیرہ کی تنقید ہے، علامہ نیموی نے اس کا تفصیلی جواب دیا ہے، ملاحظہ ہو: التعلیق الحسن مع آثار السنن (۱۰۳/۱-۱۰۵) نیز معارف السنن (۴۷۷/۲ وما بعد) واعلاء السنن (۴۳/۳ وما بعد) امام ترمذی نے ابن مسعود کی حدیث کو دو طریق سے نقل کیا ہے ایک کو حسن کہا ہے جو یہاں مذکور ہے اور دوسرے پر نقد کیا ہے جس کی تفصیل آثار السنن ومعارف السنن وغیرہ میں آئی ہے۔

(۱) عن البراء بن عازبؓ قال: "رأیت رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلاۃ رفع یدیه الی قریب من اذنیه ثم لا یعود" وفی روایة: "رأیت رسول الله ﷺ رفع یدیه حین افتتح الصلاۃ ثم لم یرفعهما حتی انصرف" (رواه ابوداؤد -جامع الاصول ۳۰۳/۵) ابوداؤد کتاب الصلاۃ [باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع] قال عبد القادر الارناؤوط: وهو حدیث حسن ویشهد له الذی قبله -أراد بالذی قبله- حدیث ابن مسعودؓ.

روایت کے متابعات کے لیے ملاحظہ ہو معارف السنن (۴۸۷/۲ تا ۴۹۰) نیز تحقیق کے لیے اعلاء السنن (۶۷/۳ تا ۶۹) صاحب اعلاء السنن نے اخیر میں فرمایا ہے: فالحق أن الحدیث حسن صالح للاحتجاج. ابوداؤد کی سند وروایت کا معاملہ یہ ہے کہ بعض راوی متکلم فیہ ضرور ہیں مگر ساقط نہیں اور متابعات کے بعد پھر کوئی سقم نہیں رہ جاتا۔

(۲) عن ابی حمید الساعدیؓ قال: "إن رسول الله ﷺ رکع فوضع یدیه علی رکبتیه کأنه قابض علیهما ووتر یدیه فنحاهما عن جنبیه" (اخرجه الترمذی وهو طرف من حدیث قد أخرجه هو -

۷۸- حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ کا ہی بیان ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو پیٹھ و کمر کو سیدھا رکھتے اور نہ سر کو جھکاتے اور نہ اوپر کو اٹھاتے اور دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتے تھے۔"(۱)(نسائی)

۷۹- حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی بابت دریافت کیا گیا تو وہ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اور جب وہ رکوع میں گئے تو دونوں ہتھیلیوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھا اور انگلیوں کو گھٹنوں پر آگے بڑھا کر پنڈلیوں کی طرف لٹکا کر رکھا اور کہنیوں کو پہلو سے الگ رکھا حتی کہ ہر عضو و ہر ہڈی اپنی جگہ پر (جہاں اس حالت میں ہونا چاہئے) ہو گئی۔"(۲)(ابوداؤد و نسائی)

۸۰- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ رکوع کے حال میں اس طرح سیدھی رہتی کہ اس حال میں اس پر اگر پانی ڈالا جاتا تو رکا رہتا۔"(۳)(طبرانی)

- والبخاری وابوداؤد -جامع الاصول ۳۷۵/۵) الترمذی، ابواب الصلاۃ [باب ما جاء انه یجافی یدیه عن جنبیه فی الرکوع] وقال الترمذی: حدیث ابی حمید حدیث حسن صحیح.

(۱) عن ابی حمید الساعدیؓ قال: "كان رسول الله ﷺ اذا رکع اعتدل، ولم یصب رأسه ولم یقنعه ووضع یدیه علی رکبتیه." (رواه النسائی، جامع الاصول ۳۷۶/۵) النسائی کتاب الافتتاح [باب الاعتدال فی الرکوع] قال عبد القادر (هامش جامع الاصول ۳۷۶/۵):- اسناده حسن.

(۲) عن سالم البراد قال: اتینا ابا مسعود فقلنا له: حدثنا عن صلاۃ رسول الله ﷺ فقام بین ایدینا فکبر فلما رکع وضع راحتیه علی رکبتیه وجعل اصابعه اسفل من ذلك وجافی بین مرفقیه حتی استوی کل شئی منه ثم قال سمع الله لمن حمده فقام حتی استوی کل شئی. (رواه ابوداؤد والنسائی - جامع الاصول ۳۶۱/۵) ابوداؤد کتاب الصلاۃ [باب صلاۃ من لا یقیم صلبه فی الرکوع والسجود] والنسائی کتاب الافتتاح [باب مواضع الراحتین فی الرکوع] قال عبد القادر (هامش جامع الاصول ۳۶۱/۵):- وهو حدیث حسن.

(۳) عن ابن عباس: "كان رسول الله ﷺ اذا رکع استوی فلو صب علی ظهره الماء استقر" (رواه الطبرانی فی الکبیر وابویعلی الموصلی، جمع الفوائد ۸۱/۱) مجمع الزوائد، (۱۲۶/۲) کتاب الصلاۃ [باب صفة الرکوع] قال الهیثمی:- رجاله موثقون.

واضح رہے کہ رکوع کے حال میں پیر اسی طرح رہیں گے جیسے قیام (کھڑے ہونے کے حال) میں رہتے ہیں نہ سخت کرتے ہوئے تانا جائے اور نہ کمان کی طرح موڑا جائے۔

۸۱- حضرت عطاء بن ابی رباح کی بغل میں ایک آدمی نے نماز پڑھتے ہوئے اپنے گھٹنوں کو موڑا تو انھوں نے ہاتھ مار کر فرمایا: ''پیروں کو سیدھا رکھو۔'' (۱) (ابن ابی شیبہ)

۲۹- رکوع میں اطمینان کہ ہر عضو و ہڈی رکوع کے حال کے مناسب حالت و جگہ میں ہو جائے :

۸۲- حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر بتائی تو رکوع میں اس طرح جھکے کہ ہر عضو اپنی جگہ پہونچ کر جم گیا۔ (۲) (ابو داؤد و نسائی)

۸۳- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے طریقے کی ہدایت کرتے ہوئے فرمایا: ''پھر رکوع کرو اور اطمینان سے رکوع کرو۔'' (ترمذی)

۸۴- نیز یہ بھی فرمایا: ''آدمی رکوع کرے تو اس طرح کہ ہر جوڑ اطمینان سے ہو جائے۔'' (۳) (ابو داؤد)

۳۰- رکوع میں سبحان ربی العظیم کہنا اور تین مرتبہ کہنا : اور اس کی بقدر رکوع میں رہنا :

۸۵- سعدیؒ اپنے والد یا چچا سے نقل کرتے ہیں :

(۱) عن ليث قال: صلى رجل في جنب عطاء فلما ركع ثنى ركبتيه فضرب بيده وقال: "ابسطهما" (رواه ابن ابی شيبة ٢/٤٦٧)

(۲) ملاحظہ ہو حدیث/۷۹، بحوالہ جامع الاصول ۵/۳۶۱ و ۴۲۵۔

(۳) جامع الاصول ٥/٤٢٠ و ٤٢١- برواية رفاعة بن رافع في السنن ولفظه عند الترمذی "ثم اركع فاطمئن راكعاً" وعند ابی داؤد: "ثم يركع حتى تطمئن مفاصله" وبرواية ابی هريرة عند الجماعة، جامع الاصول ٥/٤٢٣ بلفظ: "ثم اركع حتى تطمئن راكعا".

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں دیکھا کہ آپ اتنی دیر رکوع و سجدے میں رہتے تھے کہ جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہہ سکیں۔'' (۱) (ابو داؤد)

۸۶- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں :

''جب تم میں سے کوئی آدمی رکوع کرے تو تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہے، اور یہ کم سے کم درجہ ہے الخ۔'' (۲) (ترمذی و ابو داؤد)

۸۷- حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ رکوع میں سبحان ربی العظیم کہتے تھے۔'' (۳) (ترمذی و ابو داؤد)

۳۱- رکوع سے اٹھتے ہوئے (امام و منفرد کا)

(۱) عن السعدی عن ابيه او عمه قال: "رمقت رسول الله ﷺ في صلاته فكان يتمكن في ركوعه وسجوده قدر ما يقول سبحان الله وبحمده ثلاثا۔" (اخرجه ابوداؤد، جامع الاصول ٥/٣٦٥) ابوداؤد كتاب الصلاة [باب مقدار الركوع والسجود] وفيه السعدی قال فيه الحافظ: لا يعرف ولم يسم من الثالثة (التقريب ٨١/٨٣). لیکن روایت کے شواہد اور مؤیدات موجود ہیں۔

(۲) عن عبد الله بن مسعودؓ قال: قال رسول الله ﷺ "اذا ركع احدكم فليقل ثلاث مرات سبحان ربی العظيم وذلك ادناه، واذا سجد فليقل سبحان ربی الاعلى ثلاثا وذلك ادناه." (رواه الترمذی وابوداؤد، واللفظ لابی داؤد، جامع الاصول ٤/١٩٦) ابوداؤد كتاب الصلاة [باب مقدار ركوع والسجود] والترمذی أبواب الصلاة باب ما جاء في التسبيح في الركوع والسجود. وفي سنده ضعف وانقطاع كما قال الترمذی والحافظ لكن مع ذلك قال الترمذی:- والعمل على هذا عند اهل العلم يستحبون ان لا ينقص الرجل في الركوع والسجود من ثلاث تسبيحات. وقال عبد القادر (هامش جامع الاصول ٤/١٩٦): قد ورد في ذلك احاديث تصلح مجموعها ان يستدل بها على استحباب ان لا ينقص الرجل في الركوع والسجود من ثلاث تسبيحات الخ۔ ثم ذكر بعض الاحاديث.

(۳) عن حذيفة بن اليمان: أنه صلى مع النبی ﷺ فكان يقول في ركوعه سبحان ربی العظيم وفي سجوده سبحان ربی الاعلى، الحديث (رواه الترمذی وابوداؤد جامع الاصول ٤/١٩٧) الترمذی ابواب الصلاة [باب ما جاء في التسبيح في الركوع والسجود] وابوداؤد كتاب الصلاة [باب ما يقول الرجل في ركوعه وسجوده] قال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح.

سمع الله لمن حمده و ربنا ولك الحمد کہنا :

۸۸- حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے اپنی پیٹھ اٹھاتے تھے تو فرماتے تھے:سمع الله لمن حمدهٗ ، اللهم ربنا ولك الحمد۔"(۱)(مسلم)

۸۹- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو فرماتے تھے:

" سمع الله لمن حمدهٗ، ربنا ولك الحمد۔"(۲)(ترمذی)

۳۲-رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا کہ ہر عضو اپنے حال پر ہو جائے :

۹۰- حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے کہا میں تم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز بتاؤں؟ پھر انہوں نے بتایا تو رکوع سے سر اٹھا کر کچھ دیر کھڑے رہے اس کے بعد سجدے میں گئے۔(۳)(بخاری)

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر بتایا تو رکوع کے بعد اس طرح کھڑے ہوئے کہ ہر عضو اپنی جگہ پر ہو گیا۔(۴)(ابوداؤد و نسائی)

---

(۱) عن ابن ابی اوفیؓ قال: "كان رسول الله ﷺ اذا رفع ظهره من الركوع قال: سمع الله لمن حمدهٗ، اللهم ربنا ولك الحمد الحديث" (رواه مسلم والترمذی وابو داؤد۔ جامع الاصول ۱۹۹/٤) مسلم كتاب الصلاة [باب ما يقول اذا رفع رأسه من الركوع].

(۲) عن علی بن ابی طالبؓ قال: "كان رسول الله ﷺ اذا رفع رأسه من الركوع قال: سمع الله لمن حمدهٗ، ربنا ولك الحمد الحديث." (رواه الترمذی، جامع الاصول ۲۰۰/٤) الترمذی ابواب الصلاة [باب ما يقول الرجل اذا رفع رأسه من الركوع] وقال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح.

(۳) عن مالك بن الحويرثؓ قال لأصحابه: "ألا انبئكم بصلاة النبی ﷺ .... فقام ثم ركع فكبر ثم رفع رأسه فقام هنيئة ثم سجد. الحديث" (رواه البخاری وابو داؤد والنسائی، جامع الاصول ۳٦٤/٥ و ۳٦٥) البخاری كتاب صفة الصلاة [باب الطمانينة حين يرفع رأسه من الركوع].

(٤) جامع الاصول ۳٦۱/٥ (رواه ابو داؤد والنسائی) حدیث/۸۰ پر گذر چکی ہے اور الفاظ یہ ہیں: "ثم قال سمع الله لمن حمدهٗ فقام حتى استوى كل شیء منه" حضرت ابو حمید کی روایت میں ہے: "ثم قال سمع الله لمن حمدهٗ ورفع يديه واعتدل حتى يرجع كل عظم فی موضعه معتدلاً". (رواه ابن خزيمة -

واضح رہے کہ رکوع کے بعد کھڑے ہونے کے حال میں ہاتھ باندھنے کا تذکرہ کسی روایت میں نہیں مل سکا، نہ قولاً نہ فعلاً البتہ اس حال میں بعض دعاؤں کا تذکرہ ضرور آیا ہے(۱) جن کی گنجائش ہے بالخصوص جب کہ آدمی تنہا نماز پڑھ رہا ہو یا نفل نماز ہو۔

۳۳-سجدہ میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہنا :

۹۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے کے لئے جھکتے ہوئے اللہ اکبر کہتے تھے۔"(۲)(ترمذی)

رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر کے تذکرہ میں آچکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر خفض و رفع (ہر جھکنے واٹھنے) میں تکبیر کہتے تھے۔(۳)(ترمذی و نسائی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نماز میں تکبیر کی بابت فرمایا کہ رکوع میں جاتے وقت اور سجدے میں جاتے وقت اللہ اکبر کہا جائے گا۔(۴)(نسائی)

۳۴-سجدہ میں جانے کی کیفیت :

۹۲- حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ میں سجدے کے لئے کھڑے کھڑے گروں۔" (یعنی سجدے میں کھڑے ہونے کے حال میں جاؤں جس کی وضاحت اگلی حدیث سے ہو رہی ہے)(۵)(نسائی)

- ابواب الصلاة [باب الاعتدال فی الركوع] و رواه احمد بل رواه البخاری والترمذی وغيرهما مع اختلاف فی الاختصار والطول، والحديث معروف صحيح.

(۱) جامع الاصول ۱۹۸/٤ - ۲۰۳.

(۲) عن ابی هريرةؓ "أن رسول الله ﷺ كان يكبر وهو يهوی" (رواه الترمذی جامع الاصول ۳۰٤/٥) الترمذی ابواب الصلاة [باب التكبير على الركوع والسجود] وقال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح.

(۳) دیکھئے حدیث نمبر/۷۳ بحوالہ جامع الاصول ۲۰۳/٥

(۴) دیکھئے حدیث نمبر/۷۴ بحوالہ جامع الاصول ۳۰۹/٥

(۵) عن يوسف بن مالك قال: قال حكيم بن حزام :- "بايعت النبی ﷺ أن لا أخر الا قائما" -

۹۳- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :
''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدے میں جاتے تو اپنے گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے (زمین پر) رکھتے تھے۔''(۱)(ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

۳۵- چہرہ- ناک و پیشانی اور ہاتھ و گھٹنوں و پیروں کا زمین سے لگانا :

۹۴- حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں :
''جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ سات اعضاء سجدہ کرتے ہیں، چہرہ، دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور دونوں پیر۔''(۲)(مسلم)

۹۵- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :
''ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ہم سات اعضاء پر سجدہ کریں، پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے، اور دونوں پیر۔''(۳)(بخاری و مسلم)

- (اخرجه النسائی، جامع الاصول ۳۷۷/۵) النسائی کتاب الافتتاح [باب کیف یخر للسجود] قال عبد القادر (هامش جامع الاصول ۳۷۷/۵) :- اسناده حسن.

(۱) عن وائل بن حجر قال : " كان رسول الله ﷺ اذا سجد وضع ركبتيه قبل يديه واذا نهض رفع يديه قبل ركبتيه" (رواه ابوداؤد والترمذی والنسائی، جامع الاصول ۳۷۷/۵ و ۳۷۸) الترمذی ابواب الصلاة [باب ما جاء فی وضع الركبتين قبل اليدين فی السجود] والنسائی کتاب الافتتاح [باب اول ما يصل الى الأرض من الانسان فی سجوده] قال الترمذی :- هذا حديث حسن غريب والعمل عليه عند اكثر اهل العلم.

(۲) عن العباس بن عبد المطلب قال : انه سمع رسول الله ﷺ يقول : "اذا سجد العبد سجد معه سبعة آراب، وجهه وكفاه وركبتاه وقدماه." (اخرجه مسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی، جامع الاصول ۳۸۱/۵) مسلم کتاب الصلاة [باب اعضاء السجود].

(۳) عن عبد الله بن عباس قال : أمرنا النبی ﷺ أن نسجد على سبعة اعضاء.... الجبهة واليدين والركبتين والرجلين" (اخرجه البخاری ومسلم ورواه غيرهما ايضا مع اختلاف يسير، جامع الاصول ۳۸۱/۵ و ۳۸۲) البخاری کتاب صفة الصلاة [باب السجود على سبعة اعظم] ومسلم کتاب الصلاة [باب اعضاء السجود].

۹۶- حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :
''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تھے تو اپنی ناک اور پیشانی زمین پر جما دیتے تھے۔''(۱)(ترمذی)

۳۶- چہرہ کا دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھنا :

۹۷- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :
''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سجدہ فرمایا تو اپنی پیشانی کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھا۔''(۲)(ابوداؤد)

۹۸- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے کے حال میں چہرے کو کہاں رکھتے تھے تو فرمایا : ''دونوں ہتھیلیوں کے درمیان۔''(۳)(ترمذی)

۳۷- سجدے کی حالت میں ہاتھوں کی انگلیوں کو کھول کر، ملا کر اور قبلہ رخ رکھنا :

۹۹- حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو بتاتے ہوئے ذکر فرمایا:

---

(۱) عن ابی حميد قال : "إن النبی ﷺ كان اذا سجد امكن انفه وجبهته من الأرض" (اخرجه الترمذی جامع الاصول ۳۳۷/۵) الترمذی ابواب الصلاة [باب ما جاء فی السجود على الجبهة والانف] وقال : هذا حديث حسن صحيح.

(۲) عن وائل بن حجر قال : "كان رسول الله ﷺ ...... فلما سجد وضع جبهته بين كفيه." (رواه ابوداؤد، جامع الاصول ۳۷۸/۵ و ۳۷۹) ابوداؤد کتاب الصلاة [باب كيف يضع ركبتيه قبل يديه] ورواه مسلم ايضا کتاب الصلاة [باب وضع يده اليمنى على اليسرى الخ].

(۳) عن ابی اسحق قال : "قلت للبراء أين كان النبی ﷺ يضع وجهه اذا سجد، فقال بين كفيه" (رواه الترمذی، جامع الاصول ۳۷۱/۵) الترمذی ابواب الصلاة [باب ما جاء اين يضع وجهه اذا سجد] وقال الترمذی : هذا حديث حسن صحيح غريب. (كذا فی نسخة احمد محمد شاكر.)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تھے تو ہاتھوں کو اس طرح رکھتے کہ نہ تو زمین پر بچھاتے اور نہ سمیٹتے، اور ہاتھوں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھتے تھے۔"(۱) (ابن خزیمہ)

سجدے کی حالت میں ہاتھ کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنے کے لئے انگلیوں کو ایک دوسرے سے ملا کر رکھنا ہوگا اس کے بغیر یہ ممکن نہیں ہے، اسی لئے آیا ہے۔

۱۰۰- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تھے تو (ہاتھ کی) انگلیوں کو ایک دوسرے سے ملا لیتے تھے۔"(۲) (ابن خزیمہ)

۱۰۱- حفص بن عاصم رحمہ اللہ سے منقول ہے :

"نماز کی سنت یہ ہے کہ آدمی اپنی ہتھیلیوں کو پھیلائے اور انگلیوں کو باہم ملائے اور اپنے چہرے کے ساتھ دونوں ہتھیلیوں کو قبلہ رخ رکھے۔"(۳) (ابن ابی شیبہ)

۳۸- سجدے میں کہنیوں وکلائیوں کو زمین سے، ہاتھوں کو پہلو سے اور پیٹ کو ران سے الگ رکھنا اور سرین کو اٹھانا :

---

(۱) عن ابی حمید قال فی حدیث طویل له معروف : "فاذا سجد وضع یدیه غیر مفترش ولا قابضهما و استقبل باطراف اصابعه القبلة." رواه ابن خزیمة ابواب الصلاة [باب استقبال اطراف اصابع الیدین من القبلة فی السجود]

اصل روایت بخاری وغیرہ میں معروف ومذکور ہے بعض اجزاء کا فرق ہے۔

(۲) عن وائل بن حجر قال : "إن النبی ﷺ کان اذا سجد ضم اصابعه." رواه ابن خزیمة ابواب الصلاة [باب ضم اصابع الیدین فی السجود] وفی الهامش (۳۲٤/۱) عن الالبانی : اسناده صحیح لولا عنعنة هشیم ورواه البیهقی (۱۱۲/۲) وفی تلخیص الحبیر (۲٦۳/۱) ذکر حدیث البراء عند البیهقی (۱۱۳/۲) وفیه:- إذا سجد وجه أصابعه قبل القبلة.

(۳) عن حفص بن عاصم قال : "من السنة فی الصلاة أن یبسط کفیه ویضم أصابعه ویوجهها مع وجهه إلى القبلة" (رواه ابن ابی شیبة) مصنف ابن ابی شیبة ٤۹۱/۳ - وفی هامشه:- رجال هذا أجلاء.

۱۰۲- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں :

"جب تم میں سے کوئی آدمی سجدہ کرے تو اچھی طرح سجدہ کرے اور کلائیوں کو زمین پر کتے کی طرح نہ بچھائے۔"(۱) (ترمذی)

متعدد صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدے کی یہ کیفیت نقل فرمائی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہاتھوں کو پہلو سے اس طرح الگ رکھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغل دکھائی دیتی یا اس کا دیکھا جانا ممکن ہوتا۔(۲)

۱۰۳- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے بتایا کہ آپ سرین کو اٹھائے رکھتے تھے۔(۳) (ابوداؤد)

۱۰۴- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیچھے سے آیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغل کی سفیدی دیکھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ کو اٹھا رکھا تھا اور ہاتھوں کو کشادہ کر رکھا تھا۔"(۴) (ابوداؤد)

۳۹- سجدے میں دونوں پیروں کو کھڑا رکھنا،

---

(۱) عن جابر بن عبد الله أن النبی ﷺ قال : "اذا سجد احدکم فلیعتدل ولا یفترش ذراعیه افتراش الکلب." (اخرجه الترمذی - جامع الاصول ۳۷۵/۵) الترمذی ابواب الصلاة [باب ما جاء فی الاعتدال فی السجود] وقال الترمذی : هذا حدیث حسن صحیح.

(۲) ملاحظہ ہو: جامع الاصول ۳۷۱/۵ تا ۳۷٤ وممن رواه میمونة (عند مسلم) و ابن عباس و أبوهریرة (عند البخاری) وغیرهم رضی الله عنهم.

(۳) عن ابی اسحق السبیعی قال وصف لنا البراء بن عازبؓ السجود فوضع یدیه واعتمد على رکبتیه ورفع عجیزته وقال : هکذا کان رسول الله ﷺ یسجد. (اخرجه ابوداؤد والنسائی جامع الاصول ۳۷۰/۵) ابوداؤد کتاب الصلاة [باب صفة السجود] وفی هامش جامع الاصول ۳۷۰/۵ :- قال الزیلعی وهو حدیث حسن.

(٤) عن ابن عباس قال : "اتیت رسول الله ﷺ من خلفه فرأیت بیاض ابطیه وهو مُجَخٍّ قد فرج بین یدیه." (اخرجه ابوداؤد جامع الاصول ۳۷۲/۵) ابوداؤد کتاب الصلاة [باب صفة السجود] ورواه احمد وابن خزیمة ایضا، وفی هامش جامع الاصول ۳۷۲/۵ :- وهو حدیث حسن.

نیز پیروں ورانوں کو ملا کر رکھنا:

۱۰۵- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سجدے کے حال میں) ہاتھوں کو زمین پر رکھنے اور پیروں کو کھڑا رکھنے کا حکم فرمایا۔"(۱)(ترمذی)

۱۰۶- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :
"میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدے کے حال میں اس طرح پایا کہ دونوں ایڑیاں آپ نے ایک دوسرے سے ملا رکھی تھیں۔"(۲)(ابن خزیمہ)

۱۰۷- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں :
"جب تم میں سے کوئی آدمی سجدہ کرے تو ہاتھوں کو کتے کی طرح نہ بچھائے (کہ کلائیاں وغیرہ زمین پر رکھے) اور اپنی رانوں کو ایک دوسرے سے ملائے۔"(۳)(ابوداؤد)

۴۰- سجدے میں پیر کے پنجوں و انگلیوں کو موڑنا اور قبلہ رخ رکھنا :

۱۰۸- حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدے میں جاتے تھے پیروں کی

---

(۱) عن سعد بن ابی وقاصؓ : "أن النبی ﷺ أمر بوضع الیدین و نصب القدمین" (اخرجه الترمذی جامع الاصول ٥/٣٧٥) الترمذی ابواب الصلاة [باب ما جاء فی وضع الیدین و نصب القدمین] قال عبد القادر الارناؤوط (هامش جامع الاصول ٥/٣٧٥) : وهو حدیث صحیح. قال الترمذی وهو الذی أجمع علیه اهل العلم واختاروه.

(۲) عن عائشةؓ قالت : "فقدت رسول الله ﷺ وكان معی علی فراشی فوجدته ساجدا راصا عقبیه" (رواه ابن خزیمة) ابواب الصلاة [باب ضم العقبین فی السجود] قال المحقق فی هامشه: اسناده صحیح.

(۳) عن ابی هریرةؓ قال : ان النبی ﷺ قال :- "اذا سجد احدکم فلا یفترش یدیه افتراش الکلب ولیضم فخذیه" (اخرجه ابوداؤد جامع الاصول ٥/٣٧٤) ابوداؤد ابواب الصلاة [باب صفة السجود] وفی هامش جامع الاصول (٥/٣٧٤) : اسناده حسن.

انگلیوں کو موڑ کر رکھتے تھے۔"(۱)(ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :
"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدے کی حالت میں اس طرح پایا کہ دونوں ایڑیوں کو ملا رکھا تھا اور انگلیوں کو قبلہ رخ کر رکھا تھا۔"(۲)
(ابن خزیمہ)

۴۱- سجدے میں اطمینان کہ ہر عضو و ہڈی سجدے کے حال کے مناسب حالت و جگہ میں پہنچ جائے :

۱۰۹- حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل فرمایا ہے :
"پھر جب تم سجدہ کرو تو اپنے چہرہ و ہاتھوں کو (زمین پر) اس طرح جماؤ کہ تمہاری ہر ہڈی اپنی جگہ پر پہونچ جائے۔"(۳)(ابن خزیمہ)

۱۱۰- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد نقل فرمایا ہے :
"پھر تم سجدہ کرو حتی کہ سجدے کے حال میں تم مطمئن ہو جاؤ۔"(۴)
(بخاری و مسلم)

---

(۱) عن ابی حمید قال : "كان النبی ﷺ اذا هوى الی الارض ساجداً جافی عضدیه عن ابطیه وفتخ اصابع رجلیه." (اخرجه النسائی وهو طرف من حدیث طویل اخرجه الترمذی و ابوداؤد والبخاری- جامع الاصول ٥/٣٧٦) الترمذی ابواب الصلاة [باب ما جاء فی وصف الصلاة] قال : هذا حدیث حسن صحیح.

(۲) عن عائشةؓ .... "فوجدته ساجداً راصا عقبیه مستقبلا باطراف اصابعه القبلة" (رواه ابن خزیمه) دیکھئے حدیث/۱۰۶- انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنے کا تذکرہ حضرت ابوحمید کی روایت میں بھی آیا ہے (صحیح ابن خزیمه، ابواب الصلاة [باب فتخ اصابع الرجلین].

(۳) عن رفاعةؓ فی حدیثه الطویل "ثم اذا انت سجدت فاثبت وجهك ویدیك حتی یطمئن كل عضو منك الی موضعه" (رواه ابن خزیمة ابواب الصلاة [باب اثبات الیدین حتی یطمئن كل عظم] وفی هامشه : اسناده حسن.

(٤) عن ابی هریرةؓ قال النبی ﷺ : "اذا قمت الی الصلاة .... ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً" (اخرجه الجماعة - جامع الاصول ٥/٤٢١) البخاری كتاب صفة الصلاة [باب امر النبی ﷺ الذی لا یتم ركوعه بالاعادة] ومسلم كتاب الصلاة [باب وجوب قراءة الفاتحة فی كل ركعة].

۴۲-سجدہ میں سبحان ربی الاعلی کہنا اور تین مرتبہ کہنا اور اسی کے بقدر سجدے میں رہنا :

۱۱۱- حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں سبحان ربی العظیم کہہ رہے تھے اور سجدے میں سبحان ربی الاعلی کہہ رہے تھے۔"(۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

"جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہے اور یہ کم سے کم ہے، اور جب سجدہ کرے تو تین مرتبہ سبحان ربی الاعلی کہے اور یہ کم سے کم ہے۔"(۲)

حضرت سعدی اپنے والد یا چچا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں دیکھا تو آپ اپنے کو رکوع میں اتنی دیر رکھتے کہ جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہہ سکیں۔(۳)

۴۳-سجدہ و رکوع میں بدن کو اس طرح رکھنا کہ نہ تانا جائے اور نہ کھینچا و پھیلایا جائے :

۱۱۲- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو اس طرح کہ بدن مبارک کو رکوع و سجدے میں نہ تو تانتے تھے اور نہ پھیلاتے و کھینچتے تھے۔(۴)(ابن خزیمہ)

(۱) ملاحظہ ہو حدیث/۸۷ بحوالہ جامع الاصول ۴/۱۹۷۔

(۲) ملاحظہ ہو حدیث/۸۶ بحوالہ جامع الاصول ۴/۱۹۶۔

(۳) ملاحظہ ہو حدیث/۸۵ بحوالہ جامع الاصول ۵/۳۶۵۔

(۴) عن البراء بن عازبؓ "کان رسول اللہ ﷺ اذا صلی جخی" وقال النضر بن شمیل :-

۴۴-پہلے سجدے سے اٹھنا اور اس کی تکبیر :

۱۱۳- حضرت سعید بن حارث بن معلیٰ کہتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے ہم کو نماز پڑھائی تو جب سجدے سے اپنے سر کو اٹھایا زور سے اللہ اکبر کہا... اور (بعد میں) فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی کرتے دیکھا۔(۱)(بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نماز کی تکبیروں کے متعلق پوچھا گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خلفاء ثلاثہ کا عمل یہ بتایا کہ رکوع میں جاتے ہوئے اور سجدے کے لئے اور سجدے سے سر اٹھانے کے لئے تکبیر کہی جائے گی۔(۲)(نسائی)

۴۵-پہلے سجدے کے بعد کی بیٹھک میں داہنے پیر کو کھڑا رکھنا، بائیں کو موڑ کر اس پر بیٹھنا :

حضرت ابو ہریرہ و رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا :

"پھر سجدہ کرو اور اطمینان سے کرو، اس کے بعد سجدے سے سر اٹھاؤ حتی کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔"(۳)(بخاری و مسلم)

۱۱۴- حضرت رفاعہ زرقی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

- جخی الذی لا یتمدد فی رکوعہ ولا فی سجودہ (رواہ ابن خزیمۃ ابواب الصلاۃ [باب ترک التمدد فی السجود] وفی ھامش ابن خزیمۃ : اسنادہ صحیح.

(۱) عن سعید بن حارث بن المعلی قال : "صلی لنا ابو سعید الخدریؓ فجھر بالتکبیر حین رفع رأسہ من السجود وحین سجد الحدیث وفیہ : قال ھکذا رأیت النبی ﷺ" (اخرجہ البخاری، جامع الاصول ۵/۳۰۷) البخاری کتاب صفۃ الصلاۃ [باب یکبر وھو ینھض من السجدتین].

(۲) ملاحظہ ہو حدیث/۷۵ بحوالہ جامع الاصول ۵/۳۰۹ و ۳۱۰.

(۳) عن ابی ھریرۃ انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال :- "ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا" جامع الاصول ۵/۴۲۰ تا ۴۳۲. ملاحظہ ہو حدیث/۱۱۰

''جب سجدے سے اٹھوتو بائیں ران (کولھے) کے بل بیٹھو۔''(۱)

(ابوداؤد)

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''آپ سجدے سے اٹھتے تو بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھتے۔''(۲)

(بخاری)

(یعنی بایاں پیر بچھا کر اس پر بایاں کولھا رکھ کر جیسا کہ پچھلی روایت میں گذرا)

۴۶- پہلے سجدے کے بعد کی بیٹھک کی دعا :

۱۱۵- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی تفصیل ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کے بعد بیٹھک میں ''رب اغفرلی رب اغفرلی'' کہتے تھے۔''(۳)(ابوداؤد)

۱۱۶- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان (کی بیٹھک میں) کہا کرتے تھے:

---

(۱) عن رفاعة بن رافع انه صلى الله عليه وسلم قال : "اذا سجدت فمكن بسجودك فاذا رفعت فاقعد على فخذك اليسرى" (رواه ابوداؤد جامع الاصول ٤٢١/٥) ابوداؤد كتاب الصلاة [باب صلاة من لا يقيم صلبه] قال المحقق فى هامش جامع الاصول ٤٢٢/٥ :- وهو حديث حسن.

(۲) عن ابى حميد الساعدیؓ ..... "ثم يرفع رأسه ويثنى رجله اليسرى فيقعد عليها" (رواه البخارى و ابوداؤد والترمذى جامع الاصول ٤١٥/٥) ملاحظہ ہو حدیث/۱۰۸

(۳) عن حذيفة فى حديث طويل له : "وكان ﷺ يقعد فيما بين السجدتين نحوا من سجوده وكان يقول رب اغفرلى رب اغفرلى" (اخرجه ابوداؤد جامع الاصول ٣٠٣/٤) ابوداؤد كتاب الصلاة [باب ما يقول فى ركوعه وسجوده]. وفى هامش جامع الاصول (٢٠٣/٤) :- ورواه ابن ماجة فى الصلاة باب ما يقول بين السجدتين وقال :- وسنده حسن.

"اللهم اغفرلى وارحمنى واجبرنى واهدنى وارزقنى" (۱)

(ترمذی وابوداؤد)

حنفیہ کے یہاں عموماً اس دعا کا تذکرہ نہیں ہے لیکن امام ابویوسف نے حضرت امام صاحب علیہما الرحمہ سے اس کو نقل کیا ہے اور متعدد علماء حنفیہ نے اس کے استحباب کا تذکرہ کیا ہے خواہ صرف "اللهم اغفرلى" کہا جائے یا مزید بھی۔(۲)

۴۷- دوسرا سجدہ- اور طریقہ (تکبیر وغیرہ) :

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''پہلے سجدے کے بعد قعدہ کیا۔ اور پھر اللہ اکبر کہا اور دوسرا سجدہ کیا۔''(۳)

(بخاری)

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے طریقہ نماز کی تعلیم کی تفصیل بیان کرتے ہوئے نقل فرمایا :

''رکوع کے بعد کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے میں جائے۔ اور اس طرح کہ ہر جوڑ اپنی جگہ سٹ ہو جائے پھر اللہ اکبر کہے اور سر کو اٹھائے اور اچھی طرح بیٹھے، پھر اللہ اکبر کہے اور سجدہ کرے اس طرح کہ ہر جوڑ اپنی جگہ سٹ اور درست ہو جائے۔''(۴)

---

(۱) عن ابن عباس قال : ان النبى ﷺ كان يقول بين السجدتين : "اللهم اغفرلى وارحمنى واجبرنى واهدنى وارزقنى" (اخرجه الترمذى وابوداؤد، جامع الاصول ٢٠٣/٤) الترمذى ابواب الصلاة [باب ما يقول بين السجدتين] ابوداؤد ابواب الصلاة [باب الدعاء بين السجدتين] قال المحقق فى هامش جامع الاصول ٢٠٣/٤ :- وهو حديث حسن، رواه الحاكم وصححه ووافقه الذهبى (المستدرك ٢٧١/١)

(۲) معارف السنن (٦٨/٣و٦٩) واعلاء السنن (٣٣/٣و٣٤) رد المحتار (٢١٢/٢و٢١٣)

(۳) عن ابى حميد الساعدى انه قال : "ثم كبر فجلس فتورك ونصب قدمه الاخرى ثم كبر فسجد" (رواه البخارى وأبوداؤد والترمذى - جامع الاصول ٤١٦/٥) ملاحظہ ہو حدیث/۱۰۸

(٤) عن رفاعة بن رافع انه صلى الله عليه وسلم قال "ويقول الله اكبر ثم يسجد حتى تطمئن ... "

اسی کو بعض روایات میں یوں ذکر فرمایا ہے کہ :

"سجدہ کرو اور اطمینان سے کرو۔"(۱)

۴۸- دوسرے سجدہ سے دوسری رکعت کے لئے اٹھنے کا طریقہ اور اس کے لئے تکبیر :

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے نماز نبوی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا :

"اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کیا۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر بیٹھے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں گئے اور پھر اللہ اکبر کہہ کر بغیر بیٹھے ہوئے کھڑے ہوئے۔"(۲)(ترمذی)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدے میں جاتے تو گھٹنوں کو (زمین پر) ہاتھوں سے پہلے رکھتے اور جب سجدے سے اٹھتے تو دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے تھے۔"(۳)(ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

اور ایک روایت میں ہے :

"جب اٹھتے تو گھٹنوں کے بل اور دونوں رانوں پر۔ ہاتھ رکھ کر۔ اٹھتے۔"(۴)

(ابوداؤد)

- ثم یقول الله اکبر و یرفع رأسه حتی یستوی قاعداً. ثم یقول الله اکبر ثم یسجد حتی تطمئن مفاصله" (رواه ابوداؤد، جامع الاصول ٦/٤٢١) ملاحظہ ہو حدیث/۱۱۳

(١) ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم ارفع رأسك حتی تطمئن جالساً ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً (رواه رفاعة بن رافع وابو هريرة) فی قصة الاعرابی المسیئ فی الصلاة جامع الاصول ٥/٤٢٢ و ٤٣٢) ملاحظہ ہو حدیث/۱۱۰

(٢) عن ابی حمید الساعدی- انه قال : "الله اکبر فسجد ثم کبر فجلس ثم کبر فسجد ثم کبر فقام ولم یتورك " (رواه الترمذی- جامع الاصول ٥/٤١٦) ملاحظہ ہو حدیث/۱۰۸

(٣) عن وائل بن حجر- قال : "کان رسول الله ﷺ اذا سجد وضع رکبتیه قبل یدیه واذا نهض رفع یدیه قبل رکبتیه" (اخرجه ابوداؤد والترمذی والنسائی، جامع الاصول ٥/٣٧٧) ملاحظہ ہو حدیث/۹۳

(٤) رواه ابوداؤد بلفظ "واذا نهض نهض علی رکبتیه واعتمد علی فخذیه (جامع الاصول ٥/٣١٨)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پنجوں کے بل (ہاتھوں سے زمین پر سہارا لئے بغیر) اٹھتے تھے۔"(۱)(ترمذی)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ نماز سے اٹھتے ہوئے آدمی ہاتھوں سے (زمین پر) سہارا لے۔"(۲)(ابوداؤد)

۴۹- پہلی و تیسری رکعت سے فارغ ہو کر دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھے بغیر کھڑا ہونا :

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے :

"اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کیا۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر اٹھے اور بیٹھے پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کیا اور پھر اللہ اکبر کہا اور بیٹھے بغیر کھڑے ہوگئے۔"(۳)(ترمذی)

حضرت رفاعہ بن رافع اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کے لئے نبی اکرم سے نماز کی تعلیم و طریقہ کی تفصیل نقل کی ہے اس میں دوسرے سجدے کے بعد بیٹھنے

---

(١) عن ابی هريرة قال : "کان النبی ﷺ ینهض فی الصلاة علی صدور قدمیه" (اخرجه الترمذی جامع الاصول ٥/٣٧٩) الترمذی کتاب الصلاة [باب کیف النهض من الصلاة] وفیه خالد بن ایاس ضعیف عند أهل الحدیث، لکن قال الترمذی : حدیث ابی هريرة علیه العمل عند أهل العلم، وقال ابن الهمام (فتح القدیر ١/٢٦٨) :- "قول الترمذی ... یقتضی قوة اصله وان ضعف خصوص هذا الطریق وهو کذلك" اس کے بعد ابن ہمام نے اس کی تائید میں آثار صحابہ ذکر کئے ہیں۔

(٢) عن عبد الله بن عمرؓ قال : "نهی رسول الله ﷺ ان یعتمد الرجل علی یدیه اذا نهض من الصلاة" (اخرجه ابوداؤد - جامع الاصول ٥/٣٧٩) ابوداؤد، کتاب الصلاة [باب کراهية الاعتماد علی الید فی الصلاة] وقال عبد القادر الارناؤوط (هامش جامع الاصول ٥/٣٧٩) : اسناده صحیح.

(٣) ملاحظہ ہو حدیث/۱۰۸

کا تذکرہ نہیں آیا ہے۔(۱)

۵۰- دوسری رکعت میں قراءت اور اس سے قبل بسم اللہ :

۱۱۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت کی قراءت کو الحمد للہ رب العالمین سے شروع فرماتے تھے اور (اس سے قبل) خاموش نہیں رہتے تھے۔(۲) (مسلم)

الحمد للہ رب العالمین سے نماز اور قراءت کو شروع کرنے کا مطلب علماء نے دوسری روایات کی روشنی میں یہ ذکر کیا ہے کہ بسم اللہ پڑھتے تھے اور آہستہ پھر الحمد للہ سے جہری قراءت کا آغاز ہوتا (۳) تو اس روایت کا مطلب بھی یہی ہے، اور خاموش نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ پہلی رکعت میں ثناء کے لیے جو خاموشی ہوتی تھی وہ دوسری رکعت میں نہیں ہوتی تھی، اور پیچھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت آچکی ہے کہ وہ سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد سورت دونوں کے ساتھ بسم اللہ پڑھتے تھے۔(۴)

۵۱- دوسری رکعت میں قراءت کی تفصیل :

دوسری رکعت کی بابت احادیث میں وہی تفصیل محفوظ کی گئی ہے جو پہلی رکعت کے لئے منقول ہے، بس دوسری میں شروع میں ثناء اور تعوذ نہیں ہے۔

(۱) ملاحظہ ہو رفاعہ بن رافع کی روایت کے لئے جامع الاصول ۵/۴۲۰ تا ۴۲۲ بحوالہ سنن۔ اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت کے لئے جامع الاصول ۵/۴۳۲ بحوالہ صحاح ستہ، صحیح بخاری میں اس روایت کے بعض طرق میں بیٹھ کر اٹھنے کا تذکرہ آیا ہے (کتاب الاستیذان باب من رد فقال علیك السلام) لیکن حافظ ابن حجر وغیرہ نے اس کو وہم قرار دیا ہے۔(فتح الباری ۲/۲۷۹ و ۱۱/۳۷ و ۳۸)

(۲) عن ابی هریرةؓ قال : "كان رسول الله ﷺ اذا نهض فی الركعة الثانية استفتح القراءة بالحمد لله ولم يسكت" (رواه مسلم جامع الاصول ٥/٣٢٦) مسلم، كتاب الصلاة باب ما يجمع صفة الصلاة وما يفتح به.

(۳) ملاحظہ ہو اعلاء السنن ۲/۱۸۵ و ۱۸۶

(۴) ملاحظہ ہو حدیث/۲۷

احادیث میں قراءت کی بابت بار بار آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی رکعت میں یہ پڑھا اور دوسری میں یہ...... یا پہلی دو رکعتوں میں یہ پڑھا۔

مثلاً ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے (ہر رکعت میں ایک ایک سورت) اور یہ کہ مغرب وعصر کی دو رکعتوں میں سورۂ اعراف پڑھی۔(۱)

اور ایک صحابی کو طریقۂ نماز کی تعلیم فرمانے کی جو حدیث ہے اس میں پہلی رکعت کی تفصیل کے مطابق - قراءت ورکوع وسجود کی بات - دوسری اور بعد کی رکعات میں بھی آئی ہے۔(۲)

۵۲- دوسری رکعت کے دوسرے سجدے کے بعد کی بیٹھک اور طریقہ (یعنی قعدہ اولی) :

۱۱۸- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا تو دیکھا کہ آپ جب تشہد کے لئے بیٹھے تو اپنے بائیں پیر کو بچھایا اور دائیں پیر کو کھڑا رکھا۔"(۳) (ترمذی ونسائی)

۱۱۹- حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو بتاتے ہوئے فرمایا :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد کے لئے بیٹھے تو بائیں پیر کو بچھایا، اور داہنے پیر کا اگلا حصہ (یعنی پنجے وانگلیوں کو) قبلہ رخ کیا، اور داہنی ہتھیلی

(۱) ملاحظہ ہو جامع الاصول ۵/۳۳۲ تا ۳۳۸۔

(۲) ملاحظہ ہو جامع الاصول ۵/۴۲۰ تا ۴۳۲۔

(۳) عن وائل بن حجر قال : "فلما جلس (ای النبی ﷺ) یعنی للتشهد، افترش رجله اليسرى ووضع يده يعنى على فخذه اليسرى و نصب رجله اليمنى، وفی رواية للنسائی "جلس فی الصلاة فافترش رجله اليسرى ووضع ذراعيه على فخذيه" (اخرجه الترمذی والنسائی، جامع الاصول ٥/٤٠٤ و ٤٠٥) الترمذی ابواب الصلاة [باب ما جاء كيف الجلوس فی التشهد] والنسائی كتاب السهو [باب موضع الذراعين] وفی هامش جامع الاصول (٥/٤٠٥) : وهو حديث صحيح. وقال الترمذی هذا حديث حسن صحيح.

داہنے گھٹنے پر اور بائیں ہتھیلی اپنے بائیں گھٹنے پر رکھی۔"(۱)(ترمذی)

۱۲۰- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نماز کے اندر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تشہد میں بیٹھتے بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر اور دایاں ہاتھ داہنے گھٹنے پر رکھتے تھے۔"(۲)(مسلم)

بعض صحابہ سے ارشاد نبوی منقول ہے کہ جب بیٹھو تو بائیں پیر پر بیٹھو۔(۳)

۵۳- دوسری رکعت کے قعدہ میں تشہد کا پڑھنا اور اگر یہ قعدہ آخری قعدہ نہیں ہے تو صرف تشہد پر اکتفا کرنا:

۱۲۱- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سکھایا کہ ہم جب دو رکعت پر بیٹھیں تو (یوں) کہا کریں: "التحیات للہ-الخ"۔"(۴) (ترمذی)

۱۲۲- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قعدہ میں تشہد پڑھتے اور اگر درمیان نماز یعنی

---

(۱) عن ابی حمید الساعدیؓ قال: "ان رسول الله ﷺ جلس یعنی للتشهد، فافترش رجله الیسری واقبل بصدر الیمنی علی قبلته ووضع کفه الیمنی علی رکبته الیمنی و کفه الیسری علی رکبته الیسری" (اخرجه الترمذی وابوداؤد والنسائی، جامع الاصول ٥/٤٠٦) الترمذی، ابواب الصلاة [باب بعد باب کیف الجلوس فی التشهد] وقال: هذا حدیث حسن صحیح۔

(۲) عن عبد الله بن عمر قال: "ان رسول الله ﷺ اذا قعد فی التشهد وضع یده الیسری علی رکبته الیسری، ووضع یده الیمنی علی رکبته الیمنی" (اخرجه مسلم، جامع الاصول ٥/٤٠٢) مسلم کتاب المساجد [باب صفة الجلوس فی الصلاة]۔

(۳) مسند أحمد ٤/٣٤٠، ملاحظہ ہو حدیث/۱۲۷

(٤) عن ابن مسعودؓ: "علمنا رسول الله ﷺ اذا قعدنا فی الرکعتین أن نقول: التحیات لله الحدیث" (اخرجه الترمذی جامع الاصول ٥/٣٩٦) الترمذی ابواب الصلاة [باب ما جاء فی التشهد]۔
یہ روایت لفظوں کے فرق کے ساتھ صحیحین وغیرہ سب میں آئی ہے (ملاحظہ ہو: جامع الاصول ۵/۳۹۶ تا ۳۹۸)

قعدہ اولی کا معاملہ ہوتا تو تشہد سے فارغ ہو کر اٹھ جاتے تھے۔"(۱) (ابن خزیمہ واحمد)

۱۲۳- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فرض کی) دو رکعت میں تشہد پر اضافہ نہیں فرماتے تھے۔"(۲)(ابو یعلی)

۵۴- تیسری رکعت کے لئے اٹھنا اور تکبیر کہنا:

۱۲۴- حضرات ابو حمید ساعدی وابو ہریرہ وعبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سب فرماتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دو رکعت پر (تیسری رکعت کے لئے) کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے تھے۔"(۳)(بخاری ومسلم وابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر وعمر وعلی وعثمان رضی اللہ عنہم سے یہ یاد کیا ہے کہ جب دوسری رکعت سے اٹھا جائے تو تکبیر کہی جائے گی۔(۴)(نسائی)

---

(۱) عن عبد الرحمن بن الاسود بن یزید عن ابیه عن ابن مسعود قال: "کان رسول الله ﷺ ... اذا جلس فی وسط الصلاة وفی آخرها علی ورکه الیسری - التحیات لله الحدیث" وقال: "ثم إن کان فی وسط الصلاة نهض حین یفرغ من تشهده الخ" (رواه ابن خزیمة واحمد) ابن خزیمة ابواب الصلاة [باب الاقتصار فی الجلسة الاولی علی التشهد وترک الدعاء] وقال المحقق فی هامش (صحیح ابن خزیمة): - اسناده حسن. ومسند احمد (١/٤٥٩) وفی مجمع الزوائد (٢/١٤٥) رجاله موثقون۔

(۲) عن عائشةؓ: أن رسول الله ﷺ کان لا یزید فی الرکعتین علی التشهد (رواه ابو یعلی - مجمع الزوائد - اعلاء السنن ٣/١٠٥) مجمع الزوائد (٢/١٤٥) باب التشهد والجلوس والإشارة وفیه: - رواه ابو الحارث عن عائشةؓ والظاهر انه خالد بن الحویرث وهو ثقة وبقیة رجاله رجال الصحیح۔

(۳) عن ابن عمر قال: "کان رسول الله ﷺ اذا قام فی الرکعتین کبر" (اخرجه ابوداؤد جامع الاصول ٥/٣٠٠) ابوداؤد کتاب الصلاة [باب افتتاح الصلاة] وسکت وعن ابی حمید الساعدی فی حدیث طویل له: ثم اذا قام من الرکعتین کبر. (اخرجه البخاری وغیره (جامع الاصول ٥/٤١٥) ملاحظہ ہو حدیث/۱۰۸ (وعن ابی هریرةؓ: کان رسول الله ﷺ یکبر حین یقوم من الثنتین بعد الجلوس (اخرجه البخاری ومسلم وغیرهما جامع الاصول ٥/٤٢٦) البخاری کتاب صفة الصلاة [باب التکبیر اذا قام من السجود]۔

(۴) جامع الاصول ۵/۳۰۹، ۳۱۰۔ ملاحظہ ہو حدیث/۷۵

٥٥- فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا اور اسی پر اکتفا کرنا :

١٢٥- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی آخری رکعتوں میں (صرف) سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔''

اور ان کی بعض روایات میں ظہر کے ساتھ عصر کا بھی تذکرہ ہے۔(١) (بخاری)

مغرب وعشاء کی بھی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ مزید کسی سورت یا کسی حصے کا پڑھنا احادیث میں آیا ہے، تیسری و چوتھی میں صرف سورہ فاتحہ کا ذکر آیا ہے یا تسبیح کا تذکرہ ہے یا تیسری و چوتھی کے ذکر سے سکوت ہے۔(٢)

٥٦- قعدۂ اخیرہ میں بیٹھنے کی ہیئت وکیفیت :

(فجر میں دوسری رکعت، مغرب و وتر میں تیسری رکعت بقیہ تین نمازوں میں چوتھی رکعت کے بعد، اور نفل وسنت میں دو کی نیت ہو تو دوسری کے بعد ورنہ چوتھی کے بعد)۔

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہما دونوں سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قعدہ فرماتے - پہلا ہو یا دوسرا - تو بیٹھنے کا انداز ایک ہوتا، جو پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے یعنی داہنے پیر کے قدم کو کھڑا رکھنا اس طرح کہ انگلیاں ونچہ قبلہ رخ ہو اور بائیں پیر کے قدم کو بچھا کر اس پر بیٹھنا۔(٣)

---

(١) عن ابی قتادةؓ: "أن النبی ﷺ كان يقرأ فی الظهر فی الاولیين بأم الكتاب وسورتين وفی الركعتين الاخريين بأم الكتاب الحديث" وعنه: "أن النبی ﷺ كان يقرأ بام الكتاب وسورة معها فی الركعتين الاولیين من صلاة الظهر وصلاة العصر. الحديث" (اخرجه البخاری۔ جامع الاصول ٣٢٨/٥) البخاری كتاب صفة الصلاة [باب يقرأ فی الاخريين بفاتحة الكتاب] [وباب القراءة فی العصر].

(٢) روایات وآثار کے لئے ملاحظہ ہو جامع الاصول ٣٢٨/٥ تا ٣٤٨ واعلاء السنن ١٠٦/٣ تا ١١٣ ومصنف ابن ابی شیبہ ٢٦١/٣-٢٦٦، مصنف میں متعدد صحابہ سے تفصیل وصراحت کے ساتھ یہی مضمون نقل کیا گیا ہے۔

(٣) روایات کے لئے دیکھئے جامع الاصول ٤٠٢/٥، ٤٠٣، ٤٠٧، ٤٠٨، روایت ابن عمر بحوالہ بخاری، =

١٢٦- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے جس میں انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو بیان کرتے ہوئے فرمایا :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (قعدہ میں) بائیں پیر کو بچھاتے تھے اور داہنے پیر کے قدم کو کھڑا رکھتے تھے۔''(١) (مسلم)

١٢٧- حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی سے (نماز کی تعلیم کرتے ہوئے) فرمایا :

''جب بیٹھو تو بائیں پیر پر بیٹھو۔''(٢) (احمد)

٥٧- قعدہ اخیرہ میں تشہد کا پڑھنا :

١٢٨- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نقل فرماتی ہیں :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ہر دو رکعت میں تشہد ہے۔''(٣) (مسلم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں :

''جب تم میں کا کوئی نماز میں بیٹھے تو کہا کرے التحیات للہ الحدیث''(٤)

٥٨- قعدۂ اخیرہ میں تشہد کا پڑھنا اور اس کو درود و دعاء

= مسلم وسنن وغیرہ، وجامع الاصول ٤٠٤/٥، ٤٠٥، روایت وائل بن حجر بحوالہ ترمذی ونسائی۔

(١) عن عائشةؓ: "كان رسول الله ﷺ يستفتح الصلاة ..... وكان يفرش رجله اليسرى وينصب رجله اليمنى" (اخرجه مسلم وابو داؤد جامع الاصول ٤٢٧/٥) مسلم كتاب الصلاة [باب ما يجمع صفة الصلاة الخ].

(٢) عن رفاعة بن رافعؓ أن النبی ﷺ قال للأعرابی: "اذا سجدت .... فاجلس على رجلك اليسرى" (رواه احمد وابن ابی شيبة وابن حبان، اعلاء السنن ٧٩/٣) نيل الاوطار (١٢٣/٢) مسند احمد (٣٤٠/٤)

(٣) عن عائشةؓ أن رسول الله ﷺ كان يقول: "فی كل ركعتين التحية" (اخرجه مسلم. جامع الاصول ٤٢٧/٥)

(٤) عن ابن مسعودؓ أن النبی ﷺ قال: "اذا قعد احدكم فی الصلاة فليقل التحيات لله الخ." (اخرجه البخاری ومسلم۔ جامع الاصول ٣٩٦/٥) ملاحظہ ہو حدیث/١٢١

سے مقدم کرنا :

۱۲۹- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں :
"آدمی جب قعدہ میں ہو تو سب سے پہلے کہے التحیات للہ الحدیث"(۱) (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وسط نماز میں اور آخر نماز میں بائیں کولھے کے بل بیٹھتے تو کہتے تھے التحیات للہ الخ پھر اگر وسط نماز ہوتا تو تشہد سے فارغ ہو کر اٹھ جاتے اور اگر نماز کا اخیر ہوتا تو تشہد کے بعد دعائیں پڑھتے جو اللہ چاہتا۔"(۲)(احمد وابن خزیمہ)

۵۹-تشہد کے الفاظ :

۱۳۰- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ تشہد سکھایا ﴿التحیات لله والصلوات والطیبات السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبركاته، السلام علینا وعلى عباد الله الصالحین،اشهد أن لا اله الا الله واشهد أن محمداً عبده ورسوله﴾"(۳) (بخاری ومسلم)

(۱) عن ابی موسی الاشعریؓ أن رسول الله ﷺ قال : "اذا كان عند القعدة فليكن من اول قول احدكم التحيات لله الخ" (اخرجه مسلم والنسائی وابوداؤد جامع الاصول ۳۹۹/۵) مسلم- الصلاة باب التشهد فی الصلاة والنسائی- الافتتاح باب نوع اخر من التشهد.

(۲) عن ابن مسعود : "ان رسول الله ﷺ كان يقول اذا جلس فی وسط الصلاة....... ثم ان كان وسط الصلاة نهض حين يفرغ من تشهده وان كان فی اخرها دعا بعد تشهده، بما شاء الله أن يدعو ثم يسلم" (رواه احمد وابن خزيمة-مجمع الزوائد۱۴۵/۲ وتلخيص الحبير۲۸۱/۲) راجع ابن خزيمة ۳۵۰/۱- الصلاة باب الاقتصار فی الجلسة الأولى على التشهد ومسند أحمد ۴۵۹/۱ - ملاحظہ ہو حدیث/۱۲۲

(۳) عن ابن مسعودؓ قال : "علمنی رسول الله ﷺ التشهد وكفی بين كفيه كما يعلمنی السورة من القرآن : التحيات لله الخ" رواه الجماعة - جامع الاصول ۳۹۶/۵-۳۹۸) البخاری صفة الصلاة -

۶۰-تشہد کا آہستہ پڑھنا :

۱۳۱- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے :
"تشہد کا اخفاء (آہستہ پڑھنا) سنت ہے۔"(۱)(ابوداؤد وترمذی)

۶۱-تشہد میں اشارہ کے لئے شہادتین پر شہادت کی انگلی کا اٹھانا :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا :
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تھے تو داہنے ہاتھ کو داہنی ران پر رکھتے تھے اور سب انگلیوں کو سمیٹ لیتے اور انگوٹھے سے متصل انگلی سے اشارہ فرماتے تھے۔"(۲)(مسلم)
اور کئی صحابہؓ سے اشارہ کی روایت آئی ہے۔(۳)

۱۳۲- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد میں اس طرح اشارہ فرمایا کہ (داہنے ہاتھ کی) دو انگلیوں (چھنگلیا اور اس سے متصل) کو سمیٹ لیا اور (بیچ والی وانگوٹھے کو ملا کر) حلقہ بنایا، اور شہادت کی انگلی سے اشارہ

- [باب التشهد فی الاخرة] مسلم كتاب للصلاة [باب التشهد فی الصلاة] ابن مسعود کی روایت معروف ہے، البتہ لفظ وتفصیل میں اختلاف ہے، لیکن تشہد کے الفاظ سب جگہ یکساں ہیں۔

(۱) عن عبد الله بن مسعودؓ كان يقول : "من السنة اخفاء التشهد" (اخرجه ابوداؤد والترمذی جامع الاصول ۴۰۱/۵) ابوداؤد كتاب الصلاة [باب اخفاء التشهد] الترمذی- ابواب الصلاة [باب ما جاء انه يخفى التشهد] وقال الترمذی : حديث حسن غريب، وفی هامش جامع الاصول (۴۰۱/۵) :- رواه الحاكم (۲۳۰/۱) وصححه ووافقه الذهبی، قال الحاكم: على شرط الشيخين، وقال أيضا: وله شاهد بإسناد صحيح عن عائشةؓ قالت : نزلت هذه الاية فی التشهد ﴿ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها﴾. وذكره فی (۲۶۷/۱) وقال : على شرط مسلم.

(۲) عن ابن عمرؓ قال : "كان رسول الله ﷺ اذا جلس فی الصلاة وضع كفه اليمنى على فخذه اليمنى وقبض اصابعه كلها واشار باصبعه التی تلی الابهام" (رواه الجماعة إلا البخاری- جامع الاصول ۴۰۲/۵) ملاحظہ ہو حدیث/۱۲۰

(۳) جامع الاصول (۴۰۲/۵ تا ۴۰۷)

فرمایا۔(۱)(ابوداؤدونسائی)

۱۳۳- حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی ہی ایک روایت ہے :

”میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ بنایا، اور اس سے متصل (یعنی دونوں کے بیچ کی) انگلی کو اٹھایا تا کہ اس سے تشہد میں اشارہ کریں۔“(۲)(ابن ماجہ)

۶۲-تشہد کے اشارہ میں انگلی پر نگاہ رکھنا اور اس طرح اٹھانا کہ قبلہ رخ ہو اور کچھ جھکی ہوئی ہو :

۱۳۴- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو یہ بتاتے ہوئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے اشارہ کرتے دیکھا فرمایا :

”اپنے انگوٹھے سے متصل انگلی سے قبلہ کی طرف اشارہ کیا اور اس پر اپنی نگاہ رکھی۔“(۳)(نسائی)

---

(۱) عن وائل بن حجرؓ قال : ..... ”وقبض ای النبی ﷺ -- ثنتین وحلق حلقة ورأيته يقول هكذا وحلق بشر (الراوى) الابهام والوسطى واشار بالسبابة“ (رواه ابوداؤد والنسائى -جامع الاصول ٤٢٤/٥) ابوداؤد كتاب الصلاة باب رفع اليدين فى الصلاة. النسائى فى السهو باب موضع المرفقين فى الافتتاح سكت عنه ابوداؤد والنسائى (اعلاء السنن ٨٤/٣) ورواه ابن خزيمة ابواب الصلاة [باب التحليق بالوسطى والابهام عند الإشارة] قال المحقق الاعظمى فى الهامش: اسناده صحيح. وفى هامش جامع الاصول (٤٢٤/٥) :- اسناده حسن.

(۲) عن وائل بن حجرؓ قال : ”رأيت النبى ﷺ قد حلق الابهام والوسطى ورفع التى تليها يدعوبها فى التشهد“ (رواه ابن ماجة) وفى اعلاء السنن (٩٢/٣) : قلت رجاله رجال مسلم غير على و كليب والأول ثقة عابد والثانى صدوق، وفى الزوائد اسناده صحيح ورجاله ثقات كذا فى تعليق السندى. ابن ماجة كتاب اقامة الصلاة [باب الاشارة فى التشهد] وذكر الاعظمى فى تحقيقه وهامشه (١٦٥/١) ما نقله التهانوى عن السندى من قول الزوائد.

(۳) عن على بن عبد الرحمن ” صليت الى جنب ابن عمر فقلبت الحصى فقال لى ابن عمر :- لا تقلب الحصى فان تقليب الحصى من الشيطان، وافعل كما رأيت رسول الله ﷺ يفعل. قلت : كيف كان يصنع ؟ قال : فوضع يده اليمنى على فخذه اليمنى واشار باصبعه التى تلى الابهام الى القبلة، ورمى ببصره اليها ثم قال : هكذا رأيت رسول الله ﷺ يصنع “ (اخرجه النسائى – جامع الاصول =

۱۳۵- حضرت نمیر خزاعی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح اشارہ کرتے دیکھا کہ انگلی کو کچھ جھکا رکھا تھا۔(۱)(ابوداؤدونسائی)

یعنی انگلی بالکل سیدھی اوپر کو اٹھی ہوئی نہیں تھی بلکہ اچھی خاصی اٹھنے کے ساتھ کچھ جھکی ہوئی بھی تھی، ابن عمر رضی اللہ کی روایت میں قبلہ کی طرف اشارہ کا ذکر ہے اس سے یہی مراد ہے کہ اشارہ میں انگلی اوپر کو نہیں بلکہ سامنے بجانب قبلہ اٹھی ہوئی تھی۔

۶۳-ہر تشہد میں (خواہ قعدہ اولی کا یا اخیرہ کا) انگلی سے اشارہ :

۱۳۶- حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دو رکعت یا چار رکعت میں بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھتے اور انگلی سے اشارہ فرماتے۔“(۲)(نسائی)

۶۴-قعدۂ اخیرہ میں درود پڑھنے کا حکم :

۱۳۷- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

= ٤٠٢/٥ و ٤٠٣) النسائى - كتاب الافتتاح [باب موضع البصر فى التشهد] ورواه بهذا اللفظ ابن خزيمة ابواب الصلاة [باب الاشارة بالسبابه الى القبلة فى التشهد] وفى هامشه (٣٥٥/١) : اسناده صحيح.

(۱) عن مالك بن نمير الخزاعى عن ابيه قال : ”رأيت رسول الله ﷺ واضعا ذراعه اليمنى على فخذه اليمنى رافعا اصبعه السبابة قد حناهاشيئا “ (اخرجه ابوداؤد والنسائى جامع الاصول ٤٠٦/٥،٤٠٧) ابوداؤد كتاب الصلاة [باب الإشارة فى التشهد] والنسائى ابواب السهو [باب احناء السبابة فى الاشارة] ورواه ابن خزيمة ابواب الصلاة [باب حنى السبابة عند الارشاة بها فى التشهد] وفى هامش صحيح ابن خزيمة (٣٥٤/١) وكذا فى هامش جامع الاصول (٤٠٧/٥) ضعفه لأجل جهالة مالك بن نمير لكن قال الحافظ فى التهذيب (ص ٥٦٧) مقبول من الرابعة فالحديث مقبول على الأقل.

(۲) عن عبد الله بن الزبيرؓ: ”كان رسول الله ﷺ اذا جلس فى الثنتين او الاربع يضع يديه على ركبتيه وأشار “ (رواه النسائى - جامع الاصول ٤٠٤/٥) النسائى - ابواب الافتتاح [باب الاشارة بالاصبع فى التشهد الاول] وقال عبد القادر الارناؤوط (هامش جامع الاصول ٤٠٤/٥) : وهو حديث صحيح.

"قراءت وتشہد اور مجھ پر درود کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔"(۱)(فتح الباری)

۱۳۸- حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے ہوئے سنا کہ اس نے آپ پر درود نہیں پڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص نے جلد بازی سے کام لیا۔ اور اس کے بعد فرمایا: جب کوئی آدمی نماز پڑھے اور قعدۂ اخیرہ اور دعا کے مرحلے میں پہونچے تو پہلے (تشہد کے ذریعہ) حق تعالیٰ کی حمد وثنا کرے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درود پڑھے اور اس کے بعد دعا مانگے جو چاہے۔"(۲)(ترمذی، ابوداود، نسائی)

۱۳۹- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر تشریف فرما تھے، میں جب (قعدہ میں) بیٹھا تو میں نے پہلے حق تعالیٰ کی حمد وثنا کی (تشہد کے ذریعہ) پھر نبیؐ کے لئے درود پڑھا اور اس کے بعد اپنے لئے دعا مانگی تو آپ نے فرمایا: مانگو تم کو تمہارا مطلوب دیا جائے گا۔"(۳)(ترمذی)

---

(۱) عن ابن عمر مرفوعا :- "لا تکون صلاة إلا بقراء ة وتشهد وصلاة علی" (فتح الباری ۱۱/۱۶٤) قال الحافظ ابن حجر: أخرج العمری فی عمل یوم و لیلة عن ابن عمر بسند جید.

(۲) عن فضالة بن عبیدؓ قال : سمع النبی ﷺ رجلا یدعو فی صلاته فلم یصلی علی النبی ﷺ فقال النبی ﷺ : "عجل هذا" ثم دعاه فقال له أو لغیره : "اذا صلی احدکم فلیبدأ بتحمید الله و الثناء علیه (المراد به التشهد) ثم لیصل علی النبی ﷺ ثم لیدع بعد ماشاء" (اخرجه الترمذی وابوداؤد والنسائی – جامع الاصول ٤/۱٥۳ و ۱٥٤) الترمزی ابواب الدعوات [باب رقم ٦٦] وابوداؤد کتاب الصلاة [باب الدعاء] وقال الترمذی : هذا حدیث حسن صحیح. وأخرجه الحاکم (فی المستدرك ۱/۲۳۰) وقال: صحیح علی شرط مسلم، ووافقه الذهبی، وقال فی موضع آخر بعد ذکره (۱/٤٦۸) : علی شرط الشیخین، ووافقه الذهبی. وفی تلخیص الحبیر (۲/۲۸۰) عن سهل بن سعد :- "لا صلاة لمن لم یصل علیّ" - رواه الحاکم والدارقطنی والبیهقی وقال الحافظ : اسناده ضعیف. أقول: وهو فی (المستدرك ۱/۲٦۹) وفیه عبد المهیمن قال الذهبی : واہ.

(۳) عن عبد الله بن مسعودؓ قال : "کنت اصلی والنبی ﷺ وابوبکر وعمر معه فلما جلست بدأت بالثناء علی الله ثم الصلاة علی النبی ﷺ ثم دعوت لنفسی فقال النبی ﷺ : سل تعطه سل تعطه" =

۱۴۰- حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم نماز میں آپ کے لئے کس طرح درود پاک پڑھا کریں تو آپ نے درود بتایا۔(۱)(ابن خزیمہ)

معلوم ہوا کہ آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی ہدایت دی تھی کہ نماز میں درود پڑھا کریں۔

۶۵- درود ابراہیمی۔ جس کی خصوصی تعلیم کی گئی عمومی بھی اور نماز کے لئے بھی :

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب درود پڑھیں تو کیسے پڑھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں پڑھا کرو:

﴿اللهم صل علی محمد الخ﴾ (۲) (ابن خزیمہ)

= (اخرجه الترمذی – جامع الاصول ٤/۱٥٦) الترمذی ابواب الجمعة [باب ٦٤] وقال الترمذی : هذا حدیث حسن صحیح.

(۱) روایة : "کیف نصلی علیك اذا نحن صلینا علیك فی صلاتنا" (رواه ابو مسعود) ابن خزیمة ابواب الصلاة [باب صفة الصلاة علی النبی فی التشهد] وفی اعلاء السنن (۳/۱۲۷) وذکره الحافظ فی فتح الباری (۲/۱٦۳) وقال الدار قطنی اسناده حسن متصل، وقال البیهقی : اسناده حسن صحیح، وفی هامش صحیح ابن خزیمة (۱/۳٥۱) : اسناده حسن و صححه الحاکم. (المستدرك ۱/۲٦۸) وقال: علی شرط مسلم.

(۲) عن ابی مسعود قال : اقبل رجل حتی جلس بین یدی رسول الله ﷺ ونحن عنده فقال : یا رسول الله أما السلام فقد ..... فکیف نصلی علیك اذا نحن صلینا فی صلاتنا صلی الله علیك؟ قال : فصمت حتی احببنا أن الرجل لم یسأله ثم قال : "اذا انتم صلیتم علی فقولوا : اللهم صل علی محمد النبی الامی وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراهیم وعلی ال ابراهیم وبارك علی محمد النبی الامی وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراهیم وعلی ال ابراهیم انك حمید مجید" (اخرجه ابن خزیمة – ابواب الصلاة [باب صفة الصلاة علی النبی فی التشهد] وفی هامشه (۱/۳٥۱) اسناده حسن، صححه الحاکم علی شرط مسلم (۱/۲٦۸) ورواه الجماعة الا البخاری – جامع الاصول (٤/٤۰۱) الا أنه لا یوجد عندهم لفظ : اذا نحن صلینا فی صلاتنا.

۱۴۱- حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ اہل بیت نبوت کے لئے درود کیسے پڑھا جائے، اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ تو سکھا دیا کہ سلام کیسے پڑھا کریں (مراد تشہد ہے) تو آپ نے فرمایا، کہا کرو :

﴿اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد، اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد﴾ (۱) (بخاری ومسلم)

۶۶- قعدۂ اخیرہ میں دعا :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تشہد سے متعلق معروف حدیث میں آیا ہے :

''پھر جو دعا آدمی کو پسند ہو اس کا انتخاب کر کے دعا کرے۔'' (۲) (ابوداؤد)

۱۴۲- اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے :

''آدمی تشہد پڑھے پھر درود پڑھے پھر دعاء مانگے۔'' (۳) (حاکم)

(۱) عن كعب بن عجرة قال : سألنا رسول الله ﷺ فقلنا يا رسول الله كيف الصلاة عليكم اهل البيت؟ فان الله قد علمنا كيف يسلم عليك قال : قولوا : "اللهم صل على محمد وعلى ال محمد كما صليت على ابراهيم وعلى ال ابراهيم انك حميد مجيد، اللهم بارك على محمد وعلى ال محمد كما باركت على ابراهيم وعلى ال ابراهيم انك حميد مجيد" (رواه الجماعة - جامع الاصول ٤٠٢/٥) لكن مع اختلاف فى اللفظ - واللفظ المذكور - لامام المحدثين ابى عبد الله البخارى فى كتاب الانبياء [باب قول الله تعالى ﴿اتخذ الله ابراهيم خليلا﴾ وانظر ايضا البخارى كتاب الدعوات [باب الصلاة على النبى ﷺ] ومسلم كتاب الصلاة [باب الصلاة على النبى ﷺ].

(۲) عن ابن مسعودؓ: "...... ثم ليختر أحدكم من الدعاء أعجبه إليه" (أخرجه أبو داؤد - جامع الأصول ٣٩٧/٥و٣٩٨) أبوداؤد الصلاة باب التشهد وهو عند البخارى أيضا (صفة الصلاة باب ما يتخير من الدعاء بعد التشهد) ولفظه: "ثم يتخير من الدعاء أعجبه إليه فيدعو."

(۳) عن ابن مسعود : يتشهد الرجل ثم يصلى على النبى صلى الله عليه وسلم ثم يدعو لنفسه." (أخرجه الحاكم - فتح البارى ١٦٤/١١) المستدرك ٢٦٨/١، وقال الحاكم: قد اسند هذا الحديث عن عبد الله بن مسعود باسناد صحيح وسكت عليه الذهبى.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل بھی نقل کیا ہے کہ آپ قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد دعائیں مانگتے جو اللہ تعالیٰ چاہتا۔ (۱) (بخاری ومسلم)

متعدد صحابہ حضرات عائشہؓ، ابوہریرہ، ابن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ سے بھی قولاً وفعلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قعدۂ اخیرہ میں تعوذ و دیگر دعائیں نقل کی گئیں ہیں۔ (۲)

۶۷- قعدۂ اخیرہ کی معروف دعا :

۱۴۳- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھ کو کوئی ایسی دعا سکھا دیں جو میں اپنی نماز میں مانگا و پڑھا کروں؟ تو آپ نے فرمایا کہا کرو :

" اللهم انى ظلمت نفسى ظلما كثيرا ولا يغفر الذنوب الا أنت فاغفر لى مغفرة من عندك وارحمنى انك أنت الغفور الرحيم." (۳) (بخاری ومسلم)

۶۸- اگر صرف تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے (تو گنجائش ہے درود و دعا ضروری نہیں ہے) :

۱۴۴- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو تشہد کی تعلیم و تلقین والی حدیث میں تشہد کے الفاظ کے بعد یہ ارشاد نبوی بھی روایت کیا گیا ہے :

(۱) جامع الاصول ۵/۳۹۶، بحوالہ بخاری ومسلم۔

(۲) ملاحظہ ہو جامع الاصول ۴/۲۰۳ و ۲۰۴ بحوالہ مسلم وغیرہ، نیز تلخیص الحبیر ۱/۲۸۷، بخاری (جنائز) میں بھی اس قسم کی چیزیں آئی ہیں۔

(۳) عن أبى بكر الصديق قال: "قلت يا رسول الله علمنى دعاء أدعو به فى صلاتى، قال: قل اللهم" الخ. (أخرجه البخارى ومسلم والنسائى وأبوداؤد - جامع الأصول ٢١٢/٤) البخارى صفة الصلاة باب الدعاء قبل السلام، مسلم الذكر والدعاء باب استحباب خفض الصوت بالذكر.

''جب تم یہ الفاظ کہہ لوگے یا اس کو کرلوگے (یعنی اتنی دیر بیٹھ لوگے) تو تم اپنی نماز کو پورا کرلوگے، تمہارا دل چاہے تو اب (نماز کو ختم کر کے) اٹھ جاؤ، اور جی چاہے تو بیٹھے رہو۔''(۱) (اور مزید درود و دعا وغیرہ پڑھو)۔
(ابوداؤد)

۶۹- سلام سے نماز کو ختم کرنا :

۱۴۵- حضرت علی و حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے ارشاد نبوی منقول ہے :
''نماز کا تحریمہ تکبیر ہے اور نماز کو ختم کرنے کا ذریعہ سلام ہے۔''(۲)
(ترمذی و ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :
''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو سلام سے ختم فرماتے تھے۔''(۳)

۷۰- سلام دو ہیں، دونوں طرف نمازی کے دائیں و بائیں :

۱۴۶- متعدد صحابہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں طرف سلام

(۱) عن ابن مسعود أن النبی ﷺ قال فی حدیث التشہد بعد قولہ واشہد أن محمدا عبدہ ورسولہ: قال:- "فاذا قلت ھذا او قضیت ھذہ فقد قضیت صلاتک إن شئت أن تقوم فقم وان شئت أن تقعد فاقعد" (اخرجہ ابوداؤد - جامع الاصول ۳۹۷/۵) واخرجہ البیھقی والدارقطنی وابن حبان (نصب الرایۃ - الصلاۃ باب صفۃ الصلاۃ) ورواہ أحمد أیضا (مسند أحمد ۴۲۲/۱) ابوداؤد کتاب الصلاۃ [باب التشہد].
یہ ایک معروف اور صحیح حدیث ہے البتہ اس میں کلام ہوا ہے کہ یہ الفاظ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں یا حضرت ابن مسعود کے، بہت سے حضرات نے رفع کے احتمال و ثبوت کی تقویت کی ہے۔ (تفصیل و تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو: اعلاء السنن ۱۱۲/۳ تا ۱۱۶ و معارف السنن ۳۴/۳ و ۳۵)

(۲) عن علی وابی سعید ان النبی ﷺ قال: "تحریمھا التکبیر وتحلیلھا التسلیم" (رواہ الترمذی وابوداؤد - جامع الاصول ۴۲۸/۵ و ۴۲۹) الترمذی ابواب الطھارۃ [باب ما جاء فی تحریم الصلاۃ وتحلیلھا] (حدیث علی) وأبواب الصلاۃ باب ما جاء فی تحریم الصلاۃ وتحلیلھا، (حدیث ابی سعید) وقال الحافظ ابن حجر (فتح الباری ۳۲۲/۲) حدیث تحلیلھا التسلیم اخرجہ اصحاب السنن بسند صحیح، وقال الترمذی فی حدیث علی: ھذا الحدیث اصح شئ فی الباب واحسن.

(۳) عن عائشۃ: "کان رسول اللہ ﷺ — وکان یختم الصلاۃ بالتسلیم" (اخرجہ مسلم - جامع الاصول ۴۲۷/۵) ملاحظہ ہو: حدیث/۱۳۶

پھیرا کرتے تھے۔(۱) (مسلم)

۱۴۷- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ہدایت فرمائی کہ نمازی دائیں اور بائیں دونوں طرف سلام پھیرے۔(۲) (مسلم)

۷۱- سلام پھیرنے کا طریقہ اور الفاظ :

۱۴۸- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :
''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں (دونوں طرف) سلام پھیرتے ہوئے کہتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ، اس طرح کہ دائیں بائیں دونوں طرف کے رخسار دیکھے جاتے (۳) (یعنی چہرہ کو دائیں بائیں پورے طور پر گھماتے تھے)۔'' (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

۷۲- سلام کے الفاظ کو کس طرح ادا کیا جائے :

۱۴۹- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے :

(۱) رواہ سعد بن ابی وقاص وعبد اللہ بن مسعود ووائل بن حجر رضی اللہ عنہم (جامع الاصول ۴۰۹/۵، ۴۱۰) بحوالہ مسلم (روایت سعد) ولفظ مسلم عن سعد:- کنت أری رسول اللہ ﷺ یسلم عن یمینہ وعن یسارہ. (مسلم المساجد باب السلام للتحلیل من الصلاۃ).

(۲) عن جابر بن سمرۃ فی حدیث مرفوع من قولہ صلی اللہ علیہ وسلم: "انما یکفی احدکم أن یضع یدہ علی فخذہ، ثم یسلم علی اخیہ من علی یمینہ وشمالہ." (اخرجہ مسلم وابوداؤد والنسائی - جامع الاصول ۴۱۱/۵، ۴۱۲) مسلم کتاب الصلاۃ [باب الامر بالسکون فی الصلاۃ و النھی عن الاشارۃ الخ].

(۳) عن ابن مسعود قال: "أن النبی ﷺ کان یسلم عن یمینہ وعن یسارہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ -حتی یری بیاض خدہ من ھھنا وبیاض خدہ من ھھنا" (اخرجہ ابوداؤد والترمذی والنسائی جامع الاصول ۴۰۹/۵ و ۴۱۰)
ترمذی میں (حتی یری بیاض خدہ) کا لفظ نہیں آیا ہے اور مذکورہ لفظ نسائی کا ہے (ابواب السھو [باب کیف السلام علی الشمال) الترمذی الصلاۃ باب ما جاء فی التسلیم فی الصلاۃ. وفی ھامش جامع الاصول (۴۱۰/۵): وھو حدیث صحیح، وقال الترمذی: حدیث ابن مسعود حدیث حسن صحیح، اقول رواہ مسلم عن سعد بن ابی وقاص بلفظ: "کان رسول اللہ ﷺ یسلم عن یمینہ وعن یسارہ حتی اری بیاض خدہ" (جامع الاصول ۴۰۹/۵).

''سلام کے الفاظ کو زیادہ کھینچے بغیر ادا کرنا سنت ہے۔''(۱)

(ترمذی وابوداؤد)

۴۳۔سلام کے بعد متصلاً کہے جانے والے الفاظ واذکار :

۱۵۰- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک معروف روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد یہ الفاظ کہا کرتے تھے :

"اللھم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام." (۲) (مسلم)

روایات میں اسی انداز کے الفاظ واذکار اور بھی آئے ہیں یہ معروف روایت و الفاظ ہیں۔(۳)

۱۵۱- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر تین مرتبہ استغفر اللہ کے الفاظ کہتے اور پھر کہتے :"اللھم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذاالجلال والاکرام." (٤) (مسلم)

---

(۱) عن ابی ھریرةؓ قال : "حذف السلام سنة" (اخرجه الترمذی وابوداؤد -جامع الاصول ٤١٣/٥) الترمذی ابواب الصلاة [باب ما جاء أن حذف السلام سنة] وابوداؤد کتاب الصلاة [باب حذف التسلیم] وفی هامش جامع الاصول (٤١٣/٥) : وقد روی مرفوعاً وموقوفاً۔ وقد فصل فی ذلك صاحب التحفة (تحفة الاحوذی ١٦٩/٢ و ١٧٠) وفی معارف السنن (١١٥/٣-١١٨) وقال الترمذی فیه : هذا حدیث حسن صحیح. وقد اختلفوا فی تفسیر لفظ "الحذف" قال الترمذی نقلا عن ابن المبارك : "یعنی ان لا تمده مدا" وقال ابن الأثیر الجزری (جامع الاصول ٤١٣/٥) :- المراد بحذف السلام تخفیفه وترك الاطالة فیه. أقول: وهو الذی رجحه الحافظ فی تفسیر الحذف (راجع معارف السنن ١١٥/٣)

(۲) عن عائشةؓ قالت : "إن رسول الله ﷺ اذا سلم قال :- اللهم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام" (اخرجه ابوداؤد والنسائی - جامع الاصول ٢١٧/٤) مسلم کتاب المساجد [باب استحباب الذکر بعد الصلاة].

(۳) ملاحظہ ہو: جامع ترمذی ابواب الصلاة [باب ما یقول اذا سلم من الصلاة] وجامع الاصول ٢٣٢/٤.

(٤) عن ثوبانؓ قال : "کان رسول الله ﷺ اذا انصرف من صلاته استغفر ثلاثا وقال : اللهم انت السلام ومنك السلام تبارکت ذا الجلال والاکرام" (اخرجه مسلم والترمذی وغیرهما جامع الاصول ٢١٦/٤ و ٢١٧) مسلم کتاب المساجد [باب استحباب الذکر بعد الصلاة].

۱۵۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

''ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے اختتام کو تکبیر (اللہ اکبر کو سننے) سے جانتے تھے''(۱) یعنی نماز کے اختتام اور سلام پھیرتے ہی آپ اللہ اکبر کے الفاظ کہتے تھے۔(بخاری)

اور پورا معمول یوں تھا کہ سلام پھیرتے ہی اللہ اکبر (ایک مرتبہ) اور استغفر اللہ (تین مرتبہ) کہتے اور پھر اللھم انت السلام وغیرہ فرماتے تھے۔

۴۴۔فرض نماز کے بعد کے خاص اذکار وتسبیحات :

۱۵۳- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا سلام پھیرنے کے بعد کہا کرتے تھے :

لا اله الا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی کل شیئ قدیر اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجد."(۲) (بخاری ومسلم)

۱۵۴- حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نبوی ارشاد نقل فرماتے ہیں :

''نماز کے بعد کہی جانے والی کچھ چیزیں ہیں جو ہر فرض نماز کے بعد ہیں جن کا کہنے والا یا کرنے والا ناکام ونامراد نہیں رہ سکتا تینتیس مرتبہ سبحان اللہ تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر۔''(۳)(مسلم)

---

(۱) عن ابن عباس قال : "کنت اعرف انقضاء صلاة رسول الله ﷺ بالتکبیر" (اخرجه البخاری) البخاری صفة الصلاة باب الذکر بعد الصلاة.

(۲) عن المغیرة بن شعبةؓ أن رسول الله ﷺ کان اذا فرغ من الصلاة وسلم قال : "لا اله الا الله وحده لا شریك له الحدیث" (اخرجه البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی - جامع الاصول ٢١٧/٤) البخاری کتاب الدعوات [باب استحباب الذکر بعد الصلاة] مسلم کتاب المساجد باب استحباب الذکر بعد الصلاة.

(۳) عن کعب بن عجرةؓ عن رسول الله ﷺ قال : "معقبات لا یخیب قائلهن او فاعلهن دبر کل صلاة مکتوبة : ثلاثا وثلاثین تسبیحة، وثلاثا وثلاثین تحمیدة واربعا وثلاثین تکبیرة" (اخرجه مسلم والترمذی والنسائی - جامع الاصول ٢٢٠/٤) مسلم کتاب المساجد [باب استحباب الذکر بعد الصلاة].

تسبیحات کی تعداد میں دوسری روایات بھی ہیں جیسے اور بھی کئی دعائیں فرض نمازوں کے بعد آئی ہیں۔(۱)

۱۵۵- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ارشادِ نبوی مروی ہے :

"دو چیزیں ہیں جن کی کوئی مسلمان بندہ اگر پابندی کرے تو وہ جنت میں جائے گا، وہ ہیں معمولی لیکن ان پر عمل کرنے والے کم ہیں، وہ یہ کہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ، دس مرتبہ الحمد للہ، دس مرتبہ اللہ اکبر کہے، تو یہ کل ایک سو پچاس مکمل (ہر نماز کے بعد تیس تیس کے حساب سے) زبان سے ہوں گے اور میزانِ عمل میں پندرہ سو ہوں گے، اور جب بستر پر جائے تو تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمد للہ، چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہے یہ زبان سے سو کلمات ہوں گے مگر میزان میں ایک ہزار ہوں گے۔" (ترمذی)

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں نمازوں کے بعد میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھوں (کی انگلیوں) سے ان کو پڑھتے دیکھا۔(۲)

□□□

(۱) ملاحظہ ہو جامع الاصول ۴/۲۲۰ و مابعد۔

(۲) عن عبد الله بن عمرو عن النبي ﷺ قال: "خصلتان أو خلتان لا يحافظ عليهما عبد مسلم إلا دخل الجنة هما يسير ومن يعمل بهما قليل، يسبح الله تعالى دبر كل صلاة عشرا، ويحمد عشرا ويكبر عشرا، فذلك خمسون ومائة باللسان وألف وخمس مائة في الميزان، ويكبر أربعاً وثلاثين إذا أخذ مضجعه ويحمد ثلاثاً وثلاثين ويسبح ثلاثاً وثلاثين فذلك مائة باللسان وألف بالميزان." قال: "فلقد رأيت رسول الله ﷺ يعقدها بيده" (أخرجه أصحاب السنن وغيرهم هامش جامع الأصول ٤/٢٢٥) الترمذي أبواب الدعوات [باب كم يسبح بعد الصلاة] وقال الترمذي: حديث حسن صحيح.

(۳)

نماز کے بعد دعا

(۱) نماز کے بعد دعا – ارشاد نبوی۔

(۲) نماز کے بعد دعا – کردار نبوی۔

(۳) فرض نماز کے بعد دعا – ارشاد نبوی۔

(۴) فرض نماز کے بعد دعا – کردار نبوی۔

(۵) دعا کے لئے ہاتھوں کا اٹھانا سینے تک اور چہرہ پر ملنا۔

(۶) نماز کے بعد کی دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا – ارشاد نبوی۔

(۷) نماز کے بعد کی دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا – کردار نبوی۔

(۸) فرض نماز کے بعد کی دعا میں ہاتھ کا اٹھانا۔

(۹) فجر و عصر میں کسی قدر طویل ذکر بقیہ میں مختصر۔

(۱۰) نمازوں کے بعد اور بالخصوص بعد فرض دعا۔ کچھ وضاحت۔

۱- نماز کے بعد دعا – ارشاد نبوی :

۱۵۶- حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے والد کی روایت ہے :

"ہم لوگ مرد و عورت صبح صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آدمی عرض کرتا تھا۔: اے اللہ کے رسول جب میں نماز پڑھوں تو (نماز کے بعد) کیا کہوں آپ نے فرمایا: کہا کرو اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وعافنی وارزقنی اس میں تمہارے لئے دنیا وآخرت سب جمع کر دی گئی ہے۔" (۱) (ابن خزیمہ)

۱۵۷- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر یہ جملہ فرمایا: مجھ کو تم سے محبت ہے، اور اس کے بعد فرمایا : اے معاذ میں تم کو تاکید کرتا ہوں کہ تم کسی نماز کے بعد یہ کہنا مت چھوڑو: اللھم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك." (۲) (ابوداؤد ونسائی)

۲- نماز کے بعد دعا – کردار نبوی :

۱۵۸- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو کہتے تھے: اللھم

(۱) عن ابی مالك الاشجعیؓ عن ابیه قال: کنا نغدو الی رسول الله ﷺ فیجئی الرجل وتجی المرأة فیقول: یا رسول الله ﷺ کیف اقول اذا صلیت ؟ قال: "قل: اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وعافنی ولرزقنی، فقد جمع لك دنیاك واخرتك" (اخرجه ابن خزیمة ـ ۱/۳۶۶) ابن خزیمة ابواب الصلاة [باب جامع الدعاء بعد السلام].

(۲) عن معاذ بن جبلؓ :- ان رسول الله قال له: "أوصیك یا معاذ لا تدعن دبر کل صلاة ان تقول: اللھم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك" (اخرجه ابوداؤد والنسائی - جامع الاصول ۴/۲۰۹) ابوداؤد کتاب الصلاة [باب الاستغفار] النسائی کتاب السھو [باب نوع اخر من الدعاء] واخرجه غیرھما ایضا مع خلاف فی اللفظ فی بدایة الحدیث، فقد اخرجه الحاکم (۱/۲۷۳) وابن خزیمة (رقم/۷۵۱) واحمد (۵/۲۴۵) وغیرھم وفی ھامش ابن خزیمة (۱/۳۶۹): اسناده صحیح، وکذا فی ھامش جامع الاصول (۴/۲۰۹). وقال الحاکم ووافقه الذھبی علی شرط الشیخین.

اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم به منی انت المقدم وانت المؤخر."(۱) (ابوداؤد وترمذی)

۱۵۹- حضرت کعب احبار نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوکر کہا کرتے تھے:

"اللهم اصلح لی دینی الذی جعلته لی عصمة أمری واصلح لی دنیای التی جعلت فیها معاشی اللهم انی اعوذ برضاك من سخطك واعوذ بعفوك من نقمتك واعوذ بك منك."(۲) (نسائی)

۱۶۰- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں کے بعد ان کلمات کے ساتھ تعوذ فرماتے تھے:

"اللهم انی اعوذبك من الجبن واعوذبك أن ارد الی ارذل العمر واعوذبك من فتنة الدنیا واعوذبك من عذاب القبر."(۳) (بخاری)

نماز کے بعد متصلاً عملاً دعا روایات میں معروف ہے۔(۴)

---

(۱) عن علیؓ قال: "کان رسول الله ﷺ اذا سلم من الصلاة قال: اللهم اغفرلی ما قدمت الحدیث" (اخرجه ابوداؤد والترمذی –جامع الاصول ۲۲۶/۴ و ۲۲۷) ابوداؤد کتاب الصلاة [باب ما یقول الرجل اذا سلم] الترمذی ابواب الدعوات [باب الدعاء فی اول الصلاة] وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح.

(۲) عن عطاء بن ابی مروان عن ابیه عن کعب بن ماتع حلف له:- بالله الذی فلق البحر لموسی انا نجد فی التوراة أن داؤد نبی الله کان اذا انصرف من صلاته قال اللهم اصلح لی دینی الذی جعلته لی – الحدیث. وحدثنی کعب أن صهیبا حدثه أن محمدا ﷺ کان یقولهن عند انصرافه من صلاته (اخرجه النسائی، جامع الاصول ۲۲۸/۵) النسائی ابواب السهو [باب اخر من الدعاء عند الانصراف من الصلاة] وفی هامش جامع الاصول (۲۹۹/۴): اسناده حسن، ورواه ابن خزیمة ابواب الصلاة [باب جامع الدعاء بعد السلام فی دبر الصلاة]. وفی هامشه (۳۶۷/۱):- اسناده صحیح.

(۳) عن سعد بن ابی وقاصؓ: "أن رسول الله ﷺ کان یتعوذ دبر الصلاة بهؤلاء الکلمات:- اللهم انی اعوذبك الحدیث" (اخرجه البخاری) البخاری الجهاد باب ما یتعوذ من الجبن.

(۴) ملاحظہ ہو: جامع الاصول ۲۱۳/۴ - ۲۳۲ الاذکار للنووی (ص ۵۷ - ۶۰) عمل الیوم واللیلة لابن السنی (ص ۹۹ - ۱۲۵).

۳- فرض نماز کے بعد دعا - ارشاد نبوی:

۱۶۱- حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کونسی دعاء زیادہ قابل قبول ہے فرمایا: رات کے آخری حصہ کی اور فرض نمازوں کے بعد۔"(۱) (ترمذی)

۱۶۲- حضرت مسلم بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے آہستہ سے فرمایا: جب مغرب کی نماز سے فارغ ہو تو کسی سے بات کرنے سے قبل سات مرتبہ اللهم اجرنی من النار کہا کرو، اگر تم نے اس وقت اس دعا کو اسی طرح پڑھا اور رات میں تمہاری موت ہوگئی تو تمہارے لئے جہنم سے پناہ لکھی جائے گی، اور فرمایا نماز فجر سے فراغت کے بعد بھی اسی طرح کہا کرو اور اس کے ساتھ بھی یہی فرمایا۔"(۲) (ابوداؤد)

۱۶۳- حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی معروف حدیث جس کا تذکرہ نماز کے بعد دعا کے بیان میں آیا ہے، اس میں بعض محدثین نے روایت کیا ہے:

---

(۱) عن ابی امامة قال: "قیل: یا رسول الله أی الدعاء اسمع؟ قال: "جوف اللیل الاخر ودبر الصلوات المکتوبات" (اخرجه الترمذی –جامع الاصول ۱۴۱/۴) الترمذی ابواب الدعوات [باب رقم ۸۰] وقال: هذا حدیث حسن. وفی اعلاء السنن (۱۵۹/۳):- وقال فی الدرایة بعد ما عزاه الی الترمذی والنسائی:- رجاله ثقات.

(۲) عن الحارث بن مسلم بن الحارث عن ابیه أن رسول الله ﷺ أسر الیه فقال "اذا انصرفت من صلاة المغرب فقل اللهم اجرنی من النار سبع مرات زاد فی روایة –قبل أن تکلم احدا – فانك اذا قلت ذلك ثم مت فی لیلتك کتب لك جوار منها- واذا صلیت الصبح الحدیث" (اخرجه ابوداؤد –جامع الاصول ۲۳۱/۴) ابوداؤد کتاب الادب [باب ما یقول اذا اصبح] وفی هامش جامع الاصول (۲۳۱/۴): رواه ایضا النسائی فی الکبری وابن حبان فی صحیحه – وهو حدیث حسن وقد حسنه الحافظ فی تخریج الاذکار.

"ہر فرض نماز کے بعد یہ کہنا مت چھوڑو: اللهم أعني الحديث." (۱)
(ابن السنی)

۴-فرض نماز کے بعد دعا-کردار نبوی :

۱۶۴- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :
"ہم جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو داہنی طرف رہنے کو پسند کرتے تھے، کیونکہ آپ اس رخ کو ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے تھے، تو میں نے آپ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا: "رب قني عذابك يوم تبعث عبادك." (۲) (مسلم)

۱۶۵- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے بعد یوں کہا کرتے تھے :
"اللهم انی اسألك علمانافعا وعملا متقبلا ورزقا طيبا." (۳)
(ابن ماجہ واحمد)

۱۶۶- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ہم کو نماز پڑھاتے اور ہماری طرف

---

(۱) ملاحظہ ہو حدیث/۱۵۷، اخرجه ابن السنی بلفظ - فلا تدع أن تقول فی دبر كل صلاة مكتوبة- برقم ۱۸۸.

(۲) عن البراء بن عازب قال : "كنا اذا صلينا خلف رسول الله ﷺ احببنا أن نكون عن يمينه يقبل علينا بوجهه قال فسمعته يقول : رب قنى عذابك يوم تبعث عبادك أو تجمع عبادك" (اخرجه مسلم -جامع الاصول ۲۲۸/٤) مسلم كتاب صلاة المسافرين [باب استحباب يمين الامام]

(۳) عن ام سلمة : "أن رسول الله ﷺ كان يقول فى دبر الفجر اذا صلى:-اللهم انى اسألك الحديث" (جامع الاصول ۲۳۰/٤) وفى هامش جامع الاصول (۲۳۱/٤) :- اخرجه رزين والحديث فى مسند احمد (۲۹٤/٦) وسنن ابن ماجة (ابواب اقامة الصلاة) باب ما يقال بعد التسليم .. قال البوصيرى فى الزوائد : رجال اسناده ثقات خلا مولى ام سلمة فانه لم يسم .... وله شاهد عند الطبرانى فى الصغير فالحديث حسن وقد حسنه الحافظ ابن حجر فى تخريج الاذكار۔ ورواه ابن السنى برقم ۱۱۰، وهو فى مجمع الزوائد (۱۱٤/۱۰) وقال الهيثمى : رجاله ثقات.

متوجہ ہوتے تو یوں کہا کرتے تھے :
"اللهم انى اعوذبك من كل عمل يخزينى واعوذبك من كل صاحب يؤذينى واعوذبك من كل عمل يلهينى واعوذبك من كل فقر ينسينى واعوذبك من كل غنى يطغينى." (۱)
(بزار وابویعلی)

۱۶۷- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :
"جب بھی میں کسی فرض نماز یا نفل نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہا تو آپ کو یہ کہتے سنا:
"اللهم اغفرلى ذنوبى وخطاياى كلها، اللهم انعشنى واجبرنى واهدنى لصالح الاعمال والاخلاق، انه لا يهدى لصالحها ولا يصرف سيئها الا انت." (۲) (ابن السنی)

فرض نمازوں کے بعد عملاً دعا کی روایات اور بھی ہیں اور معتبر بھی ہیں جن کو حسب موقع محدثین نے ذکر وجمع کیا ہے۔ (۳)

۵-دعا کے لئے ہاتھوں کو سینوں ومونڈھوں تک اٹھانا، ہتھیلیوں

---

(۱) عن انس قال : "ما صلى رسول الله ﷺ بنا الا قال حين اقبل علينا بوجهه:- اللهم انى اعوذبك الحديث " (اخرجه البزار وابويعلى - مجمع الزوائد ۱۱۳/۱۰) واخرجه ابن السنى رقم ۱۲۰ وقال الهيثمى (مجمع الزوائد بعد أن عزاه الى البزار) : فيه بكر بن خنيس وهو متروك وقد وثق، ورواه ابو يعلى وفيه عقبة بن عبد الله الأصم وهو ضعيف جدا، اقول : ففيه سعة بعد ان وثق بكرا بعضهم ولاجل تعدد الطرق ايضا.

(۲) عن ابى امامة قال : "ما دنوت من رسول الله ﷺ فى دبر مكتوبة ولا تطوع الا سمعته يقول: اللهم اغفرلى الحديث " (اخرجه ابن السنى - الاذكار ص/٦٠) عمل اليوم والليلة لابن السنى رقم/۱۱٦۔ وذكره الهيثمى فى مجمع الزوائد (۱۱٥/۱۰) وقال :- رواه الطبرانى ورجاله رجال الصحيح غير الزبير بن خريق وهو ثقة ورواه من حديث ابى ايوب، وقال: رواه الطبرانى فى الصغير والاوسط واسناده جيد.

(۳) مجمع الزوائد ۱۱۰/۱۰-۱۱٥.

کو اچھی طرح کھلا رکھنا۔ اور دعاء کے خاتمہ پر ہاتھوں کو چہرہ سے ملنا:

۱۶۸- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"دعا کا طریقہ (وصورت) یہ ہے، کہ دونوں ہاتھوں کو (سینے کے بالمقابل) مونڈھوں تک اٹھاؤ۔" (۱) (ابوداؤد)

۱۶۹- حضرت مالک بن یسار سکونی رضی اللہ عنہ ارشادِ نبوی نقل فرماتے ہیں:

"جب تم اللہ عزوجل سے سوال کیا کرو تو ہتھیلیوں کو کھول کر کیا کرو اور ہاتھوں کی پشت سے ان کو پلٹ کر سوال مت کیا کرو۔" (۲) (ابوداؤد)

۱۷۰- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت مالک بن یسارؓ کے لفظوں میں ارشادِ نبوی نقل کرتے ہوئے یہ جملہ بھی نقل کیا ہے:

"...........اور ہاتھوں کو چہروں پر پھیرا کرو۔" (۳) (حاکم)

---

(۱) عن ابن عباس أن رسول الله ﷺ قال: "إن المسألة أن ترفع يديك حذو منكبيك" الحديث، (أخرجه أبوداؤد، جامع الأصول -٤/١٤٧) - أبوداؤد- الصلاة باب الدعاء، في هامش جامع الأصول (٤/١٤٨) بعد ذكر طرقه:- أخرج هذه الروايات من طريق أبي داؤد ضياء الدين المقدسي في الأحاديث المختارة بما ليس في الصحيحين ...... وهو حديث حسن. أقول: ذكره الحافظ في الفتح (١١/١٤٣) معزيا إلى أبي داؤد والحاكم، وسكت عليه فهو مقبول- حسن على الأقل على قاعدته.

(۲) عن مالك بن يسار السكوني أن رسول الله ﷺ قال: "اذا سألتم الله عزوجل فاسألوه ببطون اكفكم ولا تسألوه بظهورها" (اخرجه ابوداؤد - جامع الاصول ٤/١٤٨) ابوداؤد كتاب الصلاة [باب الدعاء] وفي هامش جامع الاصول (٤/١٤٨): وفي سنده ابوظبيه الكلاعي لم يوثقه غير ابن حبان ولكن يشهد له الفقرة الثانية من حديث ابن عباس (الذي رواه ايضا ابوداؤد) فهو بذلك حديث حسن، واقول: قال في التقريب ص/٧٣٨ في ترجمة ابي ظبية: "مقبول من الثانية" فالحديث مقبول واقول ايضا: وقد روى عن ابي بكرة ايضا، رواه الطبراني في الكبير (مجمع الزوائد ١٠/١٧٢) وقال: رجاله رجال الصحيح غير عمار بن خالد وهو ثقة، ورواه ابنْ ابي شيبة (١٥/٢١١) مرسلا، ورجاله ثقات كما في هامشه.

(۳) عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:- "إذا سألتم الله فاسئلوه ببطون اكفكم ولا تسألوه بظهورها وامسحوا بها وجوهكم." (المستدرك ١/٥٣٠) وسكت عنه الحاكم والذهبي.

۱۷۱- حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لئے ہاتھوں کو اٹھاتے تھے تو ہاتھوں کو گراتے نہیں تھے حتی کہ ان کو چہرے پر ملتے۔" (۱) (ترمذی)

۶- نماز کے بعد کی دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا - ارشادِ نبوی:

۱۷۲- حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے ارشادِ نبوی مروی ہے:

"نماز دو دو رکعت ہوتی ہے، ہر دو رکعت میں تشہد ہے، اور خشوع وخضوع اور مسکنت کا اظہار ہے، اور اس کے بعد دونوں ہاتھوں کو اپنے رب کی طرف اس طرح اٹھاؤ کہ ہتھیلیاں تمہارے چہرے کی طرف ہوں اور یوں کہو: اے پروردگار اے پروردگار، اور جو ایسا نہ کرے وہ ایسا اور ایسا ہے۔" بعض روایات میں ہے کہ "جو ایسا نہ کرے وہ ناقص ونقصان میں ہے۔" (۲) (ترمذی)

---

(۱) عن عمر بن الخطاب قال: "كان رسول الله ﷺ اذا رفع يديه في الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه." (اخرجه الترمذي جامع الاصول ٤/١٤٩) الترمذي ابواب الدعوات [باب رفع الايدي عند الدعاء] قال الترمذي: هذا حديث غريب لا نعرفه الا من حديث حماد بن عيسى وقد تفرد به وهو قليل الحديث، وفي هامش جامع الاصول (١/١٤٩): قال الحافظ ابن حجر في بلوغ المرام (٧/٦١٢ مع شرحه توضيح الأحكام):- وله شواهد .... ومجموعها يقضي بأنه حديث حسن. وهو عند الحاكم أيضا (١/٥٣٦) وسكت عنه هو والذهبي. وفي شرح بلوغ المرام (٧/٦١٢):- اختار قوته جمع من العلماء منهم النووي وابن حجر والمناوي وغيرهم.

(۲) عن الفضل بن عباسؓ قال: قال رسول الله ﷺ: "الصلاة مثنى مثنى تشهد في كل ركعتين، وتخشع وتضرع، وتمسكن، وتقنع يديك، يقول:- ترفعهما الى ربك مستقبلا ببطونهما وجهك وتقول يارب يارب، ومن لم يفعل فهو كذا وكذا.

وفي رواية: فهو خداج" (اخرجه الترمذي -جامع الاصول ٥/٤٣٢ و ٤٣٣) الترمذي ابواب الصلاة [باب ما جاء في التخشع في الصلاة] وفي اعلاء السنن (٣/١٦٥): رواه الترمذي والنسائي وابن خزيمة في صحيحه وتردد في ثبوته، قلت: وهو كذلك عند ابي داؤد وابن ماجة والحديث رجاله كلهم ثقات ولعل ابن خزيمة تردد فيه لأن عبد الله بن نافع ابن العمياء لم يرو عنه غير عمران بن انس لكن عمران ثقة كما قاله المنذري وشيخ عبد الله ربيعة بن الحارث -

۱۷۳- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

"جو بندہ نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر یوں دعا مانگے اور کہے:

اللھم الھی واله ابراھیم واسحاق ویعقوب، واله جبرئیل ومیکائیل واسرافیل اسألك ان تستجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتنالنی برحمتك فانی مذنب وتنفی عنی الفقر فانی متمسکن.

تو اللہ پر حق ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی و ناکام نہ لوٹائے۔"(۱)

(ابن السنی)

۷-نماز کے بعد کی دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا- کردار نبوی :

۱۷۴- محمد بن ابی یحییٰ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو نماز سے فراغت سے قبل ہی ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے دیکھا تو فرمایا:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک نماز سے فارغ نہیں ہوتے تھے ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔"(۲)(طبرانی)

۱۷۵- علقمہ بن مرثد و اسماعیل بن امیہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور ایک دوسرے سے ملا کر یوں فرماتے:

= فله صحبة، فالحدیث صحیح علی قاعدة ابن حبان فانه ذکر عبد الله بن نافع هذا فی الثقات علی قاعدته ، وقد اطال صاحب الاعلاء فیه (راجع اعلاء السنن ۳/۱۶۵و ۱۶۶).

(۱) عن انس عن النبی ﷺ انه قال : "ما من عبد بسط کفیه فی دبر کل صلاة ثم یقول اللهم الهی واله الحدیث " (اخرجه ابن السنی فی عمل الیوم واللیلة ص/۱۲۱ رقم ۱۳۸) قال المحقق فی الهامش: لم اجده عند غیر المصنف واسناده ضعیف لضعف عبد العزیز بن عبد الرحمن القرشی وخفیف بن عبد الرحمن الحزری، اقول : خفیف قال فیه فی التقریب (ص/۱۵۶) : صدوق سئی الحفظ خلط باخرة ورمی بالارجاء. أقول :- ففیه نوع سعة فی مثل هذا.

(۲) عزاه الهیثمی فی مجمع الزوائد (۱۰/۱۷۲) إلی الطبرانی وقال :- رجاله ثقات.

"اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم به منی انت المقدم وانت المؤخر."(۱)

(کتاب الزہد لابن المبارک)

۸-فرض نماز کے بعد کی دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا :

۱۷۶- اسود عامری اپنے والد رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں :

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی، سلام پھیرنے کے بعد آپ نے رخ موڑا اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرمائی۔"(۲)(ابن ابی شیبہ وطبرانی)

۱۷۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رخ رہتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔"(۳)(ابن کثیر)

۹-فجر وعصر میں کسی قدر طویل ذکر و دعا اور بقیہ نماز میں مختصر دعا و ذکر:

احادیث میں فرض نمازوں کے بعد مختلف قسم کی دعائیں اور اذکار مختصر و مفصل آئے ہیں، نماز پڑھنے والا اپنے حالات کے اعتبار سے سب کو کرے، بعض کو کرلے اور نماز

(۱) أخرجه ابن المبارك فی کتاب الزهد والرقاق، ص/۴۰۵.

(۲) عن الاسود بن عامر عن ابیه قال : "صلیت مع رسول الله ﷺ الفجر فلما سلم انحرف ورفع یدیه ودعا" (اخرجه ابن ابی شیبة والطبرانی فی الکبیر، اعلاء السنن ۳/۱۶۴) وفی معارف السنن (۳/۱۲۳) : اسود هذا ابن عبد الله بن حاجب بن عامر من رجال ابی داؤد، ذکره ابن حبان فی الثقات، وقال الذهبی:- محله الصدق کما فی التهذیب اقول : وفی التقریب ص/۵۶ فی ترجمة الاسود - مقبول من السادسة.

(۳) عن ابی هریرةؓ أن رسول الله رفع یدیه بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال اللهم ...... (اخرجه ابن ابی حاتم، وابن کثیر ۲/۲۴۴ سورة نساء آیة ۹۹، نقلا عن ابن ابی حاتم) وفی معارف السنن (۳/۱۲۲) : فیه علی بن زید بن جدعان روی له مسلم مقرونا بالغیر وقال ابن دقیق العید :- علی بن زید وان ضعف فقد ذکر بالصدق، وقال العجلی :- یکتب حدیثه ومثله قال ابن المدینی وغیره.

کے بعد متصلا دعا وذکر کا اہتمام کرے یا متصلا تو مختصر مانگ لے اور اذکار کو سنتوں کے بعد ادا کرے، سب کی گنجائش ہے۔

البتہ چونکہ پانچ نمازوں میں سے تین کے بعد سنتیں ہیں اور دو کے بعد نہ سنت اور نہ نفل، اور سنتوں کا اپنے فرائض سے اتصال پسندیدہ ہے، اس لئے علماء نے یہ تفصیل کی ہے کہ ظہر ومغرب وعشاء کے بعد تو بالخصوص امام مختصر دعا وذکر پر اکتفا کرے تا کہ سنتیں جلد ادا کی جاسکیں جب کہ مقتدی ان امور میں امام کے ساتھ رہتے ہیں اور ان میں امام کی موافقت پسند کرتے ہیں اور اس کا فی الجملہ حکم بھی ہے اور مقتدیوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں تو جیسے نماز کے طول وتخفیف میں ان کا لحاظ کیا جاتا ہے یہاں بھی کیا جائے اور فجر وعصر کے بعد کچھ طویل ذکر (مثلاً تسبیح فاطمی) اور طویل دعا کا اہتمام کیا جائے کہ یہ اوقات سنتوں سے خالی اور ذکر کی نسبت سے خاص فضیلت کے ہیں۔(۱)

۱۰-نمازوں کے بعد دعا اور خصوصیت سے فرض نمازوں کے بعد دعا کی بابت کچھ وضاحت :

گذشتہ صفحات میں نمازوں کے بعد دعا سے متعلق جو احادیث ذکر کی گئی ہیں اور جن کا ذکر نہ کر کے ان کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے، وہ اتنی بڑی تعداد میں اور ایسی ہیں کہ جن کی روشنی میں نمازوں کے بعد متصلا دعا کے ثبوت، اس کی اہمیت وفضیلت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، ان احادیث میں فرمان نبوی بھی ہے اور عمل نبوی بھی، حکم بھی اور ترغیب ووعید بھی کہ ایسا نہ کرنا محرومی کی بات ہے، اس لیے نمازوں کے بعد دعا سے صرف نظر کہ فرض و سنت ونفل وغیرہ کسی کے بعد دعا نہ مانگی جائے اور اس کو غلط قرار دیا جائے یہ خود بہت بڑی غلطی اور محرومی کی بات ہے، اور نہ کسی محقق عالم نے کبھی کہی ہے اور نہ کہہ سکتا ہے۔

رہا فرض نمازوں کے بعد متصلا دعا کا مسئلہ تو اس بارے میں بھی کافی اور معتبر

(۱) اعلاء السنن ۳/۱۵۲ و ۱۵٤.

احادیث موجود ہیں، فرمان نبوی بھی کہ فرض نمازوں کے بعد کی دعا بہت قبول ہوتی ہے، اور عمل بھی، دسیوں احادیث میں سلام پھیرنے کے بعد اذکار اور صریح لفظوں میں مختلف قسم کی احادیث میں دعاؤں کا تذکرہ آیا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ سب متصلا ہے، اسی لئے فرض نمازوں کے بعد متصلا دعا کرنا، ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا، اس کو مطلقاً بدعت ومنکر کہنا درست نہیں ہے، نہ امام کے حق میں اور نہ مقتدیوں کے حق میں۔

ان روایات میں اگر چہ یہ نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی تو صحابہ نے بھی۔آپ کے ساتھ۔دعا مانگی اور ساتھ دیا، لیکن ظاہر یہی ہے کہ وہ حضرات جب اس کے عادی تھے کہ آپ جو کریں وہ دیکھ کر کریں اور ان کو حکم بھی تھا تو یقیناً آپ کے ساتھ وہ بھی دعا مانگتے تھے اور پھر وہ کیفیت ہوتی تھی جو آج عموماً اپنے یہاں دیکھتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ مذاہب اربعہ کے محققین علماء نے فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کا تذکرہ کیا ہے، حنفیہ نے بھی اور دوسرے تمام حضرات نے بھی، بلکہ دوسری فکر وخیال کے ممتاز علماء نے بھی ہر زمانے میں فی الجملہ اس کی تائید کی ہے، اور اس کو مطلقاً منکر قرار دینے کی تردید کی ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ دعا نماز کا جزء وحصہ نہیں ہے کہ اس کے بغیر نماز نہ ہو، نماز کا آخری عمل وجزء سلام ہے، سلام پھیرنے کے ساتھ نماز کا عمل مکمل ہوجاتا ہے اور اس کے معاً بعد آدمی اٹھ جائے، اپنی جگہ سے ہٹ جائے، فوراً ہی جگہ بدل کر سنت پڑھنے لگ جائے، یا کچھ دیر ذکر وتلاوت کرے پھر سنت ادا کرے، یہ سب جائز ودرست ہے، اور اس کو غلط سمجھنا یا اس دعا کو ضروری سمجھنا یا یہ سمجھنا کہ جب تک دعا نہ ہوجائے آدمی ایسے ہی پابند ہے جیسے قبل سلام تھا یہ سب غلط ہے، سلام کے ساتھ آدمی نماز سے اور امامت واقتداء سے الگ وباہر ہوجاتا ہے۔

البتہ احادیث میں چونکہ بکثرت نمازوں کے بعد متصلاً اذکار ودعاؤں کا تذکرہ آیا ہے اس لئے اس کی عادت بنانا کہ سلام پھیرتے ہی اٹھ جانا ہے اور کچھ نہیں کرنا ہے۔

ناپسندیدہ ہے بلکہ عادت یہ بنانی چاہئے کہ حسب موقع دعا وذکر کا اہتمام کیا جائے، آدمی اکیلے نماز پڑھنے والا ہو جیسا کہ نوافل میں عموماً ہوتا ہے اور کبھی فرض میں بھی کسی مجبوری کی وجہ سے یا جماعت سے نماز پڑھنے والا ہو اور پھر خواہ امام ہو یا مقتدی، امام کو مقتدیوں کا لحاظ اس میں بھی رکھنا چاہئے اسی لئے جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں مختصر دعا وذکر کا حکم ہے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں کچھ طول اختیار کرنے کی اجازت ہے۔

یہ حکم وتفصیل مذاہب اربعہ کی ہے(۱) اور ممتاز اہل حدیث علماء کے فتاوی میں بھی اس کی صراحت موجود ہے کہ بعد نماز فرض ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مطلقاً بدعت نہیں بلکہ احادیث سے ثابت ہے۔

(۱) حافظ عبداللہ صاحب روپڑیؒ فرماتے ہیں:

"فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر جو دعا مانگی جاتی ہے وہ شرعاً درست ہے۔"(۲)

(۲) میاں صاحب مولانا نذیر حسین دہلویؒ فرماتے ہیں:

"صاحب فہم پر مخفی نہیں کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز و مستحب ہے۔"(۳)

(۳) مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں :

"بعد نماز کے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بعض روایات میں ثابت ہے۔"(۴)

(۴) نواب صدیق حسن خاں صاحب فرماتے ہیں :

"دونوں حدیثیں یعنی حدیث ابوامامہ اور حدیث معاذ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ فرض نماز کے بعد دعا کرنا چاہئے۔"(۵)

(۵) مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری علیہ الرحمہ نے اپنی شہرۂ آفاق شرح ترمذی

(۱) ملاحظہ ہو اعلاء السنن ۳/۱۵۲ ومعارف السنن ۳/۱۱۸-۱۲۴، احسن الفتاویٰ ۳/۵۹ وما بعد، الیواقیت الغالیہ/۸ (مکاتیب شیخ الحدیث مولانا محمد یونس) ۱/۲۳۰-۲۳۴، المغنی ۱/۵۵۹ والمجموع وشرح المہذب ۳/۴۸۴و۴۸۵)
(۲) فتاوی اہل حدیث ۲/۱۹۰ (۳) فتاوی نذیریہ ۱/۲۶۵ (۴) فتاوی ثنائیہ ۱/۵۲۷
(۵) دلیل الطالب علیٰ ارجح المطالب ص/۳۳۲

تحفۃ الاحوذی میں اس موضوع پر کافی تفصیل سے کلام کیا ہے، ابن القیم کا نقطۂ نظر اور کچھ تفصیل نیز حافظ ابن حجر کا تعقب اور ان کا نقطۂ نظر ذکر کرنے کے ساتھ اہل حدیث حضرات کے دو نقطۂ نظر جواز وعدم جواز دونوں کا تذکرہ کیا ہے، اور قائلین جواز کے دلائل کی کافی تفصیل کی ہے، جس کا حاصل وخلاصہ یہ ہے کہ مولانا فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا رجحان رکھتے ہیں۔(۱)

(۶) فتاوی اہل حدیث میں اس مضمون وموضوع کے کئی فتاویٰ انفرادی واجتماعی مذکور ہیں، جو مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی مولانا عبداللہ صاحب روپڑی اور میاں نذیر حسین صاحب وغیرہ کی طرف منسوب ہیں، ان فتاویٰ میں ضروری سمجھنے کی نفی کی گئی ہے، اور یہ کہ اس میں کبھی کبھی ناغہ کر دے لیکن جواز واستحباب اور اس سلسلہ کی احادیث کے حسن بلکہ حسن لذاتہ ہونے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔(۲)

(۷) شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کے ثبوت وجواز کی مطلقاً تردید نہیں کی ہے، کوئی آدمی تنہا دعا کرے یا امام ومقتدی دونوں مل کر۔ کبھی کبھی ایسا کرلیں تو یہ خلاف سنت نہیں ہے، ہاں دوام والتزام کو انھوں نے بھی بدعت اور خلاف سنت کہا ہے۔(۳)

جیسے کہ ماثور ومعروف اذکار کے متعلق فرمایا کہ ضروری نہیں ہے اس کے بغیر بھی مسجد سے جا سکتا ہے۔(۴)

(۸) بعض حضرات کی نقل کے مطابق نماز کے بعد ماثور اذکار سے فراغت کے بعد دعا کو شیخ الاسلام نے مستحب لکھا ہے جبکہ اس کے جملہ آداب درود وغیرہ کے اہتمام کے ساتھ دعا مانگی جائے۔(۵)

(۱) ملاحظہ ہو تحفۃ الاحوذی - کتاب الصلوٰۃ باب مایقول إذا سلم من الصلوٰۃ - ۲/۱۷۶-۱۸۰
(۲) ملاحظہ ہو فتاوی اہل حدیث طبع پاکستان ۱/۱۹۰-۱۹۳
(۳) فتاوی ابن تیمیہ ۲۰/۱۹۷ و۲۳/۵۰۰ و۵۱۳ وغیرہ
(۴) شرح بلوغ المرام ۲/۳۳۲
(۵) شرح بلوغ المرام لعبداللہ بن عبدالرحمٰن البسام ۲/۳۳۶

(۹) اور شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن البسام- جو سعودیہ کے ہیئۃ کبار العلماء کے ایک رکن تھے- انھوں نے بلوغ المرام کی کئی احادیث کے تحت نماز کے بعد دعا کے استحباب کا ذکر کیا ہے اور اس کا کہنا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک بعد کا مطلب فراغت کے بعد اور نماز کا مطلب فرض ہے کہ مطلق نماز سے فرض کو ہی مراد لیتے ہیں۔(۱)

(۱۰) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام و مقتدی کے لیے سلام کے بعد ذکر و دعا کو مستحب قرار دیا ہے۔(۲)

□□□

(۱) ملاحظہ ہو ۲/۳۲۱،۳۲۲،۳۲۳،۳۲۴

(۲) کتاب الام (طبع دارالمعرفۃ) ۱/۱۲۷ ولفظہ:- أستحب للمصلی منفردا وللماموم أن یطیل الذکر بعد الصلاۃ ویکثر الدعاء رجاء الإجابۃ بعد المکتوبۃ.

(۴)

فرائض سے ملحق سنن

(الف)

سنن مؤکدہ

۱- سنن ونوافل کی اہمیت۔

۲- فرائض سے ملحق سنن مؤکدہ کی فضیلت۔

۳- فرائض سے ملحق سنن مؤکدہ کی تفصیل۔

۴- سنتوں وفرضوں کے درمیان بے ضرورت گفتگو وکام سے احتراز۔

۵- نماز کے بعد کی سنتوں کا فرض سے فصل۔

۶- سنت فجر کی خصوصی فضیلت۔

۷- فجر کی جماعت شروع ہو جائے تو سنت کی ادائیگی بشرط جماعت۔

۸- جماعت شروع ہو جانے کے بعد مسجد کے اندر صفوں سے متصل ممانعت۔

۹- رہ جانے پر بعد طلوع آفتاب سنت فجر کی ادائیگی۔

۱۰- ظہر کی سنتوں کی خصوصی فضیلت۔

۱۱- ظہر کی سنن مؤکدہ۔

۱۲- ظہر سے پہلے کی سنتیں رہ جائیں تو بعد میں ادائیگی اور اس کی صورت۔

۱۳- سنت مغرب کی خصوصی فضیلت۔

۱۴- سنت عشاء کی خصوصی فضیلت۔

۱- سنن ونوافل کی اہمیت :

۱۷۸- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

"قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا، اگر نماز ٹھیک رہی تو وہ کامیاب وبامراد قرار پائے گا اور اگر نماز خراب رہی تو وہ ناکام ونامراد رہے گا، اگر اس نے اپنی فرض نمازوں میں کچھ کمی کی ہوگی تو حق تعالیٰ فرمائیں گے دیکھو کیا میرے بندے کے پاس نوافل ہیں؟ تو نوافل سے اس کے فرائض کی تکمیل کی جائے گی، اس کے بعد اس کے سارے اعمال اسی طرح دیکھے جائیں گے۔"(۱)

(ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

۱۷۹- کئی روایات میں ارشاد نبوی مروی ہے :

"جو آدمی نماز پڑھتا ہے مگر اس کی نماز میں نقص رہتا ہے تو اس کی ناقص نماز کو اس کی نفل سے مکمل کیا جائے گا۔"(۲)(احمد وطبرانی)

---

(۱) عن ابی هریرةؓ : سمعت رسول الله ﷺ يقول : "ان اول ما يحاسب به العبد يوم القيامة من عمله صلاته، فان انتقص من فريضته شيئا قال الرب تبارك وتعالىٰ: انظروا هل لعبدى من تطوع؟ فيكمل بها ما انتقص من الفريضة ثم يكون سائر عمله على ذلك" (أخرجه الترمذی والنسائی وأبوداؤد أيضا عن أبی هريرة وعن تميم الدارى مع اختلاف فی اللفظ جامع الاصول ۴۳۴/۱۰ و ۴۳۵) الترمذی ابواب الصلاة [باب ما جاء ان اول ما يحاسب به العبد يوم القيامة الصلاة] النسائی كتاب الصلاة [باب المحاسبة على الصلاة] وقال الترمذی : حديث حسن وفی هامش جامع الاصول (۴۳۴/۱۰) : وهو حديث صحيح بشواهده.

مجمع الزوائد (۲۹۳/۱) میں بحوالہ- ابویعلی- حضرت انسؓ نے بھی اس مضمون کی روایت آئی ہے، ہیثمی نے اس کے ایک راوی یزید رقاشی کے ضعف کا تذکرہ کیا ہے، مگر ساتھ ہی ابن معین وغیرہ کی توثیق کا بھی، اور بحوالہ نسائی واحمد وغیرہ حضرت ابوہریرہ یا دوسرے صحابی سے بھی یہ روایت آئی ہے، اور مسند احمد کے رواۃ کے لیے کہا گیا ہے: رجاله رجال الصحيح. (مجمع الزوائد، ۲۹۶/۱)

(۲) عن النبی صلى الله عليه وسلم قال:- "من صلى صلاة لم يتمها زيد عليها من سبحته" (رواه فی مجمع الزوائد) مجمع الزوائد ۲۹۶/۱) [باب فرض الصلاة].

۲- فرائض سے ملحق سنن مؤکدہ کی فضیلت :

۱۸۰- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد نبوی نقل فرماتی ہیں :

"جو آدمی رات و دن میں بارہ رکعت سنتوں کی پابندی و اہتمام کرے گا اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا، چار رکعت قبل ظہر، دو رکعت بعد ظہر، دو رکعت بعد مغرب، دو رکعت بعد عشاء، اور دو رکعت قبل فجر۔"(۱) (ترمذی و نسائی)

۱۸۱- حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

ارشاد نبوی ہے: "مسلمان بندہ اللہ کے لئے روزانہ فرائض کے ماسوا بارہ رکعت نفل کے طور پر پڑھے تو اللہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بناتے ہیں۔"(۲) اس کے بعد حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق تفصیل ذکر کی ہے۔ (مسلم)

- یہ مضمون مجمع الزوائد میں ایک انصاری صحابی سے بحوالہ مسند احمد، اور عبداللہ بن قرط (جن کو عبد و عابد بھی کہا گیا ہے) سے بحوالہ طبرانی فی الکبیر روایت کیا گیا ہے، اور طبرانی کے دو طریق ہیں، دونوں کے رواۃ کے لیے ہیثمی نے کہا ہے: رجاله ثقات.

(۱) عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ :- "من ثابر على ثنتى عشرة ركعة من السنة بنى الله له بيتا فى الجنة :- اربع ركعات قبل الظهر وركعتين قبل الفجر وركعتين بعد المغرب وركعتين بعد العشاء وركعتين قبل الفجر." (اخرجه الترمذى والنسائى، جامع الاصول ٥/٦) الترمذى ابواب الصلاة [باب جاء فيمن صلى فى يوم وليلة ثنتى عشرة ركعة] النسائى ابواب قيام الليل [باب ثواب من صلى فى اليوم والليلة الخ] ولفظه : "من ثابر على ثنتى عشرة ركعة فى اليوم والليلة دخل الجنة" وفى هامش جامع الاصول (٥/٦): وهو حديث يشهد له الذى بعده (وهو حديث ام حبيبة رواه الترمذى ومسلم وغيرهما راجع جامع الاصول ٥/٦) وايضا فى حديث عائشة مغيرة بن زياد الذى غرب الترمذى لاجله حديث عائشة لكن معه شواهد ومتابعات والمغيرة قال فيه فى التقريب (ص/٥٩٨) : صدوق له اوهام واقول : قد وثقه ابن معين وو كيع وغيرهما فالحديث حسن أو صحيح كما قال احمد محمد شاكر فى تعليقاته على جامع الترمذى (٢٧٣/٢)

(۲) عن ام حبيبة قالت : قال رسول الله ﷺ :- "ما من عبد مسلم يصلى لله تعالى ثنتى عشرة ركعة تطوعا من غير الفريضة الا بنى الله له بيتا فى الجنة." (اخرجه الجماعة الا البخارى =

۳- فرائض سے ملحق سنن مؤکدہ کی تفصیل :

۱۸۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل اپنے گھر میں چار رکعت ادا فرماتے تھے، پھر باہر تشریف لے جاتے اور نماز پڑھاتے اس کے بعد گھر کے اندر تشریف لاتے اور دو رکعت ادا فرماتے، اور لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھا کر گھر کے اندر تشریف لاتے اور دو رکعت ادا فرماتے، اور لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر گھر میں تشریف لاتے تو دو رکعت ادا فرماتے اور جب صبح صادق طلوع ہوتی تو دو رکعت ادا فرماتے تھے۔"(۱) (مسلم)

۴- سنتوں و فرضوں کے درمیان بے ضرورت گفتگو و کام سے احتراز خواہ پہلے کی سنت ہو یا بعد کی :

۱۸۳- حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی منقول ہے :

"ایک نماز کے بعد دوسری نماز اس طرح ادا کرنا کہ درمیان میں کوئی لغو (بے ضرورت گفتگو و کام) نہ ہو، علیین میں لکھا جاتا ہے۔"(۲) (ابوداؤد)

= جامع الاصول ٤٠١/٩ و ٥/٦) مسلم صلاة المسافرين باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن. مضمون میں کچھ اختلاف بھی ہے بعض جگہ بارہ کی تفصیل ہے اور بعض جگہ نہیں ہے۔

(۱) عن عبد الله بن شقيق رحمه الله قال : سألت عائشة رضى الله عنها عن صلاة رسول الله ﷺ عن تطوعه ؟ فقالت : "كان النبى ﷺ يصلى فى بيته قبل الظهر اربعا ثم يخرج فيصلى بالناس ثم يدخل فيصلى ركعتين، وكان يصلى بالناس المغرب ثم يدخل فيصلى ركعتين، ويصلى بالناس العشاء ويدخل بيتى فيصلى ركعتين ..... وكان اذا طلع الفجر صلى ركعتين" (اخرجه مسلم وابو داؤد جامع الاصول ٧/٦) مسلم كتاب صلاة المسافرين [باب جواز النافلة قائما وقاعدا].

(۲) عن ابى امامة أن رسول الله ﷺ قال : "صلاة فى اثر صلاة -وفى رواية- على اثر صلاة لا لغو بينهما كتاب فى عليين." (اخرجه ابو داؤد جامع الاصول ٤١٦/٩ و ٤٢٤) ابو داؤد كتاب الصلاة [باب ما جاء فى فضل المشى الى الصلاة بطريقين] قال فى هامش جامع الاصول (٤١٦/٩ و ٤٢٤): اسناده حسن.

۱۸۴- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمایا ہے :
’’مغرب کے بعد کی دونوں رکعتوں کو جلد ادا کیا کرو کہ یہ دونوں رکعتیں فرض کے ساتھ اٹھائی (وشمار کی) جاتی ہیں۔‘‘(۱)(ابن نصر)

۱۸۵- ایک روایت میں ارشاد نبوی ہے :
’’جو آدمی مغرب کے بعد دو رکعتیں کسی طرح کی گفتگو کے بغیر ادا کرے تو یہ دو رکعتیں علیین میں لکھی (ومحفوظ کی) جاتی ہیں۔‘‘(۲)
(عبدالرزاق وابن ابی شیبہ)

بالخصوص فجر کی سنت وفرض کے درمیان بے ضرورت گفتگو کی ممانعت وناپسندیدگی حضرت ابن مسعود وابن عمر رضی اللہ عنہما نیز اکابر تابعین سے منقول ہے۔(۳)

۵- نماز کے بعد کی سنتوں کا فرائض سے فصل (بالخصوص امام کے لیے)

(۱) عن حذيفة مرفوعاً :- "عجلوا ركعتين بعد المغرب فانهما ترفعان مع المكتوبة." (رواه ابن نصر الجامع الصغير للسيوطي ۱۲۹/۲) وذكره في جامع الاصول (۱۵۳/۶ مع الهامش) ونسب الى رزين والبيهقي ايضا. سكت عنه المناوي بل ذكر ندب الركعتين. وقال الألباني (ضعيف الجامع الصغير ۲۰/۴) :- ضعيف جدا

اعلاء السنن (۱۵۷/۳) میں ہے: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سنن مؤکدہ کو فرض سے متصل دوسرے مختلف قسم کے کاموں، گفتگو وذکر سب سے پہلے ادا کرنا چاہئے، بعض روایات میں گفتگو نہ کرنے کی قید بھی آئی ہے، اور یہ روایت اگرچہ مغرب سے متعلق ہے لیکن ظہر وعشاء کی سنن بھی اس کے ساتھ ملحق ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک فرض کے تابع ہے اور فرض کے اتمام وکمال کے لئے ان کی مشروعیت ہے۔ (ملخصاً)

(۲) روى عبد الرزاق مرفوعا مرسلا :- "من صلى مع المغرب ركعتين قبل أن يتكلم كتبتا في عليين." (الجامع الصغير ۴۲۷/۲) مصنف عبد الرزاق (۷۰/۳) ورمز في الجامع الصغير لضعفه لكن العزيزي (في شرح الجامع الصغير ۳۰۶/۴) قال : اسناده صحيح ، (كذا في اعلاء السنن ۱۵۷/۳) ورواه ابن ابي شيبة والديلمي ايضا وعنده ذكر اربع ركعات (هامش جامع الاصول ۳۴/۶ و ۳۵) وهو في مصنف ابن أبي شيبة ۲۷۰/۴ و ۲۷۱ مع كلام وتفصيل في الإسناد والتخريج.

(۳) مصنف ابن أبي شيبة ۳۹۰/۴ و ۳۹۱. اس سلسلہ کے بعض آثار کی سند کافی مضبوط ہے۔(راجع هامش ابن أبي شيبة ۳۹۰/۴)

جگہ سے کچھ ہٹ کر یا ذکر ودعا وغیرہ کے ذریعہ :

۱۸۶- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :
’’ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ ہم ایک نماز کو دوسری نماز سے نہ ملائیں حتی کہ بات کریں یا مسجد سے نکل جائیں۔‘‘(۱)(مسلم)

۱۸۷- حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے :
’’سنت یہ ہے کہ امام اپنی جگہ سے ہٹے بغیر سنت نہ پڑھے۔‘‘(۲)
(ابن ابی شیبہ)

۱۸۸- حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے :
’’ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ کے سلام پھیرتے ہی ایک شخص فوراً اٹھا اور اپنی ہی جگہ سنتیں پڑھنے لگا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور اس کے مونڈھے کو پکڑ کر ہلا کر کہا کہ بیٹھ جا پچھلی امتوں کے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ ان کی نمازوں میں فرض ونفل کے درمیان فصل نہیں ہوتا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحسین وتصویب فرمائی۔‘‘(۳)(ابوداؤد)

(۱) عن معاوية قال : "ان رسول الله ﷺ امرنا ان لا نوصل صلاة بصلاة حتى نتكلم او نخرج" (اخرجه مسلم وابوداؤد - جامع الاصول ۴۱/۶) مسلم كتاب الجمعة [باب الصلاة بعد الجمعة].

(۲) عن علي قال : "من السنة ان لا يتطوع الامام حتى يتحول من مكانه" (اخرجه ابن ابي شيبة - اعلاء السنن ۳۳۰/۴) مصنف ابن ابي شيبة (۳۰۱/۴) لكن بلفظ :- "إذا سلم الإمام لم يتطوع حتى يتحول من مكانه أو يفصل بينهما بكلام" وعنده غير ذلك أيضا، واسناده حسن - كما قال الحافظ في الفتح (۳۳۵/۲) اقول : قد اطال الكلام ـ الحافظ في الموضوع وصحح اثر علي، وحديث معاوية في مسلم، وحديث ابي رمثة ايضا من الحسن لاجل الشواهد فان عبد الوهاب بن نجدة شيخ ابي داؤد ثقة، روى عن اشعث بن شعبة، مقبول، عن المنهال بن خليفة، ضعيف، عن الازرق بن قيس، ثقة عن ابي رمثة (وراجع التقريب) فأقول : الضعيف في الباب يتقوى بما ثبت وصح منه.

(۳) عن الازرق بن قيس قال : صلى بنا امام لنا يكنى ابا رمثة قال : "صليت هذه الصلاة

اس بابت متعدد صحابہ وتابعین کے آثار-قول وفعل کے-معروف ہیں۔(۱) البتہ روایات کی روشنی میں امام کے حق میں یہ حکم زیادہ اہم ہے حتی کہ اس سے صرف نظر مکروہ قرار دیا گیا ہے۔(۲) اور مقتدی کی نسبت سے وسعت ہے، دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر ہے کہ وہ جس جگہ فرض ادا فرماتے اسی جگہ سنتیں بھی ادا کرتے تھے۔(۳) اور ان سے قولاً یہ منقول ہے کہ وہ امام کے حق میں کراہت اور غیر کے حق میں وسعت کے قائل تھے۔(۴)

۶- سنت فجر کی خصوصی فضیلت اور اہمیت وتاکید :

۱۸۹- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد نبوی مروی ہے :

"فجر کی (سنت کی) دونوں رکعتیں دنیا ومافیہا سے بہتر ہیں۔"(۵)

(مسلم)

- او مثل هذه الصلاة مع رسول الله ﷺ قال : وكان ابوبكر وعمر يقومان في الصف المقدم عن يمينه وكان رجل قد شهد التكبيرة الاولى من الصلاة فصلى نبي الله ﷺ ثم سلم عن يمينه وعن يساره حتى رأينا بياض خديه ثم انفتل كانفتال ابي رمثة يعني نفسه فقام الرجل الذى ادرك معه التكبيرة الاولى من الصلاة يشفع فوثب عمر فاخذ بمنكبيه فهزه ثم قال : اجلس فانه لن يهلك اهل الكتاب الا انه لم يكن بين صلاتهم فصل فرفع النبي ﷺ اليه بصره، فقال : اصاب الله بك يا ابن الخطاب" (اخرجه ابو داؤد جامع الاصول ٦/٢٥٨ و ٢٥٩) ابوداؤد كتاب الصلاة [باب في الرجل يتطوع في مكانه الخ] وفي هامش جامع الاصول (٦/٢٥٩) : اسناده ضعيف، اقول : انه على الاقل حسن لغيره فانه لا يوجد فيه من الضعفاء إلا واحد وفي الباب غيره من الصحاح والحسان كما تقدم.

(١) مصنف ابن أبي شيبة ٣/٦٤-٦٦ و ٤/٢٩٨-٣٠٣.

(٢) اعلاء السنن ٤/٣٢٩-٣٣٣ مصنف ابن ابي شيبة ٤/٣٠٠.

(٣) عن نافع قال كان ابن عمر يصلي في مكانه الذى صلى فيه فريضته (رواه البخاري- اعلاء السنن ٣/٣٣٢) البخاري- الأذان باب مكث الإمام في مصلاه بعد السلام.

(٤) مصنف ابن ابي شيبة ٤/٣٠١- امام کی قید دوسرے صحابہ اور تابعین سے بھی مروی ہے (ابن ابی شیبہ ۴/۳۰۱ و ۳۰۲) جیسے غیر امام کے لیے وسعت دوسرے حضرات سے بھی مروی ہے، مثلاً سعید بن مسیب (ابن ابی شیبہ ۴/۳۰۰)

(٥) عن عائشةؓ أن رسول الله ﷺ قال : "ركعتا الفجر خير من الدنيا وما فيها" -

۱۹۰- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں فجر کی سنتوں سے زیادہ کسی کا اہتمام نہیں فرماتے تھے۔"(۱) (بخاری ومسلم)

۱۹۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

"فجر کی سنتوں کو مت چھوڑو اگرچہ تم کو گھوڑے روند ڈالیں"(۲)

(ابوداؤد)

۱۹۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر سے قبل کی دو رکعت نہیں چھوڑتے تھے۔"(۳) (بخاری)

۷- فجر کی جماعت شروع ہوجانے پر فجر کی جماعت میں شامل

- (اخرجه مسلم والترمذي والنسائي - جامع الاصول ٦/١٠ و ١١) مسلم كتاب صلاة المسافرين [باب استحباب ركعتي سنة الفجر و الحث عليهما].

(١) عن عائشةؓ قالت : "لم يكن النبي ﷺ على شئي من النوافل اشد تعاهداً من ركعتي الفجر." (اخرجه البخاري ومسلم جامع الاصول ٦/١٠) البخاري ابواب التطوع [باب تعاهد ركعتي الفجر] مسلم كتاب صلاة المسافرين [باب استحباب ركعتي سنة الفجر].

(٢) عن ابي هريرةؓ أن رسول الله ﷺ قال : "لا تدعوهما ولو طردتكم الخيل." (اخرجه ابوداؤد جامع الاصول ٦/١١) ابوداؤد كتاب الصلاة [باب في تخفيف ركعتي الفجر] وفي هامش جامع الاصول (٦/١١) : فيه ابن سيلان وهو مجهول الحال، قال المنذري في مختصر سنن ابي داؤد :- وقد رواه ايضا ابن المنكدر عن ابي ميسره ولم اجده عن ابن المنكدر وله شاهد بمعناه من حديث ابي هريرة عند ابي يعلى : "اوصيك بركعتي الفجر لا تدعهما وان صليت الليل كله فان فيهما الرغائب" ومن حديث ابن عمر عند الطبراني في الكبير:- "لا تدعوا الركعتين قبل صلاة الفجر فان فيهما الرغائب" راجع مجمع الزوائد (٢/٢٢٠) وأقول:- ابن سيلان هو جابر بن سيلان او عبد ربه بن سيلان قال فيه في التقريب (ص/٨٤) : مقبول وفي نيل الاوطار (٣/٢٤٤) بعد أن نسبه الى احمد و ابي داؤد : قال العراقي : ان هذا حديث صالح. وقد بسط فيه صاحب اعلاء السنن (٧/٢ و ٣) وهو عند أحمد في مسنده (٢/٤٠٥)

(٣) عن عائشةؓ قالت : "كان رسول الله ﷺ لا يدع اربعا قبل الظهر وركعتين قبل الغداة" (اخرجه البخاري وابوداؤد والنسائي جامع الاصول ٦/٦) البخاري كتاب مواقيت الصلاة [باب ما يصلى بعد العصر من الفوائت].

ہونے سے قبل سنت ادا کرنا (بشرطیکہ جماعت مل جائے اور گھر میں یا جماعت کی جگہ سے الگ مسجد کے کسی حصے میں سنت ادا کی جائے) :

۱۹۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

''جب جماعت کھڑی ہو جائے تو نماز نہ پڑھی جائے البتہ فجر کی سنتیں (وہ پڑھی جا سکتی ہیں)۔''(۱)(بیہقی)

۱۹۴- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد اس حال میں پہنچے کہ فجر کی نماز شروع ہو چکی تھی اور انہوں نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں، تو ایک ستون کی آڑ میں ہو کر انہوں نے سنتیں ادا کیں (اس کے بعد نماز میں شامل ہوئے)۔(۲)(طبرانی وطحاوی)

۱۹۵- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ نماز کے لئے نکلے اور جماعت کھڑی ہو گئی تو راستے میں (کسی جگہ یا حضرت حفصہؓ کے گھر میں) سنتیں ادا کیں اس کے بعد جماعت میں شامل ہوئے۔(۳)(طحاوی)

---

(۱) عن ابی هریرة أن رسول الله ﷺ قال : "اذا اقيمت الصلاة فلا صلاة الا المكتوبة الا ركعتی الصبح" (رواه البيهقی ـ اعلاء السنن ۹٤/۷) البيهقی فی السنن الكبری (٤٨٣/۲) كتاب الصلوة باب كراهية الاشتغال بهما بعد ما اقيمت الصلوة، وفی اعلاء السنن (۹٤/۷ و ۹٥) بعد أن بسط الكلام فی تحقيق اسناد الحديث وبيان احوال رواته : فهذا الاسناد حسن بل هو احسن مما رواه يحیٰ بن نصر بزيادة "ولا ركعتی الفجر" (انتهی ملخصا) وبسط الكلام فيه فی معارف السنن ايضا ٤/۷۷ - ۷۹.

(۲) عن عبد الله بن موسی قال "جاء نا ابن مسعود والامام يصلی الصبح فصلی ركعتين الی سارية ولم يكن صلی ركعتی الفجر" (رواه الطبرانی والطحاوی وابن ابی شيبة وغيرهم مع اختلاف كبير بينهم اعلاء السنن ۸٥/۷ و ۸٦) مجمع الزوائد (۷۸/۲) كتاب الصلاة [باب إذا أقيمت الصلوة هل يصلی غيرها] والهيثمی نسبه الی الطبرانی وقال : رجاله موثقون، مصنف ابن ابی شيبة (۳۹۳/٤) الصلاة باب الرجل يدخل المسجد فی الفجر، قال النيموی :- اسناده صحيح (آثار السنن ۳۲/۲).
أقول: وراجع باب أداء سنة الفجر بعد إقامة الصلوة - أبواب الصلاة من شرح معانی الآثار.

(۳) عن محمد بن كعب قال : "خرج عبد الله بن عمر من بيته فاقيمت صلاة الصبح فركع ركعتين قبل أن يدخل المسجد وهو فی الطريق ثم دخل المسجد فصلی الصبح مع الناس" (رواه الطحاوی، ابواب الصلاة [باب الرجل يدخل المسجد و الامام فی صلاة الفجر الخ] قال فی آثار السنن (۳۲/۲، اعلاء السنن ۸۸/۷) : اسناده حسن.

۱۹۶- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ نماز فجر شروع ہونے کے بعد مسجد پہنچے تو ایک طرف ہو کر سنت ادا کی، اس کے بعد جماعت میں شامل ہوئے۔(۱)(طحاوی)

ان حضرات کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہ سے یہ روایت کیا گیا ہے۔(۲)

۸- جماعت فجر شروع ہونے کے بعد مسجد کے اندر فجر کی سنتیں ادا کرنا (ممنوع ہے۔صفوں میں اور ان کے قریب) :

۱۹۷- حضرت عبداللہ بن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو جماعت کھڑی ہو جانے کے حال میں فجر کی سنتیں پڑھتے دیکھا تو فرمایا: کیا صبح کی نماز تم چار رکعت پڑھتے ہو؟(۳)(بخاری ومسلم)

۱۹۸- حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''ایک شخص مسجد کے اندر اس حال میں داخل ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں تھے، اس نے مسجد کے ایک گوشے میں سنتیں پڑھیں اور نماز میں شامل ہو گیا، نماز کے بعد آپ نے فرمایا: تم نے کونسی نماز فرض شمار کی جو تم نے اکیلے پڑھی یا جو ہمارے ساتھ پڑھی؟''(۴)(مسلم)

---

(۱) عن ابی عثمان الانصاری قال : "جاء عبد الله بن عباس والامام فی صلاة الغداة ولم يكن صلی ركعتين فصلی عبد الله بن عباس الركعتين خلف الامام ثم دخل معهم" (الطحاوی، ابواب الصلاة [باب الرجل يدخل المسجد والامام الخ] وفی اعلاء السنن (۸٥/۷) : اسناده حسن صحيح.

(۲) راجع شرح معانی الآثار ابواب الصلاة [باب الرجل يدخل المسجد والامام الخ] واعلاء السنن (۸٥/۷ - ۹۲)، مجمع الزوائد ۷۸/۲.

(۳) عن عبد الله بن مالك قال : "مر رسول الله ﷺ برجل وقد اقيمت الصلاة -يصلی ركعتين فلما انصرف رسول الله ﷺ لاث به الناس فقال له رسول الله ﷺ : "الصبح اربعا؟ الصبح اربعا؟" (اخرجه البخاری ومسلم ـ جامع الاصول ۲۱/٦) البخاری ابواب صلاة الجماعة [باب اذا اقيمت الصلاة فلا صلاة الا المكتوبة] مسلم صلاة المسافرين [باب كراهية الشروع فی نافلة بعد شروع الأذان].

(٤) عن عبد الله بن سرجسؓ قال : "دخل رجل المسجد و رسول الله ﷺ فی صلاة الغداة

۱۹۹- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

"فجر کی جماعت کھڑی ہونے کے ساتھ میں فجر کی سنتیں پڑھنے لگا (یعنی صفوں سے متصل) تو رسول اللہ نے مجھ کو کھینچ کر الگ کیا اور فرمایا کیا تم فجر کی نماز چار رکعت پڑھ رہے ہو۔" (۱) (حاکم)

۲۰۰- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

"جب جماعت کھڑی ہو جائے تو اس فرض نماز کے علاوہ جس کے لئے جماعت کھڑی ہوئی ہے دوسری کوئی نماز نہ پڑھی جائے۔" (۲) (مسلم)

دوسری احادیث وتفصیلات کی روشنی میں فجر کی سنتوں کے حق میں اس حدیث کا مفہوم یہی ہے کہ جماعت فجر شروع ہو جانے پر مسجد کے اندر، اس حصے میں جس میں جماعت ہو رہی ہے سنت ادا نہ کی جائے۔ (۳)

۲۰۱- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

- فصلی رکعتین فی جانب المسجد ثم دخل مع رسول الله ﷺ فلما سلم رسول الله ﷺ قال : "یا فلان بأی صلاتك اعتددت، أبصلاتك وحدك، ام بصلاتك معنا ؟" (اخرجه مسلم وابو داؤد والنسائی، جامع الاصول ٦/٢١ و ٢٢) مسلم صلاة المسافرين [باب كراهية الشروع فی نافلة بعد شروع المؤذن].

(١) عن ابن عباس قال : اقیمت الصلاة فقمت اصلی الرکعتین فجذبنی رسول الله ﷺ فقال : "اتصلی الصبح اربعا" (اخرجه الحاکم والبیهقی والبزار وابو یعلی وابن خزیمة وابن حبان وغیرهم -اعلاء السنن ٧/٨٧ و٨٨) مستدرك حاکم کتاب الصلاة باب أوائل صلاة التطوع، وقال الحاکم : صحیح علی شرط مسلم، ووافقه الذهبی، مجمع الزوائد (٢/٧٨) باب إذا أقیمت الصلوة هل یصلی غیرها، قال الهیثمی:- رجاله ثقات.

(٢) عن ابی هریرةؓ أن رسول الله ﷺ قال : "اذا اقیمت الصلاة فلا صلاة الا المکتوبة" (اخرجه مسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی جامع الاصول ٥/٦٥٩) مسلم صلاة المسافرین [باب کراهیة الشروع فی نافلة بعد شروع المؤذن.

(٣) راجع اعلاء السنن ٧/٩٦ وما بعد، ومعارف السنن ٤/٧٦ ومابعد وشرح معانی الآثار ابواب الصلاة [باب الرجل یدخل المسجد والامام فی صلاة المسجد.

امام طحاوی نے حدیث کو موقوف ثابت کیا ہے اور دوسرے حضرات نے بھی گفتگو کی ہے۔

"ایک دن جماعت کھڑی ہونے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دولت خانہ سے باہر تشریف لائے تو کچھ لوگوں کو جلدی جلدی فجر کی سنتیں پڑھتے دیکھا، اس پر فرمایا: "کیا دو نمازیں ساتھ پڑھ رہے ہو؟ اور اس کے بعد فجر کی سنت کو جماعت کھڑی ہونے کے بعد مسجد کے اندر ادا کرنے سے منع فرمایا۔" (۱) (ابن خزیمہ)

۹- جماعت سے قبل سنت فجر ادا نہ کرنے کی صورت میں طلوع آفتاب کے بعد ادا کرنا (خواہ سنت اس وجہ سے رہ گئی کہ سنت کے بعد جماعت کا پانا ممکن نہ تھا یا کسی اور وجہ سے) :

۲۰۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں :

"جس آدمی نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں (اور فرض میں شامل ہو کر فرض پڑھ لیا ہو) اس کو چاہئے کہ طلوع آفتاب کے بعد فجر کی سنتیں ادا کرے۔" (۲) (ترمذی)

۲۰۳- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ :

"وہ فجر کی جماعت میں شامل ہونے سے قبل فجر کی سنتیں نہیں پڑھ سکے تو

---

(١) عن انسؓ : "خرج النبی ﷺ حین اقیمت الصلاة فرای ناسا یصلون بالعجلة فقال : اصلاتان معا ؟ فنهی أن تصلیا فی المسجد اذا اقیمت الصلاة" (اخرجه ابن خزیمة اعلاء السنن ٧/٩١) ابن خزیمة ابواب الصلاة [باب النهی عن ان یصلی رکعتی الفجر بعد الاقامة الخ] وفی هامشه (٢/١٧٠) : اسناده صحیح ورواه مالك فی الموطا [باب اذا اقیمت الصلاة ترك رکعتی الفجر]

(٢) عن ابی هریرةؓ قال : قال رسول الله ﷺ : "من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلهما بعد أن تطلع الشمس" (اخرجه الترمذی -جامع الاصول ٦/٢٢) الترمذی ابواب الصلاة [باب ما جاء فی اعادة رکعتی الفجر بعد طلوع الشمس] وفی هامش جامع الاصول (٦/٢٢) : ورواه ایضا الحاکم (المستدرك ١/٢٧٤) وصححه ووافقه الذهبی ورواه ابن خزیمة ایضا ابواب الصلاة [باب قضاء رکعتی الفجر بعد طلوع الشمس وفی هامشه (٢/١٦٥) : اسناده صحیح.

طلوع آفتاب کے بعد انہوں نے فجر کی سنتوں کو ادا کیا۔''(۱)
(مؤطا امام مالک)

۲۰۴- ابو مجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز فجر کے لئے مسجد پہونچا جماعت شروع ہو چکی تھی تو حضرت ابن عباس نے سنت پڑھی اور اس کے بعد جماعت میں شامل ہوئے اور حضرت ابن عمر جماعت میں شامل ہو گئے اور جماعت کے بعد اپنی جگہ بیٹھے رہے حتی کہ جب سورج طلوع ہوا تو فجر کی سنتیں ادا فرمائیں۔(۲)(طحاوی)

۲۰۵- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ :

''ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو صبح کو طلوع آفتاب کے بعد آنکھ کھلی آپ نے اس جگہ سے کوچ کا حکم فرمایا اور کچھ دور چل کر پانی طلب فرمایا اور وضو فرما کر فجر کی سنتیں اور اس کے بعد فرض کو ادا فرمایا۔''(۳)(ابن خزیمہ)

---

(۱) عن مالك بن انس بلغه أن ابن عمر فاته ركعتا الفجر فقضاهما بعد أن طلعت الشمس (اخرجه الموطاء جامع الاصول ٢٣/٦) موطا مالك صلاة الليل [باب ما جاء في ركعتي الفجر] وفي هامش جامع الاصول : اسناده منقطع ولكن يشهد له معنى الذي قبله، واقول : انه من بلاغات مالك وقد اشتهر ان بلاغاته موصولة صحيحة واقول : ايضا يشهد له حديث الطحاوي المذكور فيما بعد وهو متصل.

(۲) عن أبي مجلز قال: "دخلت في المسجد في صلاة الغداة مع ابن عمر وابن عباس فأما ابن عمر فدخل في الصف وأما ابن عباس فصلى ركعتين ثم دخل مع الإمام، فلما سلم الإمام قعد ابن عمر مكانه حتى طلعت الشمس فقام فركع ركعتين." (أخرجه الطحاوي -شرح معاني الآثار، باب الرجل يدخل المسجد و الإمام في صلاة الفجر.) قال العيني (في نخب الأفكار ٦٨٣/٣) :- أثر ابن عباس أخرجه من طريقين صحيحين.

(۳) عن ابي هريرةؓ قال : "اعرسنا مع رسول الله ﷺ فلم يستيقظ حتى طلعت الشمس فقال رسول الله ﷺ : "ليأخذ كل انسان براحلته فان هذا منزل حضرنا فيه الشيطان، ففعلنا فدعا بماء ثم صلى سجدتين حين اقيمت الصلاة وصلى الغداة " (ابن خزيمة ابواب الصلاة [باب قضاء ركعتي الفجر بعد طلوع الشمس اذا نام الخ] وفي هامشه (١٦٥/٢) :- اسناده صحيح.

یہ ایک معروف واقعہ ہے جو کتب حدیث میں "لیلۃ التعریس" کے عنوان سے معروف ہے یہ روایت مختصر ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو جامع الاصول (۱۹۰/۵تا۱۹۹)۔

واضح رہے کہ اگر فجر کی سنت مع فرض قضا ہو تو حنفیہ کے یہاں حضرات شیخین وامام محمد سب کے نزدیک سنت کی بھی قضا ہے اور اگر صرف سنت رہ جائے تو امام محمد کے نزدیک قضا ہے لیکن دونوں صورتوں میں قضا اس وقت ہے جب کہ قبل زوال ادا کر لیا جائے۔(۱)

۱۰- ظہر کی سنتوں کی خصوصی فضیلت وتاکید :

۲۰۶- حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ارشاد نبوی نقل فرماتی ہیں :

''جو شخص ظہر سے پہلے اور ظہر کے بعد چار رکعت کی پابندی کرے گا اللہ اس کو جہنم پر حرام کر دیں گے۔''(۲)(ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

۲۰۷- بعض روایات میں یہ بھی ارشاد نبوی منقول ہے:

''ظہر سے قبل کی چار رکعت نماز تہجد کے برابر ہیں۔ اور جس نے ظہر سے قبل چار رکعت ادا کی تو اس کے لیے اولاد اسماعیل سے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوگا۔''(۳)(ابن ابی شیبہ)

۱۱- بعد ظہر کی سنن مؤکدہ :

۲۰۸- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

---

(۱) الدر المختار و رد المحتار ٥٥٤/٢ و ٥١٢

(۲) عن ام حبيبةؓ قالت : سمعت رسول الله يقول :- "من حافظ على اربع ركعات قبل الظهر واربع بعدها حرمه الله على النار." (اخرجه الترمذي وابوداؤد والنسائي -جامع الاصول ٢٤/٦) ابوداؤد كتاب الصلاة [باب الاربع قبل الظهر وبعدها] والترمذي ابواب الصلاة [باب ما جاء في الركعتين قبل الظهر] وعلى بعض النسخ [باب ما جاء في فضل الصلاة قبل الظهر] وقال الترمذي : هذا حديث حسن صحيح.

(۳) رواه ابن أبي شيبة (٢٧٣/٤) بطريقين أحدهما عن أبي صالح مرسلا وقال فيه المحقق :- رجاله ثقات، والثاني عن صفوان بن محرمة الزهري موصولا (٢٧٦/٤) قال فيه المحقق :- اسناد حسن إن شاء الله وراجع المصنف مع الهامش للشيخ محمد عوامة ورواه الطبراني وغيره كما في هامش المصنف (٢٧٦/٤)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار اور ظہر کے بعد دو رکعت ادا فرمایا کرتے تھے۔" (۱) (ترمذی)

۲۰۹- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے کی چار رکعت نہیں چھوڑا کرتے تھے۔" (۲) (بخاری)

۱۲- ظہر میں پہلے کی سنتیں رہ جائیں تو بعد فرض ادا کرنا اور اس کی صورت:

۲۱۰- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ظہر سے پہلے کی چار رکعت (کسی وجہ سے) ادا نہ کر پاتے تو ظہر کے بعد ان کو ادا فرماتے تھے۔" (۳) (ترمذی)

۲۱۱- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہی روایت ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب قبل ظہر کی چار رکعت رہ جاتیں تو آپ بعد ظہر دو رکعت کے بعد ان کو ادا فرماتے تھے۔" (۴) (ابن ماجہ)

---

(۱) عن علیؓ قال: - "کان النبی ﷺ یصلی قبل الظهر اربعا و بعدها رکعتین" (اخرجه الترمذی جامع الاصول ۶/۲۳) الترمذی ابواب الصلاة [باب ما جاء فی الاربع قبل الظهر] وقال الترمذی: حدیث حسن.

(۲) عن عائشةؓ قالت: - "کان رسول الله ﷺ لا یدع اربعا قبل الظهر" (اخرجه البخاری و ابو داؤد والنسائی جامع الاصول ۶/۱۶) البخاری کتاب مواقیت الصلاة [باب ما یصلی بعد العصر من الفوائت].

(۳) عن عائشةؓ: "ان النبی ﷺ کان اذا لم یصل اربعا قبل الظهر صلاها بعدها" (اخرجه الترمذی جامع الاصول ۶/۲۳) الترمذی ابواب الصلاة [باب ما جاء فی الرکعتین بعد الظهر] قال الترمذی: هذا حدیث حسن.

(۴) عن عائشة قالت: - "کان رسول الله ﷺ اذا فاته الاربع قبل الظهر صلاهن بعد الرکعتین" (رواه ابن ماجة)، ابن ماجة أبواب اقامة الصلوة باب من فاته الأربع قبل الظهر.

ابن ماجہ میں اس کی سند من وجن ترمذی کی نہیں ہے۔ ضعف اول مختلف ہے مگر کسی راوی کے حق میں وضع وترک یا ضعف کی صراحت نہیں ہے بلکہ صدوق اور اس کے ساتھ کچھ اوہام کا تذکرہ ہے۔

۱۳- سنت مغرب کی خصوصی فضیلت:

مکحول شامی علیہ الرحمہ کی روایت ہے:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو آدمی مغرب کے بعد کسی گفتگو کے بغیر دو رکعت ادا کرتا ہے تو اس کو علیین میں رکھا جاتا ہے۔" (۱)

۱۴- سنت عشاء کی خصوصی فضیلت:

۲۱۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے:

"جو آدمی بعد عشاء چار رکعات ادا کرے، پہلی دو میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ پڑھے اور بعد کی دو میں سورۂ سجدہ و سورۂ ملک پڑھے تو اس کے لیے لیلۃ القدر کی چار رکعت کی طرح ثواب لکھا جائے گا۔" (۲) (طبرانی)

۲۱۳- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں:

"جو آدمی ظہر سے قبل چار رکعت پڑھے وہ ایسا ہے جیسے کہ چار رکعتوں میں رات گذار دے، اور جو عشاء کے بعد چار رکعت پڑھے وہ ایسا ہے جیسے کہ شب قدر میں چار رکعت پڑھے۔" (۳) (طبرانی)

---

(۱) جامع الاصول ۶/۳۴ و ۳۵ مع حاشیہ ملاحظہ ہو حدیث/۱۸۵

(۲) عن ابن عباسؓ رفعه إلى النبی صلی الله علیه وسلم أنه قال: - "من صلی أربع رکعات خلف العشاء الأخرة قرأ فی الرکعتین الأولیین قل یا أیها الکافرون، وقل هو الله أحد وفی الرکعتین الأخریین تنزیل السجدة وتبارك الذی بیده الملك کتبن له کأربع رکعات من لیلة القدر" (رواه الطبرانی فی الکبیر) - مجمع الزوائد (۲/۲۳۴) باب الصلوة بعد العشاء، قال الهیثمی: فیه یزید بن سنان أبو فروه الرهاوی ضعفه أحمد وابن المدینی وابن معین، وقال البخاری: مقارب الحدیث ووثقه مروان بن معاویة وقال أبوحاتم: محله الصدق وکانت فیه غفلة - وفی التقریب (ص/۶۷۲): ضعیف. أقول: لکن الرجل عند الأئمة بین التضعیف والتوثیق، فضعفه محتمل غیر قوی، فهذا یشهد لما بعده ویقویه ما بعده.

(۳) عن البراء بن عازب رفعه: "من صلی قبل الظهر أربع رکعات کانما تهجد بهن من لیلة ومن صلاهن بعد العشاء کن کمثلهن من لیلة القدر" (رواه الطبرانی فی الاوسط عن البراء وعن انس

۲۱۴- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ارشادِ نبوی نقل فرماتے ہیں :

”جو آدمی نمازِ عشاء جماعت سے پڑھے اور پھر مسجد سے نکلنے سے قبل چار رکعت ادا کرے تو اس کا ثواب شب قدر کی عبادت کا ہے۔“(۱)

(طبرانی)

□□□

- مجمع الزوائد) مجمع الزوائد ۲/۲۲۴و۲۳۳، باب الصلوة قبل الظهر وبعدها وباب الصلوة بعد العشاء، وذكر الهيثمي ضعف كل منهما.

(۱) عن ابن عمر - رفعه : ”من صلى العشاء الاخرة فى جماعة وصلى اربع ركعات قبل ان يخرج من المسجد كان كعدل ليلة القدر.“ (اخرجه الطبرانى فى الكبير -مجمع الزوائد) مجمع الزوائد ۲/۲۷۶ باب الصلوة بعد العشاء، أقول :- إن حديث أنس و حديث ابن عمر كل منهما يتقوى بحديث ابن عباس.

(۵)

فرائض سے ملحق سنن

(ب)

سنن غیر مؤکدہ

۱- بعد ظہر مزید دو رکعت۔

۲- قبل عصر دو یا چار۔

۳- بعد مغرب دو پر مزید۔

۴- قبل عشاء۔

۵- بعد عشاء دو یا چار مزید۔

۶- وتر کے بعد دو رکعت اور اس کو بیٹھ کر ادا کرنا۔

۷- وتر کے بعد دو کا مسافر کے لئے خصوصی حکم۔

۸- فجر و عصر کے بعد کوئی نفل نہیں۔

۱- بعد ظہر دو رکعت مؤکدہ کے علاوہ مزید دو رکعتیں اور ان کی فضیلت :

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی ظہر سے پہلے اور ظہر کے بعد چار رکعت ادا کرے گا اللہ اس کو جہنم پر حرام کردیں گے۔''(۱)

۲- قبل عصر دو یا چار رکعت اور اس کی فضیلت :

۲۱۵- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد نبوی نقل فرمایا ہے :

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو عصر سے قبل چار رکعت پڑھا کرے۔''(۲)

(ترمذی وابوداؤد)

۲۱۶- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے قبل چار رکعت ادا فرماتے تھے۔''(۳)

(ترمذی)

۲۱۷- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہی روایت ہے :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے قبل دو رکعت ادا فرماتے تھے (یعنی کبھی کبھی)۔''(۴)(ابوداؤد)

---

(۱) جامع الاصول ٦/٢٤. ملاحظہ ہو حدیث/۲۰۶

(۲) عن عبد الله بن عمر أن رسول الله ﷺ قال: "رحم الله امرأ صلى قبل العصر اربعا" (اخرجه الترمذی وابوداؤد - جامع الاصول ٦/٢٦) الترمذی ابواب الصلاة [باب ما جاء فی الاربع قبل العصر] ابوداؤد کتاب الصلاة [باب الصلاة قبل العصر] وفی هامش جامع الاصول (٦/٢٦): اسناده حسن وقال الترمذی: حدیث حسن.

(۳) عن علی بن ابی طالب قال: "كان رسول الله ﷺ يصلى قبل العصر اربع ركعات" (اخرجه الترمذی - جامع الاصول ٦/٢٦) الترمذی ابواب الصلاة [باب ما جاء فی الاربع قبل العصر] وقال الترمذی: هذا حدیث حسن.

(٤) عن علی بن ابی طالب قال: "كان رسول الله ﷺ يصلى قبل العصر ركعتين" (اخرجه ابوداؤد -

۳- بعد مغرب دو مؤکدہ کے علاوہ مزید اور اس کی فضیلت :

۲۱۸- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل فرمایا ہے :

"جو آدمی بعد مغرب چھ رکعت اس حال میں ادا کرے کہ بیچ میں ادھر ادھر کی بات نہ کرے تو بارہ سال کی عبادت کے برابر شمار ہوں گی۔"(۱) (ترمذی)

۴- قبل عشاء نفل کی اہمیت وفضیلت :

۲۱۹- حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ارشاد نبوی ہے :

"دونوں اذانوں (اذان واقامت) کے درمیان نماز ہے، دونوں اذانوں کے درمیان نماز ہے، تیسری مرتبہ فرمایا: اس کے لئے جو چاہے۔"(۲)

(بخاری ومسلم)

- جامع الاصول ٦/٢٥) ابو داؤد كتاب الصلاة [باب الصلاة قبل العصر] وفى هامش جامع الاصول (٦/٢٥) : اسناده حسن.

(١) عن ابى هريرةؓ قال : قال رسول الله ﷺ :- "من صلى بعد المغرب ست ركعات لم يتكلم فيما بينهن بسوء عدلن له بعبادة ثنتى عشرة سنة " (اخرجه الترمذى -جامع الاصول ٩/٤٠٣) الترمذى ابواب الصلاة [باب ما جاء فى فضل التطوع ست ركعات بعد المغرب] وقال الترمذى : حديث غريب. وروى ابن نصر عن عبد الله بن عمرو مرفوعاً : "من صلى ستة " (الجامع الصغير ٢/٤٢٧ و رمز بالضعف). اقول: رواية الترمذى فيه عمر بن عبد الله بن خثعم قال فيه البخارى :- انه منكر الحديث لكن جاء فى "التقريب" (٤٣٠) ضعيف، فالحديث يحتمل ما قيل فيه لان الراوى غير ساقط والباب باب الفضائل، ورواه ابن خزيمة ايضا (كتاب الصلاة [باب فضل التطوع بين المغرب والعشاء] وغيره ايضا وعند ابن خزيمة : "لايتكلم بينهن بشئى الا بذكر الله تعالى." أقول: قد أكثر وأطال فى الصلاة بين العشائين -أى بعد المغرب- الشوكانى فى نيله (٣/٢٩٠-٢٩٣) باب ما جاء فى الصلاة بين العشائين- من الآيات والروايات والآثار والأقوال والأفعال وانتهى من ذلك كله إلى قوله: والآيات والأحاديث المذكورة فى الباب تدل على مشروعية الاستكثار من الصلاة ما بين المغرب والعشاء، والأحاديث وإن كان أكثرها ضعيفا فهى منتهضة بمجموعها لا سيما فى فضائل الأعمال.

(٢) عن عبد الله بن مغفلؓ قال : قال رسول الله ﷺ :- "بين كل اذانين صلاة، بين كل اذانين صلاة" ثم قال فى الثالثة : " لمن شاء " (اخرجه الجماعة الا الموطأ -جامع الاصول ٦/٩) البخارى كتاب الاذان [باب بين كل اذانين صلاة لمن شاء].

۲۲۰- حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

"ہر فرض نماز سے قبل دو رکعت ہے۔"(۱) (ابن حبان)

۲۲۱- عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دیکھا کہ وہ ہر اذان کے وقت نماز پڑھتے تھے۔(۲) (ابن ابی شیبہ)

اس قسم کی روایات کی وجہ سے قبل عشاء دو یا چار رکعت کی ادائیگی کو پسند کیا جاتا ہے۔(۳)

۵- بعد عشاء دو مؤکدہ کے علاوہ مزید دو یا چار اور اسکی فضیلت :

۲۲۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی عشاء پڑھ کر میرے گھر تشریف لائے تو چار یا چھ رکعت ادا فرمائی۔"(۴) (ابوداؤد)

---

(١) عن عبد الله بن زبير قال : قال رسول الله ﷺ :- "ما من صلاة مفروضة إلا وبين يديها (اى قبلها) ركعتان " (رواه ابن حبان، نصب الراية ١/٢٢٨ اعلاء السنن ٧/١٦) قال الحافظ ابن حجر فى فتح البارى (٢/٤٢٦) : صححه ابن حبان. (الإحسان ٤/٧٧و٧٨)

(٢) رواه ابن ابى شيبة ٥/١٢٨ والسند رجاله ثقات أئمة.

(٣) اعلاء السنن ٧/١٦، درمختار ورد المحتار ٢/٥٤٢.

عشاء سے قبل نفل وسنن کی بابت عموماً مذکورہ عمومی روایات سے ہی استدلال کیا گیا ہے اس بابت کسی نص خاص اور صریح حدیث کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ عقیلی کی ضعفاء اور حافظ کی درایہ میں سنن سعید بن منصور کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت براء کی روایات ملتی ہیں، لیکن صورت یہ ہے کہ ان دونوں حضرات نیز دوسرے صحابہ کی جو مرفوع وموقوف روایات عموماً محدثین نے نقل کی ہیں ان میں قبل عشاء کا ذکر نہیں بلکہ قبل ظہر یا بعد عشاء کا ذکر ہے، اور حافظ ابن حجر کی درایہ کے علاوہ ان کی دیگر کتب میں اس روایت کا تذکرہ نہیں ہے، اس لیے بظاہر عقیلی ودرایہ میں کہیں سے کوئی چوک در کر آئی ہے۔ (تفصیل وتحقیق کے لیے معارف السنن، اعلاء السنن، نصب الرایہ، تلخیص الحبیر، فتح الباری وفتح القدیر وغیرہ کو ملاحظہ کیا جائے)۔

(٤) عن عائشةؓ قالت : "ما صلى (رسول الله ﷺ) العشاء قط فدخل بيتى إلا صلى اربع ركعات او ست ركعات " (اخرجه ابو داؤد - جامع الاصول ٦/٣٥) ابو داؤد كتاب الصلاة [باب الصلاة بعد العشاء] وفى هامش جامع الاصول (٦/٣٥) فى سنده مقاتل بن بشير العجلى الكوفى لم يوثقه غير ابن حبان وباقى رجاله ثقات وفى نيل الأوطار (٢/٢٦٢) رجال اسناده ثقات ، اقول قال الحافظ فى التقريب (ص ٦٠١) مقاتل بن بشير العجلى مقبول.

حضرت براءبن عازب رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل فرمایا ہے :

''جو آدمی عشاء کے بعد چار رکعت پڑھے تو ایسا ہے جیسے شب قدر میں چار رکعت ادا کرے۔''(۱)

۶- وتر کے بعد دو رکعت اور اس کو بیٹھ کر ادا کرنا :

۲۲۳- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد اور وتر کی نو رکعت کو ادا کرنے کے بعد دو رکعت بیٹھ کر ادا فرماتے تھے۔''(۲)(نسائی)

۲۲۴- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعتیں ہلکی اور بیٹھ کر ادا فرماتے تھے۔''(۳)(ترمذی ودارقطنی)

۲۲۵- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر ادا فرماتے تھے اور ان دو رکعتوں میں سورۂ اذا زلزلت اور قل یا ایها

---

(۱) جمع الفوائد (۱/۱۱۳)، مجمع الزوائد (۲/۲۲٤) ملاحظہ ہو حدیث/۲۱۳

(۲) عن عائشۃ قالت :- "کان رسول الله ﷺ یوتر بتسع رکعات ثم یصلی رکعتین وهو جالس فلما ضعف اوتر بسبع رکعات ثم صلی رکعتین وهو جالس" (اخرجه النسائی بطرق جامع الاصول ۱۰۳/٦) النسائی ابواب قیام اللیل.

حضرت عائشہؓ سے مسلم، ابوداؤد ونسائی وغیرہ مختلف کتابوں میں مختلف لفظوں کے ساتھ وتر کے بعد دو رکعتوں کا بیٹھ کر پڑھنا نقل کیا گیا، بلکہ بخاری کی بھی بعض روایات میں فی الجملہ ذکر ہے۔

(جامع الاصول ۹۳/٦، ۹۵، ۹۸ و ۱۰۰ - ۱۰۳، وصحیح ابن خزیمة ۱۵۷/۲).

(۳) عن ام سلمۃ :- "أن النبی ﷺ کان یصلی رکعتین خفیفتین بعد الوتر وهو جالس" (اخرجه الدارقطنی، اعلاء السنن ۱۰۵/٦ واخرجه ابن ماجه وغیره) وایضا اخرجه الترمذی بدون لفظ- خفیفتین ولفظ:- وهو جالس، الترمذی ابواب الوتر [باب ما جاء لا وتران فی لیلة] وابن ماجة باب ما جاء فی الرکعتین بعد الوتر جالسا والدارقطنی [الوتر باب الرکعتین بعد الوتر] وفی اعلاء السنن (۱۰۵/٦) فیه میمون بن موسی المرائی مختلف فیه قال احمد : لا بأس به (وکذا فی التعلیق المغنی) وفی "التقریب" (ص٦١٦) "صدوق مدلس" فالحدیث حسن لا صحیح.

الکافرون پڑھتے تھے۔(۱)(احمد وطحاوی)

ان دو رکعتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عملاً جن روایات میں نقل کیا گیا ہے ان میں عموماً یہ آیا ہے کہ آپ ان کو بیٹھ کر ادا فرماتے تھے بعض روایات میں یہ بھی صراحت ہے کہ یہ عمل صحت کے حال کا تھا، اس لئے ان کو بیٹھ کر ہی ادا کرنا مستحب ہے۔(۲)

۷- وتر کے بعد کی دو رکعت کا مسافر کے لئے خصوصی حکم :

۲۲۶- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''ہم لوگ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ سفر مشقت و بوجھ ہوتا ہے لہٰذا وتر پڑھنے کے بعد آدمی دو رکعت پڑھ لیا کرے کہ اگر (تہجد کے لئے اخیر رات میں) اٹھ گیا تو ٹھیک ورنہ یہ دو رکعتیں (تہجد کی حیثیت میں) رہیں گی ہی۔''(۳)

(ابن خزیمہ۔وابن حبان)

۸- فجر وعصر کے بعد کوئی نفل نہیں ہے :

ایک مشہور روایت ہے جس کو صحابہ کرام کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے کہ

---

(۱) عن ابی امامۃ قال :- "ان النبی ﷺ کان یصلی رکعتین بعد الوتر وهو جالس یقرأ فیهما اذا زلزلت وقل یا ایها الکافرون" (رواه احمد والطحاوی وابن نصر والبیهقی، معارف السنن ۲۵۹/٤) شرح معانی الآثار باب التطوع بعد الوتر مسند احمد (۲٦٠/٥) السنن للبیهقی (۳٤/۳) باب الرکعتین بعد الوتر، ورجاله ثقات إلا أبا غالب وهو من رجال السنن الأربعة. وثقه الدارقطنی وصحح له الترمذی فالحدیث حسن أو صحیح لغیره.

(۲) معارف السنن ۲۵۹/٤، روایات کے لئے ملاحظہ ہو شرح معانی الآثار [باب التطوع بعد الوتر] وسنن البیهقی (۳/۳۲، ۳۳) باب فی الرکعتین بعد الوتر.

(۳) عن ثوبانؓ مولی رسول الله ﷺ قال :- کنا مع رسول الله ﷺ فی سفر فقال : "إن هذا السفر جهد وثقل فإذا اوتر احدکم فلیرکع رکعتین فان استیقظ والا کانتا له" (اخرجه الدارمی والطحاوی والدارقطنی وابن خزیمة وابن حبان والطبرانی وابن منصور وغیرهم، اعلاء السنن ۱۰٥/٦ و ۳۰٦) الدارقطنی ۲٦/۲ باب الرکعتین بعد الوتر، وفی اعلاء السنن (۱۰٥/٦) نقلا عن التعلیق المغنی: "اسناده جید" وعن آثار السنن : اسناده حسن، وفی هامش صحیح ابن خزیمة (۱٥۹/۲): اسناده صحیح لغیره. وفی هامش الدارقطنی (۲٦/۲) :- اسناده حسن.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر وعصر کے بعد نماز سے منع فرمایا ہے۔(١)

٢٢٧- حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد دو رکعت ادا فرماتے تھے بجز فجر وعصر کے۔"(٢) (ابن خزیمہ واحمد)

٩- بعد غروب قبل مغرب نفل:

اوقات نماز کے بیان میں آچکا ہے کہ روایات کی رو سے بعد غروب قبل مغرب دو رکعتوں کا ادا کرنا جائز ہے نہ مکروہ ہے (بشرطیکہ اس کی وجہ سے مغرب میں تاخیر نہ کی جائے اور نہ ہی سنن مؤکدہ کی طرح اہتمام کیا جائے) اور نہ مستحب ہے (کہ ثبوت کی روایات سے اس کی تائید نہیں ہوتی)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ (٢٣/١٢٤و١٢٥) میں قبل مغرب کی دو رکعت کے لیے یہ بات فرمائی ہے کہ اگر کوئی اس کو سنت راتبہ (مؤکدہ) سمجھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ ظہر سے قبل وبعد وبعد مغرب وغیرہ کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اہتمام فرمایا ہے تو وہ غلطی پر ہے، اس خیال کے بغیر پڑھے تو حرج وکراہت نہیں ہے۔

□ □ □

---

(١) جامع الاصول ٥/٢٥٩-٢٦٤ ملاحظہ ہو حدیث/٢٦و٢٧

(٢) عن علی قال: "كان رسول الله ﷺ يصلى على إثر كل صلاة مكتوبة ركعتين الا الفجر والعصر" (رواه ابن خزيمة واحمد) مسند احمد (١/١٢٤) ابن خزيمه ابواب الصلاة [باب ذكر صلاة النبى ﷺ قبل المكتوبات وبعدهن] وفى هامش ابن خزيمة (٢/٢٠٧): - اسناده صحيح.

(٦)

ملحقات فرائض کے ماسوا نوافل

(الف)

نوافل موقتہ

(وقت کے ساتھ متعلق)

۱- تہجد کی اہمیت وفضیلت۔
۲- تہجد کا اصل وقت اور افضل وقت۔
۳- تہجد کی رکعات۔
۴- رات کو رہ جائے تو دن میں ادائیگی۔
۵- نماز اشراق وچاشت۔
۶- نماز اشراق۔
۷- نماز چاشت۔
۸- نماز زوال۔
۹- ظہر وعصر کا درمیانی وقت۔
۱۰- نماز اوابین۔

۱- تہجد کی تاکید اور اہمیت وفضیلت :

۲۲۸- حضرت بلال وحضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہما نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے:
"رات کی نماز (تہجد) کا اہتمام کیا کرو کہ یہ تم سے پہلے کے صلحاء کا شعار ومعمول رہا ہے اور اللہ سے قرب کا ذریعہ ہے نیز گناہوں سے بچانے اور ان کے مٹانے کا بھی ذریعہ ہے اور جسم سے بیماریوں کو دور کرتا ہے۔"(۱)(ترمذی)

۲۲۹- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :
"فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز نماز تہجد ہے۔"(۲)(مسلم)

۲۳۰- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے :
"رات میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اس گھڑی میں اگر کوئی مسلمان اللہ سے کچھ مانگے، دنیا وآخرت کی بھلائی میں سے تو اللہ ضرور نوازتے ہیں اور یہ ہر رات کو ہوتا ہے۔"(۳)(مسلم)

۲۳۱- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا تذکرہ کیا گیا کہ وہ

---

(۱) عن بلال و ابی امامة : ان رسول الله ﷺ قال : " عليكم بقيام الليل فانه دأب الصالحين قبلكم وإن قيام الليل قربة الى الله، ومنهاة عن الاثام، وتكفير للسيات ومطردة للداء عن الجسد" (اخرجه الترمذى جامع الاصول ۴۳۳/۹) الترمذى ابواب الدعوات [باب رقم ۱۱۲] وفى هامش جامع الاصول (۴۳۳/۹) رواه ايضا احمد والحاكم والبيهقى عن بلال، والحاكم والبيهقى عن ابى امامة .... وهو حديث حسن۔ اقول : ان الترمذى مع نوع من الكلام فيه قال : هذا حديث حسن غريب، قال الحاكم (۳۰۸/۱) حديث صحيح على شرط البخارى ووافقه الذهبى.

(۲) عن ابى هريرة رضى الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ :- "افضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم وافضل الصلاة بعد الفريضة صلاة الليل " (اخرجه مسلم وابو داؤد والترمذى والنسائى، جامع الاصول ۲۷۳/۹) مسلم الصيام باب فضل صوم المحرم.

(۳) عن جابر بن عبد الله قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول :- "ان فى الليل ساعة لا يوافقها رجل مسلم يسأل الله خيرا من أمر الدنيا والاخرة الا أعطاه اياه و ذلك كل ليلة " (اخرجه مسلم جامع الاصول ۲۷۴/۹) مسلم صلاة المسافرين [باب فى الليل ساعة يستجاب فيها الدعاء].

رات بھر سوتا رہا حتی کہ صبح ہوگئی اور تہجد نہیں پڑھی، آپ نے فرمایا: ایسے شخص کے کان میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے۔" (۱) (بخاری و مسلم)

۲۳۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

"اللہ اس پر رحم کرے جو رات کو اٹھ کر تہجد پڑھے اور اپنی بیوی کو جگائے وہ نہ اٹھے تو اس کے منہ پر پانی ڈال دے اور اللہ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھے اور اپنے شوہر کو جگائے نہ اٹھے تو اس کے چہرے پر پانی ڈال دے۔" (۲) (ابوداؤد و نسائی)

۲- تہجد کا اصل وقت و افضل وقت :

- اصل وقت بعد عشاء تا صبح صادق۔
- افضل وقت قبل صبح آخر شب۔

۲۳۳- حضرت ایاس بن معاویہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں :

"رات کی کچھ نماز (بحیثیت تہجد) ضروری ہے خواہ اتنی دیر ادا کی جائے جتنی دیر میں بکری کو دوہا جاتا ہے اور بعد نماز عشاء جو نفل نماز ادا کی جائے وہ رات کی (اور تہجد کی) نماز ہے۔" (۳) (طبرانی)

---

(۱) عن عبد الله بن مسعود قال: ذکر عند رسول الله ﷺ رجل فقیل: مازال نائما حتی اصبح ماقام الی الصلاة فقال :- "ذاك رجل بال الشیطان فی اذنه او قال فی اذنیه" (اخرجه البخاری ومسلم والنسائی - جامع الاصول ٦/٧٠) البخاری التهجد [باب اذا نام ولم یصل بال الشیطان فی اذنه] مسلم صلاة المسافرین [باب ما جاء فیمن نام اللیل اجمع حتی اصبح].

(۲) عن ابی هریرةؓ قال :-قال رسول الله ﷺ :- "رحم الله امرأ قام من اللیل فصلی وایقظ امرأته فإن ابت نضح فی وجهها الماء، رحم الله امرأة قامت من اللیل فصلت وایقظت زوجها فإن أبی نضحت فی وجهه الماء" (اخرجه ابوداؤد والنسائی جامع الاصول ٦/٦٦) ابوداؤد کتاب الصلاة [باب قیام اللیل] والنسائی کتاب قیام اللیل [باب الترغیب فی قیام اللیل] وفی هامش جامع الاصول (٦/٦٦) : اسناده حسن.

(۳) عن ایاس بن معاویة المزنیؓ أن رسول الله ﷺ قال : "لابد من صلاة بلیل، ولو حلبة شاة، وماکان بعد العشاء فهو من اللیل" (رواه الطبرانی -- اعلاء السنن ٦/١٠٧ و ٧/٤٩)

اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کے مختلف حصوں میں اور مختلف انداز میں سو کر اٹھنا، اور نماز پڑھنا نیز سونا پھر اٹھنا پھر پڑھنا سونا، تہجد میں یہ سب نقل کیا گیا ہے۔ (۱)

۲۳۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے کس حصہ میں تہجد و وتر ادا فرماتے تھے؟ تو فرمایا: رات کے ہر حصے میں آپ نے تہجد و وتر کو ادا فرمایا، شروع میں، بیچ میں، اخیر میں البتہ وفات کے زمانے میں معاملہ اخیر رات و وقت سحر کا تھا۔ (۲) (بخاری و مسلم)

۲۳۵- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہی ارشاد ہے :

"حق تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں جب اٹھاتے تو سحر تک آپ اپنے معمول سے فارغ ہو جاتے تھے۔" (۳) (ابوداؤد)

۳- تہجد کی رکعات :

تہجد کی نماز میں رکعات کی تعداد کی بابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مختلف انداز

- مجمع الزوائد (٢/٢٥٥) باب فی صلاة اللیل وقال الهیثمی: وفیه محمد بن اسحق وهو مدلس وبقیة رجاله ثقات. أقول: لکنه قال فیه الحافظ: صدوق وهو من رجال الجماعة فی الجملة مع ما فیه فالحدیث حسن وفی مجمع الزوائد (٢/٢٥٥) غیر ذلك ما یؤیده ویقویه، منها حدیث عن ابن عباس برجال الصحیح عند ابن ابی یعلی.

(۱) روایات کے لئے ملاحظہ ہو جامع الاصول ٦/٧٣ تا ١٠٧، جمع الفوائد ١٠/١١٦ تا ١١٨).

(۲) عن مسروق انه سأل عائشة عن وتر النبی ﷺ فقالت : "من کل اللیل قد اوتر اوله واوسطه واخره فانتهی وتره حین مات فی وجه السحر" (رواه الجماعة -جامع الاصول ٦/٥٦) البخاری ابواب الوتر [باب ساعات الوتر] مسلم صلاة المسافرین [باب صلاة اللیل وعدد رکعات الخ].

· عن الاسود بن یزید سألت عائشةؓ کیف کانت صلاة رسول الله ﷺ باللیل قالت : "کان ینام اوله ویقوم اخره فیصلی ثم یرجع إلی فراشه" (اخرجه البخاری ومسلم -جامع الاصول ٦/٧٤) البخاری ابواب التهجد [باب من نام عند السحر] مسلم صلاة المسافرین [باب صلاة اللیل وعدد رکعات الخ].

(۳) عن عائشةؓ قالت : "إن رسول الله لیوقظه الله من اللیل فما یجئ السحر حتی یفرغ من حزبه" وفی روایة -"من حزبه" (اخرجه ابوداؤد -جامع الاصول ٦/٧٣) ابوداؤد کتاب الصلاة [باب وقت قیام النبی ﷺ] وفی هامش جامع الاصول (٦/٧٣) : اسناده حسن.

میں منقول ہے ۴تا ۱۰رکعت، زیادہ تر آٹھ رکعت اور مع وتر گیارہ اور وتر کے بعد دو رکعت یا سنت فجر کو ملا کر ۱۳رکی بات آئی ہے۔(۱)

۲۳۶- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک مرتبہ دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد مع وتر کتنی رکعت ادا فرماتے تھے تو فرمایا :

"چار اور تین، چھ اور تین، آٹھ اور تین، دس اور تین، نہ تو سات (چار اور تین) سے کم اور نہ تیرہ (دس اور تین) سے زیادہ۔"(۲) (ابوداؤد)

۲۳۷- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک معروف روایت ہے ان سے دریافت کیا گیا کہ رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کا کیا معمول تھا؟ تو فرمایا :

"رمضان وغیر رمضان دونوں میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔"

اس کے بعد تفصیل ذکر کی تو تین رکعت وتر کی بتائی۔(۳) (بخاری و مسلم)

بعض روایات میں حضرت عائشہ نے تیرہ رکعت ذکر کی ہے تو اس میں دو رکعت فجر کی سنت ذکر کی ہے اور بعض میں وتر کے بعد کی دو رکعت کو شمار کرایا ہے، اور کبھی دونوں کو شمار کرا کے تیرہ بتایا ہے۔(۴)

۲۳۸- مثلاً ایک روایت میں فرماتی ہیں :

(۱) ملاحظہ ہو جامع الاصول ٦/٧٧ و مابعد، جمع الفوائد ١/١١٧

(٢) عن عبد الله بن ابى قيس قال : سألت عائشة بكم كان يوتر رسول الله ﷺ ؟ قالت : "كان يوتر باربع وثلاث، وست وثلاث، وثمان وثلاث، وعشر وثلاث، ولم يكن يوتر بأنقص من سبع ولا باكثر من ثلاث عشرة " (اخرجه ابوداؤد جامع الاصول ٦/٤٧) ابوداؤد كتاب الصلاة [باب فى صلاة الليل] وفى هامش جامع الاصول (٦/٤٧) : اسناده حسن، وقال الحافظ فى الفتح (٣/٢١) هذا أصح ما وقفت عليه من ذلك وبه يجمع بين ما اختلف عن عائشة عن ذلك.

(٣) عن ابى سلمة انه سأل عائشةؓ كيف كانت صلاة رسول الله ﷺ فى رمضان قالت : "ماكان يزيد فى رمضان ولا فى غيره على احدى عشرة ركعة يصلى اربعا ... ثم يصلى اربعا.... ثم يصلى ثلاثا" (اخرجه البخارى ومسلم وغيرهما، جامع الاصول ٦/٧٣) البخارى كتاب التهجد [باب كيف صلاة النبى ﷺ] صلاة المسافرين [باب الليل وعدد ركعات الخ].

(۴) ملاحظہ ہو جامع الاصول ۶/۹۱تا۹۵

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت ادا فرماتے تھے، جن میں وتر اور فجر کی سنت بھی شامل تھی۔"(۱) (بخاری و مسلم)

۲۳۹- اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو آٹھ رکعت ادا فرماتے اور تین رکعت وتر ادا فرماتے، اور دو رکعت فجر سے قبل کی ادا فرماتے۔"(۲) (نسائی)

۲۴۰- اسی کو مختصراً ایک روایت میں فرمایا :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت ادا فرماتے تھے۔"(۳) (ترمذی)

۴- تہجد کا پابند اگر سو جائے تو دن میں ادائیگی :

۲۴۱- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

"اگر کسی تکلیف یا نیند کے غلبہ کی وجہ سے کبھی رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کی نماز رہ جاتی تو دن میں بارہ رکعت ادا فرماتے تھے۔"(۴) (مسلم)

(١) عن عائشةؓ قالت : "كان النبى ﷺ يصلى من الليل ثلاث عشرة ركعة منها الوتر وركعتا الفجر" (اخرجه البخارى ومسلم جامع الاصول ٦/٩١) البخارى التهجد [باب كيف صلاة النبى ﷺ] مسلم صلاة المسافرين [باب صلاة الليل وعدد ركعات الخ].

(٢) عن ابن عباس قال : "كان رسول الله ﷺ يحيى من الليل ثمانى ركعات ويوتر بثلاث ويصلى ركعتين قبل صلاة الفجر " (اخرجه النسائى جامع الاصول ٦/٩٠) النسائى ابواب قيام الليل [باب ذكر الاختلاف على حبيب بن ابى ثابت] واصله عند الجماعة - راجع جامع الاصول ٦/٨٠ - ٩٠).

(٣) عن ابن عباس قال : "كان رسول الله ﷺ يصلى من الليل ثلاث عشرة ركعة " (اخرجه الترمذى جامع الاصول ٦/٩٠) الترمذى ابواب الصلاة [باب ما جاء فى وصف صلاة النبى ﷺ بالليل] وقال حديث حسن صحيح.

(٤) عن عائشةؓ قالت : "كان النبى ﷺ اذا لم يصل من الليل منعه من ذلك مرض او غلبته عيناه صلى فى النهار ثنتى عشرة ركعة " (اخرجه مسلم والترمذى -- جامع الاصول ٦/٩٦) مسلم صلاة المسافرين [باب جامع صلاة الليل] الترمذى ابواب الصلاة [باب ما جاء فى وصف صلاة النبى ﷺ بالليل] وعلى بعض النسخ : [باب اذا نام عن صلاته بالليل صلى بالنهار].

۲۴۲- حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے تھے :

"جو آدمی رات کو اپنے معمول یا اس کے کسی حصہ سے سو جائے (اور وہ رہ جائے) پھر وہ اس کو فجر وظہر کے درمیان ادا کر لے تو یہ لکھا جائے گا گویا کہ اس نے رات ہی کو پڑھا۔" (۱) (مسلم)

۵- نماز اشراق وچاشت :

اس سے تو انکار ممکن نہیں کہ طلوع آفتاب وزوال آفتاب کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً وفعلاً خصوصی نماز کا ثبوت ملتا ہے (اس بابت روایات حد تواتر موجود ہیں)۔(۲)

لیکن اس میں اختلاف ہے کہ یہ دو نمازیں ہیں یا ایک- اکثر علماء امت ایک نماز مانتے ہیں جو اس وقت کے کسی حصہ میں پڑھی گئی یا پڑھی جائے، روایات میں عموماً ایک نماز اور ایک ہی عنوان "صلاۃ الضحیٰ" کا ملتا ہے۔

جب کہ کچھ حضرات اس کے قائل ہیں کہ اس وقفہ میں دو نمازیں ہیں اور کچھ تفصیل کے ساتھ دو نمازوں کا ثبوت ملتا ہے اگر چہ زیادہ تر ذکر ایک کا آتا ہے، ایک وہ نماز جو طلوع آفتاب سے متصل یا اس کے قریبی وقت میں ادا کی جائے، اسی کو نماز "اشراق" کہتے ہیں اور دوسری جو تقریباً چوتھائی دن گذرنے پر ادا کی جائے جس کو نماز "چاشت" کہتے ہیں "ضحیٰ" کے لغوی معنی کی رو سے دونوں پر اس کا اطلاق ہو سکتا ہے اور کیا گیا ہے۔

اس جماعت میں محدثین وفقہاء ودیگر علماء کی ایک تعداد شامل ہے مثلاً دارمی (۳)

(۱) عن عمر بن الخطاب : قال رسول الله ﷺ "من نام عن حزبه من الليل او عن شئى منه فقرأ ما بين صلاة الفجر وصلاة الظهر كتب له كأنما قرأه من الليل" (اخرجه الجماعة الا البخارى جامع الاصول ۷۷/۲) مسلم صلاة المسافرين [باب جامع صلاة الليل].

(۲) اعلاء السنن ۲۷/۷

(۳) سنن دارمی (الصلاة باب فی أربع ركعات فی أول النهار) واضح ہو کہ دارمی نے صلاۃ الضحیٰ کا باب الگ رکھا ہے اور یہ باب الگ۔

غزالی (۱) سیوطی (۲) علی متقی (۳) اور بعد کے بہت سے علماء اور ممتاز علمائے ہند (۴)۔

۶- نماز اشراق- وقت اور فضیلت ورکعات :

۲۴۳- حضرت ابو ذر وابو درداء رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی نقل کی ہے :

"اے ابن آدم شروع دن میں تو میرے لئے چار رکعت پڑھ لیا کر، میں اخر دن تک تیری کفایت کروں گا۔" (۵) (ترمذی)

۲۴۴- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے :

"جو آدمی فجر کی نماز جماعت سے ادا کرے پھر بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے پھر دو رکعت نماز کرے تو اس کو ایک حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے۔" (۶) (ترمذی)

(۱) احیاء العلوم (الباب السابع فی النوافل من الصلوات- القسم الأول)

(۲) سیوطی - الحاوی فی الفتاوی (۴۱/۱) میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے جس کو محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے اور جو ۲۳۶ پر مذکور ہے۔

(۳) کنز العمال ۱۷۳/٤

(٤) تفصیل کے لئے دیکھئے اعلاء السنن ۲٤/۷ تا ۲٦، معارف السنن ۲٦/٤

(٥) عن ابى ذر وابى الدرداء : عن رسول الله ﷺ عن الله تبارك وتعالىٰ أنه قال : "يا ابن آدم اركع لى اربع ركعات من اول النهار اكفك اخره" (اخرجه الترمذى ـ جامع الاصول ٤٣٧/٩) الترمذى ابواب الصلاة [باب ما جاء فى صلاة الضحى] وفى هامش جامع الاصول (٤٣٧/٩) ورواه ايضا احمد فى مسنده ٤٤٠/٦ و ٤٥١ و هو حديث حسن. اقول : قال الترمذى : هذا حديث حسن غريب. ورواه احمد (٤٤٠/٦) عن ابى الدرداء وحده ورواته كلهم ثقات (الترغيب والترهيب (١١٤/١ و ١١٥) بل رواه احمد عن عقبة بن عامر وعن ابى مرة الطائفى أيضا برجال ثقات ورجال الصحيح -ورواه الطبرانى- الكبير- عن النواس بن سمعان أيضا -برجال ثقات. (راجع مجمع الزوائد ٢٣٨/٢ و ٢٣٩)

(٦) عن انس بن مالك قال : قال رسول الله ﷺ "من صلى الفجر فى جماعة ثم قعد يذكر الله تعالىٰ حتى تطلع الشمس ثم صلى ركعتين كانت له كاجر حجة وعمرة" (اخرجه الترمذى - جامع الاصول ٤٠١/٩) الترمذى ابواب الصلاة [باب ما يستحب من الجلوس فى المسجد بعد صلاة الصبح الخ] وقال الترمذى : هذا حديث حسن غريب.

۲۴۵- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد طلوع آفتاب تک مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔"(۱) (ترمذی)

۲۴۶- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"سورج جب مشرق میں اتنی بلندی پر ہوتا ہے جس بلندی پر مغرب کی طرف بوقت عصر ہوتا ہے تو رسول اللہ دو رکعت ادا فرماتے تھے۔"(۲) (ترمذی ونسائی)

۲۴۷- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہی ایک روایت ہے :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج بلند ہوجاتا تھا تو دو رکعت ادا فرماتے تھے اور نصف النہار سے قبل چار رکعت ادا فرماتے تھے اور سلام اخیر میں پھیرتے تھے۔"(۳) (نسائی)

۷- نماز چاشت - وقت اور فضیلت و رکعات :

۲۴۸- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی منقول ہے :

---

(۱) عن جابر بن سمرة قال : "كان النبي ﷺ اذا صلى الفجر قعد فى مصلاه حتى تطلع الشمس" (اخرجه الترمذى) الترمذى ابواب الصلاة [باب ما يستحب من الجلوس فى المسجد بعد صلاة الصبح].

(۲) عن على قال : "كان رسول الله ﷺ اذا كانت الشمس من هاهنا كهيئتها من هاهنا عند العصر صلى ركعتين" (اخرجه الترمذى والنسائى -- جامع الاصول ٦/٨) الترمذى ابواب الصلاة [باب كيف كان تطوع النبى ﷺ بالنهار] والنسائى كتاب الامامة والجماعة [باب الصلاة قبل العصر] وقال الترمذى : هذا حديث حسن.

(۳) عن على قال : "كان رسول الله ﷺ يصلى حين ترتفع الشمس ركعتين وقبل نصف النهار اربع ركعات يجعل التسليم فى اخره" (النسائى كتاب الامامة والجماعة [باب الصلاة قبل العصر] وسكت عنه النسائى.

حافظ عراقی نے "تخریج احیاء" میں اس حدیث کے جو الفاظ بحوالہ نسائی لکھے ہیں اور جن کو اعلاء السنن (۷/۲۵) میں نقل کیا گیا ہے وہ مجھ کو نسائی میں نہیں مل سکے : "كان النبى ﷺ اذا زالت الشمس من مطلعها قدر رمح أو رمحين كقدر صلاة العصر من مغربها صلى ركعتين ثم امهل حتى اذا ارتفع الضحى صلى اربع ركعات".

"صبح کو ہر آدمی پر اس کے (بدن کے) ہر جوڑ پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے، تو ہر تسبیح (سبحان اللہ کہنا) ہر تحمید (الحمد للہ کہنا) ہر تہلیل (لا الہ الا اللہ کہنا) ہر تکبیر (اللہ اکبر کہنا) صدقہ ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی صدقہ ہے اور سب کی طرف سے بوقت ضحیٰ (چاشت) دو رکعت کا ادا کرنا کافی ہے۔"(۱) (مسلم)

۲۴۹- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

"نماز چاشت کی پابندی کوئی اوّاب (اللہ کے حضور میں آہ وزاری کرنے والا) ہی کرے گا، اور فرمایا:- یہ اوابین (اللہ کے حضور میں آہ وزاری کرنے والوں) کی نماز ہے۔"(۲) (حاکم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جب سورج مشرق میں اتنی بلندی پر ہوتا جس پر بجانب مغرب بوقت ظہر ہوتا ہے چار رکعت ادا فرماتے تھے۔"(۳) (ترمذی ونسائی)

۲۵۰- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا رسول اللہ چاشت کی کتنی رکعت ادا فرماتے تھے فرمایا : "چار رکعت۔ اور مزید جو چاہتے۔"(۴) (مسلم)

---

(۱) عن ابى ذر الغفارىؓ قال : ان رسول الله ﷺ قال : "يصبح على كل سلامى احدكم صدقة، فكل تسبيحة صدقة، وكل تحميدة صدقة، وكل تكبيرة صدقة، وامر بالمعروف صدقة، ونهى عن المنكر صدقة، ويجزى من ذلك ركعتان يركعهما من الضحى" (اخرجه مسلم جامع الاصول ٩/٤٣٥ و ٤٣٦) مسلم صلاة المسافرين [باب استحباب صلاة الضحى].

(۲) عن ابى هريرةؓ أن رسول الله ﷺ قال : "لا يحافظ على صلاة الضحى الا اواب" وقال : "وهى صلاة الاوابين" (اخرجه الحاكم فى مستدركه، اعلاء السنن ٧/٢٩) المستدرك (١/٣١٤) وقال : صحيح على شرط مسلم واقره عليه الذهبى.

(۳) عن على قال : "كان النبى ﷺ اذا كانت الشمس من هاهنا كهيئتها من هاهنا عند الظهر صلى اربعاً" (اخرجه الترمذى والنسائى -- جامع الاصول ، /٨) ملاحظہ ہو حدیث ۲۴۶

(٤) عن معادة سألت عائشةؓ : كم كان رسول الله ﷺ يصلى الضحى ؟ قالت : "اربع ركعات =

بعض روایات میں چاشت کی نماز کو "صلاۃ الاوابین" کہا گیا ہے۔(۱)

۲۵۱- اور اسی بنیاد پر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے اس نماز کے متعلق ارشاد نبوی مروی ہے :

"صلاۃ الاوابین اس وقت ادا کی جاتی ہے جب زمین کی تپش کی وجہ سے اونٹ کے بچوں کے کھر جلنے لگتے ہیں۔"(۲)(مسلم)

۸- نماز زوال-فضیلت ورکعات :

۲۵۲- حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج کے ڈھلنے کے بعد قبل ظہر چار رکعت ادا فرماتے تھے، اور فرماتے تھے: یہ ایسا وقت ہے جس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ اس وقت میں میرا کوئی نیک عمل اوپر جائے۔"(۳)(ترمذی)

۲۵۳- حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل سورج کے ڈھلنے کے بعد چار رکعت ادا فرماتے تھے اور درمیان میں سلام نہیں پھیرتے تھے، اور یہ ارشاد

- ویزید ما شاء الله " (اخرجه مسلم - جامع الاصول ۱۱۲/٦) مسلم صلاة المسافرين [باب استحباب صلاة الضحى واقلها ركعتان].

(۱) مستدرك حاكم (۳۱٤/۱) ملاحظہ ہو حدیث/۲۴۹ وفي الجامع الصغير عن أنس بن مالك مرفوعا:- "صل الصبح والضحى فإنها صلاة الأوابين" (رواه زاهد بن طاهر في سداسياته باسناد صحيح (التيسير مع الجامع الصغير ۹۱/۲).

(۲) عن زيد بن ارقم ان رسول الله ﷺ قال : " ان صلاة الاوابين حين ترمض الفصال " (اخرجه مسلم جامع الاصول ۱۱٤/٦) مسلم صلاة المسافرين [باب صلاة الاوابين حين ترمض الفصال].

(۳) عن عبد الله بن السائبؓ : ان رسول الله ﷺ كان يصلى اربعا بعد أن تزول الشمس قبل الظهر: وقال "انها ساعة تفتح فيها ابواب السماء واحب أن يصعدلى فيها عمل صالح " (اخرجه الترمذى.. جامع الاصول ٢٤/٦) الترمذى ابواب الصلاة [باب ما جاء فى الصلاة عن الزوال] قال الترمذى: حديث حسن غريب، وفى هامش جامع الاصول (٢٤/٦) : اسناده صحيح.

فرماتے تھے : سورج کے ڈھلنے کے وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔"(۱)(ابن ماجہ)

۹-ظہر وعصر کے درمیانی اوقات میں نوافل :

ظہر وعصر کے درمیانی وقت کی نسبت سے اگرچہ نماز ونفل کا کوئی معمول معروف تو نہیں لیکن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نوافل کے اہتمام وفضیلت کا یہ بھی وقت ہے۔

---

(۱) عن ابى ايوب : أن النبى ﷺ كان يصلى قبل الظهر اربعا اذا زالت الشمس لا يفصل بينهن بتسليم، وقال : إن ابواب السماء تفتح اذا زالت الشمس " (اخرجه باللفظ المذكور۔ ابن ماجه) ابن ماجة ابواب اقامة الصلاة [باب ما جاء فى الأربع ركعات قبل الظهر]

ابو داؤد وصحيح ابن خزيمة وغیرہ میں صرف ارشاد لیا گیا ہے، فعل نہیں، الفاظ ہیں : "اربع قبل الظهر ليس فيهن تسليم تفتح لهن ابواب السماء" (ابو داؤد كتاب الصلاة [باب الاربع قبل الظهر وبعدها وصحيح ابن خزيمة ابواب الصلاة [باب ذكر الاخبار المنصوصة والدالة على خلاف قول من زعم أن تطوع النهار اربعا] مسند أحمد (٤١٧/٥) میں بھی یہ روایت فعلاً وقولاً آئی ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی اس روایت کی عموماً تضعیف کی گئی ہے، ابن خزیمہ (۲۲۱/۲ تا ۲۲۳) نیز اعلاء السنن (۳۱/۷) میں اس بابت کافی تفصیل آئی ہے لیکن جو سند خصوصیت سے محل کلام ہے ابن خزیمہ نے اس کے علاوہ بھی بعض طرق ذکر کیے ہیں، مجمع الزوائد (۲۲۲/۲و۲۲۳) میں بھی کئی روایات آئی ہیں، اسی لئے شیخ ناصر الدین البانیؒ نے حاشیہ ابن خزیمہ (۲۲۱/۲) میں فرمایا ہے : "قلت : لكن للحديث طرق اخرى يرتقى بمجموعها الى درجة الحسن ولذا اوردته فى صحيح ابى داؤد (١١٥٣) وصحيح الجامع الصغير (٨٩٨) وراجع أيضا مصنف ابن ابى شيبة مع الهامش للشيخ محمد عوامة (٢٧٣/٤-٢٧٥)

اس کے ساتھ اس میں کلام ہے کہ "صلاۃ الزوال" کے نام سے کوئی نماز ہے یا نہیں؟ اور یہ اس پر مبنی ہے کہ آیا ان احادیث میں ظہر سے قبل کی سنتوں کا تذکرہ ہے یا اس سے الگ کسی نماز کا، صحاح ستہ وغیرہ میں "صلاۃ الزوال" کے نام سے باب وروایت کا تذکرہ صرف ترمذی میں ہے گویا انہوں نے اس کو ایک الگ نماز قرار دیا ہے، جیسا کہ علماء وصوفیاء کی ایک جماعت مانتی رہی ہے یہ لوگ ان احادیث کو صلاۃ الزوال سے متعلق قرار دیتے ہیں حضرت گنگوہی فرماتے ہیں:-قرینہ یہ ہے کہ اس نماز کی نسبت سورج کے ڈھلنے کی طرف کی گئی ہے اگرچہ ساتھ میں قبل ظہر کا تذکرہ بھی ہے، جس کا مطلب زوال کے قریب ومتصل اس کا ادا کرنا ہے، جبکہ ظہر کی نماز میں حسب موقع تاخیر ہوتی ہے، اور فرائض کی سنتیں ان سے متصل ادا کی جاتی ہیں۔

صلاۃ الزوال کو مستقل ماننے والوں میں مشہور محدث عراقی بھی ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ روایات کے الفاظ بھی اس کی تائید کرتے ہیں کہ اس کا تعلق زوال سے ہے نہ کہ نماز ظہر سے۔

حضرت ابو ایوبؓ وحضرت ابن عمرؓ کی بعض روایات میں قبل ظہر آٹھ رکعتوں کی بات آئی ہے، وہ بظاہر اس پر مبنی ہیں کہ چار رکعت زوال کی اور چار ظہر سے قبل کی ہیں (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۷۹، اور سندیں مقبول ہی ہیں)۔ =

۲۵۴- حضرت نافع رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ ظہر و عصر کے درمیانی اوقات کا (نماز کا اہتمام کرکے) احیاء فرماتے تھے۔(۱) (ابن ابی شیبہ)

۲۵۵- امام شعبی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی یہی عمل نقل کیا ہے۔(۲) (ابن ابی شیبہ)

۲۵۶- ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے :

''لوگ ۔یعنی صحابہ و اکابر تابعین۔ نماز عشاء کو، اور ظہر وعصر کے درمیانی وقفہ کی نماز کو رات کی نماز (تہجد) سے تشبیہ دیتے تھے۔''(۳) (یعنی اس جیسا سمجھتے تھے)۔ (ابن ابی شیبہ)

۱۰- نماز اوابین- فضیلت ورکعات :

۲۵۷- محمد بن منکدر رحمہ اللہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

''جو آدمی مغرب وعشاء کے درمیان نماز پڑھتا ہے تو یہ نماز ''اوابین'' (اللہ کی طرف نہایت آہ وزاری کرنے والوں) کی نماز ہے۔''(۴)

(ابن المبارک فی الرقائق)

= جب کہ زیادہ تر محدثین وشراح وغیرہ ان احادیث کا مصداق ظہر سے قبل کی چار رکعت کو قرار دیتے ہیں اور حنفیہ اس سے قبل ظہر کی چار ایک سلام سے ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔ امام غزالی نے بھی صلاۃ الزوال کا تذکرہ نہیں کیا ہے اس کا مصداق سنت ظہر کو قرار دیا ہے، اور مولانا ظفر احمد صاحب نے تو صلاۃ الزوال کی تردید کی ہے۔ (ملاحظہ ہو اعلاء السنن (۷/۳۰ تا ۳۲) معارف السنن (۴/۲۷۳، ۲۷۴ و۲۷۵) الکوکب الدری (۱/۲۰۱) احیاء العلوم کتاب الأوراد الورد الرابع.

(۱) عن ابن عمر أنه كان يحيى ما بين الظهر والعصر (رواه ابن ابى شيبة) مصنف ابن ابى شيبة ٤/٢٧٢ -وسنده وكيع- فضيل بن غزوان (ثقة - التقريب/٤٧٨) عن نافع عن ابن عمر.

(٢) عن الشعبى قال: كان عبد الله يصلى ما بين الظهر والعصر (رواه ابن ابى شيبة) مصنف ابن ابى شيبة ٤/٢٧٢ وسنده عبدالله بن داؤد (ثقة عابد - التقريب/٢٨٦) عن بكير بن عامر (ضعيف - التقريب/٧٥) عن الشعبى - والظاهر أنه مرسل لأنه لم يسمع من الشعبى.

(٣) عن ابراهيم النخعى :- "كانوا يشبهون صلاة العشاء وما بين الظهر والعصر بصلاة الليل" (رواه ابن ابى شيبة) مصنف ابن ابى شيبة ٤/٢٧٢ وسنده وكيع - ثنا سفيان عن ابراهيم بن المهاجر (صدوق لين الحفظ - التقريب/٣٤) عن النخعى.

(٤) "من صلى بين المغرب والعشاء فانها من صلاة الاوابين" (اخرجه ابن المبارك فى الرقائق =

صحابہ کرامؓ وتابعین کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ آیت ﴿تتجافى جنوبهم عن المضاجع﴾(۱) کا نزول مغرب کے بعد کی نوافل سے متعلق ہوا ہے۔(۲)

۲۵۸- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب وعشاء کے درمیان چھ رکعت ادا فرماتے دیکھا اور آپ نے یہ فرمایا ہے: جو آدمی مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھے اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اگر چہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔''(۳) (طبرانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے:

''جو آدمی مغرب کے بعد چھ رکعت اس طرح ادا کرے کہ درمیان میں کوئی بری بات نہ کرے تو یہ چھ رکعتیں بارہ سال کی عبادت کے برابر شمار ہوں گی۔''(۴)

□□□

= من رواية ابن المنكدر، تخريج العراقى لاحياء علوم الدين ١/١٩٧) وقال العراقى : بسند ضعيف جامع صغیر (۲/۴۲۷) میں بواسطہ محمد بن المنکدر مرسلاً اس کو نقل کیا گیا ہے، اور اس کو محمد بن نصر کی قیام اللیل کی طرف منسوب کیا گیا ہے، البانی نے بھی (ضعیف الجامع الصغیر ۵/۲۰۶) ضعیف کہا ہے۔

(١) سورة السجدة آية : ١٦

(٢) تفسير ابن كثير، سورة السجدة ٧/٣٦٤ و ٣٦٦

(٣) عن عمار بن ياسر قال : "رأيت حبيبى ﷺ يصلى بعد المغرب ست ركعات" وقال :- "من صلى بعد المغرب ست ركعات غفرت له ذنوبه وان كانت مثل زبد البحر" للطبرانى ونسبه العراقى فى تخريج الاحياء (١/١٩٧) الى ابن منده فى الضحى والطبرانى فى الاوسط والصغير جمع الفوائد (١/١١٣) ومجمع الزوائد (٢/٢٣٣) وفيه:- قال الطبرانى:- تفرد به صالح بن قطن البخارى، وقال الهيثمى:- لم أحد من ترجمه.

(٤) جامع الاصول ٩/٤٠٣، وفى معارف السنن (٤/١١٤) :- قال الشيخ (أى المحدث الكشميرى) :- ولم يصح فيها -أى فى فضل الست والأربع والعشرين مع كثرة الأحاديث الواردة فيها فانها لا تخلو عن ضعيف أو مجهول وتجد هذه الروايات مجموعة فى "شرح المنتقى" وبعضها فى "زوائد الهيثمى" لكن بضم بعضها إلى بعض يقوى حالها وبالاخص فى باب الفضائل فإنه واسع وفضل الله أوسع و حديث الباب ضعيف والعمل به مع ضعفه.

(۷)

(ب)

مختلف اسباب واحوال کے متعلق نوافل

۱- تحیۃ الوضو۔

۲- تحیۃ المسجد۔

۳- صلاۃ التسبیح۔

۴- صلاۃ الحاجۃ۔

۵- نماز استخارہ۔

۶- گرہن کی نماز۔

۷- نماز استسقاء۔

۸- نماز شکر۔

۹- نماز نکاح۔

۱۰- خوشی یا مصیبت میں سجدہ۔

۱۱- نماز سفر (آغاز و اختتام دونوں پر)۔

۱۲- مہمات و مشکلات کی نماز۔

۱۳- نماز توبہ۔

۱۴- تحیۃ البیت۔

۱۵- عارضی قیامگاہ پر آتے جاتے نماز۔

۱- تحیۃ الوضو :

فضیلت و رکعات :

۲۵۹- حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے ارشادِ نبوی مروی ہے :
''جو آدمی اچھی طرح وضو کرے اور پھر دو رکعت اس طرح ادا کرے کہ اس میں غفلت کا شکار نہ ہو تو اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔''(۱)
(ابوداؤد)

۲۶۰- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روای ہیں :
''ایک دن صبح کی نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا: تم مجھے اپنا کوئی ایسا عمل بتاؤ جو تم نے حالت اسلام میں اپنے لئے سب سے زیادہ نفع کا کیا ہو، اس لئے کہ آج رات میں نے جنت کے اندر اپنے آگے آگے تمہاری جوتیوں کی آواز سنی ہے، انہوں نے عرض کیا : میں نے اسلام کے حال میں اپنے نزدیک اس سے زیادہ نفع کا کوئی کام نہیں کیا کہ رات و دن کی جس گھڑی میں میں پورا وضو کرتا ہوں تو اس وضو سے جو بھی میرے لئے مقدور (وممکن) ہو نماز ادا کرتا ہوں۔''(۲)
(بخاری و مسلم)

---

(۱) عن زيد بن خالد أن رسول الله ﷺ قال : "من توضأ فاحسن وضوءه ثم صلى ركعتين لا يسهو فيهما غفرله ما تقدم من ذنبه" (اخرجه ابوداؤد جامع الاصول ۹/۴۰۲) ابوداؤد كتاب الصلاة [باب كراهية الوسوسة وحديث النفس فى الصلاة] وفى هامش جامع الاصول (۹/۴۰۲) : اسناده صحيح.

(۲) عن ابى هريرةؓ قال : قال رسول الله ﷺ لبلال بعد صلاة الغداة : حدثنى بارجى عمل عملته عندك فى الاسلام منفعة فانى سمعت الليلة خشف نعليك بين يدى فى الجنة قال بلال : ماعملت عملا فى الإسلام ارجى عندى منفعة من انى لا اتطهر طهوراً تاما فى ساعة من ليل او نهار إلا صليت بذلك الطهر ما كتب الله لى أن أصلى" (اخرجه البخارى ومسلم جامع الاصول ۹/۷۰) البخارى كتاب التهجد [باب فضل للطهور بالليل والنهار وفضل الصلاة بعد الوضوء] ومسلم فضائل الصحابة [باب من فضائل بلال].

۲- تحیۃ المسجد :

فضیلت ورکعات :

۲۶۱- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے ارشادنبوی منقول ہے :

''مساجد کو ان کا حق دیا کرو۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! مساجد کا حق کیا ہے؟ فرمایا : بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھو۔''(۱)

(ابن ابی شیبہ)

۲۶۲- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ارشادنبوی نقل کیا ہے :

''اے ابوذر مسجد کی بھی ایک تعظیم وادب ہے اور وہ ہے دو رکعت نماز۔''(۲)

(ابن حبان)

۲۶۳- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے ارشادنبوی مروی ہے :

''جب کوئی آدمی مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھا کرے۔''

(بخاری ومسلم)

اور ان سے یہ بھی مروی ہے کہ میں مسجد میں آکر آپ کی مجلس میں بیٹھا تو آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا۔(۳)

---

(۱) عن أبی قتادة عن النبی صلی اللہ علیه وسلم : " اعطوا المساجد حقها " قالوا یا رسول الله! ماحقها؟ قال : "أن تصلی رکعتین قبل أن تجلس " (رواه الأثرم) فی سننه باسناد جید، کما فی حاشیة البلقینی علی الأم (۱/۱۲۹ - اعلاء السنن ۷/۳۳). ورواه ابن ابی شیبة کما فی الجامع الصغیر (التیسیر مع الجامع الصغیر ۱/۱۷۰) باسناد حسن (کما أشار إلیه السیوطی وقرره المناوی) ابن أبی شیبة (۳/۱۷۹و ۱۸۰) - وقال المحقق فی الهامش (۳/۱۷۹) الإسناد ضعیف والحدیث صحیح من روایة عامر بن عبد الله بن الزبیر کما تقدم رقم (۳٤۳۸) وهو فی ۳/۱۷۸ من المصنف.

(۲) عن ابی ذر - قال النبی صلی الله علیه وسلم : " یا اباذر ان للمسجد تحیة و إن تحیته رکعتان " (اخرجه ابن حبان فی صحیحه - معارف السنن ۳/۲۹۳). موارد الظمآن ص/۱۰۱، حدیث/۲۰۲۲ (الإحسان ۱/۲۸۷)

(۳) عن ابی قتادة : أن رسول الله ﷺ قال : " اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین

۳- صلاۃ التسبیح :

فضیلت ورکعات :

۲۶۴- حضرت عبداللہ بن عباس وابورافع رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے عباس اے چچا جان کیا میں آپ کو کچھ عطیہ دوں، آپ پر کچھ نوازش کروں، آپ کو ایک انعام دوں، دس کام اگر آپ کر لیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے تمام گناہ معاف کر دے گا، اول وآخر، پرانے و نئے، بھول کر ہونے والے اور قصداً ہونے والے، چھوٹے اور بڑے، پوشیدہ و کھلے۔ وہ دس کام یہ ہیں کہ آپ چار رکعت نماز پڑھیں، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھیں، اور پہلی رکعت میں قراءت سے فارغ ہونے کے بعد قیام کے حال میں (رکوع سے قبل) پندرہ مرتبہ سبحان اللہ والحمدللہ، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہیں پھر رکوع میں جائیں (تو رکوع کی تسبیح کے بعد(۱)) ان کلمات کو دس مرتبہ کہیں اور رکوع سے سر اٹھائیں تو دس مرتبہ کہیں، پھر سجدے میں جائیں تو (سجدہ کی تسبیح کے بعد) دس مرتبہ کہیں پھر سجدے سے سر اٹھائیں (تو پہلے سجدے کے بعد کی بیٹھک میں) دس مرتبہ کہیں، پھر (دوسرے) سجدے میں جائیں تو دس مرتبہ کہیں، پھر دوسرے سجدے سے اٹھیں تو بیٹھ کر دس مرتبہ کہیں (پھر اگلی رکعت کے لئے اٹھیں) یہ ایک رکعت

= قبل أن یجلس " وفی روایة " دخلت المسجد و رسول الله جالس بین ظهرانی الناس قال فجلست فقال رسول الله ﷺ : " ما منعك أن ترکع رکعتین قبل أن تجلس " قال : فقلت : یا رسول الله ﷺ رأیتك جالسا والناس جلوس قال : "اذا دخل الخ " (اخرجه الجماعة ـ جامع الاصول ٦/٢٤٨ و ٢٤٩) البخاری المساجد [باب اذا دخل المسجد فلیرکع رکعتین] ومسلم صلاة المسافرین [باب استحباب تحیة المسجد].

(۱) ترمذی میں ابن مبارک سے اس کو نقل کیا گیا ہے (أبواب الصلاة باب ما جاء فی صلاة التسبیح).

میں پچھتر تسبیحات ہوئیں، چاروں رکعتوں میں اسی طرح کریں اور کہیں۔
اگر ہو سکے تو دن میں ایک مرتبہ، ورنہ ہفتہ میں (ایک مرتبہ) جمعہ کو، یہ نہ
ہو سکے تو مہینہ میں ایک مرتبہ، ورنہ سال میں ایک مرتبہ اور یہ بھی نہ ہو تو
پوری زندگی میں ایک مرتبہ اس کو کریں۔"(۱) (ابوداؤد و ترمذی)
روایات میں اس کا وقت زوال کے بعد کا ذکر کیا گیا ہے (۲) (یعنی یہ بہتر وقت

(۱) عن ابن عباس وابی رافع أن النبی صلی الله قال للعباس بن عبد المطلب " یا عباس یا عماہ ألا أعطیك؟ الا امنحك؟ ألا احبزك؟ ألا افعل بك ؟ عشر خصال اذا انت فعلت ذلك غفر الله لك ذنبك اوله واخره، قدیمه وحدیثه، خطأه وعمده، صغیره و کبیره، سره وعلانیته عشر خصال أن تصلی اربع رکعات تقرأ فی کل رکعة فاتحة الکتاب وسورة، فاذا فرغت من القراءة فی اول رکعة وانت قائم فقلت سبحان الله والحمدلله ولا اله الا الله والله اکبر خمس عشرة مرة ثم ترکع فتقولها وأنت راکع عشرا ثم ترفع رأسك من الرکوع فتقولها عشرا ثم تهوی ساجدا فتقولها وأنت ساجد عشرا، ثم ترفع رأسك من السجود فتقولها عشرا ثم تسجد فتقولها عشرا ثم ترفع رأسك فتقولها عشرا فذلك خمس وسبعون فی کل رکعة تفعل ذلك فی اربع رکعات.

ان استطعت ان تصلیها فی کل یوم مرة فافعل، فإن لم تفعل ففی کل جمعة، فإن لم تفعل ففی کل شهر مرة، فإن لم تفعل ففی کل سنة مرة، فإن لم تفعل ففی کل عمرك مرة " (اخرجه ابوداؤد، واللفظ له۔ والترمذی جامع الاصول ۳۵۲/۶-۳۵۴) ابوداؤد کتاب الصلاة [باب صلاة التسبیح] والترمذی ابواب الصلاة [باب ما جاء فی صلاة التسبیح]، وفی هامش جامع الاصول (۳۵۴/۶): ورواه ایضاً ابن ماجه والحاکم فی المستدرك وصححه ووافقه الذهبی وهو حدیث صحیح لطرقه وشواهده الکثیرة، وقد صححه جماعة من العلماء.

اقول: وقد رواه ابن خزیمة باللفظ المذکور مع اظهار تردده فی ثبوته وصحته ولکن قال الألبانی فی هامشه (۲۲۳/۲) وراجع للحدیث [باب ما جاء فی صلاة التسبیح من ابواب الصلاة] قلت: اسناده ضعیف کما أشار الیه المصنف لکن الحدیث له شواهد یتقوی بها ولذلك اوردته فی "صحیح ابی داؤد" (۱۱۷۳ و ۱۱۷۴).

اقول ایضاً: راجع للوقوف علی اسماء من صرح بصحته او حسنه "معارف السنن" (۲۸۴/۴) وراجع منه ص ۳۸۵، لمزید تفصیل وتحفة الأحوذی (۵۰۹/۲-۵۱۳) وفیه (۵۱۰/۲) نقلاً عن الحافظ ابن حجر من تلخیصه: قال الدارقطنی: اصح شئی فی فضل الصلاة صلاة التسبیح.

وأیضا أقول:- قد رواه الحاکم بعدة طرق وقوی ثبوته وطرقه وقال بعد أن ساق حدیث ابن عمر بسنده:- هذا اسناد صحیح لا غبار علیه- ووافقه الذهبی (المستدرك ۳۱۸/۱ و ۳۱۹ کتاب التطوع)

(۲) جامع الاصول من روایة ابی الجوزاء لابی داؤد (۲۵۳/۶)

ہے ورنہ جس وقت پڑھ سکے آدمی پڑھ لے) لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے
جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے۔(۱)
جو طریقہ ذکر کیا گیا ہے اس میں بحالت قیام قراءت کے بعد پندرہ مرتبہ اور
دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر دس مرتبہ ہے، یہ بھی گنجائش ہے کہ ہر رکعت میں قراءت سے
قبل پندرہ مرتبہ اور قراءت کے بعد رکوع سے قبل دس مرتبہ ان کلمات کو کہہ لیا جائے (۲)
اس صورت میں دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر کہنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

۴۔ صلاۃ الحاجۃ:

فضیلت و رکعات:

۲۶۵۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں:
"جس کی اللہ سے یا کسی انسان سے کوئی ضرورت ہو تو وہ اہتمام سے وضو
کرے اور دو رکعت نماز پڑھے، پھر اللہ کی حمد و ثنا اور درود کے بعد یوں کہے:
"لا اله الا الله الحلیم الکریم، سبحان الله رب العرش العظیم،
الحمد لله رب العالمین اسألك موجبات رحمتك وعزائم
مغفرتك والغنیمة من کل بر والسلامة من کل اثم، لا تدع لی
ذنبا الا غفرته ولا هما الا فرجته، ولا حاجة هی لك الا قضیتها
یا ارحم الراحمین."(۳) (ترمذی)

(۱) المستدرك ۳۱۹/۱ عن روایة ابن عمر.

(۲) الترمذی ابواب الصلاة [باب ما جاء فی صلاة التسبیح] نقلاً عن ابن المبارك ومستدرك الحاکم (۳۲۰/۱) حاکم نے کہا ہے ابن مبارک اس قسم کی بات بغیر تحقیق کے نہیں کہہ سکتے۔

(۳) عن عبد الله بن ابی اوفیؓ قال: قال رسول الله ﷺ "من کانت له الی الله حاجة او الی احد من بنی آدم فلیتوضأ ولیحسن الوضوء ثم لیصل رکعتین ثم لیثن علی الله ولیصل علی النبی ﷺ ثم لیقل: لا اله الا الله الخ " (اخرجه الترمذی جامع الاصول ۲۵۱/۶ و ۲۵۲) الترمذی ابواب الصلاة [باب ما جاء فی صلاة الحاجة] وقال عبد القادر الارناؤط فی هامش جامع الاصول (۲۵۲/۶)

ابن ماجہ میں یہ بھی ہے کہ: دعا پڑھنے کے بعد دنیا وآخرت کی جو ضرورت ہو مانگے پوری کی جائے گی۔

۲۶۶- حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص کمزور نگاہ والا خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اللہ سے میرے لئے دعا فرمادیجئے کہ مجھ کو شفا دیدے، آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں دعا کو مؤخر کردوں (اور تم صبر کرو) یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور چاہو تو دعا کردوں، عرض کیا: آپ دعا فرمادیں تو آپ نے اس کو حکم دیا کہ اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا مانگے:

"اللهم انی اسألك واتوجه اليك بمحمد نبی الرحمة، يا محمد انی قد توجهت بك الی ربی فی حاجتی هذه لتقضی اللهم شفعه فی." (۱) (ابن ماجہ وترمذی)

- رواه ابن ماجة -ابواب اقامة الصلاة [باب ما جاء فی صلاة الحاجة] وعنده اخر الحديث: ثم ليسأل من امر الدنيا والاخرة ما شاء فانه يقدر] والحاكم فی المستدرك (۱/۳۲۰) وفی اسناده خالد بن عبد الرحمن وهو متروك، كما قال الذهبی.

وقال فی هامش اذكار النووی (ص ۱۵٦): لكن له شاهد من حديث أنس عند الطبرانی باسناد ضعيف ولحديث انس طرق اخری فی مسند الفردوس واسناده ضعيف ايضا كما قال الحافظ فی تخريج الاذكار. اقول: ولاجل تعدد الطرق والشواهد، مال جماعة من المحققين الی تحسينه كما جاء فی معارف السنن (٤/۲۷٥) ومما جاء فيه "أن له شاهداً من حديث ابی الدرداء عند احمد والطبرانی واسناده حسن" كما فی مجمع الزوائد (۲/۲۸۱).

(۱) عن عثمان بن حنيف أن رجلا ضرير البصر أتی النبی ﷺ فقال: ادع الله لی أن يعافينی فقال: "إن شئت اخرت لك وهو خير وإن شئت دعوت" قال: ادعه فأمره أن يتوضأ فيحسن وضوله ويصلی ركعتين ويدعو بهذا الدعاء "اللهم انی أسألك وأتوجه اليك بمحمد نبی الرحمة يا محمد انی قد توجهت بك الی ربی فی حاجتی هذه لتقضی اللهم شفعه فی" (اخرجه ابن ماجه ابواب اقامة الصلاة [باب ما جاء فی صلاة الحاجة] وهو عند الترمذی فی ابواب الدعوات [باب من ادعية الاجابة] وقال الترمذی هذا حديث حسن صحيح، وقال فی هامش جامع الاصول (٦/۳٤۹) اسناده صحيح، صححه غير واحد من العلماء، قال الشوكانی: فی الحديث دليل علی جواز التوسل برسول الله ﷺ الی الله عزوجل مع اعتقاد أن الفاعل هو الله سبحانه وتعالیٰ. البتہ ترمذی میں نماز کا تذکرہ نہیں ہے وضوء کے بعد دعا کا تذکرہ ہے بس، لیکن اکثر ماخذ میں دو رکعت کا تذکرہ ہے، ملاحظہ ہو صحیح ابن خزیمہ (۲/۲۲٦) ۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد میں کسی ضرورت مند کو اسی طریقہ دعا کی تعلیم کی اور اس کو کامیابی ملی۔ (۱)

۵- نماز استخارہ:

فضیلت ورکعات:

۲۶۷- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"رسول اللہ رضی اللہ عنہ ہم کو تمام معاملات میں استخارہ کی تعلیم وتلقین کرتے تھے اور اس اہتمام سے فرماتے جیسے ہم کو قرآن کی سورت سکھایا کرتے تھے، آپ فرماتے تھے: جب تم میں کا کوئی آدمی کسی چیز کی وجہ سے فکر مند ہو تو دو رکعت نماز پڑھے، فرض کے ماسوا یعنی نفل اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے: "اللهم انی استخيرك بعلمك واستقدرك بقدرتك واسألك من فضلك العظيم فانك تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم، وأنت علام الغيوب، اللهم ان كنت تعلم ان هذا الامر خير لی فی دينی ومعاشی وعاقبة امری فاقدره لی ويسره لی ثم بارك لی فيه، اللهم ان كنت تعلم أن هذا الامر شرلی فی دينی ومعاشی وعاقبة امری فاصرفه عنی واصرفنی عنه واقدر لی الخير حيث كان ثم رضنی به." اس کے بعد اپنی ضرورت کا تذکرہ کرے۔"(۲)

(بخاری)

- والحاكم (۱/٥۱۹ كتاب الدعاء) وقال: صحيح الاسناد ووافقه الذهبی ورواه فی كتاب صلوة التطوع (۱/۳۱۳) أيضا فقال: صحيح علی شرط الشيخين ووافقه الذهبی.

(۱) مجمع الزوائد ۲/۲۸۲، عمل اليوم والليلة لابن السنی، ص/ ۲۰٤ و ۲۰٥.

(۲) عن جابر بن عبد اللهؓ قال: كان رسول الله ﷺ يعلمنا الاستخارة فی الامور كلها،

" فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری" ان الفاظ کی جگہ دونوں مواقع میں "فی عاجل امری وآجلہ" بھی کہہ سکتا ہے اور ملا کر بھی کہہ سکتا ہے۔(۱) اور ضرورت کا تذکرہ مبہم لفظوں میں کرے (۲) کیونکہ نماز میں دنیوی حاجات کا تذکرہ صاف لفظوں میں منع ہے۔

واضح رہے کہ استخارہ مباح امور میں ہوتا ہے یا ایسے واجب وفرض میں جس کا وقت متعین نہ ہو، مباح میں اس لئے ہوتا ہے کہ کریں یا نہ کریں اور واجب وفرض میں اس لئے کہ کب کریں۔(۳)

۶- گرہن کی نماز :
اور اس موقع کے اعمال :

۲۶۸- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سورج وچاند کسی انسان کی موت کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے بلکہ یہ اللہ کی نشانیاں ہیں جنھیں اللہ اپنے بندوں کو دکھاتا ہے لہٰذا ان کو جب تم (اس حال میں) دیکھو تو نماز میں لگ

- کما یعلمنا السورة من القرآن يقول : " اذا هم احدكم بالامر فليركع ركعتين من غير الفريضة ثم ليقل: اللهم انى استخيرك بعلمك واستقدرك بقدرتك، وأسألك من فضلك العظيم فانك تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم، وانت علام الغيوب، اللهم ان كنت تعلم أن هذا الامر خير لى فى دينى ومعاشى أو قال عاجل امرى و آجله فاقدره لى ويسره لى ثم بارك لى فيه، اللهم ان كنت تعلم أن هذا الامر شرّ لى فى دينى ومعاشى وعاقبة امرى، او قال : فى عاجل امرى وآجله فاصرفه عنى واصرفنى عنه واقدر لى الخير حيث كان ثم رضنى به" قال : "ويسمى حاجته" (اخرجه البخارى وابو داؤد والترمذى والنسائى جامع الاصول ٦/٢٥٠ و ٢٥١) البخارى الدعوات [باب الدعاء عند الاستخارة].

(۱) معارف السنن ٤/٢٨٠ و ٢٨١ رد المحتار ٢/٤٧٠

(۲) نيل الاوطار ٢/٢٦٨، نسخة دار الكلمة الط

(۳) معارف السنن ٤/٢٧٨.

جایا کرو۔"(۱) (بخاری ومسلم)

۲۶۹- حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے :

"یہ نشانیاں جن کو اللہ بھیجا کرتا ہے اور ظاہر کرتا ہے ان کا کسی کی موت و حیات سے تعلق نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو اس لئے ظاہر کرتا ہے کہ ان کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈرائے لہٰذا تم جب ایسی کوئی چیز دیکھا کرو تو اللہ کے ذکر اور اس سے دعا واستغفار کی طرف لپکا کرو۔"(۲) (بخاری ومسلم)

۲۷۰- حضرت نعمان بن بشیر وقبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہن کی نماز دو رکعت ادا کی اور پھر فرمایا: "تم جب اس قسم کی کوئی نشانی دیکھا کرو تو قریبی فرض نماز تم نے جو ادا کی ہے (یعنی فجر کی) اس کی مانند نماز پڑھا کرو۔"(۳) یعنی دو رکعت اور معمول کے مطابق۔ (ابوداؤد ونسائی)

---

(۱) عن عائشةؓ قالت : "كسفت الشمس على عهد النبى ﷺ فقام النبى ﷺ فصلى بالناس.... ثم قام فقال : "ان الشمس والقمر لاينكسفان لموت احد ولا لحياته ولكنهما آيتان من آيات الله يريهما عباده فاذا رأيتم ذلك فافزعوا الى الصلاة" (رواه الجماعة جامع الاصول ٦/١٥٦ تا ١٦٤) البخارى ابواب الكسوف، ومسلم ابواب الكسوف [باب ما عرض على النبى ﷺ الخ].

(۲) عن ابى موسى الاشعريؓ قال : "خسفت الشمس فى زمان رسول الله فقام فزعاً .... ثم قال: " ان هذه الايات التى يرسلها الله لا تكون لموت احد ولا لحياته ولكن الله عزوجل يرسلها يخوف بها عباده فاذا رأيتم منها شيئا فافزعوا الى ذكره ودعائه واستغفاره" (اخرجه البخارى ومسلم والنسائى ، جامع الاصول ٦/١٧٦، ١٧٧) البخارى ابواب الكسوف [باب الذكر فى الكسوف] و مسلم ابواب الكسوف [باب ذكر النداء بصلاة الكسوف].

(۳) عن قبيصة بن مخارق قال : كسفت الشمس على عهد رسول الله ﷺ فخرج يجر ثوبه وأنا معه يومئذ بالمدينة فصلى ركعتين فأطال فيهما القيام ثم انصرف وانجلت ثم قال : "انما هذه الايات يخوف الله بها عباده فاذا رأيتموها فصلوا كأحدث صلاة صليتموها من المكتوبة " (اخرجه ابوداؤد والنسائى عن قبيصة وعن النعمان بن بشير ايضا باللفظ المذكور من قوله ﷺ جامع الاصول ٦/١٨٦ تا ١٨٩) ابوداؤد كتاب الصلاة [باب من قال يركع ركعتين فى الكسوف] و[باب صلاة الكسوف] والنسائى ابواب الكسوف، وفى اعلاء السنن (١٣٧/٨) : رواه البزار والطبرانى فى الأوسط والكبير - عن بلال (مجمع الزوائد ٢/٢١٠ فيه عبد الرحمن بن أبى ليلى لم يدرك بلالا و بقية رجاله ثقات) اقول: رواية قبيصة سكت عنه ابوداؤد والمنذرى، وقال الشوكانى فى النيل (٤/١٩٨) :

۲۷۱- حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ سورج گرہن ہوا تو آپ چادر سمیٹتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے اور لوگ بھی لپک کر آگئے تو آپ نے سب کو دو رکعت نماز پڑھائی حتی کہ سورج صاف ہوگیا،- اس کے بعد آپ نے خطاب فرماتے ہوئے وہ ہدایات دیں جن کو نقل کیا جاچکا ہے جن میں یہ بھی آیا ہے۔- جب ایسا دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو حتی کہ جو حال تم پر آیا ہے وہ دور کردیا جائے۔"(۱)(بخاری)

۲۷۲- حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کیا ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز گرہن میں) دو سورتیں پڑھیں اور دو رکعتیں ادا کیں۔"(۲)(مسلم)

۲۷۳- حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز گرہن پڑھائی تو آپ نے طویل قیام فرمایا جو کبھی کسی نماز میں ہمارے ساتھ کیا ہو اور ہم آپ کی کوئی آواز نہیں سن رہے تھے، پھر رکوع فرمایا تو نہایت طویل رکوع فرمایا جو کبھی

- رجالہ رجال الصحیح، ورواہ الحاکم ایضا (المستدرک ۱/۳۳۲و۳۳۳ کتاب الکسوف) وقال: حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ ثم زاد علی هذا شیئا من کلامه فراجعه وراجع اعلاء السنن (۱۳۵/۸) اما حدیث النعمان بن بشیر فایضا سکت عنه ابوداؤد والنسائی. وصححه الحاکم بدون کلام منه ومن الذهبی (المستدرک ۱/۳۳۳).

(۱) عن ابی بکرۃؓ: "کنا عند النبی ﷺ فانکسفت الشمس فقام رسول الله ﷺ یجر رداءه حتی دخل المسجد وثاب الناس الیه فصلی بهم رکعتین حتی انجلت الشمس، فقال: "ان الشمس والقمر آیتان من آیات الله وانهما لا ینخسفان لموت احد فاذا کان ذلک فصلوا وادعوا حتی یکشف مابکم" (اخرجه البخاری والنسائی جامع الاصول ۱۸۴/۶و ۱۸۵) البخاری ابواب الکسوف، باب الصلاة فی الکسوف.

(۲) عن عبد الرحمن بن سمرۃؓ قال: "انکسفت الشمس ...... فأتیته وهو قائم فی الصلاة ..... فلما حسر عنها قرأ سورتین وصلی رکعتین" (اخرجه مسلم وابوداؤد والنسائی جامع الاصول ۱۸۵/۶و ۱۸۶) مسلم ابواب الکسوف [باب ذکر النداء بصلاة الکسوف].

ہمارے ساتھ کیا ہو، اس میں بھی ہم کوئی آواز نہیں سن رہے تھے، پھر سجدہ فرمایا تو وہ بھی نہایت طویل اسی طرح، پھر دوسری رکعت میں بھی یہی کیا اور دوسری رکعت کے قعدہ میں سورج صاف ہوگیا تو سلام پھیرا اور خطاب فرمایا۔"(۱)(ابوداؤد ونسائی وترمذی)

سورج گرہن کی نماز دو رکعت ہے جس میں قراءت سری کی جائے گی اور اس کے ساتھ دعا کا اہتمام بھی کیا جائے گا، اور وعظ ونصیحت کی حیثیت سے خطبہ بھی دیا جاسکتا ہے۔(۲)

۷- نماز استسقاء :

۲۷۴- حضرت عباد بن تمیم اپنے چچا عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں:

"میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ استسقاء کے لئے نکلے تو سب کی طرف پیٹھ کر کے قبلہ رخ ہوکر دعا فرماتے رہے، پھر اپنی چادر کو ادھر سے ادھر کیا اور اس کے بعد ہم کو دو رکعت نماز جہری قراءت کے ساتھ پڑھائی۔"(۳)(بخاری)

---

(۱) عن سمرۃ بن جندبؓ قال: "بینما أنا وغلام من الانصار..... فاستقدم فصلی فقام بنا کاطول ما قام فی صلاة قط لا نسمع له صوتا، قال ثم رکع بنا کاطول ما رکع بنا فی صلاة قط لا نسمع له صوتا، قال: ثم سجد کاطول ما سجد بنا فی صلاة قط لا نسمع له صوتا، ثم فعل فی الرکعة الاخری مثل ذلک، قال: فوافق تجلی الشمس جلوسه فی الرکعة الثانیة ثم سلم فحمدالله الحدیث" (اخرجه ابوداؤد والنسائی والترمذی مع اختلاف جامع الاصول ۱۸۱/۶ و ۱۸۲) ابوداؤد کتاب الصلاة [باب من قال صلاة الکسوف اربع رکعات] والنسائی ابواب الکسوف [باب نوع اخر الخ] الترمذی ابواب الصلاة [باب صلاة الکسوف] وقال حدیث حسن صحیح، لیکن ترمذی نے اس کو بہت مختصر صرف یہ لفظ روایت کیا ہے: "ان رسول الله ﷺ صلی بنا فی کسوف لا نسمع له صوتا" اور صلاة الکسوف میں سر، وعدم جہر حضرت سمرہ کے علاوہ عبداللہ بن عباس وغیرہ سے بھی مروی ہے۔

(۲) در مختار و رد المحتار ۶۴/۳ و ۶۸.

(۳) عن عبد الله بن زید المازنی قال: "رأیت النبی ﷺ یوم خرج یستسقی قال فحول الی الناس ظهره واستقبل القبلة یدعو ثم حول رداءه ثم صلی لنا رکعتین جهر فیهما بالقراءة" (رواه الجماعة مع اختلاف فی اللفظ، واللفظ المذکور للبخاری جامع الاصول ۱۹۳/۶ و ۱۹۴) البخاری الاستسقاء [باب تحویل الرداء فی الاستسقاء] والترمذی ابواب الصلاة [باب ما جاء فی صلاة الاستسقاء]

۲۷۵- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استقاء کے لئے مدینہ (شہر کی آبادی) سے باہر نکلے تو بغیر اذان واقامت کے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی پھر ہم کو خطبہ دیا، اور اللہ سے دعا کی اور چہرہ قبلہ کی جانب کیا اور ہاتھوں کو بلند فرمایا اور پھر چادر کو پلٹ دیا اس طرح کہ دایاں بایاں ادھر ادھر کرلیا۔" (۱) (ابن ماجہ واحمد)

۲۷۶- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استقاء کیا تو نماز سے پہلے خطبہ دیا اور قبلہ رخ ہو کر دعا فرمائی اور چادر کو ادھر سے ادھر کرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھائی۔" (۲) (طبرانی)

۲۷۷- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایک روایت میں یہی نقل کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم استقاء کے لئے آبادی سے باہر نکلے اور پہلے کچھ خطاب فرمایا پھر خوب دعا فرمائی اس کے بعد چادر ادھر سے ادھر کر کے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ (۳) (ابوداؤد)

---

(۱) عن ابی ھریرةؓ قال: "خرج رسول الله ﷺ یوما یستسقی فصلی بنا رکعتین بلا اذان واقامة ثم خطبنا ودعا الله وحول وجهه نحو القبلة رافعا یدیه ثم قلب رداءه فجعل الأیمن علی الأیسر والأیسر علی الأیمن" (اخرجه ابن ماجة اعلاء السنن ۱۴۹/۸) واحمد والبیهقی تلخیص الحبیر (۱۰۵/۲) ابن ماجة اقامة الصلاة باب ما جاء فی صلاة الاستسقاء وفی مصباح الزجاجة: اسناده صحیح رجاله ثقات (هامش ابن ماجة ۲۳۱/۱) ونقل الحافظ عن البیهقی -فی خلافیاته:- رواته ثقات (تلخیص الحبیر ۱۰۵/۲)

(۲) عن انس بن مالکؓ "أن رسول الله استسقی فخطب قبل الصلاة واستقبل القبلة وحول رداءه ثم نزل فصلی رکعتین ولم یکبر فیهما الا تکبیرة" الحدیث (رواه الطبرانی نصب الرایة/ الصلوة باب الاستسقاء) قال فی اعلاء السنن (۱۵۵/۸): ذکره الزیلعی معارضا لروایة الحاکم عن ابن عباس والمعارضة لا تکون إلا بین المثلین فکلام الزیلعی مشعر بمساواة روایة الطبرانی لروایة الحاکم (عن ابن عباس وقال: صحیح الإسناد ولم یخرجاه).

(۳) عن عائشةؓ قالت: "شکا الناس الی رسول الله ﷺ قحوط المطر .... قالت: فخرج رسول الله ﷺ حین بدا حاجب الشمس فقعد علی المنبر فکبر وحمد الله ثم قال: انکم شکوتم،

استقاء کے لئے معتبر احادیث میں کئی صورتیں آئی ہیں لہذا حسب موقع کسی صورت کو بھی اختیار کیا جا سکتا ہے، اور سب سنت ہی ہے۔ (۱)

۱- صرف دعا جو پورے اہتمام سے کی جائے خواہ خطبہ جمعہ میں کی جائے (۲) یا کسی فرض نماز کے بعد کی جائے یا نماز کے بغیر کی جائے۔ (۳)

۲- نماز و دعا یہ سب سے بہتر صورت ہے جس میں یہ متعین ہے کہ نماز دو رکعت اور جہری قراءت کے ساتھ ادا کی جائے، اور اس کے ساتھ دعا کی جائے۔

یہ دعا بہتر ہے کہ بعد نماز ہو کہ نماز کے ساتھ اور اس کے بعد دعا کی قبولیت زیادہ بتائی گئی ہے جیسا کہ گذر چکا ہے (۴) اور استقاء کی احادیث میں بھی کثرت سے آیا ہے۔ (۵) اور یہ دعا نماز سے قبل بھی ہو سکتی ہے۔ (۶)

جیسے کہ خطبہ نہ بھی ہو تو گنجائش ہے کہ ہر موقع سے خطبہ منقول نہیں (۷) اور بہتر ہے کہ خطبہ ہو اس لئے کہ کئی روایات میں اس کا تذکرہ ہے، اور خطبہ کا عیدین کی نماز کی طرح بعد نماز، قبل دعا ہونا اور دو ہونا بہتر ہے۔ (۸)

= ثم قال: الحمد لله رب العلمین ... ثم رفع یدیه ... ثم حول الی الناس ظهره وقلب او حول رداءه وهو رافع یده ثم اقبل علی الناس ونزل فصلی رکعتین الحدیث" (اخرجه ابوداؤد جامع الاصول ۲۰۴/۶ و ۲۰۵) ابوداؤد کتاب الصلاة [باب رفع الیدین فی الاستسقاء] قال ابوداؤد: هذا حدیث غریب واسناده جید.

(۱) اعلاء السنن ۱۴۹/۸.

(۲) عن انس رواه الجماعة، جامع الاصول ۱۹۵/۶ تا ۲۰۱.

(۳) عن عمیر مولی ابی اللحم (رواه اصحاب السنن جامع الاصول ۲۰۸/۶)
اس میں مدینہ کے باہر نکل کر بغیر نماز کے دعائے استقاء کی بات آئی ہے اس کے علاوہ بھی بعض روایات ہیں۔ (اعلاء السنن ۱۵۷/۸ و ۱۵۵).

(۴) ملاحظہ ہو حدیث/۱۵۶ و ما بعد

(۵) ملاحظہ ہوں شروع میں مذکور احادیث

(۶) ملاحظہ ہو حدیث/۲۷۴

(۷) ملاحظہ ہو حدیث/۲۷۴

(۸) امام محمدؒ کے نزدیک دو خطبے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک ہے۔ (ردالمحتار ۱۷۳/۳)

اور اگر خطبہ قبل نماز ہو یا صرف ایک ہو تو بھی درست ہے اس لئے کہ کئی احادیث میں قبل نماز خطبہ کا تذکرہ ہے۔(۱) اور دو خطبے کی صراحت روایات میں نہیں ہے۔(۲)

بہر حال اصل چیز حق تعالیٰ کے حضور میں عاجزی کے ساتھ رونا گڑگڑانا ہے وہ جس طرح ہو بہتر ہے۔

اور سب سے بہتر شکل۔ جو عام علماء امت کے نزدیک پسندیدہ و مختار ہے۔ یہی ہے کہ اہتمام سے نماز ادا کی جائے اور پھر دعا کی جائے۔

اور یہ بھی پسندیدہ ہے کہ کم از کم امام اپنے جسم پر موجود رومال یا چادر کے رخ کو بدل لے، دائیں سے بائیں یا اوپر سے نیچے کر لے کہ اس کا تذکرہ عموماً احادیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز استسقاء کے موقع پر اس عمل کو بھی کیا۔(۳)

۸۔ نماز شکر :

۲۷۸۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ابوجہل کے سر (کاٹنے اور لائے جانے) کی خوشخبری سنائی گئی تو آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔''(۴)(ابن ماجہ)

(۱) ملاحظہ ہو حدیث/۲۷۶ و ۲۷۷

(۲) اعلاء السنن ۸/۱۵۴ و ۱۵۲ و ۱۴۹.

(۳) اعلاء السنن ۸/۱۵۰ و ۱۵۱.

(٤) عن عبد الله بن ابی اوفیؓ: "أن رسول الله ﷺ صلی یوم بشر برأس ابی جهل رکعتین" (اخرجه ابن ماجة اعلاء السنن ۷/۲۳۳) و (ذکره الحافظ فی الفتح ۳/۵۵، باب صلاة الضحی فی السفر من کتاب الصلاة) ابن ماجة ابواب اقامة الصلاة [باب ما جاء فی الصلاة والسجدة عند الشکر] وفی زوائد ابن ماجة: فی اسناده شعثاء ولم أر من تکلم فیها لا بجرح ولا توثیق (هامش ابن ماجة ۱/۲۵٤) وقال فی هامش اعلاء السنن (۷/۲۳۳): قلت انما ضعفه لأن فی سنده شعثاء الکوفیة لا تعرف ولکن نص الذهبی وکذا الحافظ ابن حجر فی النساء المجهولات قال: لا اعلم فی النساء من اتهمت ولا ترکت کما فی اللسان (۷/۵۲۲) وأیضا فإن شعثاء هذه تابعیة والمجهول من القرون الثلاثة مقبول عندنا وبقیة السند رجال الحسن فالحدیث یصلح للاحتجاج به، اقول: وفی التقریب (ص ۸۹۹) "شعثاء بنت عبد الله الاسدیة الکوفیة لا تعرف من الخامسة".

اس سلسلے میں ایک بات یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت چاشت جو چند رکعت نماز ادا فرمائی تھی، اس کی بابت ایک معروف قول یہی ہے کہ نماز فتح و نماز شکر تھی۔(۱)

۹۔ نماز نکاح :

۲۷۹۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

''نکاح کے بعد جب زوجین کی خلوت و ملاقات کی نوبت آئے تو مرد و عورت دونوں دو رکعت نماز پڑھیں مرد آگے کھڑا ہو اور عورت پیچھے اور مرد بعد نماز یہ دعا مانگے: "اللهم بارك لی فی اهلی وبارك لأهلی فیّ اللهم ارزقهم منی وارزقنی منهم، اللهم اجمع بیننا ما جمعت فی خیر وفرق بیننا اذا خرجت الی خیر." (۲) (طبرانی)

۱۰۔ خوشی یا مصیبت پر سجدہ :

۲۸۰۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب کوئی خوشی کی چیز آتی یا کوئی خوشخبری سنائی جاتی تو اللہ کے لئے سجدے میں گر جاتے تھے۔''(۳)

(ترمذی وابوداؤد)

(۱) اعلاء السنن ۷/۲۳۱ تا ۲۳۳) فتح الباری [باب صلاة الضحی فی السفر] روایت کے لئے ملاحظہ ہو: جامع الاصول ٦/۱۱۰-۱۱۲

(۲) عن ابن مسعودؓ "اذا دخلت المرأة علی زوجها یقوم الرجل فتقوم من خلفه فیصلیان رکعتین ویقول: اللهم بارك لی فی اهلی الحدیث" (اخرجه الطبرانی - مجمع الزوائد) مجمع الزوائد ٤/۲۹٤ و ۲۹۵ باب مایفعل إذا دخل بأهله ونسبه إلی الأوسط، وقال الهیثمی: فیه اسماعیل بن ابراهیم بن المغیرة المروزی لم أجد من ذکره و عطاء بن السائب وقد اختلط، أقول: رواه عن ابن مسعود بسند اخر أیضا مع اختلاف فی اللفظ ونسبه إلی الکبیر وقال: رجاله رجال الصحیح.

(۳) عن ابی بکرةؓ عن النبی ﷺ: "انه کان اذا جاءه امر سرور او بشر به خر ساجداً شکراً لله" —

۲۸۱- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب یمن سے حضرت علی کا خط آیا کہ قبیلہ ہمدان اسلام لے آیا تو آپ نے سجدہ فرمایا۔"(۱) (بیہقی)

۲۸۲- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے ایک باغ میں بہت لمبا سجدہ فرمایا مجھے ڈر ہوا قریب جا کر دیکھنے لگا آپ نے محسوس کیا تو فرمایا: کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا تو فرمایا: "مجھ سے جبریل نے یہ کہا کہ کیا آپ کو اس سے خوشی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو آپ کے لئے درود بھیجے میں اس پر رحمت خاصہ نازل کروں گا اور جو آپ پر سلام بھیجے میں اس پر سلامتی نازل کروں؟ تو میں نے اللہ کے لئے شکر کا سجدہ کیا ہے۔"(۲)

(احمد وحاکم)

- (اخرجه الترمذی وابوداؤد جامع الاصول ٥٦٢/٥ و ٥٦٣) الترمذی ابواب السير [باب ما جاء فی سجدة الشكر ولفظه :- أتاه امر فسر به فخر ساجداً] ابوداؤد كتاب الجهاد [باب فی سجود الشكر] وفی هامش جامع الاصول (٥٦٣/٥) : اسناده حسن.

(۱) عن البراء بن عازبؓ : "أن النبی ﷺ سجد حين جاءه كتاب علی من اليمن بإسلام همدان" (رواه البيهقی اعلاء السنن ٢٣٤/٧) البيهقی (٣٦٩/٢) كتاب الصلوة باب سجود الشكر.

بیہقی نے اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے اور اس مضمون کی کئی مرفوع روایات وآثار کا تذکرہ کیا ہے۔

وفی اعلاء السنن (٢٣٤/٧) : صححه المنذری ايضاً كما فی "عون المعبود" وصححه الحافظ ابن القيم ايضاً فی زاد المعاد (٦٢٣/٣) وذكر من ذلك عدة أشياء (زاد المعاد ٥٨٤/٣)

(۲) عن عبد الرحمن بن عوفؓ قال : "خرج رسول الله ﷺ فاتبعته حتى دخل نخلا فسجد فاطال السجود حتى خفت أو خشيت ان يكون الله قد توفاه او قبضه قال : فجئت انظر فرفع رأسه فقال : مالك يا عبد الرحمن ؟ قال : فذكرت ذلك له قال : فقال : "ان جبريل قال لی ألا يسرك ان الله عزوجل يقول : من صلى عليك صليت عليه ومن سلم عليك سلمت عليه " وزاد فی رواية " فسجدت لله شكراً" (رواه احمد والحاكم. اعلاء السنن ٢٣٤/٧ و ٢٣٥) مسند احمد (١٩١/١) وفی اعلاء السنن (٢٣٥/٧) : نقل البيهقی فی الخلافيات عن الحاكم قال : هذا حديث صحيح ولا اعلم فی سجدة الشكر اصح من هذا الحديث ورواه البيهقی فی سننه ٣٧٠/٢، كذا فی القول البديع، وفی مجمع الزوائد (٢٩٠/٢- بعد عزوه إلى أحمد-) : رجاله ثقات.

۲۸۳- حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن بعد نماز فجر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ازواج مطہرات میں سے کسی کی موت کا تذکرہ کیا گیا تو وہ فوراً سجدے میں چلے گئے، اس پر ان سے عرض کیا گیا، اس موقع سے آپ سجدہ کرتے ہیں؟ فرمایا: کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم جب (قدرت کی) کوئی نشانی دیکھا کرو تو سجدہ کیا کرو، تو ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور دنیا سے رخصتی سے بڑی کیا نشانی ہوگی۔(۱) (ابوداؤد وترمذی)

حنفیہ کے یہاں بھی قول راجح کے مطابق سجدۂ شکر نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحب ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے احادیث صحیحہ میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔(۲)

اسی طرح آفات ومصائب کے موقع سے بھی صرف سجدہ کرنا درست ہے(۳) جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا گیا ہے(۴) اور ارشاد نبوی بھی ہے۔(۵)

۱۱- صلاۃ سفر :

سفر کے آغاز وانتہاء کی نماز :

۲۸۴- حضرت عبداللہ بن عمر وحضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے :

---

(۱) عن عكرمة قال : قيل لابن عباس بعد صلاة الصبح ماتت فلانة لبعض ازواج النبی ﷺ فسجد، قيل له : أتسجد هذه الساعة ؟ فقال : أليس قال رسول الله ﷺ " اذا رأيتم آية فاسجدوا فأی اية اعظم من ذهاب ازواج النبی ﷺ " (اخرجه ابوداؤد والترمذی، جامع الاصول ١٤٥/٩) الترمذی ابواب المناقب [باب فی فضل ازواج النبی ﷺ] ابوداؤد كتاب الصلاة [باب السجود عند الآيات] وقال الترمذی : هذا حديث حسن غريب وفی هامش جامع الاصول (١٤٥/٩) : اسناده حسن.

(۲) اعلاء السنن ۲۳۱/۷ تا ۲۳۵۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ نماز سے زیادہ سجدہ کا تذکرہ روایات میں آیا ہے۔ ملاحظہ ہو:- مجمع الزوائد (۲۹۰/۱ تا ۲۹۳)

(۳) اعلاء السنن ۱۴۵/۸-۱۴۷

(۴) ملاحظہ ہو حدیث/۲۸۳

(۵) ملاحظہ ہو حدیث/۲۸۳.

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں تشریف لاتے اور مسجد میں دو رکعت ادا فرماتے تھے پھر گھر تشریف لے جاتے تھے اور عبداللہ بن عمر بھی یہی کرتے تھے۔"(۱)
(ابوداؤد و بخاری وغیرہ)

۲۸۵- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے:
"آدمی سفر کا قصد و تیاری کرنے کے بعد اپنے اہل و عیال کے لئے سب سے بہتر و محبوب خلیفہ و نائب جو چھوڑ سکتا ہے وہ چار رکعت نماز ہے جس کو وہ اپنے گھر میں (سفر شروع کرنے سے قبل) ادا کرے۔"(۲)(الخرائطی)

۲۸۶- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں تجارت کی غرض سے بحرین جانا چاہتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"دو رکعت ادا کرو (اور پھر جاؤ)۔"(۳)(طبرانی)

---

(۱) عن ابن عمر و کعب بن مالک: "کان النبی ﷺ اذا قفل من سفر بدأ بالمسجد فرکع فیه رکعتین ثم انصرف الی بیته قال نافع و کان ابن عمر یفعله" (رواه ابو داؤ و رواه البخاری و مسلم من حدیث کعب بن مالک المطول جامع الاصول ۳۱/۵ و ۲۰۰/۶۰۳۰) ابو داؤد کتاب الجهاد [باب فی الصلاة عند القدوم من السفر] وفی هامش جامع الاصول (۲۰۰/۵): اسناده صحیح و راجع اعلاء السنن ۵۱/۷.

(۲) عن انس عن النبی ﷺ قال: "ما استخلف فی اهله من خلیفة احب الی الله من اربع رکعات یصلیهن العبد فی بیته اذا شد علیه ثیاب سفره" (رواه الخرائطی - العراقی فی تخریج الاحیاء/ اعلاء السنن ۵۱/۷ تخریج الاحیاء للعراقی (۲۰۶/۱) و "نسبه الی مکارم الاخلاق للخرائطی" و قال العراقی: - الحدیث ضعیف.

گھر میں داخل ہونے اور بالخصوص نکلنے کے وقت نماز کی ہدایت والی حدیث کو اس سیاق میں امام غزالی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ (احیاء علوم الدین النوافل التی تتعلق باسباب عارضة).

(۳) عن ابن مسعود قال: - جاء رجل الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال: - یا رسول الله انی ارید ان اخرج الی البحرین فی تجارة، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "صل رکعتین". (الکبیر للطبرانی - مجمع الزوائد ۲۸۷/۲) قال الهیثمی: - و رجاله موثقون.

۱۲- صلاۃ المہمات:

(کسی بھی مشکل، مصیبت کے پیش آنے پر نماز وغیرہ خواہ وہ مشکل و مصیبت ذاتی و خصوصی ہو یا عام جیسے کوئی حادثہ، موت یا قحط یا آسمانی مصائب و حالات)

۲۸۷- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں:
"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی خاص حال پیش آتا تھا تو نماز میں لگ جاتے۔"(۱)(ابوداؤد)

۲۸۸- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہن ہونے پر نماز ادا کی اور نماز کے بعد خطاب میں فرمایا: یہ نشانیاں جن کو اللہ ظاہر فرماتا ہے یہ کسی کے مرنے جینے سے تعلق نہیں رکھتیں بلکہ اللہ ان کو اس لئے ظاہر کرتا ہے کہ ان کے ذریعہ بندوں کو ڈرائے لہٰذا جب تم ایسی کسی چیز کو دیکھا کرو تو اللہ کی یاد و ذکر اور دعاء و استغفار کی طرف رجوع کیا کرو۔"(۲)(بخاری و مسلم)

۲۸۹- حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ نے گرہن کی نماز کے بعد کے خطاب میں یہ ارشاد نبوی روایت کیا ہے: ان نشانیوں سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، لہٰذا تم جب ایسی چیزوں

---

(۱) عن حذیفة قال: "کان النبی ﷺ اذا حزبه أمر صلی" (اخرجه ابو داؤد جامع الاصول ۳۹۵/۹) ابو داؤد کتاب الصلاة [باب وقت قیام النبی ﷺ من اللیل] و رواه أحمد (۳۸۸/۵) وفی هامش جامع الأصول: إسناده ضعیف، وفی اعلاء السنن (۳۴۱/۷): - قال الحافظ الإمام فی فتح الباری بعد عزوه الی ابی داؤد: - باسناد حسن، و صححه فی العزیزی (۵۷/۴ و ۵۸) و قال المناوی: اسناده صالح (التیسیر ۲۴۵/۲).

(۲) عن ابی موسی الاشعری قال: "خسفت الشمس فی زمان رسول الله ﷺ فقام فزعا یخشی أن تکون الساعة حتی أتی المسجد فقام یصلی باطول قیام و رکوع و سجود ما رأیته یفعله فی صلاة قط ثم قال: "ان هذه الایات التی یرسلها الله لا تکون لموت احد و لا لحیاته و لکن الله عزوجل یرسلها یخوف بها عباده فاذا رأیتم منها شیئا فافزعوا الی ذکره و دعائه و استغفاره" (اخرجه البخاری و مسلم والنسائی جامع الاصول ۱۷۶/۶ و ۱۷۷) البخاری ابواب الکسوف [باب الذکر فی الکسوف] و مسلم ابواب الکسوف [باب ذکر النداء بصلاة الکسوف].

کو دیکھا کرو تو نماز پڑھا کرو۔(۱) (ابوداؤد)

۲۹۰- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے زلزلہ محسوس کیا تو فوراً نماز میں لگ گئے اور فرمایا ''ایسے حالات میں اسی طرح نماز پڑھی جاتی ہے۔''(۲) (طحاوی وبیہقی)

فقہ حنفی میں خصوصیت سے ہر پریشان کن وفکر مندی کے ناگہانی حال میں نماز کا ذکر آیا ہے۔(۳)

۲۹۱- حضرت نضر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک مرتبہ سخت تاریکی چھاگئی تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ کیا آپ لوگوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایسی چیز کا سابقہ پڑا؟ فرمایا: معاذ اللہ اس زمانے میں تو جہاں سخت ہوا چلتی تو ہم قیامت کے ڈر سے بھاگ کر مسجد پہنچ جاتے تھے۔(۴) (ابوداؤد)

---

(۱) عن قبیصة بن مخارق قال: "کسفت الشمس على عهد رسول الله ﷺ فخرج فزعا يجر ثوبه وأنا معه يومئذ بالمدينة فصلى ركعتين فأطال فيهما القيام ثم انصرف وانجلت ثم قال:- "انما هذه الآيات يخوف الله بها عباده فاذا رأيتموها فصلوا" (اخرجه ابوداؤد جامع الاصول ١٨٨/٦) ابوداؤد كتاب الصلاة [باب صلاة الكسوف]: في سنده ضعف وانقطاع.

لیکن کسوف کی روایات میں بعد کے خطبے میں تمام معروف روایات میں نماز کا ذکر آیا ہے اور یوں بھی واقعہ معروف ہے اس لئے حدیث فی الجملہ قوی ہے۔

(٢) عن عبد الله بن الحارث قال: زلزلت الأرض على عهد ابن عباس فقال: ما ادرى الخ فقيل له زلزلت الأرض فخرج فصلى بالناس فكبر اربعا ... فلما سلم قال: "هكذا صلاة الآيات" (اخرجه الطحاوى فى شرح معانى الآثار [باب صلاة الكسوف] البيهقى فى السنن الكبرى (أبواب صلاة الخسوف) وقال بعد أن رواه عن على -هو عن ابن عباس ثابت.

اور مصنف ابن ابی شیبہ (۳۳۲/۵) میں بھی ابن عباسؓ سے زلزلہ کی وجہ سے نماز پڑھنے اور پڑھانے کی بات نقل کی گئی ہے (اعلاء السنن ۱۳۶/۸) بیہقی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (تلخيص الحبير ١٠٠/٢)

وفى فتح البارى (٥٢١/٢) علق الشافعى القول به على صحة الحديث عن على و صح ذلك عن ابن عباس أخرجه عبد الرزاق و غيره، أقول: روى كل ذلك الحافظ فى تلخيصه (١٠٠/٢)

(٣) الموسوعة الفقهية (كويت) ٢٥٨/٢٧، والبدائع ٢٨٢/١.

(٤) عن النضر قال: "كانت ظلمة على عهد انس بن مالك قال: فاتيت انساً فقلت: يا ابا حمزة هل كان يصيبكم مثل هذا على عهد رسول الله ﷺ؟ قال: معاذ الله ان كانت الريح تشتد فنبادر -

۱۳- صلاۃ التوبہ :

فضیلت ورکعات :

۲۹۲- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

'' جب آدمی کوئی گناہ کرے پھر اٹھ کر اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ سے معافی مانگے تو اللہ ضرور معاف فرمادیتے ہیں، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ والذين اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم ومن يغفر الذنوب إلا الله﴾''(۱) (ترمذی وابوداؤد)

۱۴- تحیۃ البیت :

گھر میں داخلہ وخارجہ کی نماز :

۲۹۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

''جب اپنے گھر میں داخل ہو تو دو رکعت ادا کیا کرو کہ یہ تم کو برے داخلہ

- المسجد مخافة القيامة" (اخرجه ابوداؤد جامع الاصول) ابوداؤد الصلاة باب الصلاة عند الظلمة ونحوها وفى هامش جامع الأصول (١٩٠/٦):- النضر بن عبد الله لم يوثقه غير ابن حبان وباقى رجاله ثقات.

(١) سورة آل عمران آية ١٣٥.

عن ابى بكرؓ قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: "ما من رجل يذنب ذنبا ثم يقوم فيتطهر ويصلى -وعند ابى داؤد- فيتطهر فيحسن الطهور يصلى ركعتين ثم يستغفر الله إلا غفرله ثم قرأ ﴿والذين اذا فعلوا الآية﴾ (اخرجه الترمذى وابوداؤد جامع الاصول ٣٩٠/٤) الترمذى ابواب الصلاة [باب ما جاء فى الصلاة عن التوبة] وابوداؤد كتاب الصلاة [باب فى الاستغفار] وقال الترمذى: حديث حسن، وقال احمد محمد شاكر: بل هو صحيح اخرجه ابن حبان وقال الحافظ ابن حجر: جيد الاسناد (الترمذى مع تعليقات الشيخ ٢٥٩/٢).

سے محفوظ رکھیں گی اور جب گھر سے نکلا کرو تو دو رکعت ادا کر کے نکلا کرو کہ یہ تم کو برے نکلنے سے محفوظ رکھیں گی۔" (۱) (بزار و بیہقی)

۲۹۴- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی ارشاد نبوی منقول ہے:

"جب کوئی تم میں سے اپنے گھر کے اندر جائے تو دو رکعت پڑھے بغیر نہ بیٹھے۔" (۲) (بیہقی)

۱۵- عارضی قیامگاہ پر آتے جاتے نماز:

۲۹۵- حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر میں کسی منزل پر قیام فرماتے یا گھر میں داخل ہوتے تو دو رکعت ادا کیے بغیر نہیں تشریف فرما ہوتے تھے۔" (۳) (طبرانی)

---

(۱) عن ابی هريرةؓ عن النبی ﷺ قال: "اذا دخلت منزلك فصل ركعتين تمنعانك مدخل السوء واذا خرجت من منزلك فصل ركعتين تمنعانك مخرج السوء" (اخرجه البزار - مجمع الزوائد ۲۸۷/۲) وفی الجامع الصغير (مع التيسير ۹۲/۱): نسبه الى البزار والبيهقی فی شعب الايمان وفی التيسير: اسناده حسن. وفی مجمع الزوائد:- رجاله موثقون.

(۲) عن ابی هريرةؓ عن النبی ﷺ قال:- "اذا دخل احدكم بيته فلا يجلس حتى يركع ركعتين فان الله جاعل له من ركعتيه فی بيته خيراً" (اخرجه البيهقی فی شعب الايمان وابن عدی والعقيلی الجامع الصغير مع التيسير ۹۳/۱) قال فی معارف السنن (۴۱۶/۴): قال ابن الجوزی فيه ابراهيم بن يزيد روى عن الاوزاعی مناكير وهذا منها قال السيوطی: قلت: فرق بين المنكر والموضوع وذكر له شاهداً عند البيهقی والبزار باسناد رجاله موثقون قال: واقره الحافظ ابن حجر فی "زوائد البزار" وذكر شاهداً آخر عند سعيد بن منصور قال: فالحديث إذن حسن. (ملخص من التعقبات للسيوطی) وقال المناوی فی التيسير (۹۳/۱):- اسانيده ضعيفة لكنها تقوت.

(۳) عن فضالة بن عبيد قال:- "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا نزل منزلا أو دخل بيتا لم يجلس حتى يركع ركعتين." (رواه الطبرانی فی الكبير - مجمع الزوائد ۲۸۶/۲) مجمع الزوائد باب الصلوة إذا نزل منزلا. قال الهيثمی:- فيه الواقدی وقد وثقه مصعب الزبيری وغيره وضعفه جماعة كثيرون من الأئمة. وهو فی الجامع الصغير (مع التيسير ۱۵۸/۲) وقال الألبانی (فی ضعيف الجامع ۲۰۱/۴): ضعيف.

۲۹۶- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جگہ قیام فرماتے تو دو رکعت ادا کیے بغیر اس جگہ سے رخصت نہیں ہوتے تھے۔" (۱) (ابو یعلی و بزار)

❑❑❑

---

(۱) عن أنس بن مالك قال:- "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا نزل منزلا لم يرتحل منه حتى يودعه بركعتين." (رواه ابو يعلى والبزار - مجمع الزوائد ۲۸۶/۲) مجمع الزوائد باب الصلوة إذا نزل منزلا، قال الهيثمی:- وفيه عثمان بن سعد وثقه ابو نعيم وأبو حاتم وضعفه جماعة. وفی ضعيف الجامع الصغير للألبانی ۲۰۱/۴ نسبه إلى البيهقی وضعفه.

(۸)

(ج)

سنن ونوافل کے بعض احکام

(۸)

۱- نوافل کا گھر میں ادا کرنا افضل ہے۔

۲- نوافل کا مسجد میں ادا کرنا جائز ہے۔

۳- عام نوافل کی جماعت نہیں۔

۱- نوافل کا گھر میں ادا کرنا افضل ہے

خواہ فرائض سے متعلق ہوں یا عام نوافل:

۲۹۷- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ارشادِ نبوی مروی ہے:

"فرض نماز کے ماسوا انسان کی بہترین نماز اس کے گھر کی نماز ہے۔"(۱)
(بخاری و مسلم)

۲۹۸- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے:

"آدمی کی نماز اپنے گھر میں میری مسجد سے بھی افضل ہے الا یہ کہ فرض نماز ہو۔"(۲) (ابوداؤد)

۲۹۹- حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز بنوعبدالاشہل کی مسجد میں ادا کی، مغرب بعد آپ نے دیکھا کہ سب لوگ مسجد میں ہی سنتیں ادا کر رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر لازم ہے کہ اس نماز کو گھر میں ادا کیا کرو۔"(۳) (ترمذی)

---

(۱) عن زید بن ثابتؓ أن النبی ﷺ قال: "افضل الصلاة صلاة المرء فی بیته الا الکمتوبة" (رواه البخاری و مسلم وغیرها من أصحاب الستة - هامش ابن ابی شیبة ۴/ ۳۸۰ر ۳۸۱) البخاری - الاذان باب صلاة اللیل.

(۲) عن زید بن ثابتؓ أن النبی ﷺ قال: "صلاة المرء فی بیته افضل من صلاته فی مسجدی هذا إلا المکتوبة" (رواه ابوداؤد، جامع الاصول ۹/ ۴۰۳) ابوداؤد کتاب الصلاة [باب صلاة الرجل التطوع فی بیته] و الترمذی ابواب الصلاة [باب ما جاء فی فضل صلاة التطوع فی البیت] وقال الترمذی: هذا حدیث حسن الا أن لفظه "افضل صلاتکم فی بیوتکم الا المکتوبة" ولفظ ابی داؤد قال فیه فی "اعلاء السنن" (۷/ ۵۷): - سکت عنه والمنذری، وفی هامش جامع الاصول (۹/ ۴۰۴): وهو حدیث صحیح.

(۳) عن کعب بن عجرةؓ قال: "صلی النبی ﷺ فی مسجد بن عبد الاشهل المغرب فقام قوم یتنفلون فقال النبی ﷺ: علیکم بهذه الصلاة فی بیوتکم" (اخرجه الترمذی جامع الاصول ۹/ ۴۰۴)

حضرت عائشہؓ، ام حبیبہؓ وغیرہ نے بتفصیل اور بار بار یہ ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رواتب (فرائض کی سنن) کو گھر میں ادا کیا کرتے تھے۔(۱)

۲- نوافل کا مسجد میں ادا کرنا ناجائز نہیں ہے خواہ سنن ہوں یا دوسرے نوافل:

۳۰۰- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی تو نماز (فرض) کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، اور پھر عشاء تک برابر نماز ادا فرماتے رہے اس کے بعد مسجد سے باہر تشریف لے گئے۔"(۲)(احمد)

۳۰۱- حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے تشریف لاتے تو مسجد سے آغاز فرماتے اور اس میں دو رکعت نماز ادا کرتے اور اس کے بعد لوگوں

- الترمذی ابواب الصلاۃ [باب ما ذکر فی الصلاۃ بعد المغرب أنه فی البیت افضل] وفی هامش جامع الاصول (۹/٤۰٤): وهو حدیث حسن وله شاهد عند احمد فی المسند، رواه عن کعب بن عجرة، والنسائی بلفظ الترمذی وابو داؤد بلفظ: "هذه صلاة البیوت" ابو داؤد کتاب الصلاة [باب رکعتی المغرب أین تصلیان] والنسائی ابواب قیام اللیل (وراجع جامع الاصول مع الهامش ٦/۳۳ و ۳٤).

(۱) ملاحظہ ہو جامع الاصول: ٦/ابتدائی صفحات رواتب الصلوات الخمس والجمعة.

(۲) عن حذیفةؓ قال: "صلیت معه المغرب فلما قضی الصلاة قام یصلی فلم یزل یصلی حتی صلی العشاء ثم خرج" (اخرجه احمد فی مسنده، تحفة الاحوذی ۳/۱۹٦) وفی "التحفة": اسناده حسن، وفی الفتح الربانی (٤/۲۱٥) بإسناد جید ورواه أحمد فی فضائل الصحابة (ص/۷۸۸، رقم/ ۱٤۰٦) وفی هامشه: إسناده صحیح. ورواه غیر أحمد أیضا منهم الترمذی أبواب المناقب وراجع للتخریج هامش الفضائل إلا أن اللفظ المذکور رواه الترمذی (باب ما ذکر فی الصلاة بعد المغرب أنه فی البیت أفضل من أبواب الصلاة) بدون سند وأخرجه أحمد - ٥/٤۰٤ مسندا.

(سے ملنے) کے لئے تشریف رکھتے تھے۔"(۱)(ابو داؤد)

مذکورہ روایات جو ابھی لکھی گئیں اور جو پچھلے مسئلے کے تحت آئی ہیں ان کے مطابق افضل یہ ہے کہ ہر قسم کے نوافل کو گھر میں ادا کیا جائے بجز ان نوافل کے جن میں جماعت مسنون ہے، اور اگر مسجد میں ادا کرلیں تو حرج نہیں، معمول نہ بنایا جائے اصل حکم یہی ہے، بالخصوص جب کہ کوئی ضرورت ہو، آدمی کو مسجد سے کہیں کام وغیرہ میں جانا ہو۔

جیسے کہ اگر اس کا اندیشہ ہو کہ مسجد میں ادا نہ کرنے کی صورت میں باہر نکل جانے کے بعد ادھر ادھر کے مشاغل میں پنج وقتہ نمازوں کی سنتیں رہ جائیں گی یا کہیں اور کبھی یہ محسوس کیا جائے کہ کچھ لوگ عموماً ان سنتوں کو ادا نہیں کرتے یا اہمیت نہیں دیتے تو پنج وقتہ نمازوں کی سنتوں کا مسجد کے اندر ہی ادا کرنا بہتر ہے جیسا کہ علماء محققین اور فقہاء مصرین نے صراحت کی ہے۔(۲)

۳- جن نفل نمازوں میں جماعت کا ثبوت نہیں یا اتفاقاً جماعت سے ادا کی گئی ہیں ان کا با جماعت ادا کرنا ناپسندیدہ ہے (بالخصوص جب کہ اس کا اہتمام کیا جائے خواہ تہجد ہو یا کچھ اور، نیز رمضان میں ہو یا غیر رمضان میں):

۳۰۲- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ رمضان میں - بزمانۂ اعتکاف - آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں

(۱) عن کعب بن مالك قال: "کان رسول الله ﷺ اذا قدم من سفر بدأ بالمسجد فرکع فیه رکعتین ثم جلس للناس" (اخرجه ابو داؤد ـ جامع الاصول ٥/۳٥) ابو داؤد کتاب الجهاد [باب فی الصلاة عن القدوم من السفر] وفی هامش جامع الاصول (٥/۳٥): اسناده صحیح وفی جامع الاصول (٥/۳٥): هذا طرف من حدیث توبة کعب بن مالكؓ ...... أخرجه البخاری ومسلم کاملا و هذا الطرف أخرجه أبو داؤد مفردا.

(۲) ملاحظہ ہو اعلاء السنن ۷/٥٦ معارف السنن ۱/۱۱۱ و ۱۱۲ رد المحتار ۲/٤٦٤

رات کو نماز (تہجد) پڑھ رہے تھے، کچھ لوگ آگئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرلی، اگلے دن وہ لوگ پھر آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف گاہ سے باہر نہیں نکلے اس پر لوگوں نے کچھ آواز کی اور نکلنے کی جگہ پر کنکریاں پھینکیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو کر نکلے اور فرمایا: میں تمہارا حال دیکھتا و جانتا رہا مجھے ڈر ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کردی جائے تم تو یہ نماز اپنے گھروں میں پڑھا کرو، اس لئے کہ انسان کی بہترین نماز وہی ہے جو گھر میں ادا ہو، فرض کے سوا۔"(۱) (بخاری و مسلم)

۳۰۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں نماز (تہجد) ادا فرما رہے تھے میں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، ایک آدمی اور آیا وہ بھی کھڑا ہو گیا اور پھر چند آدمی ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ محسوس فرمایا کہ ہم آپ کے پیچھے ہیں تو مختصر نماز کر کے قیام گاہ میں چلے گئے اور پھر وہ نماز پڑھی جو ہمارے سامنے نہیں پڑھتے تھے، صبح کو ہم نے آپ سے عرض کیا: کیا رات کو آپ نے ہمارا احساس کر لیا تھا؟ فرمایا: ہاں اور اسی چیز نے مجھے اس کام پر آمادہ کیا جو میں نے کیا۔"(۲) (مسلم)

---

(۱) عن زيد بن ثابت قال : "احتجر رسول الله ﷺ حجيرة بخصفة أو حصير قال عفان :- في المسجد، وقال عبد الاعلى : في رمضان فخرج رسول الله ﷺ يصلي فيها قال : فتتبع اليه رجال وجاؤوا يصلون بصلاته قال : ثم جاؤا ليلة فحضروا وأبطأ رسول الله ﷺ عنهم فلم يخرج اليهم فرفعوا اصواتهم وحصبوا الباب فخرج اليهم رسول الله ﷺ مغضباً فقال لهم : مازال بكم صنيعكم حتى ظننت انه سيكتب عليكم، فعليكم بالصلاة في بيوتكم فان خير صلاة المرء في بيته الا المكتوبة" (اخرجه البخاري ومسلم وابوداؤد والنسائي .. جامع الاصول ٦/١١٨ و ١٩٩) البخاري ابواب الجماعة باب صلاة الليل ، مسلم صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة النافلة في بيته.

بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اسی مضمون کی آئی ہے اس میں رمضان کا ذکر نہیں ہے اور کچھ ذکر اس کا بھی ہے کہ گھر کے صحن وغیرہ میں نماز پڑھ رہے تھے (بخاری مع الفتح ۲/۲۱۴)

(۲) عن انس بن مالكؓ قال : "كان رسول الله ﷺ يقوم في رمضان فجئت فقمت الى جنبه =

مذکورہ روایات کا اور بالخصوص دوسری روایت کا حاصل یہ ہے کہ آپ نے نماز تہجد میں جماعت سے احتراز فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ اس کو گھر میں ادا کیا جائے اور گھر کی نماز تنہا ہی ادا کی جاتی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام نوافل کے لئے بھی یہی [illegible] منقول ہے جیسا کہ معروف ہے۔(۱)

لہذا بعض روایات میں جو دن کے کسی حصے میں کسی صحابی کے گھر میں ۔ وہ بھی مسجد میں نہیں ۔ نفل کی جماعت کا ذکر آیا ہے(۲) تو وہ ایک اتفاقی چیز ہے(۳) اسی طرح اگر تہجد میں جماعت کی صورت ہو جانے کی بات آتی ہے تو وہ بھی اسی قبیل کی ہے جیسے حضرت انس کی روایت میں تہجد کا ہی تذکرہ ہے۔(۴)

اسی طرح تہجد کی نماز میں متعدد صحابہ سے مروی ہے کہ میں آپ کی نماز میں شامل ہو گیا مثلاً حضرت عبد اللہ بن عباس(۵) حضرت حذیفہ(۶) حضرت عبداللہ ابن مسعود(۷) تہجد کے علاوہ بعض مرتبہ دن میں نوافل و سنن میں شامل ہونا بھی آیا ہے۔(۸)

یہ سب واقعات کبھی کبھی کے ہیں اور عموماً ایسے کہ ایک صحابی یا بعض صحابہ آپ کے نماز پڑھتے دیکھا اور شامل ہو گئے، جو چیز اتفاقی تھی اس پر آپ نے کوئی نکیر نہیں فرمایا [illegible]

= وجاء رجل فقام ايضاً حتى كنا رهطاً فلما أحس النبي ﷺ أنا خلفه جعل يتجوز في الصلاة ثم دخل رحله فصلى صلاة لا يصليها عندنا. قال: قلنا له حين أصبحنا: أفطنت لنا الليلة؟ قال: نعم ذاك الذي حملني على ما صنعت" الحديث. (اخرجه مسلم جامع الاصول ٦/١١٥) مسلم كتاب الصيام [باب النهي عن الوصال في الصوم].

(۱) ملاحظہ ہو جامع الاصول [illegible]، مسلم وغیرہ میں حضرت عائشہ [illegible]

(۲) اس سلسلہ کی روایات و واقعات میں حضرت عتبان بن مالک انصاری کی روایت صحیحین میں آئی ہے ملاحظہ ہو جامع الاصول [illegible]) اور حضرت انس کی روایت بخاری وغیرہ میں آئی ہے (ملاحظہ ہو جامع الاصول [illegible])

(۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اعلاء السنن [illegible]

(۴) ملاحظہ ہو حدیث/۳۰۳

(۵) ملاحظہ ہو جامع الاصول ٦/[illegible] بحوالہ صحاح ستہ۔

(۶) ملاحظہ ہو جامع الاصول ٦/٧٧ بحوالہ مسلم وغیرہ۔

(۷) ملاحظہ ہو جامع الاصول ٦/٧٧ بحوالہ صحیحین۔

(۸) ملاحظہ ہو جامع الاصول ٦/[illegible] وغیرہ

کی تھی اور ہوسکتی تھی اس پر آپ نے احتراز فرمایا اور ہدایت دی۔(۱)

اس لئے نوافل وسنن کی جماعت اہتمام، نیز دعوت وترغیب کے بغیر، کبھی اتفاقاً ہوجائے تو گنجائش ہے قابل نکیر نہیں اور اہتمام چاہے بلاکر اور دعوت دے کر ہو یا روزانہ اور مسلسل کرنے کی صورت میں ہو تو درست نہیں۔(۲)

تراویح کی نماز کی جماعت اس سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی فرمایا ہے، اگرچہ رمضان کی راتوں میں بھی جماعت سے اعراض کا تذکرہ روایات میں آیا ہے۔

مگر اس کی ایک وجہ تو بظاہر یہ ہے کہ جیسے رمضان کے روزے ہجرت کے بعد دوسرے رمضان سے فرض کیے گئے، اسی طرح اس کی رات کی نمازوں کی خصوصی فضیلت کا علم بھی آپ کو بعد میں دیا گیا، جس کے بعد آپ نے اس کے خصوصی ثواب واہتمام کا ذکر فرمایا اور بعض مرتبہ صحابہ کو جمع کرکے باجماعت اس نماز کے ادا کرنے کا اہتمام فرمایا، جیسا کہ آگے تراویح کے ذکر میں آنے والا ہے۔(۳)

نیز یہ کہ اس اعراض کے مختلف وجوہ علماء نے ذکر کیے ہیں جن میں یہ بات خود روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے اہتمام نیز ذوق وشوق کو دیکھ کر یہ اندیشہ محسوس کیا کہ یہ نماز فرض نہ کردی جائے۔

اس فرضیت کے اندیشہ کی توضیح میں کئی قول آتے ہیں؛ حافظ ابن حجرؒ نے اس کو پسند فرمایا ہے کہ اندیشہ اس نماز کی باجماعت ادائیگی کی فرضیت کا تھا اور روقت اس نماز کا رات کا ہے تو اس کی بجاآوری بڑا مسئلہ بن جاتی۔(۴)

□ □ □

---

(۱) ملاحظہ ہوں احادیث متعلقہ قیام رمضان—جامع الاصول ٦/١١٤ وما بعد۔

(۲) اعلاء السنن ۷/۷۸تا۸۱ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنے فتاوی میں نماز تراویح اور اس کی جماعت کی اہمیت وتاکید کے ذکر کرنے کے ساتھ عام نفل نمازوں کی جماعت کے اہتمام وسنیت کا انکار کیا ہے جس میں نماز تہجد بھی شامل ہے۔(فتاوی ابن تیمیہ ۲۳/۴۱۳و۴۱۴و۱۱۱و۱۱۲)

(۳) ملاحظہ ہو جامع الاصول (٦/١١٥و١٢٠و١٢١)

(٤) فتح الباری (٣/١٤٢ تحت باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قیام اللیل)

(۹)

فوت شدہ نمازوں کی قضا

(۲)

۱- کسی سبب سے نماز کو بھول جانے یا سوجانے کی وجہ سے قضا۔

۲- بغیر بھول کے نماز رہ جانے پر قضا۔

۳- قضا نمازوں کو ترتیب سے ادا کرنا۔

۴- قضا نماز کے لئے اذان اور اقامت و جماعت۔

۱- کسی سبب سے نماز کو بھول جانے یا نماز کے رہ جانے یا سوجانے کی بنا پر وقت سے فوت شدہ نماز کی قضا :

۳۰۴- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :
''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو آدمی کسی نماز کو بھول جائے وہ اس کو جب یاد کرے تو ادا کرے، اس کے لئے اس کے علاوہ کوئی کفارہ نہیں ہے۔''(۱) (بخاری)

۳۰۵- حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ارشاد نبوی یوں مروی ہے :
''جب تم میں کا کوئی آدمی نماز سے سوجائے یا غفلت برتے تو یاد آنے پر نماز ادا کرے اس لئے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿اقم الصلاۃ لذکری﴾ (۲) میری یاد آنے پر نماز ادا کیا کرو۔''(۳) (بخاری و مسلم)

۳۰۶- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں :
''جب تم میں سے کوئی آدمی کسی نماز کو بھول جائے یا اس سے سوجائے تو یاد آنے پر اس کو ادا کرے۔''(۴) (ترمذی و نسائی)

۳۰۷- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

---

(۱) عن انس بن مالك عن النبی ﷺ قال : "من نسی صلاۃ فلیصل اذا ذکر لا کفارۃ لها الا ذلك" (اخرجه البخاری وغیره جامع الاصول ۱۸۹/۵) البخاری مواقیت الصلاۃ [باب من نسی صلاۃ] وروی مسلم هذا اللفظ عن ابی هریرۃؓ (مسلم ابواب المساجد[باب قضاء الصلاۃ الفائتة].

(۲) سورۃ طه: آیة/۱٤

(۳) عن انس بن مالك عن النبی ﷺ قال : "اذا رقد احدکم عن الصلاۃ او غفل عنها فلیصلها اذا ذکرها فان الله عزوجل یقول :﴿ اقم الصلاۃ لذکری﴾ " (اخرجه البخاری ومسلم -- جامع الاصول ۱۸۹/۵) البخاری مواقیت الصلاۃ [باب من نسی صلاۃ] ومسلم ابواب المساجد [باب قضاء الصلاۃ الفائتة].

(٤) عن ابی قتادۃ قال : قال النبی ﷺ : "اذا انسی احدکم صلاۃ او نام عنها فلیصلها اذا ذکرها" (رواه الترمذی والنسائی - جامع الاصول ۱۹۲/۵) الترمذی ابواب الصلاۃ [باب ما جاء فی النوم عن الصلاۃ] وقال الترمذی : حدیث ابی قتادۃ حدیث حسن صحیح.

"مشرکین نے غزوۂ خندق کے موقع پر چار نمازوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشغول رکھا حتی کہ رات کا کچھ حصہ نکل گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے اذان کہی اور اقامت کہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر پڑھی، پھر اقامت کہی تو عصر پڑھی، پھر اقامت کہی تو مغرب پڑھی، پھر اقامت کہی تو عشاء پڑھی۔"(۱)
(ترمذی ونسائی)

۲- بغیر بھول و بے دھیانی و نیند کے، رہ جانے والی نماز کی قضا خواہ قصداً کوتاہی کی بنا پر ہو یا ادھر ادھر کے مشاغل کی وجہ سے رہ جائے :

۳۰۸- حضرت ابوقتادہ سے مروی ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نماز فجر کا تذکرہ کیا جو نیند کی وجہ سے رہ گئی اور اس پر اظہار افسوس کیا تو

(۱) عن ابن مسعودؓ: "ان المشركين شغلوا رسول الله ﷺ عن اربع صلوات يوم الخندق حتى ذهب من الليل ماشاء الله فامر بلالا فأذن ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر ثم اقام فصلى المغرب ثم اقام فصلى العشاء" (رواه الترمذي والنسائي ـــ جامع الاصول ۲۰۰/۵) الترمذي ابواب الصلاة [باب ما جاء في الرجل تفوته الصلاة بأيتهن يبدأ] النسائي المواقيت باب كيف يقضي الفائت من الصلاة وفي هامش جامع الاصول (۲۰۱/۵) : هو من حديث ابي عبيدة عامر بن عبد الله بن مسعود عن ابيه عبد الله بن مسعود وعامر يروى عن ابيه عبد الله ولم يسمع منه ولكن للحديث شواهد بمعناه في الصحيحين وغيرهما يقوى بها.

اقول : سماع ابي عبيدة عن ابيه لم يثبت في المعروف من المنقول لكن صحح له المحدثون ما رواه عن ابيه وصرحوا انه اعلم بعلوم ابيه وحديثه (شرح معاني الآثار الطهارة باب الرجل لا يجد إلا نبيذ التمر) واثبت العيني سماعه من ابيه عمدة القاري [باب الاستنجاء بالحجارة ۲۹۰/۲ و ۲۹۱ ونخب الأفكار شرح معاني الآثار ۷۵۰/۱ ومعارف السنن ۴۳۸/۳] واعلاء السنن ۱۷۵/۲ وتحقيق مصنف ابن ابي شيبة (۱۷۳/۲ و ۱۷۴) قال ابن تيمية (في فتاواه ۴۰۴/۶) :- هو عالم بحال أبيه متلق لآثاره من أكابر أصحاب أبيه ولم يكن في أصحاب عبد الله من يتهم عليه حتى يخاف أن يكون هو الواسطة فلهذا صار الناس يحتجون برواية إبنه عنه وإن قيل إنه لم يسمع من أبيه.

آپ نے فرمایا: "نیند کی وجہ سے ایسا ہونے میں کوئی کوتاہی و گناہ نہیں، کوتاہی تو اس شخص کی ہے جو نماز کو نہ پڑھے حتی کہ دوسری نماز کا وقت آجائے، تو جو شخص ایسا کرے وہ نماز کو اس وقت ادا کرے جب اس کے لئے متنبہ ہو۔"(۱) (ابوداؤد وترمذی ونسائی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں :

"جب تم میں سے کوئی نماز سے سو جائے یا اس سے غفلت برتے، تو نماز کے یاد آنے اور دھیان آنے پر اس کو ادا کرے۔"(۲) (بخاری ومسلم)

پہلی حدیث میں یہ مضمون کہ "کوتاہی اس شخص کی ہے جو نماز نہ پڑھے حتی کہ دوسری نماز کا وقت آجائے" اور دوسری میں یہ مضمون کہ: "نماز سے غفلت برتے" اور دونوں کے لئے قضا کی بات- قصداً نماز کو چھوڑنے و ٹالنے کو بھی شامل ہے۔

جیسے کہ غزوۂ خندق میں جو صورت حال پیش آئی اس میں قضا معروف ہے اور اس موقع سے نمازوں کو اپنے وقت سے مؤخر کرنا نہ نیند کی وجہ سے تھا اور نہ سونے کی وجہ سے بلکہ قصداً تھا، یہ بات الگ ہے کہ یہ قصد مجبوری کی بنا پر تھا کہ جنگ کی ایسی مشغولیت تھی کہ اس کے ساتھ نماز کا ادا کرنا ممکن نہ تھا اس لئے نماز کو مؤخر کیا گیا اور بالارادہ اور بعد میں ادا کیا گیا۔

یہ سب قصداً نماز کے چھوڑنے و رہ جانے کی صورت میں قضا کے واجب ہونے کی دلیل ہے خواہ نماز کو قصداً کسی وجہ سے بھی چھوڑا گیا ہو۔

(۱) عن ابي قتادةؓ قال : ذكروا الرسول ﷺ نومهم عن الصلاة فقال : "اما انه ليس في النوم تفريط انما التفريط على من لم يصل حتى يدخل وقت الصلاة الاخرى فمن فعل ذلك فليصلها حين ينتبه لها" (اخرجه ابوداؤد والترمذي والنسائي ـــ جامع الاصول ۱۹۲/۵) ابوداؤد كتاب الصلاة [باب فمن نام عن الصلاة او نسيها] والترمذي ابواب الصلاة [باب ما جاء في النوم عن الصلاة] وقال الترمذي: حديث ابي قتادة حديث حسن صحيح ولكن لفظه عند الترمذي والنسائي "انما التفريط في اليقظة الخ" واللفظ المذكور لابي داؤد فقط.

(۲) ملاحظہ ہو حدیث/۳۰۵ راجع جامع الاصول ۱۸۹/۵.

اس کی دلیل وہ احادیث بھی ہیں جن میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص کا انتقال اس حال میں ہوا کہ اس کے ذمہ کوئی واجب شرعی ہے تو آپ نے جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے: ''اس کی حیثیت قرض کی ہے اور قرض بہرحال ادا کیا جاتا ہے، اور پھر واجب شرعی تو اللہ کا قرض ہے جس کا ادا کرنا اور ضروری ہے۔'' سوال کرنے والے سے یہ استفسار نہیں فرمایا کہ واجب شرعی ذمہ میں رہ کیوں گیا۔(۱)

۳- قضا نمازوں کو ترتیب سے ادا کرنا :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''مشرکین نے غزوہ خندق کے موقع پر (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازوں سے مشغول رکھا حتی کہ رات کا کچھ حصہ گذر گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا انہوں نے اذان کہی اس کے بعد اقامت کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر ادا فرمائی پھر بلال نے اقامت کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر ادا فرمائی، پھر بلال نے اقامت کہی اور آپ نے مغرب ادا فرمائی، پھر اقامت کہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء ادا فرمائی۔''(۲) (ترمذی ونسائی)

۳۰۹- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

---

(۱) روایات کے لئے ملاحظہ ہو جامع الاصول ۶/ ۴۱۷ تا ۴۱۹، کئی سوالات آئے ہیں ماں سے متعلق، بہن سے متعلق، اور ایک مہینہ کا روزہ اور دو ماہ کا روزہ، وغیرہ، ایک ماہ کا روزہ ماہ رمضان کا بھی ہوسکتا ہے۔ اور حج کے متعلق بھی اسی طرح سوالات آئے ہیں (ملاحظہ ہو جامع الاصول ۲/ ۴۱۸ تا ۴۲۱)، اس مسئلے میں وہ روایات بھی فی الجملہ مفید ہیں جن میں یہ مضمون آیا ہے کہ کسی مرنے والے پر اگر روزہ ہو تو ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے، بغیر کسی تفصیل کے (ملاحظہ ہو جامع الاصول ۶/ ۴۱۹ و مابعد) اگرچہ حدیث کے مفہوم وحکم میں اختلاف وتفصیل ہے (ملاحظہ ہو معارف السنن ۵/ ۳۸۳، ۳۸۴ وتحفۃ الاحوذی ۳/ ۳۴۸-۳۵۲

(۲) ملاحظہ ہو حدیث/ ۳۰۷

''غزوۂ خندق میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر سورج ڈوبنے کے بعد ادا فرمائی اور اس کے بعد نماز مغرب ادا فرمائی۔''(۱) (بخاری ومسلم)

۳۱۰- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

''جو شخص کسی نماز کو بھول جائے اور پھر اس کو اس وقت یاد کرے جب وہ (اگلی نماز میں) امام کے ساتھ ہو تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس نماز کو ادا کرے جس کو بھول گیا تھا اور پھر اس دوسری نماز کو ادا کرے (جس کو امام کے ساتھ ادا کیا)۔''(۲) (مؤطا مالک)

۳۱۱- حضرت ابو جمعہ حبیب بن سباع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''غزوۂ احزاب کے موقع سے ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز ادا کی اس کے بعد دریافت فرمایا کہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ میں نے عصر ادا کی (یا نہیں؟) سب نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ نے عصر نہیں

---

(۱) عن جابر بن عبد اللہؓ " أن عمر بن الخطابؓ جاء يوم الخندق بعد ما غربت الشمس فجعل يسب كفار قريش، وقال يا رسول الله ﷺ ما كدت اصلى العصر حتى كادت الشمس تغرب؟ قال رسول الله ﷺ " والله ما صليتها " فقمنا الى بطحان فتوضأ للصلاة و توضأنا فصلى العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلى بعدها المغرب " (اخرجه البخارى و مسلم والترمذى جامع الاصول ٥/ ٢٠٠) البخارى كتاب المواقيت [باب من صلى بالناس جماعة بعد ذهاب الوقت] ومسلم كتاب المساجد [باب الدليل لمن قال الصلاة الوسطى الخ].

(۲) عن نافع : ان ابن عمر كان يقول : "من نسى صلاة فلم يذكرها الا وهو مع الامام فاذا سلم الامام فليصل التى نسى ثم ليصل بعدها الاخرى " (اخرجه الموطا جامع الاصول ٥/ ٢٠٢ و ٢٠٣) الموطا ابواب قصر الصلاة [باب العمل فى جامع الصلاة] وفى هامش جامع الاصول (٥/ ٢٠٣) : اسناده صحيح، وفى اعلاء السنن (٧/ ١٢٦) : رواه الطبرانى (مرفوعا) فى الأوسط و رجاله ثقات إلا أن شيخ الطبرانى محمد بن هشام المستملى لم أجد من ذكره (كذا فى مجمع الزوائد (١/ ٣٢٩) باب فيمن صلى صلاة وعليه غيرها، قلت : وهو ايضاً ثقة على قاعدة مجمع الزوائد، وقد فصل الكلام صاحب اعلاء السنن فى تحقيق رجال الحديث وسنده وبيان طرقه و تقوية الحديث (راجع اعلاء السنن ٧/ ١٢٩ و ١٣٠).

ادا فرمائی، آپ نے موذن کو حکم فرمایا تو اس نے اقامت کہی آپ نے عصر ادا فرمائی اس کے بعد مغرب کا اعادہ فرمایا"(۱)(احمد)

۴- قضا نماز کے لئے اذان واقامت اور جماعت :

اگر ایک سے زائد افراد کی کوئی نماز قضا ہو جائے تو اس کو باجماعت اور اذان و اقامت کے ساتھ ادا کرنا چاہئے جیسا کہ پیچھے حضرت ابن مسعود کی روایت میں آیا ہے کہ غزوہ خندق کے موقع سے چند نمازیں آپ نے باجماعت اذان واقامت کے ساتھ ادا فرمائیں۔(۲)

اور نماز فجر کے قضا ہونے کے مشہور واقعہ میں آیا ہے کہ جب نیند کی جگہ سے کچھ آگے پہنچ گئے تو اذان کہی گئی اور باجماعت نماز ادا کی گئی۔(۳)

واضح رہے کہ اذان کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ آبادی سے باہر کسی جگہ ایسی صورت حال پیش آئے اور اگر آبادی کے اندر قضا نماز کو باجماعت ادا کرنے کی نوبت آئے تو اذان نہیں دی جائے گی۔



(۱) عن ابی جمعة حبیب بن سباع و کان قد ادرك النبی ﷺ حدث : "ان النبی ﷺ عام الاحزاب صلی المغرب فلما فرغ قال : هل علم احد منكم انی صلیت العصر ؟ قالوا : یا رسول الله ﷺ ما صلیتها فأمر المؤذن فاقام الصلاة فصلی العصر ثم اعاد المغرب " (اخرجه احمد فی مسنده ۔ اعلاء السنن ۷/۱۲۶ و ۱۲۷) مسند احمد ۴/۱۰۶، مجمع الزوائد (۱/۳۲۵) وفی مجمع الزوائد :- رواه أحمد والطبرانی فی الكبير وفيه ابن لهيعة وفيه ضعف، أقول:- ابن لهيعة ليس ممن يرد حديثه مطلقا وبتاتا. وفی اعلاء السنن (۷/۱۲۷) : "رجاله ثقات كلهم غير ابن لهيعة وهو حسن الحديث كما مر غير مرة " اقول : وقد اطال صاحب اعلاء السنن الكلام فی تحقيق رجال الحديث وتقويتهم (راجع اعلاء السنن ۷/۱۲۶- ۱۲۸).

(۲) ملاحظہ ہو حدیث/۳۰۷

(۳) جامع الاصول ۵/۱۹۰-۱۹۸

(۱۰)

نماز وتر

۱- نماز وتر کی فضیلت واہمیت۔

۲- نماز وتر کا وجوب۔

۳- وتر کی تین رکعت۔

۴- وتر کی تین رکعت دو قعدے سے ادا کرنا۔

۵- وتر کی تینوں رکعات کو ایک سلام سے ادا کرنا۔

۶- وتر کی تینوں رکعات میں کیا پڑھا جائے۔

۷- تیسری رکعت میں قبل رکوع قنوت۔

۸- قنوت سے قبل تکبیر کہنا اور ہاتھ کا اٹھانا۔

۹- دعاء قنوت۔

۱۰- دعاء قنوت بھول جانے پر سجدۂ سہو۔

۱۱- وتر کی قضاء۔

۱۲- وتر کی جماعت۔

۱- نماز وتر کی فضیلت واہمیت :

۳۱۲- حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے :

''حق تعالیٰ نے تم کو ایک نماز مزید عطا کی ہے (پانچ فرض نمازوں کے بعد) جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے، اور وہ وتر کی نماز ہے اللہ نے اس کو تمہارے لئے عشاء کے وقت سے لے کر طلوع فجر تک قرار دیا ہے۔'' (۱) (ترمذی وابوداؤد)

۳۱۳- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

''نماز وتر حق ہے، جو وتر نہ پڑھے اس کا ہم سے تعلق نہیں ہے۔'' تین مرتبہ یہی فرمایا۔ (۲) (ابوداؤد)

---

(۱) عن خارجة بن حذافةؓ قال : خرج علينا يوما رسول الله ﷺ فقال : "قد امدكم الله بصلاة هي خير لكم من حمر النعم وهي الوتر فجعلها لكم فيما بين العشاء الاخرة الى طلوع الفجر" (اخرجه الترمذي وابوداؤد۔ جامع الاصول ٦/٥٤ و ٥٥) الترمذي ابواب الوتر [ما جاء في فضل الوتر] وابوداؤد كتاب الصلاة [باب استحباب الوتر] وفي هامش جامع الاصول (٦/٥٥) : في سنده ضعف وانقطاع ولكن في الباب عن معاذ بن جبل وعمرو بن العاص و عقبة بن عامر وابي بصرة الغفاري وابن عباس وابن عمر وعبد اللّٰه بن عمرو وانظر تخريجها في "تلخيص الحبير" للحافظ (٢/١٧)، اقول : وراجع ايضاً للوقوف على التخريجات والتفصيلات اعلاء السنن ٦/٣ -٨، وفي اعلاء السنن (٦/٣) : اخرجه الحاكم وقال صحيح الاسناد ولم يخرجاه وصححه الذهبي في تلخيصه وقال تبعا للحاكم : تركاه لتفرد التابعي عن الصحابي (راجع المستدرك ١/١٣٦) اعلاء السنن میں اس کے تفرد کی نفی کرتے ہوئے دوسرے طریق کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ وراجع ايضا آثار السنن (٢/٤)

(٢) عن بريدة قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : "الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا، الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا، الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا" (اخرجه ابوداؤد۔ جامع الاصول ٦/٤٢) ابوداؤد كتاب الصلاة [باب فيمن لم يوتر] وفي هامش جامع الاصول (٦/٤٢) : وفي سنده عبيد الله بن عبد الله العتكي ضعفه بعضهم و وثقه اخرون وممن وثقه ابن معين وغيره وقال ابو حاتم : صالح الحديث : وقال ابن عدي : هو عندي لا باس به، اقول : يشهد له حديث ابي ايوب الذي سياتي، حضرت ابو ایوب کی حدیث کا ذکر آگے آرہا ہے، وفي اعلاء السنن (٦/٣) : رواه ابوداؤد وسكت عنه و رواه الحاكم وصححه : وقال النيموي والحق ان اسناده حسن واليه ذهب ابن الهمام (آثار السنن مع التعليقات ٢/٤) وراجع المستدرك (١/٣٠٥) وقد وثق الحاكم العتكي ووافقه الذهبي۔

٢- نماز وتر کا وجوب :

٣١٤- حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

"وتر ہر مسلمان پر حق ہے۔"(١)(ابوداؤد و نسائی)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت یوں بھی مروی ہے :

"وتر کی نماز ہر مسلم پر حق و لازم ہے۔"(٢)(دارقطنی)

٣١٥- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"وتر کی نماز کا لزوم فرض نمازوں کی طرح تو نہیں ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معمول بنایا و بتایا ہے اور فرمایا ہے: حق تعالیٰ وتر ہے (تنہا ہے کہ اس کا کوئی جوڑ و ہمسر نہیں) تو وہ نماز وتر کو پسند کرتا ہے لہٰذا اے اہل قرآن (قرآن پر ایمان رکھنے والو) وتر پڑھا کرو۔"(٣)

(ترمذی و ابوداؤد و نسائی)

= اقول : وفی "التقريب" (ص ٣٧٨) : "عبيد الله بن عبد الله ابو المنيب العتكى المروزى صدوق يخطئى من السادسة."

(١) عن ابى ايوب الانصاريؓ : أن رسول الله ﷺ قال : "الوتر حق على كل مسلم الحديث." (اخرجه ابو داؤد والنسائى ـ جامع الاصول ٤٦/٦) ابوداؤد كتاب الصلاة [باب كم الوتر] والنسائى ابواب الصلاة الليل، وفى هامش جامع الاصول (٤٦/٦) : رواه ابن ماجه : اسناده صحيح و رواه ايضا ابن حبان فى صحيحه والحاكم وصححه، (راجع الإحسان ٦٣/٤) والمستدرك ٣٠٢/١ و٣٠٣)

(٢) عن ابى ايوب الانصاريؓ قال : قال رسول الله ﷺ : "الوتر حق واجب" الحديث (اخرجه بزيادة لفظ الواجب الدارقطنى (الوتر- باب الوتر خمس أو ثلاث الخ.) إلا أن الدارقطنى قال: قوله:- واجب ليس بمحفوظ لا أعلم تابع ابن حسان عليه أحد. وأقول: محمد بن حسان الازرق ثقة. (التقريب ص/٥٠٩) فهذه زيادة الثقة كيف وقد صححه الجميع بهذا السند (راجع هامش جامع الأصول ٤٦/٦ والمستدرك ٣٠٢/٢ و٣٠٣ وعند ابن ابى شيبة (٥٠٤/٤) لفظ: حق، أو -واجب- قال الحافظ فى التلخيص (١٤٠/٢) بعد ذكره : رجاله ثقات وهو عند ابى داؤد أيضا وقال البيهقى: الأصح وقفه على ابى ايوب و أعله ابن الجوزى بمحمد بن حسان فضعفه وأخطأ فإنه ثقة.

(٣) عن على بن ابى طالب قال : "الوتر ليس بحتم كصلاتكم المكتوبة ولكن سن رسول الله ﷺ" ثم قال: "ان الله وتر يحب الوتر فأوتروا يا اهل القرآن" (اخرجه الترمذى وابو داؤد والنسائى ـ جامع الاصول ٤٣/٦) الترمذى ابواب الوتر [باب ما جاء أن الوتر ليس بحتم] وابوداؤد كتاب الصلاة =

٣- وتر کی تین رکعت :

٣١٦- حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل فرمایا ہے :

"رات کی (نماز) وتر (بھی) تین رکعت ہے دن کی (نماز) وتر مغرب کی نماز کی طرح۔"(١)(دارقطنی)

٣١٧- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر ادا کرنے کی کیا صورت تھی اور کتنی رکعت وتر ادا فرماتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا :

"آپ چار رکعت تہجد کی اور تین وتر کی، چھ تہجد کی اور تین وتر کی اور آٹھ تہجد کی اور تین وتر کی اور دس تہجد کی اور تین وتر کی ادا فرماتے تھے، نہ

= [باب استحباب الوتر] وفى هامش جامع الاصول (٤٣/٦) : وهو حديث حسن حسنه الترمذى وغيره، اقول : اخرجه ابن خزيمة ايضاً (ابواب الوتر من كتاب الصلاة) وقال الألبانى فى هامشه (١٣٦/٢) : اسناده ضعيف لاختلاط ابى اسحق وهو السبيعى وعنعنته و فى ابن حمزة كلام يسير لكن الحديث حسن بل صحيح لما يشهد له ولذلك اوردته فى صحيح ابى داؤد، راجع صحيح ابى داؤد. أقول: ذكره الحاكم شاهدا لحديث عبادة بن الصامت (المستدرك ٣٠٠/١)

(١) عن ابن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ "وتر الليل ثلث كوتر النهار صلاة المغرب" (اخرجه الدارقطنى، اعلاء السنن ٤٠/٦) الدارقطنى (الوتر- باب الوتر ثلاث كثلاث المغرب) وقال : (فيه يحى بن زكريا) ويحى بن زكريا هذا يقال له ابن ابى الحواجب ضعيف ولم يروه عن الاعمش مرفوعاً غيره، قال فى اعلاء السنن (٤٠/٦) : ابن ابى الحواجب ذكره ابن حبان فى الثقات (٦٠٨/٧) فالرجل مختلف فيه و مثله يعتبر به لا سيما لما رواه له شاهد (وهو عن عائشة عند الدارقطنى) وقال ايضاً: والمحدثون وان تكلموا فى رفع الحديث وصححوا وقفه على ابن مسعود ولكن الذى رفعه حسن الحديث، تابعه مثله فى الرفع فلا مرد عن قبول زيادته (وراجع اعلاء السنن ٤٠/٦ و ٤١)

متعدد صحابہ مثلاً حضرت عائشہ، حضرت ابن عمر سے مرفوعاً، اور ابن مسعود، ابن عمر، ابن عباس و عائشہ رضی اللہ عنہم سے موقوفاً بھی اس مضمون کی روایت مروی ہے، مجموعہ کی تحسین تو کی ہی گئی ہے ان احادیث و آثار کی انفرادی تحسین و تصحیح بھی کی گئی ہے ملاحظہ ہو اعلاء السنن (٢٣/٦ تا ٤٠) معارف السنن (٤/ ٢١٥ و ٢٢٣ تا ٢٢٥ و ٢٩٣) آثار السنن (١٢/٢) نیز مجمع الزوائد (٢٣٥/٢) مجمع الزوائد میں ابن مسعودؓ کی روایت بحوالہ طبرانی کبیر آئی ہے اور ہیثمی نے کہا ہے: رجاله رجال الصحيح، مصنف ابن ابی شیبہ (٢٦٦/٢ و ٢٦٧) میں بھی ابن عمر و عائشہ کے آثار ہیں جن کی سندیں صحیح ہیں۔ (راجع هامش ابن ابى شيبة).

(مجموعی طور پر) سات سے کم اور نہ تیرہ سے زیادہ۔"(۱) (ابوداؤد)

۳۱۸- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر ادا فرماتے تھے۔"(۲) (حاکم)

۳۱۹- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کی تفصیل ذکر کرنے کے ساتھ فرمایا: "پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعت وتر ادا فرمائی۔"(۳) (مسلم)

۳۲۰- حضرت عبداللہ بن عباس وعبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز (تہجد) کی تفصیل معلوم کی گئی تو دونوں نے فرمایا: تیرہ رکعت ادا فرماتے تھے، آٹھ (تہجد کی) اور تین رکعت وتر کی ادا فرماتے، اور دو فجر کی سنتیں۔(۴) (طحاوی)

---

(۱) عن عائشةؓ سئلت : "بكم كان يوتر رسول الله ﷺ فقالت : كان يوتر باربع وثلاث، وست وثلاث، وثمان وثلاث، وعشر وثلاث، ولم يكن يوتر بانقص من سبع ولا باكثر من ثلاث عشرة " (اخرجه ابوداؤد ــ جامع الاصول ٦/٤٧) ابوداؤد كتاب الصلاة [باب فى صلاة الليل] وفى هامش جامع الاصول (٦/٤٧) : اسناده حسن، حافظ ابن حجر فتح الباری (۳/۲۱) میں فرماتے ہیں: هذا أصح ما وقفت عليه من ذلك و بهذا يجمع بين الروايات. حضرت عائشہؓ سے کئی روایات- اور صحت کے ساتھ- ایسی مروی ہیں جن میں بحیثیت وتر تین رکعات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو جامع الاصول ۶/۹۳ و اعلاء السنن ۶/۲۳ تا ۳۰)۔

(۲) عن عائشةؓ قالت : "كان رسول الله ﷺ يوتر بثلاث" الحديث (اخرجه الحاكم ــ اعلاء السنن ٦/٢٣) المستدرك (١/٣٠٤). أقول: رواه الحاكم كشاهد لحديث عائشة (لا يسلم فى الركعتين الاولين) ولم يقل فيه بشئ من الحكم وسكت عنه الذهبى فقال صاحب الاعلاء (٦/٢٤) : فهو حسن.

(۳) عن ابن عباس : "انه رقد عند رسول الله ﷺ فاستيقظ .... ثم فعل ذلك ثلاث مرات ست ركعات كل ذلك يستاك ويتوضأ ويقرأ هؤلاء الايات ثم أوتر بثلاث" (اخرجه مسلم بطريق على بن عبد الله بن عباس واخرجه ابوداؤد ايضاً، جامع الاصول ٦/٨٦ و ٨٩، اعلاء السنن ٦/١٣١) مسلم صلاة المسافرين باب الدعاء فى صلاة الليل وقيامه.

(٤) عن عامر الشعبى قال : سئلت ابن عمر وابن عباس كيف كان صلاة رسول الله ﷺ بالليل فقالا : "ثلث عشرة ركعة، ثمان، ويوتر بثلاث و ركعتين بعد الفجر " (اخرجه الطحاوى ــ اعلاء السنن ٦/٣٧) شرح معانى الآثار ابواب الصلاة [باب الوتر] وفى اعلاء السنن : رجاله رجال الصحيح الا شيخ الطحاوى ابن ابى داؤد : وهو ثقة كما مرغير مرة. وقال العينى (فى النخب ٣/٢١١) :- أخرجه باسناد صحيح على شرط الشيخين.

حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم ان تینوں سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر ادا فرماتے تھے۔(۱)

۳۲۱- مشہور تابعی حضرت ابوالعالیہ کا بیان ہے:

"ہم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے یہ سکھایا ہے کہ نماز وتر نماز مغرب کی طرح ہے، بس یہ کہ وتر کی تیسری رکعت میں ہم قراءت کرتے ہیں تو یہ رات کی وتر ہے اور یہ (یعنی مغرب) دن کی وتر ہے۔"(۲) (طحاوی)

۴- وتر کی تینوں رکعات کو دو قعدے سے ادا کرنا :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مفصل حدیث میں ارشاد نبوی نقل کیا ہے:

"ہر دو رکعت پر تحیات (تشہد) ہے۔"(۳)

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک معروف روایت ہے کہ ارشاد نبوی ہے :

"نماز دو دو رکعت ہوتی ہے اور ہر دو رکعت پر تشہد ہے۔"(۴)

۳۲۲- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (کہ میری والدہ نے ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیام کر کے آپ کے وتر کی یہ کیفیت دیکھی) کہ آپ نے پہلے جو اللہ نے چاہا نماز ادا فرمائی اور جب اخیر رات ہوئی تو وتر کی نماز ادا فرمائی تو پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الأعلى، اور دوسری میں قل يا ايها الكافرون پڑھی

---

(۱) جامع الاصول ٦/٥١ رواية علي (للترمذى) وص ٥٢ رواية ابن عباس (للنسائى) وص ٥٤ رواية ابى بن كعب (للنسائى).

(۲) عن ابى خلدة قال : سألت ابا العالية عن الوتر فقال : "علمنا اصحاب محمد ﷺ او علمونا ان الوتر مثل صلاة المغرب غير أنا نقرأ فى الثالثة فهذا وتر الليل وهذا وتر النهار " (اخرجه الطحاوى ــ اعلاء السنن ٦/٣٨) شرح معانى الآثار ابواب الصلاة [باب الوتر] وفى اعلاء السنن : اسناده صحيح (كما فى آثار السنن ١/١٧٣) اقول : من رجاله ابو العالية – ثقة، ابو خلدة خالد بن دينار صدوق عنه.

(۳) عن عائشةؓ مرفوعاً فى حديث طويل : وكان ﷺ يقول : " فى كل ركعتين التحية" (رواه مسلم، جامع الاصول ٥/٤٢٧) ملاحظہ ہو حدیث/۱۲۶

(٤) عن الفضل بن عباس: " الصلاة مثنى مثنى وتشهد فى كل ركعتين" الحديث (اخرجه الترمذى وغيره جامع الاصول ٥/٤٣٢ و ٤٣٣) ملاحظہ ہو حدیث/۱۷۲

اس کے بعد قعدہ کیا اور قعدہ کے بعد کھڑے ہوگئے اور سلام سے فصل نہیں کیا پھر (تیسری رکعت میں) قل ھو اللہ پڑھی، الخ۔(۱) (الاستیعاب والاصابہ)

۵- وتر کی تینوں رکعات کو ایک سلام سے ادا کرنا :

۳۲۳- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں میں (یعنی قعدہ اولی کے بعد) سلام نہیں پھیرتے تھے۔"(۲) (نسائی)

۳۲۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہی روایت ہے :

---

(۱) عن عبد الله بن مسعودؓ قال : "ارسلت امی لیلة لتبیت عند النبی ﷺ فتنظر کیف یوتر فصلی ما شاء الله ان یصلی حتی اذا کان اخر اللیل و اراد الوتر قرأ بسبح اسم ربك الاعلی فی الرکعة الاولی، وقرأ فی الثانیة قل یا ایها الکافرون ثم قعد ثم قام ولم یفصل بینهما بالسلام ثم قرأ قل هو الله احد حتی فرغ وکبر ثم قنت فدعا بما شاء الله أن یدعو ثم کبر ورکع" (اخرجه ابن عبد البر فی الاستیعاب والحافظ فی الإصابة، اعلاء السنن ٦/٦٧ و٦٨) الاستیعاب (٤/٤٧١) والاصابة (٤/٤٧٥) فی ترجمة ام عبد الله بن مسعود.

"اعلاء السنن"(٦/٦٨و٦٩) میں ہے، اخرجه الحافظ ابن عبد البر فی "الاستیعاب" ولم یتکلم علیه بشئی بل قال : ویعرف بها (ای بام عبد) حدیث ام ابن مسعود یرویه حفص بن سلیمان - وهذا یشعر بکون هذا الحدیث معروفا عنها وأعله الحافظ ابن حجر وضعفه فی "الاصابة" من اجل ابان (ومن روی عنه).

اعلاء السنن میں اس کی سند اور ان راویوں کی نسبت سے تفصیل ہے جن کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے، اور وہ ہیں حفص بن سلیمان اور ابان بن ابی عیاش۔

حفص بن سلیمان کا معاملہ یہ ہے کہ اگر وہ حفص بن سلیمان مقری ہیں اور ظاہر یہی ہے تو وہ ثقہ ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تقریب (ص۱۳۰) میں ذکر کیا ہے اور اگر وہ اسدی ابوعمر بزاز ہیں تو مختلف فیہ ہیں اور مختلف فیہ راوی کی روایت درجہ حسن میں ہوتی ہے، رہے ابان بن ابی عیاش تو ان کا معاملہ بھی کچھ اسی قسم کا ہے سخت تنقید کے باوجود ان سے ائمہ نے روایت لی ہے جیسے امام ابوحنیفہ وسفیان ثوری اور ان کی روایت پر ائمہ نے فی الجملہ اعتماد کیا ہے جیسے عبد الرزاق وغیرہ، اس لئے ان کی روایت بھی فی الجملہ اعتبار کی گنجائش رکھتی ہے، بالخصوص جب کہ مؤیدات کسی نہ کسی درجہ میں موجود ہوں (ملاحظہ ہو اعلاء السنن ٦/٦٧ تا ٦٩) اگرچہ حافظ ابن حجر نے ان کو متروک کہا ہے (التقریب ص۲۴)۔

(۲) عن عائشةؓ : "أن رسول الله ﷺ کان لا یسلم فی رکعتی الوتر" (اخرجه النسائی جامع الاصول ٦/٦٣) النسائی ابواب قیام اللیل [باب کیف الوتر بثلاث] وفی هامش جامع الاصول (٦/٦٣) : اسناده صحیح.

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر ادا فرماتے تھے تو سلام اخیر میں ہی پھیرتے تھے۔"(۱) (حاکم)

۳۲۵- اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہی دوسری روایت ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔"(۲) (حاکم)

۳۲۶- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سبح اسم ربك الاعلى پڑھتے اور سلام اخیر میں ہی پھیرتے تھے۔"(۳) (نسائی)

۳۲۷- حضرت ثابت بنانیؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

"اے ثابت مجھ سے سیکھو کہ تم مجھ سے زیادہ کسی معتبر سے نہیں سیکھ سکوگے، میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حضرت جبریل سے سیکھا ہے اور حضرت جبریل نے حق تعالیٰ سے حاصل کیا ہے۔ ثابت بنانی کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھ کو نماز عشاء پڑھائی پھر چھ رکعت پڑھی اور ہر دو

---

(۱) عن عائشةؓ قالت : "کان رسول الله ﷺ یوتر بثلاث لا یسلم الا فی آخرهن" (اخرجه الحاکم اعلاء السنن ٧/ ٢٣) المستدرك (١/٣٠٤) کتاب الوتر، وقال الحاکم : وهذا وتر أمیر المؤمنین عمر بن الخطاب وعنه أخذه أهل المدینة وذکره الحاکم شاهدا لحدیث عائشة الآتی.

(٢) عن عائشة قالت: "کان رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یسلم فی الرکعتین الأولیین من الوتر." (رواه الحاکم فی مستدرکه) المستدرك (١/٣٠٤ کتاب الوتر) وقال: حدیث صحیح علی شرط الشیخین و وافقه الذهبی ولم یقل الذهبی فی حدیث عائشة السابق أیضا شیئا بل اکتفی بذکره فی تلخیصه بدون نقد.

(٣) عن ابی بن کعبؓ قال : "کان رسول الله یقرأ فی الوتر...... ولا یسلم الا فی اخرهن" (اخرجه النسائی) النسائی الصلاة باب ذکر اختلاف الناقلین بخبر ابی بن کعب، أقول: رجاله ثقات مقبولون.

رکعت پر سلام پھیرا پھر تین رکعت وتر پڑھی اور اخیر میں سلام پھیرا۔"(۱)
(ترمذی و ابن عساکر)

۳۲۸- حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے :
"مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ وتر کی نماز تین رکعت ہے جس کے اخیر میں سلام پھیرا جائے گا۔"(۲)(ابن ابی شیبہ)

۶- وتر کی تینوں رکعات میں سورۂ فاتحہ وسورت کی قراءت اور مسنون سورتیں :

۳۲۹- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سبح اسم ربك الاعلی، قل یا

(۱) عن ثابت البنانی قال : "قال لی انس بن مالك : یا ثابت خذ عنی فانك لن تأخذ عن احد اوثق منی، انی اخذته عن رسول الله ﷺ واخذه رسول الله ﷺ عن جبریل واخذ جبریل عن الله عزوجل" (اخرجه الترمذی جامع الاصول ۹/۹۰۲) الترمذی أبواب المناقب وزاد ابن عساکر والرویانی بعد ذلك : "ثم صلی بی العشاء ثم صلی ست رکعات یسلم بین الرکعتین ثم اوتر بثلاث یسلم فی اخرهن" (کذا فی کنزالعمال) ورجاله ثقات کما فی منتخب کنزالعمال (معارف السنن ٤/۲۰۹) معارف السنن میں اس کے خاص راوی میمون ابوعبداللہ کے لئے فی الجملہ توثیق کی بات آئی ہے، اگرچہ التقریب (ص ۶۱۵) میں ہے "میمون بن عبد الله عن ثابت مجهول من السابعة ولعله میمون بن أبان. اور میمون بن ابان کو (ص ۶۱۵) پر "مستور" کہا گیا ہے۔ وفی هامش جامع الاصول (۹/۹۱) : وفی سنده میمون بن ابان الهذلی أبوعبدالله البصری لم یوثقه غیر ابن حبان. معلوم ہوا کہ میمون ابن ابان بھی فی الجملہ معتبر ہیں۔

(۲) عن الحسن قال : "اجمع المسلمون علی أن الوتر بثلث لا یسلم الا فی اخرهن" (اخرجه ابن ابی شیبة - نصب الرایة - الصلوة باب الوتر - والدرایة ۱/۱۹۳) ابن ابی شیبة ٤/٤۹۲.

اس میں "عمرو بن عبید" نامی راوی ہیں جن کی وجہ سے حافظ ابن حجر نے اشکال کیا ہے مگر اعلاء السنن (۶/۴۱) میں ان کی نیز اس اثر کی نسبت سے تقویت کی بات آئی ہے، حافظ ابن حجر کی تقریب (ص ۴۳۳) میں آیا ہے کہ عمرو بن عبید دو ہیں ایک عمرو بن عبید تمیمی ان کو شیخ بصری کہا ہے اور ایک عمرو بن عبید بن ثابت ان کے لئے کہا ہے: "عابد من السابعة" یعنی دونوں فی الجملہ مقبول ہیں۔ علامہ عینی نے "نخب الافکار" (۳/۲۸۹-۲۹۱ باب الوتر) میں مدینہ کے فقہاء سبعہ کے اثر کے تحت اس کا تذکرہ کسی نقد کے بغیر کیا ہے اور فقہاء کے اثر کی تقویت کی ہے۔

ایها الکافرون، اور قل هو الله احد ایک ایک رکعت میں پڑھتے تھے۔"(۱)(ترمذی ونسائی)

۳۳۰- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے :
" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر ادا فرماتے تھے اور پہلی میں سبح اسم ربك الاعلی، دوسری میں قل یا ایها الکافرون، اور تیسری میں قل هو الله پڑھتے تھے۔"(۲)(نسائی)

وتر کی تینوں رکعات میں قراءت کی تفصیل بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔(۳)

۷- وتر کی تیسری رکعت میں قبل رکوع قنوت :

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کرتے ہوئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تینوں رکعتوں میں کونسی سورتیں پڑھتے تھے فرمایا :
"تیسری میں قل ھو اللہ پڑھتے تھے، اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے

(۱) عن عبد الله بن عباس قال : "کان رسول الله ﷺ یقرأ فی الوتر سبح اسم ربك الاعلی، وقل یا ایها الکافرون، وقل هو الله فی رکعة رکعة" (اخرجه الترمذی والنسائی جامع الاصول ٦/٥٢) الترمذی ابواب الوتر [باب جاء فیما یقرأ به فی الوتر] و النسائی ابواب قیام اللیل، وفی هامش جامع الاصول (٦/٥٢) : حدیث حسن له شواهد بمعناه وفی اعلاء السنن (٦/٣٤) : قال النووی فی الخلاصة : اسناده صحیح کما فی نصب الرایة (الصلوة باب الوتر) وفی تخریج العراقی -علی الاحیاء-(١/٣٤٢) : رواه الترمذی والنسائی وابن ماجة بسند صحیح.

(۲) عن ابی بن کعبؓ قال : "ان رسول الله ﷺ کان یوتر بثلاث رکعات یقرأ فی الاولی بسبح اسم ربك الاعلی، وفی الثانیة بقل یا ایها الکافرون وفی الثالثة قل هو الله احد" (اخرجه النسائی جامع الاصول ٦/٥٤) النسائی ابواب قیام اللیل [باب ذکر الاختلاف لخبر ابی بن کعب] وفی هامش جامع الاصول (٦/٥٤) : هو حدیث صحیح، وفی اعلاء السنن (٦/٣٤ و ٣٥) نقل تصحیحه عن غیر واحد من العلماء منهم العراقی (تخریج الاحیاء ١/١٩٥) و توثیقه عن الشوکانی (راجع نیل الأوطار(٢/٢١١) وتلخیص الحبیر ٢/١٩و٢٠).

(۳) معارف السنن ٤/٢٢٦و٢٣٩

تھے۔"(۱)(نسائی)

۳۳۱- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں رکوع سے قبل قنوت پڑھتے تھے۔"(۲)
(دار قطنی وابن ابی شیبہ)

۳۳۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعت وتر پڑھی اور رکوع سے قبل قنوت پڑھا۔(۳)(ابونعیم وبیہقی)

---

(۱) عن ابی بن کعبؓ : "أن رسول الله ﷺ کان یوتر ...... وفی الثالثة بقل هو الله احد ویقنت قبل الرکوع " (اخرجه النسائی جامع الاصول ٥٤/٦) النسائی ابواب قیام اللیل. ملاحظہ ہو حدیث/۳۳۰

(۲) عن ابن مسعودؓ قال : "ان النبی ﷺ کان یقنت فی وتره قبل الرکوع " (اخرجه الترمذی فی عِلَلِهٖ وقال الترمذی : قد روی عن غیر واحد عن ابراهیم النخعی عن علقمة عن عبد الله بن مسعود ، (قاله فی سیاق کلامه فی روایة ابان بن أبی عیاش، له مع نوع مخالفة) و کذلك رواه الدارقطنی وابن ابی شیبة (نصب الرایة باب الوتر) وفی اعلاء السنن (٦٦/٦) : اخرجه البیهقی فی الخلافیات بسند فیه الثوری عن الاعمش، وقال البیهقی : المشهور روایة الجماعة عن الثوری عن ابان، لکن اجاب الترکمانی فی "الجوهر النقی" بما حاصله أن رجال الخلافیات ثقات فیحمل علی أن روایة الثوری عن الاعمش وابان کلیهما ورواه الخطیب فی کتاب القنوت بسنده، وذکره ابن الجوزی فی التحقیق بسند الخطیب وسکت عنه (وراجع نصب الرایة الصلاة باب الوتر) والجوهر النقی (١٣/٣) وقد رواه البیهقی فی سننه ایضا (٤١/٣) وقال : مداره علی ابان وهو متروك وقال الترکمانی تابعه علی ذلك الأعمش ثم ذکر الترکمانی کلاماً علی ما جاء فی خلافیات البیهقی. أقول: وقد بسط فی تخریجه الشیخ محمد عوامة فی تحقیق مصنف ابن ابی شیبة (٥٢١/٤-٥٢٢) ونهایة کلامه : وقد صح هذا موقوفا علی ابن مسعود فیما رواه عنه الطبرانی. أقول: وقد حسن اسناده الحافظ فی الدرایة (١٩٤/١) کما ذکر الشیخ أیضا فالموقوف الصحیح یقوی المرفوع الضعیف، وأیضا قد ثبت ذلك عن أصحاب ابن مسعود بأسانید صحیحة وفی الباب آثار غیر ذلك أیضا (اعلاء السنن ٦٥/٦ ومابعد)

(۳) عن ابن عباس قال : "اوتر النبی ﷺ بثلث فقنت قبل الرکوع " (اخرجه ابو نعیم و البیهقی اعلاء السنن ٧٠/٦) السنن للبیهقی (٤١/٣) باب من قال یقنت فی الوتر قبل الرکوع وهو فی نصب الرایة (باب صلاة الوتر) أیضا.

اعلاء السنن (۷۰/۶) میں ہے ابونعیم نے عطاء بن مسلم کے تفرد کی بنا پر اس کو معلول وغریب قرار دیا ہے اور بیہقی نے ضعیف کہا ہے لیکن الجوہر النقی (۴۳/۳) میں الکمال والکامل کے حوالے سے ان کو ثقہ کہا ہے اور روایت کی بابت کہا ہے : "اقل احواله أن تکون روایته شاهدة لما تقدم من حدیث ابی و ابن مسعود."

۸- قنوت سے قبل تکبیر کہنا اور ہاتھ کا اٹھانا :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہا پھر قنوت پڑھا۔"(۱)

۳۳۳- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ قنوت کے لئے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے(۲) اور اللہ اکبر کہتے تھے۔(۳)(بخاری جزء الرفع وطحاوی)

۳۳۴- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل بھی یہی مروی ہے کہ وہ قراءت کے بعد اللہ اکبر کہتے(۴) اور ہاتھ اٹھاتے پھر قنوت پڑھتے۔(۵)(طبرانی وبخاری جزء الرفع)

۳۳۵- ابراہیم نخعی سے مروی ہے :

"سات جگہوں میں ہاتھ اٹھایا جائے گا، نماز کے آغاز میں اور وتر کے قنوت کے لئے الخ"(۶)(جامع المسانید)

---

(۱) ملاحظہ ہو حدیث/۳۲۲

(۲) عن ابی عثمان : "کان عمرؓ یرفع یدیه فی القنوت " (اخرجه البخاری فی جزء الرفع) جزء رفع الیدین للامام البخاری ص/۲۸ (اعلاء السنن ٧٠/٦) وهو فی جلاء العینین فی تخریج رفع الیدین ص/۱۷۳

(۳) عن طارق بن شهاب قال : "صلیت خلف عمر صلاة الصبح فلما فرغ من القراءة فی الرکعة الثانیة کبر ثم قنت ثم کبر فرفع " (اخرجه الطحاوی اعلاء السنن ٧٢/٦) شرح معانی الآثار باب القنوت فی الفجر وغیره، قال العینی فی النخب (٤٤/٣) : إسناد صحیح.

(٤) عن عبد الله: "أنه کان یکبر حین یفرغ من القراءة " (ورواه ابن ابی شیبة ٥٣٠/٤) والسند رجاله ثقات إلا لیث وهو مدلس و هو ثقة (کما فی مجمع الزوائد ٢٤٧/٢)

(٥) عن الاسود عن عبد الله : "أنه کان یقرأ فی اخر رکعة من الوتر قل هو الله احد ثم یرفع یدیه فیقنت قبل الرکعة " (البخاری فی جزء الرفع) جزء رفع الیدین للبخاری ص/۲۸ واعلاء السنن ٢٧٠/٦ ورواه الطبرانی فی الکبیر (مجمع الزوائد ٢٤٧/٢) قال الهیثمی: فیه لیث بن أبی سلیم وهو مدلس وهو ثقة. أقول: فالحدیث مقبول وهو فی جلاء العینین فی تخریج رفع الیدین ص/۱۷۳ و۱۷٤- وقال البخاری فی جزء الرفع بعد اخراج هذه الآثار: هذه الأحادیث کلها صحیحة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم وأصحابه.

(٦) عن ابراهیم النخعی قال : ترفع الایدی فی سبع مواطن فی افتتاح الصلاة وفی التکبیر للقنوت فی الوتر وفی العیدین " (اخرجه الخوارزمی فی جامع المسانید) جامع المسانید ٣٥٢/١، شرح معانی الآثار کتاب الحج [باب رفع الیدین عند رؤیة البیت].

۹- دعاءقنوت :

۳۳۶- خالد بن عمرانؒ کی روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ مضر کے لئے بددعا فرمارہے تھے کہ حضرت جبریل تشریف لائے اور آپ کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا تو آپ خاموش ہوگئے، پھر انہوں نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ نے آپ کو سبّ وشتم کرنے والا اور لعن وطعن کرنے والا نہیں بنایا اللہ نے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے اور عذاب بنا کر نہیں بھیجا ہے، آپ کے ہاتھ میں کوئی معاملہ نہیں ہے، اللہ ہی یا تو ان کو توبہ کی توفیق دے گا یا عذاب دے گا کہ وہ ظالم ہیں۔

خالد کہتے ہیں اس کے بعد حضرت جبریل نے آپ کو یہ دعاء قنوت سکھائی:

"اللهم انا نستعينك و نستغفرك و نؤمن بك و نخنع لك و نخلع ونترك من يفجرك، اللهم اياك نعبد ولك نصلي و نسجد واليك نسعى ونحفد ونرجو رحمتك ونخشى عذابك الجد ان عذابك بالكافرين ملحق." (۱) (المدونہ ومراسیل ابی داؤد)

- امام ابوحنیفہ نے اس کو بواسطہ طلحہ بن مصرف یمانی (ثقہ، التقریب ص ۲۶۴) روایت کیا ہے لہٰذا سند مضبوط اور صحیح ہے، ہاں روایت موقوف ہے امام طحاوی نے اپنی سند سے بواسطہ امام ابوحنیفہ روایت کیا ہے اس سند کو صاحب آثار السنن (۲/۱۸) نے صحیح کہا ہے (اعلاء السنن ۸/۱۱۵)۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں قنوت سے قبل تکبیر حضرت عمر، حضرت علی، حضرت براء رضی اللہ عنہم وغیرہ سے منقول ہے اور ہاتھوں کا اٹھانا حضرت عمر وابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے (مصنف ابن ابی شیبہ ۵/۳۸و۳۹)

(۱) عن خالد بن ابی عمران قال: "بينما رسول الله ﷺ يدعو على مضر اذ جاء جبريل فاؤما اليه أن اسكت فسكت فقال: يا محمد ان الله لم يبعثك سبابا ولا لعانا، وانما بعثك رحمة ولم يبعثك عذابا، ليس لك من الامر شئ او يتوب عليهم او يعذبهم فانهم ظالمون قال: ثم علمه هذا القنوت اللهم الخ" (اخرجه سحنون فى المدونة الكبرى ۱/۱۰۰، واعلاء السنن ٦/۸۹) وفيه عبد القاهر ذكره ابن حبان فى الثقات وخالد بن ابى عمران من الطبقة الصغرى من التابعين فالأثر مرسل، وقال الحازمى فى "الاعتبار" (ص/۸۹): اخرجه ابوداؤد فى المراسيل، وهو حسن فى المتابعات (اعلاء السنن ٦/۸۹و ۹۰) المراسيل لابى داؤد ص/۸ (مع سنن أبى داؤد طبع الهند) وفى التقريب (ص ۱۵۱): خالد بن ابى عمران فقيه صدوق من الخامسة – وفيه (ص ۳٦۲) عبدالقاهر بن عبد الله – مجهول من السابعة لكن ابن حبان ذكره فى الثقات (الثقات لابن حبان ۸/۳۹۲).

مذکورہ الفاظ میں قنوت کا پڑھنا حضرت عمر بن خطاب وحضرت علی وحضرت ابن مسعود وحضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔(۱)

۳۳۷- حضرت عبداللہ بن زریر غافقی نے ایک مرتبہ فرمایا :

"مجھ کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قرآن کی ایسی دو سورتیں سکھائیں جوان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی تھیں اللهم انا نستعينك ...... واللهم اياك نعبد."(۲) (طبرانی)

۳۳۸- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی قنوت میں اس دعا اللهم انا نستعينك واللهم اياك نعبد کا پڑھنا منقول ہے نیز یہ بھی کہ انہوں نے اپنے مصحف (قرآنی نسخہ) میں اس کو لکھ رکھا تھا۔ (۳) (محمد بن نصر وابن ابی شیبہ)

اس دعا کے دو حصے ہیں پہلا اللهم انا نستعينك سے شروع ہوتا ہے اور دوسرا اللهم اياك نعبد سے، یہ دونوں حصے حضرت ابی اور بعض دوسرے صحابہ نے دو سورتوں کے اعتبار سے قرآن کریم میں شامل کرر کھے تھے پہلے کو سورۂ "حفد" کے نام سے اور دوسرے

---

(۱) عن ابن ابزى: "صليت خلف عمر بن الخطاب الصبح فلما فرغ من السورة فى الركعة الثانية قال قبل الركوع: اللهم انا نستعينك الخ" (رواه ابن ابى شيبة وابن الضريس والبيهقى وغيرهم – اعلاء السنن ٦/۹۰) واثر على رواه سحنون فى المدونة (۱/۱۰۳) وسنده لا بأس به وفيه عبد الرحمن بن سويد لم أقف على من ترجمه وهو ثقة على قاعدة ابن حبان المذكورة فى المقدمة (اعلاء السنن ٦/۹۰) وقد ضعفه فى تخريج أحاديث المدونة (۲/٤۸۷) لأجل جهالة ابن سويد وإلا فبقية رجاله ثقات. اثر عمر، رواه ابن ابى شيبة فى مصنفه (۵/۳۵-۳۸) وأثر على (۵/۳۸) وأثر ابن مسعود (٤/۵٦۸) وأثر عثمان بن عفان (۵/۳۸) وروى أثر عمر البيهقى فى السنن الكبرى (۲/۱۲۹) الصلوة باب دعاء القنوت، وذهب إلى لصحة اسناده وذكر أثر على أيضا. ورواه الطحاوى أيضا عن عمر فى باب القنوت من شرح معانى الآثار – بعدة طرق–.

(۲) عن عبد الله بن زرير الغافقى قال: "قال لى عبد الملك بن مروان: لقد علمت ما حملك على حب أبى تراب إلا أنك اعرابى جاف فقلت: والله لقد جمعت القرآن من قبل أن يجتمع ابواك ولقد علمنى منه على بن ابى طالب سورتين علمهما اياه رسول الله ﷺ ما علمتهما أنت ولا ابوك اللهم انا نستعينك واخره: ان عذابك بالكفار ملحق" (اخرجه الطبرانى فى الدعاء– الاتقان النوع التاسع عشر).

(۳) محمد بن نصر المروزى فى كتاب الصلاة عن ابى بن كعب أنه كان يقنت بالسورتين فذكرهما وأنه كان يكتبهما فى مصحفه (الاتقان النوع التاسع عشر) وهو عند ابن ابى شيبة أيضا (۵/۳۷).

کوسورۂ "خلع" کے نام سے۔(۱)

سیوطی نے الاتقان میں نقل کیا ہے :

''قرآن کے جس حصے کے الفاظ قرآن (کی تلاوت وجزئیت) سے اٹھالئے گئے لیکن یادداشت میں ان کو باقی رکھا گیا ہے ان میں وتر میں قنوت والی دونوں سورتیں بھی تھیں جن کو ''سورۂ خلع'' اور ''سورۂ حفد'' کہا جاتا تھا۔''(۲)

واضح رہے کہ دعاء قنوت کی حیثیت سے مذکورہ دعا کا پڑھنا افضل و بہتر ہے اس کی خصوصی حیثیت کی وجہ سے جیسا کہ احادیث ذکر کی گئی ہیں، نیز یہ کہ یہ صحابہ کی بڑی جماعت سے یا بقول بعض ان کے اتفاق کے ساتھ منقول ہے۔(۳)

دوسری مناسب دعائیں یا قنوت کے الفاظ بھی پڑھے جاسکتے ہیں مذکورہ الفاظ کے ساتھ یا ان کے بغیر امام نووی نے بھی الاذکار میں حضرت عمرؓ سے اس قنوت کو نقل کیا ہے۔(۴)

دوسری بات یہ کہ ہندوستان وغیرہ میں جو الفاظ عام طور سے دعا کی کتابوں میں آئے ہیں وہ الفاظ مجموعی طور پر مذکورہ روایات میں آئے ہیں، بعض الفاظ کا فرق ہے، جو بہت اہم نہیں ہے۔(۵)

البتہ معروف دعا فقہ حنفی کی بعض معتبر کتابوں میں آئی ہے جو یوں ہے:

" اللهم انا نستعينك و نستغفرك و نؤمن بك و نتو كل عليك و نثنى

(۱) عن ابن سیرین قال : "کتب ابی بن کعب فی مصحفه فاتحة الكتاب و المعوذتين و اللهم انا نستعينك و اللهم اياك نعبد " (اخرجه ابو عبید- الاتقان النوع التاسع عشر) ابن الضریس نے اپنی کتاب فضائل القرآن میں حضرت عبداللہ بن عباس کے مصحف میں ان کا مذکور ہونا ذکر کیا ہے (الاتقان - النوع التاسع عشر).

(۲) الاتقان النوع السابع والاربعون اس بابت سیوطی نے الدر المنثور میں کافی تفصیل نقل کی ہے جس کو معارف السنن (۴/۲۴۴و۲۴۵) میں ذکر کیا گیا ہے۔

(۳) فتح القدیر ۱/۳۷۵.　　(۴) الاذكار ص ۴۹.

(۵) اور یہ اختلاف نصف اول میں زیادہ ہے لفظاً وترتیب دونوں کا اور نصف ثانی جو اللهم اياك نعبد سے ہے اس میں زیادہ اختلاف نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو: الاتقان النوع التاسع عشر) الاتقان کی روایات والفاظ میں نومن بك و نتوكل عليك نہیں آیا ہے لیکن مصنف ابن ابی شیبہ (۵/۴۷) میں حضرت عمر سے یہ دونوں الفاظ نقل کیے ہیں۔

عليك الخير و نشكرك ولا نكفرك و نخلع و نترك من يفجرك، اللهم اياك نعبد..........ان عذابك بالكافرين ملحق."(۱)

۱۰- وتر میں دعاء قنوت بھول جانے پر سجدۂ سہو :

۳۳۹- حضرت حسن بصری وعطاء بن ابی رباح رحمہما اللہ سے منقول ہے جو آدمی قنوت بھول جائے اس پر سجدۂ سہو ہے۔(۲) (ابن ابی شیبہ)

۱۱- وتر کی قضا :

۳۴۰- حضرت زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں :

''ارشاد نبوی ہے: جو آدمی اپنی نماز وتر سے سو جائے وہ صبح ہو جانے کے بعد وتر پڑھ لیا کرے۔''(۳) (ترمذی)

۳۴۱- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ:

''ارشاد نبوی ہے: جو وتر سے سو جائے یا وتر کو بھول جائے تو جب یاد آئے اور جب بیدار ہو اس کو ادا کرلیا کرے۔''(۴) (ترمذی وابوداؤد)

(۱) الکفایة شرح الهداية ۲/۳۷۹و ۳۸۰ وشرح النقاية لعلى القارئ ۱/۲۲۷. ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ "ملحق" کو حاء کے کسرہ و فتحہ دونوں کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں، کسرہ کی صورت میں یہ "لاحق" کے معنی میں ہوگا۔

(۲) رواه عنهما -ابن ابی شیبة- (مصنف ابن ابی شيبة ۵/۴۴و۴۵).

(۳) عن زید بن اسلم قال : ان رسول الله ﷺ قال : " من نام عن وتره فليصل اذا اصبح" (اخرجه الترمذی۔ جامع الاصول ۶/۵۹) الترمذی ابواب الوتر [باب ماجاء في الرجل ينام عن الوتر او ينام. وهو مرسل قوى لأنه صحيح من طرق أخرى كما ذكر أحمد محمد شاكر. (التعليقات على الترمذی ۲/۳۳۱).

(۴) عن ابی سعید الخدریؓ قال : قال رسول الله ﷺ "من نام عن الوتر او نسيه فليصل اذا ذكره واذا استيقظ " (اخرجه الترمذی وابوداؤد - جامع الاصول ۶/۵۹) الترمذی ابواب الوتر [باب ماجاء في الرجل ينام الخ] ابوداؤد الصلاة باب في الدعاء بعد الوتر لكن بدون لفظ اذا استيقظ، واخرجه ايضاً ابن ماجة والحاكم، وقال الشوكانی (نيل الاوطار ۳/۵۴) : اسناد الطريق التى اخرجه منها ابوداؤد صحيح كما قال العراقی. وفى هامش جامع الأصول (۶/۶۰) : هو حديث صحيح. أقول: وقد أخرجه الحاكم (المستدرك ۱/۳۰۲ كتاب الوتر) وقال: صحيح على شرط الشيخين و وافقه الذهبی.

۳۴۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''جب کوئی آدمی اس حال میں صبح کرے کہ اس نے نماز وتر ادا نہ کی ہو تو اب ادا کرلے۔''(۱)(بیہقی وحاکم)

۱۲- وتر کی جماعت :

جماعت پنجوقتہ نمازوں کے لیے مشروع ہے اور مزید جن نمازوں میں باضابطہ منقول ہے ان کے لیے مشروع ہے جیسے عیدین واستسقاء وگرہن۔ وتر کا معاملہ عام نوافل و سنن کا ہے کہ تنہا ادا کی جائے گی اور اتفاقاً کبھی جماعت سے ادا کرلی جائے تو گنجائش ہے۔

البتہ ماہ رمضان میں وتر کی جماعت کا حکم عام دنوں سے مختلف ہے کیونکہ تراویح کے مروج معمول کے آغاز سے ہی تراویح کے بعد اس کو بھی باجماعت ادا کرنے کا نظام ومعمول بنایا گیا جیسا کہ تراویح سے متعلق روایات میں معروف ہے، اس لیے رمضان میں وتر کی نماز باجماعت ادا کرنا وہی حکم رکھتا ہے جو تراویح کی نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم ہے۔(۲)

❑❑❑

---

(۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : "اذا اصبح احدکم ولم یوتر فلیوتر" (رواہ البیہقی والحاکم ـ اعلاء السنن ٦/٦٤) البیہقی(٢/٤٧٨ - کتاب الصلاۃ باب من اصبح ولم یوتر) المستدرک(١/٣٠٤ کتاب الوتر) وقال الحاکم : صحیح علی شرط الشیخین ووافقہ الذہبی۔

(۲) اعلاء السنن ۷/۷۷-۸۰

(۱۱)

نماز تراویح

۱- نماز تراویح کی مشروعیت وفضیلت۔

۲- ماہ رمضان کی راتوں کا نبوی اہتمام نماز اور نماز کی کثرت۔

۳- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان میں رات کی نماز باجماعت ادا کرنا۔

۴- عہد نبوی میں صحابہ کا اہتمام (قرآن سننے کا اور اسکے لیے جماعت کا)

۵- تراویح باجماعت کی فضیلت واہمیت۔

۶- تراویح باجماعت کا باضابطہ نظام واہتمام۔

۷- رکعات تراویح کی بابت امت کا معمول۔

۸- باجماعت تراویح کے مستقل نظام کا حکم۔

۹- تراویح میں قرآن مجید سننے وسنانے کا اہتمام۔

۱۰- تراویح وتہجد میں یومیہ تلاوت کی مقدار اور ختم کا نظام

۱۱- اصل قراءت وتلاوت کی کیفیت ہے نہ کہ کمیت ومقدار۔

۱۲- ترویحہ۔

۱۳- ترویحہ کے اعمال۔

۱- نماز تراویح کی مشروعیت وفضیلت :

۳۴۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی نماز (یعنی تراویح) کی رغبت دلاتے تھے، البتہ قطعیت کے ساتھ حکم نہیں فرماتے تھے چنانچہ فرمایا کرتے تھے : جو آدمی رمضان میں نماز پڑھے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی امید کے ساتھ تو اس کے گذشتہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔"(۱) بخاری ومسلم)

۳۴۴- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

"اللہ نے رمضان کے روزے فرض کئے ہیں اور میں نے تمہارے لئے اس کی نماز مشروع ومسنون کی ہے لہٰذا جو آدمی اس کے روزے اور نماز کا اہتمام ایمان اور ثواب کی امید کے ساتھ کرے گا تو وہ گناہوں سے اس طرح نکل جائے گا جیسے اس دن تھا جس دن وہ پیدا ہوا تھا۔"(۲)

۲- ماہ رمضان کی راتوں میں نبی اکرم ﷺ کا اہتمام نماز اور نماز کی کثرت :

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ماہ رمضان کی راتوں میں عام دنوں کی راتوں کے

---

(۱) عن ابی هريرةؓ قال : "كان رسول الله ﷺ يرغب فی قيام رمضان من غير أن يأمرهم فيه بعزيمة فيقول : من قام رمضان إيمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه الحديث" (اخرجه الجماعة -- جامع الاصول ۹/۴۳۸ و ۴۳۹) البخاری صلاة التراويح [باب فضل من قام رمضان] مسلم صلاة المسافرين [باب الترغيب فی قيام رمضان].

(۲) عن عبد الرحمن بن عوفؓ عن النبی ﷺ قال : "ان الله فرض صيام رمضان وسننت لكم قيامه فمن صامه وقامه ايمانا واحتسابا خرج من ذنوبه كيوم ولدته امه" (اخرجه النسائی -- جامع الاصول ۹/۴۴۰ و ۴۴۱) النسائی كتاب الصيام [باب ثواب من قام رمضان ايمانا واحتسابا] وفی هامش جامع الاصول (۹/۴۴۱) : حديث حسن بشواهده.

معمول کے خلاف- جیسے نماز باجماعت کا ثبوت ہے(۱) اسی طرح کثرت نماز کا بھی ثبوت ہے-

۳۴۵- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

''جب رمضان کا عشرۂ اخیر آتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راتوں کو (بیداری کے ذریعہ) زندہ رکھتے تھے اور گھر والوں کو جگانے کا بھی اہتمام فرماتے اور کافی کوشش واہتمام فرماتے-''(۲)(بخاری ومسلم)

۳۴۶- اورانھیں کی روایت ہے :

''جب ماہ رمضان آتا تو آپ کا رنگ بدل جاتا، نماز زیادہ ہوجاتی اور دعا میں انابت بڑھ جاتی تھی اور رنگ شفق کی طرح ہوجاتا تھا-''(۳)(بیہقی)

۳۴۷- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعتیں اور وتر ادا فرماتے تھے-''(۴)(ابن ابی شیبہ وبیہقی)

---

(۱) ملاحظہ ہوں احادیث/۳۴۸و۳۴۹

(۲) عن عائشةؓ قالت : "كان النبى ﷺ اذا دخل العشر الأواخر من رمضان أحيى الليل وايقظ اهله وجد وشد" (اخرجه البخارى ومسلم و أبوداؤد والنسائى -- جامع الاصول ٦/١١٤و ١١٥) البخارى صلاة التراويح [باب العمل فى العشرالأواخر من رمضان] ومسلم فى الاعتكاف [باب الاجتهاد فى العشر الأواخر] ولفظ "الاواخر" ليست عندهم كما صرح بذلك فى هامش جامع الأصول إلا أنه روى هذا اللفظ عن عائشة وعن على فى بيان أحواله واجتهاده صلى الله عليه وسلم (الترمذى -الصوم- باب بعد باب ليلة القدر).

(۳) وعن عائشةؓ قالت : "كان رسول الله ﷺ اذا دخل رمضان تغير لونه و كثرت صلاته وابتهل فى الدعاء واشفق لونه" (البيهقى فى الشعب -- اعلاء السنن ٧/٧١) وهو فى الجامع الصغير (مع التيسير ٢/٢٤٩). وقال الألبانى (ضعيف الجامع الصغير ٤/١٨٨) ضعيف.

(۴) عن ابن عباس قال : "ان رسول الله ﷺ كان يصلى فى رمضان عشرين ركعة والوتر" (اخرجه ابن ابى شيبة والبغوى والطبرانى والبيهقى -- اعلاء السنن ٧/٢٧١) مصنف ابن ابى شيبة (٣/٢٢٥) السنن الكبرى للبيهقى (٢/٤٩٦) الصلوة باب ما روى فى عدد ركعات قيام شهر رمضان وقال البيهقى :- تفرد به ابو شيبة ابراهيم بن عثمان العباسى الكوفى وهو ضعيف =

مراد یہ ہے کہ تنہا بغیر جماعت کے، جیسا کہ روایت میں صراحت بھی ہے-(۱)

۴- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان میں رات کی نماز کو باجماعت ادا کرنا :

۳۴۸- حضرت ابوذر غفاری وحضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

''ایک سال رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تیئسویں رات میں نماز پڑھائی تہائی رات تک پھر پچیسویں میں آدھی رات تک اور ستائیسویں میں اتنی دیر تک کہ ہم کو سحر کے فوت ہونے کا اندیشہ ہونے لگا-''(۲)(نسائی)

۳۴۹- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے رات کو آپ نے نماز شروع کی تو لوگ آ آ کر اقتدا کرتے رہے، دوسرے دن بھی یہی ہوا، اور تیسرے یا چوتھے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کے حصے سے باہر نہیں نکلے اور بعد میں فرمایا:''میں نے اس لئے احتراز کیا اور نہیں نکلا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہوجائے اور پھر تم اس کو نہ کرسکو-''(۳)(بخاری ومسلم وابوداؤد)

= قال فى التقريب (ص/٣١) متروك الحديث. والطبرانى فى الكبير- مجمع الزوائد (٣/١٧٥) باب قيام رمضان. بیہقی نے اس روایت کے ساتھ حضرت عمر وحضرت علی وغیرہ کی بیس رکعات والی روایات کا اعتبار کے ساتھ تذکرہ کیا ہے، اس سے اس کی بھی فی الجملہ تقویت ہوتی ہے-وراجع لمزيد تخرج الحديث هامش ابن أبى شيبة (٣/٢٢٥)

(۱) السنن الكبرى ٤/٤٩٦

(۲) حضرت ابوذر کی روایت کے لئے ملاحظہ ہو حدیث/۳۵۱، اور حضرت نعمان بن بشیر کی روایت ہے: "قمنا مع رسول الله ﷺ فى شهر رمضان ليلة ثلاث عشرين الى ثلث الليل الاول ثم قمنا ليلة خمس وعشرين الى نصف الليل ، ثم قمنا معه ليلة سبع وعشرين حتى ظننا أنا لا ندرك الفلاح وكانوا يسمونه السحور" (اخرجه النسائى -- جامع الاصول ٦/١٢١) النسائى ابواب قيام الليل [باب قيام شهر رمضان] وفى هامش جامع الاصول (٦/١٢١) : اسناده صحيح.

(۳) عن عائشةؓ قالت: "أن النبى ﷺ صلى فى المسجد فصلى بصلاته ناس ثم صلى من القابلة فكثر الناس ثم اجتمعوا من الليلة الثالثة فلم يخرج اليهم رسول الله ﷺ فلما اصبح قال : =

Scanned by CamScanner

۴- عہد نبویؐ میں- بماہ رمضان- صحابہ کا اہتمام (قرآن سننے کا نیز اس کے لیے جماعت) :

۳۵۰- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"ایک رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد کے ایک گوشے میں (باجماعت) نماز ادا کر رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا یہ کون لوگ ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟ عرض کیا گیا یہ وہ لوگ ہیں جن کو قرآن کریم (مکمل یا خاص حصہ) محفوظ و یاد نہیں، ابی بن کعب ان کو نماز پڑھا رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک کر رہے ہیں اور بہت اچھا کر رہے ہیں۔"(۱)

(ابوداؤد)

- قد رأيت الذى صنعتم ولم يمنعنى من الخروج إليكم الا أنى خشيت أن تفرض عليكم وذلك فى رمضان" وفى رواية الصحيحين .... "فتعجزوا عنها" (حديث زيد بن ثابت اخرجه البخارى ومسلم وابوداؤد والنسائى جامع الاصول ۱۱۸/۶ و ۱۱۹) وحديث عائشةؓ اخرجه الجماعة الا الترمذى جامع الاصول ۱۱۶/۶ - ۱۱۸، واللفظ المذكور لابى داؤد كتاب الصلاة [باب الترغيب فى الصلاة فى رمضان] والبخارى صلاة التراويح، ومسلم صلاة المسافرين [باب الترغيب فى قيام رمضان].

(۱) عن ابى هريرةؓ قال: " خرج رسول الله ﷺ على الناس فى رمضان وهم يصلون فى ناحية المسجد فقال: ما هؤلاء؟ قيل: هولاء ناس ليس معهم قرآن و ابى بن كعب يصلى بهم وهم يصلون بصلاته فقال رسول الله ﷺ: أصابوا ونعم ما صنعوا " (اخرجه ابوداؤد ـ جامع الاصول ۱۲۰/۶) قال ابوداؤد: هذا الحديث ليس بالقوى (فيه) مسلم بن خالد ضعيف، وقال الحافظ فى التقريب (ص ۵۸۱) فى مسلم بن خالد هذا: "فقيه صدوق كثير الأوهام" وقال النيموى (آثار السنن ۵۰/۲) نقلا عن خلاصة الخزرجى قال ابن معين ثقة وابن عدى: حسن الحديث فاقول: و على هذا فالرجل غير ساقط الحديث فالحديث له سعة وروى البيهقى عن ثعلبة بن ابى مالك القرظى وهو فى سننه (۴۹۵/۲) وقال النيموى فى آثاره (۵۰/۲): سنده جيد وله شاهد حسن عند ابى داؤد من حديث ابى هريرة وعند البيهقى زيادة - قد أحسنوا وأصابوا ولم يكره ذلك لهم. أقول: رواه ابن خزيمة ايضا (ابواب قيام شهر رمضان). أقول :- روى البيهقى فى سننه (۲۲۳/۲) حديث أبى هريرة وذكر ضعفه لأجل مسلم بن خالد، وذكر قبله حديث ثعلبة وقال فيه:- هذا مرسل حسن، وقد روى بإسناد موصول إلا أنه ضعيف. وأقول :- إن أحدهما يتقوى بالآخر- المرسل بالموصول والموصول بالمرسل.

۵- تراویح باجماعت کی فضیلت و اہمیت :

۳۵۱- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"ایک رمضان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر ماہ میں ہم کو تراویح کی نماز پڑھائی، تو ایک رات نصف شب تک نماز پڑھا کر نماز ختم فرمادی اس پر ہم نے عرض کیا رات کا باقیماندہ حصہ بھی آپ پورا فرمادیتے تو اچھا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی امام کے ساتھ یہ نماز (کچھ وقت تک) پڑھے حتی کہ وہ فارغ ہو جائے تو اس کو پوری رات نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔"(۱)

۶- تراویح باجماعت کا باضابطہ نظام و اہتمام :

حق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ماہ رمضان کی راتوں میں نماز کے لیے خصوصی اہتمام کرنے کا حکم اور فضیلت و ترغیب ثابت ہے، اور یہ بھی ثابت ہے کہ رمضان کی راتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے اور رمضان کی رات کی نمازوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ بھی بسا اوقات شریک ہوئے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شریک فرمایا۔

البتہ وہ شکل جس پر امت عموماً اور ائمہ اربعہ اور ان کے ماننے والے خصوصیت سے عامل ہیں اور وہ یہ کہ پورے رمضان تراویح کی نماز باجماعت اہتمام سے ادا کی جائے (بیس رکعات یا کم وبیش) اور اس میں قرآن مجید ختم کیا جائے اس کا ثبوت پورے طور پر

---

(۱) عن ابى ذر قال: صمنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم رمضان فلم يقم بنا حتى بقى سبع من الشهر ...... وقام بنا فى الخامسة حتى ذهب شطر الليل فقلنا له: يا رسول الله! لو نفلتنا بقية ليلتنا هذه، قال: "إنه من قام مع الإمام حتى ينصرف كتب له قيام ليلة." (أخرجه الترمذى و أبوداؤد والنسائى جامع الأصول ۱۲۰/۶ و ۱۲۱) الترمذى- الصوم باب ما جاء فى قيام شهر رمضان وأبوداؤد والصلاة باب فى قيام شهر رمضان، وقال الترمذى هذا حديث حسن صحيح.

اور صحت کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد وحکم سے اور ان کے زمانے سے تمام صحابہ کے توافق واتفاق کے ساتھ ہے۔

اور اس کی بنیاد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ عمل واہتمام ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پابندی نہ کرنا اور نہ کرانا، جس وجہ سے تھا اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات ذکر بھی فرمایا تھا جس کو یوں نقل کیا گیا ہے کہ :

''کہیں یہ نماز تم پر فرض ہو جائے تو تم اس کو کر نہ سکو۔''(۱)

۳۵۲- حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''ایک (مرتبہ رمضان میں ایک) رات میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف گیا تو دیکھا کہ لوگ مختلف ٹولیوں میں (نماز پڑھ رہے) ہیں کوئی تنہا پڑھ رہا ہے، تو کسی کے ساتھ ایک جماعت کھڑی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (یہ دیکھ کر) فرمایا: میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ اگر میں ان کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دوں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا، پھر انہوں نے اس کا فیصلہ فرمالیا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (کو امامت کا ذمہ دار بنا کر ان) کے پیچھے سب کو جمع کر دیا۔''

راوی کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک رات پھر نکلا اور انھوں نے سب کو ایک نماز ایک امام کے پیچھے پڑھتے دیکھا تو فرمایا: ''یہ نئی صورت بڑی ہی اچھی چیز ہے۔''(۲) (بخاری)

---

(۱) روایات کے لئے ملاحظہ ہو جامع الاصول ۶/۱۱۴ تا ۱۲۷، وجمع الفوائد ۱/۱۱۸ و۱۱۹، شرح معانی الاثار ابواب الصلاۃ [باب القیام فی شهر رمضان] نیز وضاحت کے لئے بھی ملاحظہ ہو جامع الاصول ۶/۱۲۲ و۱۲۳، والموسوعۃ الفقہیۃ ۲۷۔

(۲) عن عبد الرحمن بن عبد القاریؒ قال : "خرجت مع عمر بن الخطابؓ ليلة الى المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون يصلى الرجل لنفسه ويصلى الرجل فيصلى بصلاته الرهط فقال عمر : انى أرى لو جمعت هولاء على قارى واحد لكان امثل ثم عزم فجمعهم على ابى بن كعب قال : ثم خرجت معه ليلة اخرى والناس يصلون بصلاة قارئهم فقال عمر : نعمت البدعة هذه الحديث " (اخرجه البخارى والموطا ـــ جامع الاصول ۱۲۲/٦) البخارى صلاة التراويح [باب فضل من قام رمضان].

۳۵۳- حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ رمضان میں بیس رکعت ادا کرتے تھے، اور سو سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے، اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد میں (اس طول قیام کی وجہ سے) لوگ اپنے اپنے عصا کا سہارا لیتے تھے۔''(۱) (بیہقی)

۳۵۴- حضرت یزید بن رومانؒ کہتے ہیں :

''لوگ حضرت عمر کے زمانہ میں رمضان میں تیئس رکعتیں پڑھا کرتے تھے (بیس تراویح کی اور تین وتر کی)۔''(۲) (مؤطا مالک)

۳۵۵- حضرت ابوالحسناءؒ سے روایت ہے :

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت (تراویح) پڑھائے۔''(۳) (ابن ابی شیبہ)

---

(۱) عن السائب بن يزيد قال : "كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطابؓ فى شهر رمضان بعشرين ركعة قال : وكانوا يقرؤون بالمئين، وكانوا يتوكئون على عصيهم فى عهد عثمان بن عفان رضى الله عنه من شدة القيام " (اخرجه البيهقى فى المعرفة ـــ اعلاء السنن ٦٠/٧) وهو فى السنن للبيهقى أيضا (٤٩٦/٢) وفي هامش جامع الاصول (١٢٤/٦) : اسناده صحيح صححه غير واحد من العلماء. اقول : وممن صححه البيهقى والنووى والسبكى وابن العراقى والسيوطى (راجع اعلاء السنن ١٢٤/٦) ومعارف السنن ٥٤٤/٥ و ٥٥١ وآثار السنن ٥٥/٢ ورسالة تصحيح حديث صلاة التراويح عشرين ركعة للشيخ اسماعيل الأنصارى السعودى.

(۲) عن يزيد بن رومان قال : "كان الناس يقومون فى زمن عمر فى رمضان بثلاث وعشرين ركعة" (اخرجه الموطا ـــ جامع الاصول ١٢٣/٦) الموطا ابواب الصلاة فى رمضان [باب ماجاء فى قيام رمضان] وفى هامش جامع الاصول (١٢٣/٦) : فى سنده انقطاع فان يزيد بن رومان لم يدرك عمر بن الخطابؓ اقول : لكنه ثقة كما فى التقريب (ص ٦٧١) وهو من رواة الجماعة وغاية ما فيه أنه مرسل فهو مرسل قوى. كما قال النيموى (آثار السنن ٥٥/٢) والتهانوى (اعلاء السنن ٧٣/٧).

(۳) عن ابى الحسناء : "أن عليا أمر رجلا يصلى فى رمضان خمس ترويحات عشرين ركعة" (رواه ابن ابى شيبة ـــ اعلاء السنن ٦٦/٧) مصنف ابن ابى شيبة (٢٢٣/٥) وذهب صاحب اعلاء السنن (٦٦/٧ و ٦٧) الى أن الحديث غير ساقط لأن الرواة مقبولون فى الحملة.

۷- رکعات تراویح کی بابت امت کا معمول :

پیچھے ذکر کردہ روایات سے یہ واضح ہے کہ خلفاء راشدین - حضرت عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم - کے عہد سے جیسے باجماعت تراویح کا نظام و اہتمام ثابت ہے اسی طرح یہ بات بھی کہ یہ اہتمام عموماً بیس رکعات کا تھا، اور اگرچہ اس سے زائد کی بات بھی آتی ہے لیکن اکثر جگہ اور اکثر حضرات کا عمل بیس رکعات کا رہا۔(۱)

- اس کے سب رواۃ تقریب کی صراحت کے مطابق ثقہ ہیں البتہ ابوالحسناء کو مجہول کہا گیا ہے (اگر یہ مذکور ابوالحسناء ہوں - شیخ محمد عوامہ ان کو غیر مانتے ہیں)، بعض علماء نے ان کے لئے کہا ہے "لا یعرف" - لیکن اعلاء السنن (۶۷/۷) میں ہے کہ ان کے دو راوی ہیں ایک شریک (ابوداؤد میں) اور دوسرے عمرو بن قیس اس روایت میں اور یہ دونوں راوی خود استناد رکھتے ہیں اور نیموی کی نقل کے مطابق سنن بیہقی میں اس کے راوی ابوسعد بقال ہیں (۵۷/۲ - التعلیق الحسن) اور ابوسعد بقال کے متعلق آ چکا ہے کہ وہ فی الجملہ مقبول ہیں، بیہقی نے سنن (۴۹۵/۲) میں اس کی اسناد کو ضعیف بتایا ہے اس پر ترکمانی نے کہا ہے کہ بظاہر ضعف ابوسعد کی وجہ سے ہے لیکن ان کا متابع موجود ہے پھر ابن ابی شیبہ کی روایت کا تذکرہ کیا ہے۔(راجع الجوہر النقی ۴۹۶/۲) جس راوی سے تین تین روایات ہوں وہ مجہول محض نہیں قرار دیا جا سکتا جبکہ حضرت علی سے متعلق اس مضمون کو بیہقی وغیرہ نے دوسری اسانید سے بھی روایت کیا ہے۔
(راجع سنن البیہقی ۴۹۶/۲)۔

یہ راوی "ابوالحسن" ہیں یا "ابوالحسناء" اس بابت شیخ محمد عوامہ نے دوسری کتب کی بنیاد پر ابوالحسناء ہی لکھا ہے (ابن ابی شیبہ کی روایت میں) لیکن ان کا رجحان یہ ہے کہ مصنف کے نسخوں میں عموماً "ابوالحسن" آیا ہے۔ پھر ان ابوالحسن کی تعیین اور ان کے ترجمے کے ماخذ کا تذکرہ کیا ہے۔(راجع حاشیہ المصنف ۲۲۳/۵)۔

(۱) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ روایات و اقوال (بیس سے کم) کی بابت بھی ہیں۔ جیسے کہ زائد کی بھی ہیں لیکن مذاہب اربعہ میں عموماً ترجیح بیس یا زائد کی مذکور و معروف ہے۔ بیس سے کم کی روایات میں ترجیح و تطبیق معروف ہے، تطبیق یہ بھی کہ پہلے رکعات کم رکھی گئیں پھر اضافہ کیا گیا اور یہ بھی کہ نماز کے طول و قصر کی وجہ سے فرق کیا گیا اور قصر زیادہ قابل عمل ہے اس لیے رکعات کی کثرت کا معمول زیادہ قابل قبول ٹھیرا۔(ملاحظہ ہو: الموسوعۃ الفقہیہ ۱۴۱/۲۷-۱۴۴)۔

شیخ ابن تیمیہ نے اپنے فتاوی (۲۳/[illegible]) میں فرمایا ہے کہ امام احمد کی صراحت کے مطابق سب ٹھیک ہے کوئی عدد متعین نہیں، اگر طول اختیار کیا جائے تو کثرت رکعات کی ضرورت نہیں ہے، شیخ نے یہ بات تطبیق کے طور پر ذکر کی ہے۔ سعودیہ کے ممتاز عالم شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن بسام نے اپنی شرح بلوغ المرام (۳۴۲/۲، ۳۴۳) میں تطبیقی گفتگو کے ساتھ فرمایا ہے کہ جب سب منقول ہے سب کی وسعت ہے، کسی کو غلط کہنا درست نہیں ہے اور آٹھ و گیارہ کے عدد کو بیس پر ترجیح نہیں ہے اس لیے کہ عہد عمری سے بالاتفاق ثابت ہے اور زیادہ تر بیس کی بات ہی نقل کی گئی ہے، یہی بات فقہ حنبلی کی معروف کتاب المغنی میں ہے اور یہی بات شیخ محمد بن ابراہیم (از اولاد شیخ محمد بن عبدالوہاب) نے بھی ذکر کی ہے۔ ان حضرات نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ اقدام صحابہ کی موجودگی و عمل سے مؤید ہونے کی وجہ سے اجماع کی حیثیت رکھتا ہے۔

مشہور محدث اور امام حدیث امام ترمذی اپنی شہرۂ آفاق کتاب "جامع ترمذی" میں فرماتے ہیں :

"اہل علم کا ماہ رمضان کی نماز (تراویح کی تعداد) میں اختلاف ہے کچھ لوگ تو وتر کے ساتھ اکتالیس رکعتوں کے قائل ہیں، اہل مدینہ کا قول و عمل (جن میں امام مالک بھی ہیں) یہی ہے، لیکن اکثر حضرات اس کے قائل ہیں جو حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما وغیرہ سے منقول ہے یعنی بیس رکعت...... امام شافعی فرماتے تھے ہم نے اپنے شہر مکہ میں یہی دیکھا کہ لوگ بیس رکعت ادا کرتے ہیں۔"(۱)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے مکہ مکرمہ کا یہی معمول نقل کیا گیا ہے اور مدینہ منورہ کا بعض حضرات سے اس سے زائد کا۔(۲)

۸- باجماعت تراویح کے مستقل نظام کا حکم :

گزشتہ تفصیلات سے واضح ہے کہ ماہ رمضان میں اس ماہ کی نماز خاص -تراویح- کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تاکید فرمائی اور رات کی نماز میں عموماً جماعت کا اہتمام نہ کرنے کے باوجود ماہ رمضان میں ایک درجہ اہتمام بھی فرمایا حتی کہ بعض رمضان

(۱) جامع ترمذی ابواب الصوم [ماجاء فی قیام شهر رمضان] ولفظه : وقد اختلف اهل العلم فی قیام رمضان فرای بعضهم ان یصلی احدی واربعین رکعة مع الوتر وهو قول اهل المدینة والعمل علی هذا عندهم بالمدینة، واکثر اهل العلم علی ما روی عن عمر و علی وغیرهما من اصحاب النبی ﷺ عشرین رکعة وهو قول سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی، وقال الشافعی : وهکذا ادرکت ببلدنا مکة یصلون عشرین.

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ میں (۲۲۲/۳-۲۲۵) اس بابت بارہ آثار ذکر کیے گئے ہیں جن میں سے دس میں صحابہ و تابعین سے بیس رکعات ہی نقل کی ہیں اس سے کم کا کسی اثر میں تذکرہ نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنے فتاوی میں بیس کی تردید نہیں کی ہے اور نہ اس سے کم کی نفی کی ہے بلکہ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ بیس اور کم و بیش سب درست ہے اس کے لیے معیار رکعتوں اور قراءت کا طول و قصر ہے اگر رکعتیں طویل کی جائیں تو گیارہ و تیرہ پر اکتفا کی جائے اور اگر چھوٹی چھوٹی رکعتیں رکھی جائیں تو بیس یا زائد پڑھی جائیں۔(فتاوی ابن تیمیہ)

اور بعض دنوں میں اس کے لیے صحابہ کو جمع فرما کر باجماعت نماز ادا فرمائی۔(۱)

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو قدم اٹھایا اور بعد کے خلفاء اور عام صحابہ سب نے اس کو بالاتفاق اختیار فرمایا۔(۲)

اس سے یہ واضح ہے کہ ماہ رمضان میں-رمضان کی نماز-جس کو نماز تراویح کہتے ہیں، اس نماز کی جماعت کا کیا حکم ہے؟

علماء امت نے جیسے نماز تراویح کو سنت مؤکدہ کہا ہے اسی طرح اس کی جماعت کو بھی سنت مؤکدہ کہا ہے۔(۳)

شیخ ابن تیمیہ نے اپنے فتاوی میں نماز تراویح کی مستقل جماعت کو مسنون کہا ہے جبکہ تہجد وغیرہ کی جماعت کو اتفاقی کہا ہے اور اس بنیاد پر اس کے مستقل نظام واہتمام کو خلاف سنت وبدعت کہا ہے۔(۴)

البتہ یہ تفصیل ضرور کی گئی ہے کہ نفس نماز تو سنت مؤکدہ عینی ہے کہ ہر اس مسلمان سے مطلوب ہے جس پر نماز فرض ہو اور جماعت سنت مؤکدہ کفائی ہے(۵) کہ سب جماعت سے ادا کریں یہ مطلوب نہیں، کچھ لوگ تنہا پڑھ لیا کریں تو ان کے حق میں یہ عیب ومؤاخذہ کی بات نہیں ہے۔(۶)

---

(۱) ملاحظہ ہوں: احادیث/ ۳۴۸،۳۴۸وغیرہ

(۲) ملاحظہ ہوں: احادیث/۳۵۲وغیرہ

(۳) الموسوعۃ الفقہیہ ۲۷/ ۱۳۶و۱۳۹و۱۴۶و۱۴۷

(۴) فتاوی ابن تیمیہ ۲۳/ ۴۱۳و۴۱۴

(۵) ردالمحتار ۲/ ۴۹۳و۴۹۵والموسوعۃ الفقہیہ ۲۷/ ۱۴۶و۱۴۷والفقہ الاسلامی ص/ ۱۰۵۹

(۶) بلکہ ایک رائے کم از کم خواص کے حق میں یہ ہے کہ تنہا پڑھنا افضل ہے یعنی ان حضرات کے لیے جو تنہا پڑھیں تو جماعت پیچھے نہ ہونے کی وجہ سے نماز وقرآن کا پورا پورا حق ادا کریں اور اپنے ذوق وشوق واختیار سے جتنا چاہیں جیسا چاہیں خوب رک کر دعاؤں وغیرہ کے ساتھ پڑھیں...... یہ رائے حنفیہ میں امام ابو یوسف اور امام طحاوی وغیرہ کی بھی ہے۔ (شرح معانی الآثار باب القیام فی شهر رمضان هل هو فی المنازل أفضل؟ والموسوعة الفقهية ۱٤٧/۲۷ و اعلاء السنن ٦٢/٧).

۹- تراویح میں قرآن سننے وسنانے کا اہتمام:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کچھ آدمیوں کو رمضان میں حضرت ابی کے پیچھے تراویح کی نماز ادا کرتے دیکھا اور بتایا گیا کہ ان لوگوں کو قرآن محفوظ نہیں اس لئے ایسا کر رہے ہیں تو فرمایا اچھا کر رہے ہیں۔"(۱) (ابوداؤد)

۳۵۶- حضرت ابوعثمان نہدیؒ فرماتے ہیں:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین قراء کو بلایا اور سب سے قرآن سنا، اس کے بعد تیز رفتار کو ہر رکعت میں تیس آیات اور درمیانی رفتار والے کو پچیس آیات اور سست رفتار کو ہر رکعت میں بیس آیات پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔"(۲)

(ابن ابی شیبہ وبیہقی)

۳۵۷- عبداللہ بن عمر بن حفصؒ فرماتے ہیں:

"مجھ سے متعدد لوگوں نے بتایا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے قراء کو حکم فرمایا تھا کہ وہ تراویح پڑھائیں اور ہر رکعت میں دس آیات پڑھا کریں۔"(۳) (المدونہ)

اس میں یہ بات ملحوظ ہے کہ روزآنہ بیس رکعت ادا کر کے بہ سہولت پورے ماہ میں

---

(۱) ملاحظہ ہوں احادیث/۳۵۰

(۲) عن ابی عثمان النهدی قال: "دعا عمرؓ بثلاثة من القراء فاستقرأهم فأمر اسرعهم قراءة أن يقرأ للناس بثلثين آية فی كل ركعة، واوسطهم بخمس وعشرين آية، وأبطاهم بعشرين آية" (رواه البيهقی- اعلاء السنن ٦١/٧ و ٦٢) ورواه ابن ابی شيبة (٢٢١/٣) السنن الكبرى للبيهقی (٤٩٧/٢)

(۳) عن عبد الله بن عمر بن حفص قال اخبرنی غير واحد أن عمر بن عبد العزيز امر القراء ان يقوموا بذلك وأن يقرؤا فی كل ركعة عشر آيات (ذكره فی المدونة ١٩٤/١) اعلاء السنن (٦٥/٧ و ٦٦) رواه ابن وهب عن عبد الله بن عمر وابن وهب هو عبد الله بن وهب، صاحب مالك المصری الفقيه وفی التقريب (٣٢٠) "ثقة حافظ عابد" وعبد الله بن عمر بن حفص هو العمری، قال فی التقريب (ص ٣٠٣): ضعيف لكن فی الاعلاء (٦٥/٧): من رجال مسلم والأربعة فهو حسن الحديث.

قرآن مجید ختم ہو جائے، روزآنہ دو سو آیات کا اوسط پڑے گا اور کل آیات چھ ہزار کچھ ہیں۔

اور معتبر روایات میں یہ معروف ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اہتمام فرمایا اور کتنی طویل نمازیں پڑھیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے کیا اہتمام ہوتا رہا اور کیوں؟ روایات گذر چکی ہیں۔(۱)

اسی وجہ سے نماز تراویح میں کم از کم ایک ختم کو اہمیت دی گئی ہے اور اس کو سنت بھی کہا گیا ہے۔(۲)

۱۰- تراویح و تہجد میں یومیہ تلاوت کی مقدار اور ختم کا نظام :

تراویح و تہجد میں زائد سے زائد قرآن کریم کی تلاوت مطلوب ہے بلکہ تراویح باجماعت کے نظام کی بناء اسی پر ہے، اور پیچھے ذکر کردہ روایات سے یومیہ معیار و مقدار بھی واضح ہوتی ہے، فی رکعت تیس آیات اور پچیس وبیس اور دس کا ذکر آیا ہے۔

حساب لگایا جائے تو کم از کم معیار پورے ماہ میں ایک قرآن کریم اور زائد سے زائد تین کا سامنے آتا ہے، اسی لیے فقہاء نے ایک قرآن کا ختم کرنا سنت، دو کا مستحب اور تین کا افضل کہا ہے۔(۳)

اور مستدل پیچھے ذکر کردہ روایات ہیں، تراویح سے متعلق حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا جاری کردہ اسوہ و نظام قرآن پاک مکمل سننے و سنانے ہی کے لیے بنا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا نظام دس دس آیات فی رکعت کا پورے ماہ میں ایک قرآن اور

(۱) ملاحظہ ہوں احادیث/۳۳۶ اور بعد کی، ۳۵۶ و ۳۵۷ وغیرہ

(۲) اگرچہ اس کو سنت مؤکدہ نہیں قرار دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو: اعلاء السنن ۷/۶۳ و ۶۴ (اس میں کافی تفصیل ہے) نیز رد المحتار ۲/۴۹۷۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اپنے فتاویٰ (۱۲۲/۲۳) میں فرماتے ہیں کہ تراویح میں قراءۃ قرآن بالاتفاق مستحب ہے بلکہ تراویح کا مقصود ہی یہ ہے کہ عامۃ المسلمین قرآن مجید سنیں۔

(۳) عالمگیریہ ۱/۱۱۷، نوازل ابی اللیث سمرقندی ص/۹۵۔ کم از کم ایک ختم کی کسی قدر اہمیت وسنیت کی فی الجملہ مؤید یہ بات ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو سے کم از کم ایک ماہ میں ختم کی بات فرمائی تھی (یا چالیس دن میں) جیسا کہ معروف ہے اور حضرات عمرین کا کم از کم اہتمام اسی مقدار کا ثابت ہوتا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد کا نظام تیس، پچیس، بیس کا ایک سے زائد دو تین تک کو بتاتا ہے،(۱) اور سلف صحابہ و تابعین کے عمل سے اس کی تائید ہوتی ہے۔(۲)

اور وسعت اس سے زائد کی بھی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے رات کی نماز کے اندر (بشمول تہجد و تراویح) تین دن میں ایک قرآن کریم پورا کرنے و ختم کرنے کی اجازت ثابت ہے،(۳) اور بعض روایات کے مطابق اس سے کم میں قرآن مجید ختم کرنا منع ہے۔

۳۵۸- حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی منقول ہے:

"جو آدمی تین دن سے کم میں قرآن کریم ختم کرتا ہے وہ سمجھداری کا کام نہیں کرتا۔"(۴) (ابوداؤد و ترمذی)

(۱) ملاحظہ ہوں احادیث/۳۵۶ و ۳۵۷

(۲) آثار کے لیے ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ ۵/۵۱۰-۵۱۴، اس میں ایک بڑے تابعی حضرت ابومجلز کے متعلق آیا ہے کہ وہ اپنے محلہ کی امامت کرتے تھے اور ہر سات دن میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔(مصنف ۵/۵۱۱)

(۳) اس بابت حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کا واقعہ اور روایت معروف ہے، ان کی شب بیداری و کثرت تلاوت پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: ایک ماہ میں ختم کیا کرو۔ اور اخیر میں سات دن کی اور بعض روایات کے مطابق پانچ دن کی اور بعض کے مطابق تین دن کی بات آئی ہے، یہ روایات مجموعی طور پر صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ (ملاحظہ ہو جامع الاصول ۱/۴۷۱-۴۷۳) حضرت عبد اللہ بن عمرو کی تمام روایات اور تفصیل مسند احمد جلد دوم (مسند ابن عمرو بن عاص) میں موجود ہیں، اس مضمون کی بعض روایات مجمع الزوائد (۲/۲۷۰-۲۷۲) میں بھی ہیں اور بعض روایات استقلالاً بھی پانچ دن و تین دن کی آئی ہیں۔ (ملاحظہ ہو: الجامع الصغیر مع التیسیر ۱/۱۹۲) حضرت سعد بن منذر انصاری عقبی رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے: "اقرأ القرآن فی ثلاث إذا استطعت" (الجامع الصغیر مع التیسیر ۱/۱۹۲) ونسبه إلى أحمد و الطبراني وهو في مجمع الزوائد (۲/۲۷۱ و ۷/۱۷۴) قال الهيثمي : فيه ابن لهيعة وفيه كلام (۲/۲۷۱) وقال أيضا (۷/۱۷۴) : وحديثه حسن و فيه ضعف.

(٤) عن عبد الله بن عمرو عن النبي صلى الله عليه وسلم قال :- "لم يفقه من قرأ في أقل من ثلاث" (رواه أبوداؤد والترمذي وغيرهما -جامع الأصول ٢/٤٧٢) الترمذي، القراءات باب في كم يقرأ القرآن وأبوداؤد باب في كم يقرأ القرآن وقال الترمذي :- هذا حديث حسن صحيح.

حافظ ابن حجر نے ابن مسعود کی ایک روایت کا تذکرہ عبد اللہ بن عمرو کے لیے شاہد کی حیثیت سے کیا ہے اور کہا ہے کہ: وشاهده عند سعيد بن منصور باسناد صحيح من وجه آخر عن ابن مسعود (الفتح ۹/۹۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عملاً زائد سے زائد مقدار روایات میں جو آئی ہے وہ قرآن کریم کے پانچویں چھٹے حصہ تک کی ہے اور چوتھائی وتہائی کا بھی احتمال ہے۔(۱)

اور معمول تو بظاہر وہی تھا جس کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ تہجد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم (عادۃً وعموماً) مفصلات کی بیس سورتیں اور اسی انداز کی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔(۲)

نصف و پورے قرآن کا روایات میں کوئی ذکر نہیں بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی نفی آئی ہے اور رات بھر نماز میں مشغول رہنے کی بھی نفی آئی ہے،(۳) تاہم حضرت عائشہ کی ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن سے کم میں ختم نہیں فرماتے تھے،(۴) جس کا مطلب ہے کہ تین دن میں ختم کا سلسلہ فی الجملہ رہتا تھا کبھی کبھی سہی۔

البتہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ وہ ایک رات میں کافی۔زائد سے زائد پڑھتے تھے اور یہ بظاہر اس لیے تھا کہ صحابہ کرام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کا کچھ نہ کچھ علم تھا اور رہتا تھا، اس بابت حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی روایت و واقعہ تو معروف ہی ہے اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے بعد ان سے تین دن سے کم کی کوئی روایت نہیں، اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے آخری بات یہی فرمائی

(۱) صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت حذیفہ کی روایت میں ایک رات ایک ہی رکعت میں چار بڑی سورتیں۔سورۂ بقرہ تا مائدہ وانعام۔تک کی بات آئی ہے، جبکہ چار رکعات میں چار بڑی سورتوں کا بھی ذکر آیا ہے۔(جامع الاصول ۶/۷۷) بلکہ مسند احمد (۴/۹ و ۳۴۳) ومصنف ابن ابی شیبہ (۵/۵۱۱) وغیرہ کی ایک معتبر روایت (جیسا کہ محقق ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے) آپ کے معمول کی بابت آئی ہے کہ آپ کا تین حصے، پانچ حصے، سات حصے، نو حصے، گیارہ حصے، تیرہ حصے اور صرف مفصل کا حصہ، اس طرح تلاوت کا نظام رہتا تھا۔

(۲) صحیح البخاری، التهجد باب الترتيل في القراءة. تہجد سے متعلق حضرت ابن عباس کی معروف روایت میں بھی بعض طرق میں آیا ہے کہ میرا اندازہ ہر رکعت میں سورۂ مزمل کی بقدر قراءت کا ہے (جامع الاصول ۶/۸۸)

(۳) جامع الاصول ۶/۹۹، بحوالہ مسلم۔البتہ مسند احمد (۵/۴۰۰) میں حضرت حذیفہ کی ایک روایت رمضان میں رات بھر نماز کی اور پوری رات میں صرف دو رکعت کی آئی ہے۔

(۴) فتح الباری ۹/۹۷ بحوالہ ابو عبید ولم يعل فيه الحافظ بشيء فهو مقبول على قاعدة الفتح.

تھی(۱) اور انھیں سے ممانعت وناپسندیدگی والی بات بھی فرمائی تھی۔(۲)

متعدد صحابہ سے تین دن میں اور بعض سے سات آٹھ دن میں ختم کرنا مروی ہے (۳) اور تین دن سے کم کی نسبت سے حضرت عثمان وحضرت تمیم داری رضی اللہ عنہما کا عمل معروف ہے کہ ایک رات وایک رکعت میں مکمل قرآن مجید پڑھا،(۴) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے۔(۵)

بعض اکابر تابعین سے بھی ایک رات ودو رات میں ختم کرنا مروی ہے۔(۶)

۱۱- اصل قراءت وتلاوت کی کیفیت ہے نہ کہ کمیت ومقدار :

روایات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قراءت وتلاوت کی مقدار کے بارے میں اصل یہ ہے کہ قراءت قاری کے لیے اور بصورت جماعت سننے والوں کے لیے قابل تحمل ہو اور یہ کہ قراءت کی کیفیت ایسی ہو کہ قابل تفقہ وتفکر ہو (اچھی طرح سمجھا جائے اور اس پر غور کیا جاسکے) کم از کم قرآن کریم کی تلاوت سے واقفیت وشغف رکھنے والے اچھی طرح سنیں اور سمجھیں، یہ صورت نہ ہو کہ جیسے تیز دوڑا جائے اور ساتھ کا سامان ادھر ادھر گر رہا ہو تو اس کی کوئی فکر نہ ہو، اسی طرح ایسا تیز نہ پڑھا جائے کہ الفاظ وحروف کٹ رہے ہوں اور مخارج و

(۱) ذكره الحافظ في الفتح ۹/۹٦ -نقلاً عن مسند الامام أحمد- وراجع جامع الاصول ۲/٤٧٣.

(۲) ملاحظہ ہو حدیث/۳۵۸

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ ۵/۵۱۰-۵۱۳

(۴) مصنف ابن ابی شیبہ ۵/۵۱۳، حضرت عثمانؓ کے اثر کا تذکرہ ترمذی نے کیا ہے (ابواب القراءات باب في كم يقرأ) اور امام طحاوی نے بھی (شرح معاني الآثار، باب الوتر وباب جمع السور في ركعة) تمیم داری کے اثر کا بھی طحاوی نے تذکرہ کیا ہے۔ وقال الغيني رجاله ثقات (نخب الأفكار ۳/٥٦٢).

(۵) شرح معاني الآثار باب جمع السور في ركعة، والرواة ثقات كما ذكر العيني (نخب الأفكار ۳/٥٦٢).

(٦) مصنف ابن ابی شيبه ٥/٥١٠-٥١٤ وذكره الترمذي عن سعيد بن جبير أنه قرأ القرآن في ركعة في الكعبة (ابواب القراءات باب في كم يقرأ). اسی طرح علقمہ وغیرہ سے بھی نقل کیا گیا ہے، سعید بن جبیر کا عمل طحاوی نے بھی نقل کیا ہے۔ (شرح معاني الآثار باب جمع السور في ركعة) قال العيني: إسناده صحيح (نخب الافكار ۳/٥٦٣).

صفات میں ایسا تغیر وفرق ہو کہ معنی ومفہوم کچھ کا کچھ ہو جائے، ممانعت ونکیر تحمل اور تفقہ کی نسبت سے ہی آئی ہے۔

۳۵۹- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو روایات میں معروف ہے اس میں یہ جو آیا:-

"تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔"(۱) (مسلم)

یہ تحمل کے ہی پیش نظر ہے۔

اور یہ ارشاد کہ جو تین دن سے کم میں ختم کرتا ہے وہ سمجھ کا کام نہیں کرتا یا قرآن کو نہیں سمجھتا۔(۲) یہ تفقہ وتفکر سے تعلق رکھتا ہے۔

۳۶۰- ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے رات میں -یا ایک رکعت میں- مفصلات کی سب سورتیں پڑھ ڈالیں، تو انھوں نے فرمایا: "کیا جیسے شعر روانی سے (بغیر سمجھے بس یونہی) پڑھا جاتا ہے اور جیسے درخت زور سے ہلایا جاتا ہے اور اس سے ہر قسم کے پھل گرتے ہیں تم اسی طرح قرآن پڑھتے ہو"، اس کے بعد انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بتایا اور بعض روایات میں ہے کہ فرمایا:

"بہت سے لوگ قرآن پڑھتے ہیں مگر وہ ان کی حلق سے نیچے نہیں اترتا و جاتا، قرآن تو جب دل میں اترے تو راسخ ہوتا اور نفع پہنچاتا ہے۔"(۳)

(بخاری)

حضرت ابن مسعودؓ نے اس شخص سے جو کچھ فرمایا یہ بھی تفقہ وتدبر کے پیش نظر جو تلاوت وقراءت میں مطلوب ومقصود ہے، اور اس میں آدمی کے حالات مختلف ہو سکتے ہیں

---

(۱) جامع الاصول ۳۳۱/۶ بحوالہ مسلم۔

(۲) ملاحظہ ہو حدیث/۳۵۸ جامع الاصول ۴۷۲/۲

(۳) رواه البخاری کتاب فضائل القرآن باب الترتيل فی القراءة وفتح الباری ۸۹/۹ و ۹۰ ومصنف ابن ابی شيبة ۵۱/۶.

اور ہوتے ہیں، ایک آدمی تنہا اور آہستہ ودیکھ کر پڑھنے میں غور وفکر زیادہ کر سکتا ہے اور دوسرا جہر کے ساتھ اور جماعت کے ساتھ بھی کر سکتا ہے۔

اہل نظر علماء محققین نے ایک بات اور کہی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قراءت کبھی تدبر کے بجائے محض تعبد کے طور پر ہوتی ہے جس میں مقصود الفاظ کی تلاوت وادائیگی ہی ہوتی ہے اور اس کا کیف ولطف -فہم وتدبر سے قطع نظر- مطلوب ہوتا ہے اور جو تلاوت تعبد کے طور پر ہو اس میں وسعت ہے۔(۱)

۱۲- ترویحہ-تراویح کی ہر چار رکعت پر وقفہ :

(تراویح کی چار چار رکعتوں کو اور ہر چار رکعت کے بعد کے وقفہ- دونوں کو ترویحہ کہتے ہیں)

۳۶۱- حضرت زید بن وہب کہتے ہیں:

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہم کو رمضان میں ہر دو ترویحے -چار چار رکعت کے درمیان- اتنا آرام دیتے تھے کہ آدمی مسجد نبوی سے سلع

---

(۱) قال الحافظ ابن حجر فی فتحه (۹۷/۹) (بعد ذكر أحاديث النهي عن أقل من ثلاث) :- "وهذا اختيار أحمد و أبی عبيد و إسحق بن راهويه وغيرهم وثبت عن كثير من السلف أنهم قرؤا القرآن فی دون ذلك، قال النووی : والاختيار أن ذلك يختلف بالاشخاص فمن كان من أهل الفهم وتدقيق الفكر استحب له أن يقتصر على القدر الذی لا يختل به المقصود من التدبر واستخراج المعانی وكذا من كان له شغل بالعلم أو غيره من مهمات الدين ومصالح المسلمين العامة يستحب له أن يقتصر منه على القدر الذی لا يخل بما هو فيه، ومن لم يكن كذلك فالأولى له الاستكثار ما أمكنه من غير خروج إلى الملل ولا يقرؤه هذرمة."

وقال أيضا (۸۹/۹) :- والتحقيق أن لكل من الاسراع والترتيل جهة فضل بشرط أن يكون المسرع لا يخل بشیء من الحروف والحركات والسكون والواجبات فلا يمتنع أن يفضل أحدهما الآخر أو يستويا.

وفی هامش ابن ابی شيبة (۵۰۹/۵) لمحققه الشيخ محمد عوامه :-

"إن الحديث يقول : "لم يفقه القرآن من قرأه فی أقل من ثلاث" فالمدة والزمن لقراءة التدبر والفهم. أما قراءة التعبد لنيل عشر حسنات بقراءة كل حرف فهذه مرخص فيها بقراءته فی أقل من ثلاث."

(پہاڑ) تک جا سکتا تھا۔"(۱) (بیہقی)

حضرت عمر خود تراویح نہیں پڑھاتے تھے اس لئے مراد ہے کہ ان کی ہدایت سے امام ایسا کرتا تھا۔(۲)

۳۶۲- حضرت ابوالخصیبؒ کہتے ہیں:

"حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ رمضان میں ہماری امامت فرماتے تو پانچ ترویحے اور بیس رکعتیں پڑھاتے تھے۔"(۳) (بیہقی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو پانچ ترویحے میں بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم فرمایا۔(۴)

۱۳- ترویحہ کے اعمال :

چونکہ تراویح کا مقصد ماہ رمضان کی راتوں کا ایک بڑا حصہ نماز وعبادت میں گذارنا ہے اور اگر تراویح میں قرآن مجید سنا جائے تو بہرحال اس میں عام نمازوں کی نسبت سے کافی وقت لگتا ہے، اور زیادہ قرآن مجید نہ پڑھیں تو بھی عام نمازوں سے کچھ زیادہ وقت لگتا ہے اور روایات میں امامت وجماعت کی صورت میں رعایت کی بات معروف ہے۔

اس لئے حضرت عمر نے جب باضابطہ اس نظام کو جاری کیا اور صحابہ نے اس پر عمل شروع کیا تو ابتداء عہد سے یہ کیا کہ چار چار رکعت پر وقفہ کیا جائے اور یہی صحابہ وتابعین کا

(۱) عن زيد بن وهب قال: "كان عمر بن الخطاب يروحنا في رمضان يعني بين الترويحتين، قدر ما يذهب الرجل من المسجد إلى سلع" (رواه البيهقي، وذكره في كنز العمال، اعلاء السنن ۶۶/۷) البيهقي في السنن الكبرى (۴۹۷/۲) باب ما روي في عدد ركعات القيام في شهر رمضان).

(۲) البيهقي في السنن (۴۹۷/۲)

(۳) عن ابي الخصيب قال: "كان يؤمنا سويد بن غفلة في رمضان فيصلي خمس ترويحات عشرين ركعة" (رواه البيهقي -- اعلاء السنن ۶۷/۷) البيهقي في السنن (۴۹۶/۲) وقال النيموي: اسناده حسن (آثار السنن ۵۵/۲)

(۴) ملاحظہ ہو حدیث/۳۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ (۲۲۳/۲، ۲۲۵ و ۲۳۵) میں اس سلسلے کے کئی آثار ہیں۔ (اعلاء السنن ۶۷/۷ و ۶۸).

برابر عمل رہا۔(۱)

اور چونکہ اس وقفہ کا مقصد راحت ہے اسی لیے اس کو "ترویحہ" کہا گیا اور کہا جاتا ہے، حتی کہ اس نماز کو کم از کم ہمارے عرف میں "تراویح" اور "صلاۃ التراویح" کہا جاتا ہے۔(۲)

اور چونکہ زیادہ وقت نماز وعبادت میں گذارنا مطلوب ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جن راتوں میں یہ نماز پڑھائی تو کافی وقت تک پڑھائی اس لئے اصل حکم یہ ہے کہ یہ وقفہ اتنا ہو جتنا چار رکعت میں وقت لگے، بہتر یہی ہے۔

باقی جیسے حالات کے تحت عہد نبوی وعہد صحابہ جیسی طویل نماز ادا نہیں کی جاتی اور نہ لوگوں میں اس کا تحمل ہے، ایسے ہی اب یہ وقفہ اتنا طویل نہیں ہوتا باقی جتنا لوگ گوارا کرلیں بہتر ہی ہے تاکہ دیر تک نماز تراویح ادا کی جائے اور اس وقفہ کو ضروریات وتقاضوں کے پورا کرنے میں یا مزید بعض عبادات میں صرف کیا جائے، اس بابت اسی قسم کا حکم و تفصیل منقول ہے۔(۳)

اس وقفہ میں استنجاء کی ضرورت وغیرہ سے فراغت کے ساتھ ذکر، تلاوت، دعا اور انفرادی طور پر نفل نماز، نیز خاموش بیٹھے رہنا وغیرہ سب درست ہے تاکہ فی الجملہ ماہ رمضان کی رات ضائع نہ ہو، اور نماز باجماعت میں راحت ونشاط رہے۔

ممتاز تابعین سے اس وقفے میں نمازوں کا پڑھنا منقول ہے۔(۴)

(۱) فتح الباری ۲۵۰/۴.

(۲) بیہقی نے اپنی سنن (۴۹۷/۲) میں اس بابت کئی روایات ذکر کی ہیں بلکہ ایک فصل ہی قائم کی ہے جس کی روایات میں لفظ ترویحہ اور "خمس ترويحات" (روایت علی) نیز "يروحنا في رمضان يعني بين الترويحتين" (روایت عمر) آیا ہے۔ بلکہ حضرت عائشہ کی ایک مرفوع روایت میں یہ لفظ ذکر کیا ہے: "كان صلى الله عليه وسلم يصلي اربع ركعات في الليل - ثم يتروح" - اور اس کے بعد - روایت کے ضعف کا ذکر کرنے کے ساتھ یہ بھی کہا ہے: "ان ثبت فهو اصل في تروح الامام في صلوة التراويح" اور بیہقی نے اس کو مغیرہ بن زیاد موصلی کی وجہ سے ضعیف کہا ہے لیکن حافظ نے اس کو تقریب (ص ۵۹۸) میں "صدوق له اوهام" کہا ہے اس لیے راوی میں گنجائش ہے جبکہ بیہقی کی نقل کے مطابق آثار صحابہ - حضرات علی وعمر - سے اس کا ثبوت ہے اور اس ثبوت کو بہرحال قوت ہے۔

(۳) الموسوعة الفقهية (۱۴۴/۲۷).

(۴) اعلاء السنن ۶۷/۷ و ۶۸، بحوالہ المدونہ (۲۲۲/۱) وغیرہ ومصنف ابن ابی شیبہ ۲۳۵/۲۔

(۱۲)

نماز جمعہ

۱- نماز جمعہ ہر بستی و آبادی میں نہیں۔
۲- نماز جمعہ شہریت کی حامل بستی و آبادی میں۔
۳- جمعہ والی بستی کے اطراف کے لوگ اور جمعہ۔
۴- جمعہ کی نماز ہر مسلمان بالغ مرد پر ہے بشرطیکہ بیمار و مسافر نہ ہو۔
۵- جمعہ جماعت کے بغیر نہیں۔
۶- جمعہ کی دو اذانیں، اذان اول برائے اعلان، اور اذان دوم برائے خطبہ۔
۷- اذان خطبہ کا مقام۔
۸- نماز جمعہ کے لئے خطبہ شرط ہے۔
۹- خطبہ دو حصوں میں، درمیان میں بیٹھنا، اور خطبہ کھڑے ہوکر دینا۔
۱۰- خطبہ منبر پر کھڑے ہوکر دینا اور بوقت اذان خطبہ منبر پر بیٹھنا۔
۱۱- خطبہ وقراءت میں اعتدال نماز میں طول اور خطبہ میں اختصار۔
۱۲- بوقت خطبہ، خطبہ سننے کے ماسوا ہر عمل ممنوع ہے۔
۱۳- بوقت خطبہ خطیب کی طرف توجہ اور خاموشی آواز آئے یا نہ آئے۔
۱۴- نماز جمعہ کا مسبوق دو ہی رکعت ادا کرے گا اگرچہ صرف قعدہ پائے۔
۱۵- نماز جمعہ سے قبل چار رکعت سنت مؤکدہ۔
۱۶- بعد نماز جمعہ چار اور چھ۔
۱۷- جہاں جمعہ ہے وہاں ظہر پڑھنے والے جماعت نہیں کریں گے۔
۱۸- خطبۂ جمعہ سے قبل وعظ و نصیحت۔

۱- نماز جمعہ ہر بستی و آبادی میں نہیں

(بلکہ اس کے وجوب کے لئے مخصوص آبادی و احوال کی شرط ہے) :

۳۶۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

"مسجد نبوی کے جمعہ کے بعد اسلام کا سب سے پہلا جمعہ بنو عبد القیس کی مسجد میں پڑھا گیا جو بحرین کے علاقہ کی ایک بستی جواثا میں تھی۔"(۱)

(بخاری)

"جواثا" کی بستی ایک بڑی اور مرکزی آبادی تھی، جہاں ہجرت کے چند سال بعد مسجد نبوی کے بعد پہلا جمعہ ادا کیا گیا(۲) اور اس وقفہ میں حجاز کی کسی اور بستی میں جمعہ کی نماز ادا نہیں کی گئی اس سے یہ واضح ہے کہ ہر بستی، گاؤں و آبادی میں جمعہ نہیں ہے۔

اور مدینہ منورہ میں بھی صرف مسجد نبوی میں جمعہ ہوتا تھا، شہر مدینہ کی بقیہ مساجد میں جمعہ نہیں ہوتا تھا، اور نہ مضافاتی اور ملحقہ آبادیوں و بستیوں میں، جیسے قباء، عوالی وغیرہ بلکہ ان مقامات سے لوگ مسجد نبوی میں جمعہ ادا کرنے کو آتے تھے، جیسا کہ روایات میں معروف ہے۔(۳) اور صحابہ کرامؓ و تابعین عظام کے قول و فعل سے بھی یہ ثابت ہے۔

۳۶۴- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ "وہ شہر بصرہ کے مضافات میں واقع اپنے محل سے شہر کی جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کو تشریف لاتے تھے۔"(۴)(بخاری)

(۱) عن ابن عباس قال : "ان اول جمعة جمعت بعد جمعة في مسجد النبي ﷺ في مسجد عبد القيس بجواثا من البحرين" (اخرجه البخاري — جامع الاصول ۸/۶۹۵) البخاري كتاب الجمعة [باب الجمعة في القرى والمدن].

(۲) بنو قیس کے وفد کی آمد سے متعلق روایات میں اختلاف ہے جس کی وجہ سے حافظ ابن حجر کی رائے دو مرتبہ آمد کی ہے، پہلی آمد قبل فتح مکہ ۵ھ میں یا اس سے قبل اور دوسری آمد بعد فتح مکہ، بہر تقدیر ہجرت سے کافی وقفہ کے بعد کا یہ واقعہ ہے۔ (ملاحظہ ہو فتح الباری ۸/۸۵)

(۳) اعلاء السنن ۸/۶ و ۱۶ (نقلا عن ابن المنذر وتلخيص الحافظ) ومعارف السنن ۴/۳۷۴ فتح الباري ۲/۲۸۵، ۲۸۶، صحيح البخاري كتاب الجمعة [باب من اين يؤتى الجمعة] وتلخيص الحبير ۲/۵۷-۵۹.

(۴) البخاري كتاب الجمعة [باب من اين يؤتى الجمعة] تعليقا و وصله المسدد في مسنده الكبير (فتح الباري ۲/۳۸۵)

۳۶۵- حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کا ارشاد منقول ہے کہ تم جب ایسی بستی میں ہو جس میں جمعہ ہوتا ہو اور وہاں اذان جمعہ ہو تو نماز جمعہ میں شریک ہونا لازم ہے خواہ اذان سنو یا نہ سنو۔(۱)(بخاری)

۲- جمعہ کی نماز کا وجوب وحکم ایسی بستی وآبادی کے لئے ہے جس میں شہریت کی شان پائی جائے :

۳۶۶- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا :

''جمعہ وتشریق-یعنی نماز جمعہ ونماز عید-صرف مصر جامع میں ہے۔''(۲)
(عبدالرزاق وابوعبید)

(یعنی ایسی بستی وآبادی میں جو بڑی تعداد کی جامع ہو اور ضروریات کی بھی،

(۱) رواه البخاری تعليقا كتاب الجمعة باب من أين يؤتى الجمعة، وقد وصله عبد الرزاق (فتح الباری ۳۸۵/۲) مصنف عبد الرزاق (۱۶۸/۳ و۱۶۹) حضرت عطاء کا لفظ: "إذا كنت فی قرية جامعة" نقل کیا گیا ہے جس کا ترجمہ ''جمعہ والی بستی'' اس لیے کیا گیا ہے کہ حضرت عطاء نے جب یہ فرمایا تو ان سے پوچھا گیا کہ "قرية جامعة" کیا چیز ہے؟ تو فرمایا: "ذات الجماعة والأمير والقاضی والدور المجتمعة الآخذ بعضها ببعض مثل جدة (فتح الباری ۳۸۵/۲).

(۲) عن علی قال: "لا جمعة ولا تشريق الا فی مصر جامع" (اخرجه ابوعبيد، فتح الباری ۴۵۷/۲) مصنف عبد الرزاق ۱۶۷/۳ و۱۶۸ وقال الحافظ فی الفتح (۴۵۷/۲): اخرجه ابو عبيد بإسناد صحيح اليه -ای علی- موقوفا، وقال فی الدراية (۲۱۴/۱) فی اثر عبد الرزاق: اسناده صحيح. وفی اعلاء السنن (۳/۸ و۴): - وقد روی مرفوعا كما نقله ابو زيد الدبوسی فی "الاسرار" عن محمد بن الحسن قوله: - رواه مرفوعا معاذ وسراقة بن مالك رضی الله عنهما وقال العينی فی البناية (۹۸۳/۱) ونقله الامام خواهر زاده فی مبسوطه عن ابی يوسف من اماليه. قال النيموی (آثار السنن ۸۷/۲): رواه عبد الرزاق وابوبكر بن ابی شيبة والبيهقی فی المعرفة وهو أثر صحيح - وفی التعليق الحسن (۷۸/۲ و۷۹) فصل النيموی الكلام فی تحقيق الاسناد وتفصيله وذكر انه صححه ابن حزم وغير واحد من أهل العلم. وأقول: رواه ابن ابی شيبة بسندين (مصنف ابن ابی شيبة ۴۵/۴-۴۷). أقول: قال القاسم بن قطلوبغا فی منية الألمعی (ص/۸۴-أواخر المجلد الخامس من نصب الراية): - روی محمد بن الحسن بإسناده من حديث حذيفة مرفوعا: ليس على أهل القرى جمعة وإنما الجمعة على أهل الأمصار.

اسی کی تشریح وتعیین شہر سے کی جاتی ہے)۔

۳۶۷- ایک دوسری روایت میں ان سے مروی ہے:

''جمعہ وتشریق اور نماز عید الفطر ونماز عید الاضحیٰ صرف مصر جامع یا بڑے شہر میں ہے۔''(۱)(ابن ابی شیبہ)

۳۶۸- حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''گاؤں والوں پر جمعہ نہیں ہے، جمعہ تو مدائن جیسے شہروں کے رہنے والوں پر ہے۔''(۲)(ابن ابی شیبہ)

۳- جمعہ والی بڑی ومرکزی بستی وآبادی کے اطراف کے لوگوں کا جمعہ والی بستی میں جمعہ کی ادائیگی کے لئے آنا اور اس کی حد:

۳۶۹- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

''لوگ (مسجد نبوی میں) جمعہ کے لئے اپنے گھروں سے باری باری آتے تھے، نیز عوالی (کے علاقے) سے۔''(۳) (بخاری ومسلم)

متعدد روایات میں اس قسم کا مضمون بھی آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

(۱) عن علی قال: "لا جمعة ولا تشريق ولاصلوة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدينة عظيمة" (اخرجه ابن ابی شيبة - اعلاء السنن ۱/۸) مصنف ابن ابی شيبة ۴۶/۴، أقول: فيه الحجاج بن أرطاة والحارث الأعور لكنه معتضد بما تقدم كيف والحجاج من رجال مسلم والحارث من رجال السنن - يقبل كل منهما اقترانا، وراجع للحارث اعلاء السنن ۱۱۷/۱۷.

(۲) عن حذيفة قال: "ليس على أهل القرى جمعة إنما الجمعة على أهل الأمصار مثل المدائن" (أخرجه ابن ابی شيبة - اعلاء السنن ۲۳/۸) مصنف ابن ابی شيبة (۴۶/۴) أقول: فيه عمر بن عامر وهو من رجال مسلم، وفی الاعلاء (۲۳/۸): "رجاله كلهم ثقات (إلا انه مرسل من ابراهيم النخعی) ومراسيل ابراهيم صحاح عندهم لا سيما وقد تأيد بأثر علی والمرسل حجة عندنا وعند الجمهور خلافا للبعض وإذا تأيد بقول صحابی فهو حجة عند الكل". أقول: وسنده ذكره فی آثار السنن (۷۸/۲ و۷۹)

(۳) عن عائشةؓ قالت: "كان الناس ينتابون الجمعة من منازلهم والعوالی" الحديث (اخرجه البخاری ومسلم -- جامع الاصول ۳۲۷/۷) البخاری كتاب الجمعة [باب من اين يؤتى الجمعة] مسلم كتاب الجمعة [باب وجوب غسل الجمعة].

صحابہ کو حکم فرمایا کہ وہ قباء سے جمعہ کے لئے آیا کریں۔

یا یہ کہ جو آدمی اذان جمعہ سنے، جہاں تک آواز جاتی ہو وہ نماز جمعہ کے لئے وہاں سے شہر میں آئے۔

یا یہ کہ جو آدمی شہر میں نماز جمعہ ادا کر کے رات سے پہلے پہلے گھر پہونچ جائے اس پر نماز جمعہ لازم ہے۔(۱)

۴- جمعہ کی نماز ہر مسلمان بالغ مرد پر ہے بشرطیکہ بیمار نہ ہو، عورت و بچے پر جمعہ نہیں، نیز مسافر پر بھی نہیں ہے :

۳۷۰- حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد نبوی منقول ہے:

''ہر بالغ مسلمان پر جمعہ کے لئے جانا لازم ہے۔''(۲) (ابوداؤد و نسائی)

۳۷۱- حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی منقول ہے:

''ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ جمعہ لازم ہے البتہ چار قسم کے لوگ مستثنیٰ ہیں، غلام، عورت اور بچہ و مریض۔''(۳) (ابوداؤد)

(۱) ان روایات کے لئے ملاحظہ ہو جامع الاصول ۵/۶۶۲، ۶۶۴ و ۶۶۵، اگر چہ اس قسم کی روایات میں کافی کلام ہے مگر یہ کہ متعدد روایات میں مضمون کا ایک قدر مشترک ہے اور صحابہ کے اقوال و فتاوی بھی اس قسم کی روایات کے مطابق کچھ نہ کچھ منقول و محفوظ ہیں اس لئے ان کی ایک قابل اعتبار حیثیت ہے۔ (ملاحظہ ہو معارف السنن ۴/۳۴۴، ۳۴۵ و فتح الباری ۲/۳۸۵ و ۳۸۶ و مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۴۷، ۵۳)

(۲) عن حفصةؓ أن رسول الله ﷺ قال: "على كل محتلم رواح الى الجمعة" (اخرجه ابوداؤد والنسائى واللفظ لابى داؤد۔ جامع الاصول ٦٦٣/٥) ابوداؤد كتاب الطهارة [باب الغسل يوم الجمعة] و النسائى كتاب الجمعة [باب التشديد فى التخلف على الجمعة] وفى هامش جامع الاصول (٦٦٣/٥): اسناده صحيح.

(۳) عن طارق بن شهاب أن رسول الله ﷺ قال: "الجمعة حق واجب على كل مسلم فى جماعة الا على اربعة: عبد مملوك، او امرأة اوصبى او مريض" (اخرجه ابوداؤد جامع الاصول ٦٦٣/٥) ابوداؤد كتاب الصلاة [باب الجمعة للمملوك والمرأة] اس کے راوی طارق بن شہاب صحابی ہیں لیکن ان کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع ثابت نہیں اس لئے روایت مرسل ہے لیکن مرسل صحابی ہے جو بالاتفاق حجت ہے اسی لئے محققین نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر (تلخيص الحبير ٦٩/٢) میں فرماتے ہیں: "صححه غير واحد" حاکم نے (مستدرک ۱/۲۸۸) میں اس کو "صحيح على شرط الشيخين" فرمایا ہے۔

۳۷۲- محمد بن کعب قرظیؒ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے :

'' چار (قسم کے) آدمیوں پر جمعہ نہیں ہے، عورت، غلام اور مسافر و مریض۔''(۱) (کتاب الآثار)

۵- جمعہ جماعت کے بغیر نہیں

ایک آدمی یا دو و تین کا جمعہ صحیح نہیں :

۳۷۳- حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل فرمایا ہے:

''جمعہ ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ حق و لازم ہے۔''(۲)

اور جماعت کا معیار کم از کم چار آدمی، ایک امام اور تین مقتدی۔(۳)

(۱) عن محمد بن كعب القرظى عن النبى ﷺ: "اربعة لا جمعة عليهم: المرأة والمملوك، والمسافر، والمريض" (اخرجه الامام محمد فى كتاب الآثار، اعلاء السنن ٦٢/٨) ورواه فى جامع المسانيد ٣٦٣/١ كتاب الآثار الصلاة باب صلاة الجمعة والخطبة ورواه البيهقى فى السنن ٤٧٣/٣) وفى اعلاء السنن: اسناده حسن لكنه مرسل ولم اقدر على تعيين غيلان، اقول: لا قدح لاجل الارسال فان المرسل حجة عند الامام والاكثر والمرسل محمد بن كعب القرظى ثقة عالم (كما فى التقريب ص/٥٤٩) ورواه عنه ايوب بن عائذ الطائى الكوفى، وهو ثقة (التقريب ص/٦٤) وتابعه غيلان والظاهرانه غيلان بن جامع المحاربى (كما فى جامع المسانيد ص/٥٤١) وهو ايضا ثقة (التقريب ص ٤٦٨) فالاسناد صحيح لا حسن فقط.

وفى هامش كتاب الآثار (للدكتور احمد عيسى ٢٤٣/١): رواه البيهقى فى سننه (١٧٢/٣) عن طارق بن شهاب عن النبى صلى الله عليه وسلم وقال: مرسل جيد ورواه ابن ابى شيبة (٦٥/٤) وفى هامشه: يشهد لهذا أحاديث أجودها حديث طارق بن شهاب، وعبد الرزاق (١٧٣/٣) فله أسانيد متعددة، وفيه أيضا أن غيلان هو غيلان بن جرير المعولى وأقول: وفى التقريب (٤٦٨، ٤٦٩) فى كل منهما ثقة. مسافر سے جمعہ کی نفی کی مرفوع روایت حضرت ابوہریرہؓ و حضرت ابودرداءؓ سے بھی مروی ہے اور حسلا مگر ضعف کے ساتھ اول طبرانی کی اوسط میں اور دوم طبرانی کی کبیر میں آئی ہے، (راجع اعلاء السنن ٦٣/٨ و مجمع الزوائد ١٧٢/٢) مسافر پر جمعہ نہ ہونے کا مسئلہ اجماعی حیثیت سے ذکر کیا گیا ہے۔ (فتح الباری ۲/۳۹۱)

(۲) ملاحظہ ہو حدیث/۳۷۱

(۳) دارقطنی وغیرہ کی بعض روایات کے مطابق، یہ جماعت چار افراد کی بتائی گئی ہے یعنی کم از کم چار، ایک امام اور تین مقتدی، (ملاحظہ ہو اعلاء السنن ۸/۴۱ تا ۴۳)۔ اگرچہ روایت میں کافی قیل و قال ہے مگر خود دارقطنی (الجمعة باب الجمعة على أهل القرية) نے کئی طرق سے اس کو نقل کیا ہے، جس میں بقیہ کا طرق کافی مضبوط و قوی ہے نیز سیوطی نے تعدد طرق کی وجہ سے فی الجملہ اس کی قوت کا تذکرہ کیا ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اعلاء السنن ۸/۴۱ تا ۴۳) حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر (۹۱/۲) میں دارقطنی وغیرہ کی روایت کا تذکرہ کیا ہے۔

۶- نماز جمعہ خطبہ کے بغیر نہیں ہے اور نماز جمعہ کے لئے خطبہ کی اہمیت:

۳۷۴- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"خطبہ (جمعہ) دو رکعت کی جگہ رکھا گیا ہے، جس کو خطبہ نہ ملے وہ چار رکعت پڑھے۔"(۱)(عبدالرزاق وابن ابی شیبہ)

۳۷۵- مشہور تابعی ابن شہاب زہریؒ سے مروی ہے:

"مجھ تک (صحابہ کرام وتابعین عظام سے) یہ بات پہونچی ہے کہ جمعہ خطبہ کے بغیر نہیں ہوتا، لہٰذا جو آدمی خطبہ نہ دے (یعنی خطبہ میں شریک نہ ہو خواہ خطبہ دینے کے اعتبار سے یا خطبہ سننے کے اعتبار سے) وہ ظہر کی چار رکعت ادا کرے۔"(۲)(المدونہ)

خطبہ نہ ملنے کا مفہوم عام علماء امت کے نزدیک یہ ہے کہ خطبہ دیا ہی نہ جائے بالکل چھوڑ دیا جائے، یہ مطلب نہیں کہ خطبہ ہوا، تو جن لوگوں نے نہیں سنا وہ جمعہ ادا نہیں کریں گے خطبہ ضروری ہے مگر سب اس کو سنیں، یہ ضروری نہیں، اس لئے کہ یہ ثابت ہے کہ مسبوق نماز جمعہ ادا کرے گا حالانکہ اس کو خطبہ نہیں ملتا۔

---

(۱) عن عمر بن الخطابؓ قال : "انما جعلت الخطبة موضع الركعتين من فاتته الخطبة صلى اربعا" (اخرجه عبد الرزاق وابن ابی شيبة ـــ اعلاء السنن ۵۲/۸) مصنف عبد الرزاق (۲۳۷/۳) قال فی اعلاء السنن (۵۲/۸) : لم أقف على سنده لكنه تأيد بالاثر المذكور قبله ـ (الذی رواه صاحب الاعلاء عن ابن مسعود رواه الطبرانی فی الكبير ورجاله ثقات) وقال الحافظ ابن حجر، (تلخيص الحبير ۷۷/۲و۷۸) : حديث عمر وغيره انهم قالوا: "انما قصرت الصلاة لاجل الخطبة" رواه ابن حزم من طريق عبد الرزاق بسند مرسل عن عمر، وفی اعلاء السنن : ولم يعله الحافظ إلا بالارسال ومرسل القرون الثلاثة مقبول عندنا. أقول: رواه ابن ابی شيبة (۱۰۹/۴و ۱۱۰) بسندين فی كل منهما إرسال.

(۲) عن ابن شهاب قال : "بلغنی أنه لا جمعة الا بخطبة فمن لم يخطب صلى الظهر اربعا" (رواه سحنون فی المدونة ۱۴۷/۱ – اعلاء السنن ۵۳/۸) قال صاحب اعلاء السنن (۵۳/۸) : مرسل صحيح.

۷- خطبہ جمعہ کا دو حصوں میں ہونا، درمیان میں بیٹھنا اور کھڑے ہو کر خطبہ دینا :

۳۷۶- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے پھر بیٹھتے پھر کھڑے ہوتے اور کھڑے ہو کر خطبہ دیتے، لہٰذا تم سے اگر کوئی کہے کہ آپ بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے تو وہ جھوٹا ہے کہ بخدا میں نے آپ کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ نمازیں ادا کی ہیں۔"(۱)(مسلم)

۳۷۷- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مضمون مروی ہے۔(۲)(بخاری ومسلم)

۳۷۸- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے دیتے تھے، منبر پر چڑھنے کے بعد بیٹھتے حتی کہ مؤذن فارغ ہو جاتا پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ دیتے، پھر بیٹھتے اور خاموش رہتے پھر اٹھتے اور خطبہ دیتے۔"(۳)(ابوداؤد)

۸- خطبہ کے لئے منبر کا استعمال، بوقت اذان خطبہ منبر پر بیٹھنا

---

(۱) عن جابر "أن رسول الله ﷺ كان يخطب قائما ثم يجلس ثم يقوم فيخطب قائما فمن نبأك أنه كان يخطب جالسا فقد كذب فقد والله صليت معه اكثر من الفی صلاة" (اخرجه مسلم وابو داؤد والنسائی ـــ جامع الاصول ۶۷۵/۵) مسلم كتاب الجمعة [باب ذكر الخطبتين قبل الصلاة].

(۲) وعن ابن عمر : "كان النبی ﷺ يخطب يوم الجمعة قائما ثم يجلس ثم يقوم فيتم" (اخرجه البخاری ومسلم ـــ جامع الاصول ۶۷۶/۵) البخاری كتاب الجمعة [باب القعدة بين الخطبتين يوم الجمعة] ومسلم كتاب الجمعة [باب ذكر الخطبتين قبل الصلاة].

(۳) عن ابن عمرؓ قال : "كان رسول الله ﷺ يخطب خطبتين كان يجلس اذا صعد المنبر حتى يفرغ المؤذن ثم يقوم فيخطب ثم يجلس فلا يتكلم ثم يقوم فيخطب" (اخرجه ابو داؤد - جامع الاصول ۶۷۶/۶) ابو داؤد كتاب الصلاة [باب الجلوس اذا صعد المنبر] حدیث صحیحین وغیرہ میں آئی ہے کچھ فرق کے ساتھ (جامع الاصول ۶۷۶/۶)

پھر منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے دیتے تھے، منبر پر چڑھنے کے بعد بیٹھتے حتی کہ مؤذن اذان سے فارغ ہوتا، پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر بیٹھتے اور خاموش رہتے پھر کھڑے ہوتے (اور دوسرا) خطبہ دیتے تھے۔" (۱)

متعدد روایات میں خطبۂ جمعہ کے لئے منبر کے استعمال کا تذکرہ آیا ہے جس میں یہ بھی آیا ہے کہ :

" آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر تشریف فرما ہوتے تھے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے۔"

اور یہ بھی کہ " آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر تشریف فرما ہوتے تھے تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو جاتے۔" (۲)

اور یہ بھی آیا ہے: " جمعہ کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرماتے ہوتے تو خطبے سے قبل کچھ دیر بیٹھتے تھے۔" (۳)

۹- خطبہ و قراءت میں اعتدال، اور خطبہ میں طول سے احتراز :

۳۷۹- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

" میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازیں پڑھا کرتا تھا تو آپ کی نماز

---

(۱) عن ابن عمرؓ قال : "كان رسول الله ﷺ يخطب خطبتين كان يجلس اذا صعد المنبر حتى يفرغ المؤذن ثم يقوم فيخطب ثم يجلس فلا يتكلم ثم يقوم فيخطب " (اخرجه ابوداؤد ۔۔ جامع الاصول ٦٧٦/٥) ابوداؤد كتاب الصلاة [باب الجلوس اذا صعد المنبر].

(۲) ملاحظه هو جمع الفوائد ١/ ١٠٠ و جامع الاصول ٦٧٤/٥ تا ٦٧٦ و ٦٨٣.

(۳) اعلاء السنن ٥٤/٨ وفيه : اخرجه ابو محمد البخارى وفي سنده الى ابى حنيفة ضعف وإنما ذكرته اعتضادا وهو في جامع المسانيد (٣٧٧/١). یہ روایات اگرچہ مضبوط نہیں لیکن تعامل و توارث یہی چلا آرہا ہے اس لیے یہ قوی ہیں کہ مؤید بالتعامل والتوارث ہیں۔

بھی معتدل ہوتی تھی اور خطبہ بھی۔" (۱) (مسلم)

۳۸۰- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے:

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن لمبی نصیحت نہیں فرماتے تھے بس صرف چند باتیں ہوتی تھیں (جو آپ فرماتے تھے)۔" (۲) (ابوداؤد)

۳۸۱- ایک مرتبہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا تو خطبہ مختصر مگر بلیغ و مؤثر تھا لوگوں نے بعد میں عرض کیا کہ آپ نے بڑا مؤثر خطبہ دیا مگر مختصر دیا، کچھ طویل کر دیا ہوتا تو انہوں نے ارشاد نبوی نقل کیا :

" آدمی کی نماز کا طویل ہونا اور خطبہ کا مختصر ہونا اس کی فقاہت کا نتیجہ (و دلیل) ہے، لہٰذا خطبہ مختصر دیا کرو اور نماز کو طویل کیا کرو۔" (۳) (مسلم)

۱۰- نماز جمعہ کے لئے اذان،

اذان اول بغرض اطلاع وقت اور اذان دوم برائے خطبہ :

۳۸۲- حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

" جمعہ کے دن اولین اذان ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں (بھی یہی ہوتا تھا) پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا اور نمازیوں کی تعداد

---

(۱) عن جابر بن سمرةؓ قال : "كنت اصلى مع النبى ﷺ الصلوات فكانت صلاته قصدا وخطبته قصدا" (اخرجه مسلم والترمذى جامع الاصول ٦٨١/٥) مسلم كتاب الجمعة [باب تخفيف الصلاة والخطبه].

(۲) عن جابر بن سمرةؓ قال : "كان رسول الله ﷺ لا يطيل الموعظة يوم الجمعة انما هن كلمات يسيرات" (اخرجه ابوداؤد جامع الاصول ٦٨١/٥) ابوداؤد كتاب الصلاة [باب الرجل يخطب على قوس] وفى نيل الاوطار (١٤٥/٣) : سكت عنه ابوداؤد والمنذرى ورجال اسناده ثقات (اعلاء السنن ٥٨/٨).

(۳) عن ابى وائل قال : "خطبنا عمار فاوجز وأبلغ فلما نزل قلنا : يا ابا اليقظان لقد ابلغت واوجزت، فلو كنت تنفست؟ فقال انى سمعت رسول الله ﷺ يقول : ان طول صلاة الرجل وقصر خطبته مئنة من فقهه، فاقصروا الخطبة واطيلوا الصلاة" (اخرجه مسلم جامع الاصول ٦٨٢/٥) مسلم كتاب الجمعة [باب تخفيف الصلاة والخطبة].

بڑھ گئی تو انہوں نے تیسری اذان کا اضافہ کیا جو زوراء (نامی جگہ) پر دی جاتی تھی۔" (۱) (بخاری)

تیسری اذان سے مراد عہد نبوی کی دو اذانوں (اذان و اقامت) پر زائد اذان ہے جو ترتیب میں اول ہے، چنانچہ بعض روایات میں الفاظ ہیں "حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اذان اول کا حکم دیا۔" (۲)

۱۱- اذان خطبہ اور اس کا مقام :

۳۸۳- حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر تشریف فرما ہو جاتے تھے تو آپ کے سامنے اذان دی جاتی تھی - اسی طرح حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا معاملہ تھا -۔" (۳) (ابوداؤد)

---

(۱) عن السائب بن يزيد قال : "كان النداء يوم الجمعة اوله اذا جلس على المنبر على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابى بكر وعمر فلما كان عثمان و كثر الناس زاد النداء الثالث على الزوراء" (اخرجه البخارى وغيره جامع الاصول ٥/٦٧٤) البخارى كتاب الجمعة [باب الاذان يوم الجمعة].

(۲) وفى هامش جامع الاصول (٥/٦٧٤) : وفى رواية وكيع عن ابن ابى ذئب : فامر عثمان بالأذان الاول ولامنافاة، لا نه باعتبار كونه مزيداً يسمى ثالثاً وباعتبار كونه جعل مقدما على الاذان والاقامة يسمى أولاً.

(۳) عن السائب بن يزيد قال: كان يؤذن بين يدى رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا جلس على المنبر يوم الجمعة (على باب المسجد) وأبى بكر وعمر (رواه أبوداؤد –جامع الأصول ٥/٦٧٥) ابوداؤد ابواب الجمعة باب النداء يوم الجمعة.

اصل روایت تو بخاری وغیرہ سب میں آئی ہے لفظوں کے کچھ فرق کے ساتھ (ملاحظہ ہو جامع الاصول ۵/۶۷۴ و ۶۷۵) خاص بات یہ کہ ابوداؤد کی اس روایت میں دو لفظ ایسے ہیں جو دوسری روایات میں نہیں ہیں، ایک تو منبر کے سامنے اذان کا ہونا، دوسرے مسجد کے دروازے پر اذان خطبہ کا ہونا یعنی بظاہر باہر ہونا، منبر کے سامنے اذان خطبہ تو روایات و عمل کی رو سے متواتر ہے لیکن دروازے پر اور مسجد کے باہر محل نظر قرار دی گئی ہے، محققین نے اس کو غیر محفوظ اور غیر مقبول قرار دیا ہے، اس لیے کہ اس میں تفرد ہے اور وہ بھی محمد بن اسحٰق کا اور کوئی متابع و موافق موجود نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو فتح الباری مع حاشیہ از شیخ ابن باز ۲/۳۹۴ وعون المعبود ۱/۳۳۴ و آثار السنن ۴/۴۰۲ و ۴۰۳) اسی لیے ترجمہ میں یہ ٹکڑا چھوڑ دیا گیا ہے اور علی تقدیر الاعتبار اس کی کچھ توجیہ و تفصیل بھی کی جاتی ہے جتلایا کہ جب تک خطبہ سے پہلے ایک اذان تھی تو دروازے پر دی جاتی تھی اور جب ایک اذان کا اضافہ کیا گیا تو خطبہ سے متصل اذان کو مسجد کے اندر منتقل کر دیا گیا۔ (اعلاء السنن ۸/۶۹)

۱۲- بوقت خطبہ نماز و کلام نیز ہر قسم کے کام و حرکت کی ممانعت امام کے منبر کی طرف متوجہ ہونے سے لے کر اخیر تک :

۳۸۴- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے :

"جب تم میں کا کوئی آدمی مسجد کے اندر آئے اور امام منبر پر ہو تو امام کے فارغ ہونے تک کوئی نماز اور کوئی گفتگو (درست) نہیں ہے۔" (۱) (طبرانی)

۳۸۵- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

"جو آدمی اچھی طرح پاکی حاصل کر کے جمعہ کے لئے آتا ہے اور نماز ختم ہونے تک نہ کوئی لغو کام کرتا ہے اور نہ جہالت و نادانی کا تو یہ اس کے لئے جمعہ تا جمعہ کا کفارہ ہے۔" (۲) (احمد و ابن خزیمہ)

---

(۱) عن ابن عمر عن النبى ﷺ قال : "اذا دخل احدكم المسجد والامام على المنبر فلا صلاة ولا كلام حتى يفرغ الامام" (رواه الطبرانى فى الكبير، جمع الفوائد ١/١٠١) مجمع الزوائد (٢/١٨٧) (باب فيمن يدخل المسجد و الإمام يخطب) وفيه : فيه ايوب بن نهيك وهو متروك ضعفه جماعة وذكره ابن حبان فى الثقات وقال : يخطئى، وفى اعلاء السنن (٦٧/٢) الاختلاف لا يضر فالحديث حسن ان شاء الله تعالىٰ وله شواهد قد اطال فى صلاحيته للاحتجاج ونوع قوة له للاستدلال كل من الشيخ ظفر احمد التهانوى والشيخ يوسف البنورى (راجع لذلك اعلاء السنن ٢/٦٧-٧٥ ومعارف السنن ٤/٣٨٤ و ٣٨٥).

ان دونوں حضرات کی تفصیل و تحقیق کے مطابق اس کے ثبوت کے قوی شواہد موجود ہیں آثار صحابہ، ان کے فتاوی نیز ائمہ تابعین کے اقوال و فتاوی وغیرہ جن کو ان دونوں کتابوں میں نیز مصنف ابن ابی شیبہ (۴/۱۷۱ و ۷۷ و ۹۹ و ۱۰۶) اور نصب الرایہ وغیرہ میں دیکھا جا سکتا ہے، اس کے بعد کی روایات بھی فی الجملہ شواہد ہیں، شواہد میں مسند احمد کی ایک روایت کے الفاظ ہیں: "فإن لم يجد الامام خرج صلى ما بداله وان وجد الامام قد خرج جلس فاستمع وانصت حتى يقضى الامام جمعته و كلامه" الحديث (مسند احمد ٥/٧٥ وفى مجمع الزوائد (٢/١٧٤) باب حقوق الجمعة من الغسل والطيب، بعد أن نقله و نسبه إلى أحمد : رجاله رجال الصحيح خلا شيخ احمد وهو ثقة.

(۲) عن ابى سعيد عن نبى الله ﷺ قال : "اذا تطهر الرجل فاحسن الطهور ثم أتى الجمعة فلم يلغ ولم يجهل حتى ينصرف الامام كانت كفارة لما بينها وبين الجمعة" (اخرجه احمد وابن خزيمة) مسند احمد (٣/٣٩) ابن خزيمة ابواب الجمعة [باب فضل ترك الجهل يوم الجمعة] قال الاعظمى : الحديث صحيح واسناده ضعيف (هامش صحيح ابن خزيمة ٣/١٥٩) وهو فى مجمع الزوائد (٢/١٧٤) وقال الهيثمى: فيه عطية وفيه كلام كثير. أقول: مع ذلك قال فيه فى التقريب (٤٠٣) : صدوق وللحديث شواهد فى مجمع الزوائد (٢/١٧٤)

۳۸۶- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشادِ نبوی نقل کیا ہے :

"اگر تم جمعہ کو خطبہ کے حال میں اپنے ساتھی سے کہتے ہو خاموش رہو تو تم نے لغو کام کیا۔"(۱) (بخاری و مسلم)

۳۸۷- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشادِ نبوی مروی ہے :

"جو آدمی (خطبہ کے حال میں) کنکری (وغیرہ) کو ہاتھ لگاتا (اور اس سے کھیلتا) ہے وہ لغو کام کرتا ہے۔"(۲) (مسلم)

۳۸۸- متعدد صحابہ سے جمعہ کی فضیلت میں یہ مضمون مروی ہے :

"آدمی جمعہ کے لئے مسجد میں آئے اور امام کے سامنے آنے پر نماز کے ختم ہونے تک خاموش رہے تو اس کے لئے یہ جمعہ تا جمعہ کا کفارہ ہے۔"(۳)

(احمد و ابن خزیمہ)

۱۳- خطبہ کے حال میں خطیب کی طرف رخ کر کے بیٹھنا اور خطبہ خاموشی و توجہ سے سننا، آواز آئے یا نہ آئے :

۳۸۹- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر تشریف فرما ہوجاتے تو ہم سب آپ کا

---

(۱) عن ابی ہریرۃؓ عن النبی ﷺ قال : " اذا قلت لصاحبك يوم الجمعة انصت والامام يخطب فقد لغوت " (اخرجه الجماعة ــ جامع الاصول ٦٨٧/٥) البخاری- الجمعة باب الانصات يوم الجمعة والامام يخطب - مسلم- الجمعه باب فی الانصات يوم الجمعة فی الخطبة.

(۲) عن ابی ہریرۃؓ عن النبی ﷺ قال : " من مس الحصى فقد لغا " (اخرجه مسلم وابو داؤد والترمذی جامع الاصول ٤٢٨/٥) مسلم - الجمعة باب فضل من استمع وانصت فی الخطبة.

(۳) رواه ابن خزيمة عن ابی سعيد وابی ہریرۃؓ وسلمان وأبی ايوب (ابواب الجمعة [باب فضل انصات المأموم عند خروج الامام قبل الابتداء فی الخطبة] واللفظ لحديث ابی ايوب : " انصت اذا خرج الامام حتى يصلی كان كفارة الخ " وفی هامش صحيح ابن خزيمة (١٣٨/٣) اسناده حسن، اخرجه الامام احمد مسند احمد (٤٢/٥)

رخ کر لیتے۔"(۱) (ترمذی)

۳۹۰- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشادِ نبوی مروی ہے :

"جو آدمی اچھی طرح وضو کر کے جمعہ کے لئے آتا ہے اور خاموش رہ کر خطبہ سنتا ہے تو اس کے گناہ جمعہ سے جمعہ تک اور مزید تین دنوں کے معاف ہوجاتے ہیں۔"(۲) (مسلم)

۳۹۱- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ عام طور سے اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے :

"جمعہ کے دن جب امام خطبہ کو کھڑا ہو تو غور سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو، اس لئے کہ جو خاموش رہنے والا (امام کی آواز کو) نہیں سنتا اس کو بھی وہی ملتا ہے جو خاموش رہ کر سننے والے کو ملتا ہے۔"(۳) (مؤطا مالک)

۱۴- نمازِ جمعہ کا مسبوق جمعہ کی دو رکعت ہی ادا کرے گا

---

(۱) عن ابن مسعودؓ قال : "كان رسول الله ﷺ اذا استوى على المنبر استقبلناه بوجوهنا " (رواه الترمذی جامع الاصول ٦٨٣/٥) الترمذی ابواب الجمعة [باب ماجاء فی استقبال الامام اذا خطب] فی التحفة (٣٥/٣) : حديث ابن مسعود المذكور ضعيف وذكره الحافظ فی بلوغ المرام (٦٧٤/٢)، وقال: وله شاهد من حديث البراء عند ابن خزيمة، وفی تحقيق جامع الاصول (٦٨٣/٥) معنى الحديث صحيح، وقال الترمذی : العمل على هذا عند اهل العلم.

امام بخاری نے اس بارے میں بعض آثار صحیحہ کو نقل کیا ہے جو ابن عمر و انس رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں (البخاری ابواب الجمعه [باب يستقبل الامام القوم الخ] اس باب ابن ماجہ وغیرہ میں بھی بعض روایات ہیں جو فی الجملہ معتبر بتائی گئیں ہیں، (اعلاء السنن ٦٧/٨) وراجع هامش ابن ابی شيبة ٨٨/٤ و ٨٩ وفيه عن عدی بن ثابت مثل ما روى ابن مسعود.

(۲) عن ابی ہریرۃؓ ان النبی ﷺ قال : "من توضأ فاحسن الوضوء ثم أتى الجمعة فاستمع وانصت غفر له ما بينه وبين الجمعة وزيادة ثلاثة ايام " (رواه مسلم وابو داؤد والترمذی، جامع الاصول ٤٢٨/٩) مسلم الجمعة باب فضل من استمع وانصت فی الخطبة.

(۳) عن عثمان بن عفانؓ كان يقول فی خطبته - قل ما يدع ذلك اذا خطب : "اذا قام الامام يخطب يوم الجمعة فاستمعوا له وأنصتوا فان للمنصت الذی لا يسمع من الحظ مثل ما للمنصت السامع " (اخرجه الموطا... جامع الاصول ٦٨٦/٥) موطا الامام مالك ابواب الجمعة [باب ما جاء فی الانصات يوم الجمعة والامام يخطب] وفی هامش جامع الاصول (٦٨٦/٥) : اسناده صحيح.

خواہ ایک رکعت پائے یا صرف قعدہ :

۳۹۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

''جس نے جمعہ کی ایک رکعت پائی اس نے جمعہ پالیا۔''(۱)(نسائی)

اس طرح کہ ایک رکعت مزید ساتھ پڑھ کر جمعہ کی دو رکعت پوری کرے گا جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ارشاد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی نقل کیا گیا ہے۔(۲)(ابن خزیمہ)

۳۹۳- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

''جس آدمی کو نماز کا تشہد مل جاتا ہے اس کو نماز (کی جماعت) مل جاتی ہے۔''(۳)(ابن ابی شیبہ)

۳۹۴- حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ سے منقول ہے :

''جو آدمی جمعہ کے دن مسجد آئے اور امام کو اخیر نماز کے لیے (قعدہ میں)

---

(۱) عن ابی هريرةؓ أن النبی ﷺ قال : "من ادرك من صلاة الجمعة ركعة فقد ادرك " (اخرجه النسائی جامع الاصول ٦٦٥/٥) النسائی ابواب الجمعة [باب من ادرك ركعة من الجمعة] وفی هامش جامع الاصول (٦٦٥/٥) : اسناده صحيح، اقول : رواه ابن خزيمة فی صحيحه (ابواب الجمعة [باب المدرك ركعة من صلاة الجمعة] والحاكم ايضا (المستدرك ٢٩١/١- كتاب الجمعة) رواه بطرق ثلاثة مع اختلاف فی اللفظ وقال: كل هؤلاء الاسانيد الثلاثة صحاح على شرط الشيخين. وفی ذلك آثار عند ابن أبی شيبة (١١٠/٤-١١٣)

(۲) صحيح ابن خزيمة ابواب الجمعة [باب المدرك ركعة من صلاة الجمعة مع الامام] وفی الهامش (١٧٥/٣) : اسناده حسن، ورواه الحاكم ايضا (المستدرك ٢٩١/١) ورواه الدارقطنی عن ابن عمر (كتاب الجمعة باب فيمن يدرك فی الجمعة ركعة) وفی بلوغ المرام (٦١٩/٢) بعد أن نسبه إلى النسائی وابن ماجه والدارقطنی : اسناده صحيح لكن قوى ابوحاتم ارساله. أقول: جعله الحاكم على شرط الشيخين من الاحاديث الثلاثة عن ابی هريرة ووافقه الذهبی فی هذا فقال: صحيح.

(۳) عن ابن مسعودؓ قال : "من ادرك التشهد فقد ادرك الصلاة " (رواه ابن ابی شيبة) مصنف ابن ابی شيبة (١١٤/٤ و ٣٧٩/٣) فيه شريك و عامر بن شقيق وهو لين الحديث.

یہ اثر مضمون کے اعتبار سے عام ہے کہ ہر نماز کو شامل ہے جس میں جمعہ بھی داخل ہے، اسی مناسبت سے ابن ابی شیبہ نے اس کو جمعہ میں بھی ذکر کیا ہے اور اس کے مؤید تابعین کے چند اقوال بھی ذکر کیے ہیں۔(مصنف ابن ابی شیبہ ۴/۱۱۴)

بیٹھا ہوا پائے تو تکبیر کہہ کر اس کے ساتھ نماز میں شامل ہو جائے اور اس کے ساتھ تشہد پڑھے اور امام کے سلام کے بعد کھڑے ہو کر دو رکعت (جمعہ کی) ادا کرے۔''(۱)(جامع المسانید وکتاب الآثار)

۱۵- نماز جمعہ سے قبل کی سنت مؤکدہ :

﴿چار رکعت﴾

۳۹۵- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

''جس آدمی کو جمعہ کے دن (سنت) نماز ادا کرنی ہو تو چار رکعت نماز جمعہ سے قبل ادا کرے اور چار رکعت نماز جمعہ کے بعد۔''(۲)

(جامع المسانید ومشکل الطحاوی)

---

(۱) رواه الامام ابوحنيفة عن حماد عن ابراهيم (جامع المسانيد ٣٧٤/١) وفی جامع المسانيد: رواه الامام محمد فی آثاره (كتاب الآثار ١٨٩/١) - وفی هامشه : إسناده حسن. ورواه ابن ابی شيبة (١١٤/٤) بواسطة يزيد بن هارون عن أبی حنيفة بسند الآثار وجامع المسانيد إلا أنه مختصر.

فقہ حنفی کی بعض کتابوں میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف اس قول کی نسبت ہے کہ قعدہ وتشہد کے پانے پر جمعہ مل جاتا ہے، لیکن احقر کو اس کے برخلاف تو صراحت و وضاحت سے ملا مگر یہ نہیں ملا، البتہ مجمع الزوائد (۱۹۵/۲) میں یہ بات آئی ہے کہ قتادہ نے قعدہ پانے پر چار رکعت کی بات ذکر کی تو ان سے کہا گیا کہ: إن ابن مسعود جاء وهم جلوس فی آخر الصلاة، فقال لأصحابه: اجلسوا فقد أدركتم إن شاء الله، قال قتادة إنما يقول أدركتم الأجر -رواه الطبرانی فی الكبير- وقال الهيثمی : رجاله موثقون.

فقہ حنفی کی بعض کتابوں میں بظاہر یہ بات ابوبکر جصاص رازی وغیرہ کی کتابوں سے نقل کی گئی ہے اس لیے کہ جصاص نے احکام القرآن (۴۴۶/۳) میں حضرت معاذ بن جبل سے یہ مضمون نقل کیا ہے لیکن پوری سند ذکر نہیں کی ہے، اور ابن مسعود کا وہ اثر نقل کیا ہے جو (۳۹۳) پر مذکور ہے- ابن ابی شیبہ نے ابراہیم کے علاوہ متعدد تابعین وتبع تابعین سے مذکورہ مضمون نقل کیا ہے۔

(۲) عن ابی هريرةؓ عن النبی ﷺ قال : "من كان مصليا يوم الجمعة فليصل قبلها اربعا و اربعا بعدها " (اخرجه ابن عبد الباقی فی مسند ابی حنيفة والطحاوی فی مشكله والبيهقی فی سننه جامع المسانيد ٣٧١/١) و سند مسند ابی حنيفة مقبول : حسن او صحيح، فانه عن سهيل بن ابی صالح (صدوق تغير حفظه باخره، روى له البخاری مقرونا وتعليقا - التقريب ص ٢٣٤) عن ابيه (ابوصالح ذكوان ثقة ثبت، التقريب ص ١٦٧).

۳۹۶- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے قبل اور جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھتے اور سلام اخیر میں پھیرتے تھے۔"(۱)(طبرانی)

۳۹۷- ابوعبدالرحمٰن سلمی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہم کو جمعہ سے قبل اور جمعہ کے بعد چار رکعت ادا کرنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔(۲)(عبدالرزاق)

۱۶- نماز جمعہ کے بعد کی سنت مؤکدہ :

﴿چار اور چھ رکعت﴾

۳۹۸- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے :

"جو آدمی جمعہ کے بعد نماز پڑھے تو چار رکعت نماز پڑھے۔"(۳)(مسلم)

پیچھے حضرت علی و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما وغیرہ کی روایات کا تذکرہ آیا ہے

(۱) عن علیؓ قال : "كان رسول الله ﷺ يصلى قبل الجمعة اربعا وبعدها اربعا " (اخرجه الطبرانی فی الاوسط) وقال الحافظ فی الفتح (۲/۳۳۵) : فيه محمد بن عبد الرحمن السهمی وهو ضعيف عند البخاری وغيره، وفی اعلاء السنن (۷/۱۰) : قلت محمد بن عبد الرحمن هذا قال فيه ابن عدی : عندی لابأس به، وذكره ابن حبان فی الثقات (كما فی اللسان ۵/۲۴۵) فالرجل مختلف فيه وحديث مثله حسن وبقية رجاله ثقات. وراجع ثقات ابن حبان (۹/۷۲).

طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی یہ مضمون نقل کیا ہے (مجمع الزوائد ۲/۱۹۸) اس میں حجاج بن ارطاۃ اور عطیہ عوفی ضعیف ضرور ہیں مگر مجموعی طور پر قابل گوارا ہیں جیسا کہ اعلاء السنن (۷/۱۱) میں ہے اسی لئے اس میں آیا ہے: (فالحديث حسن بسند الطبرانی) اس کے علاوہ ثبوت وقوت کے اور بھی شواہد اور قرائن ہیں جیسا کہ اعلاء السنن (۷/۷و۹) میں آیا ہے جن میں اہم حضرت ابن مسعود کی روایت ہے جو آگے مذکور ہے، نیز ابن عمر کی بھی جس کی سند کو آثار السنن (۲/۹۶) میں صحیح کہا گیا ہے۔ورواه الطحاوی فی آثاره (باب التطوع بالليل والنهار كيف هو).

(۲) عن ابی عبد الرحمن السلمی قال : "كان عبد الله يأمرنا أن نصلی قبل الجمعة اربعا وبعدها اربعا "(رواه عبد الرزاق فی مصنفه نصب الراية الصلوة باب صلاة الجمعة) مصنف عبد الرزاق (۳/۲۴۷) وقال الحافظ فی الدراية (۱/۲۱۸) رجاله ثقات، وفی آثار السنن (۲/۹۶) : اسناده صحيح.

(۳) عن ابی هريرةؓ أن رسول الله ﷺ قال : "من كان مصليا بعد الجمعة فليصل بعدها اربعا " (اخرجه مسلم وابوداؤد والترمذی جامع الاصول ۶/۳۸) مسلم ابواب الجمعة [باب الصلاة بعد الجمعة].

جن میں چار رکعت کا ذکر ہے۔

۳۹۹- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت یہ بھی ہے :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعت اور اس کے بعد چار رکعت ادا کیا کرتے تھے۔"(۱)(طحاوی فی مشکلہ)

۴۰۰- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں دو رکعت اور پھر چار رکعت پڑھتے اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہی کرتے تھے۔(۲)(ابوداؤد)

۴۰۱- ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کیا ہے :

"جمعہ کے بعد نماز پڑھنے والا، چھ رکعت پڑھے۔"(۳)(طحاوی)

۴۰۲- اور سلمی نے یہ بھی کہا ہے:

"ابن مسعود رضی اللہ عنہ لوگوں کو چار رکعت کی تعلیم دیتے تھے حتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انھوں نے لوگوں کو چھ رکعات کی تعلیم فرمائی۔"(۴)

(طحاوی وطبرانی)

(۱) عن ابی هريرةؓ : "أن رسول الله ﷺ كان اذا صلى الجمعة صلى بعدها ركعتين ثم اربعا" (اخرجه الطحاوی فی مشكل الآثار ، معارف السنن ۴/۴۱۴) . أقول: رواه الطحاوی فی شرح معانی الآثار باب التطوع بعد الجمعة.

(۲) ابن عمرؓ سے عملاً چھ رکعت کی روایت ابوداؤد وترمذی وطحاوی وغیرہ نے نقل کی ہے، (راجع جامع الاصول ۶/۴۰و۴۱ واعلاء السنن ۷/۱۲و۱۳) البتہ اس میں رفع کی صراحت: "كان رسول الله ﷺ يفعله" اس کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے (ابوداؤد ابواب الجمعة [باب الصلاة بعد الجمعة] وفی هامش جامع الاصول (۶/۱۴۱) : اسناده حسن.

ترمذی وطحاوی دونوں کی موقوف روایت کی سندیں صحیح ہیں جیسا کہ اعلاء السنن ۷/۱۳ میں اور آثار السنن ۲/۹۶) میں آیا ہے، عینی نے نخب الافکار (۳/۵۰۷) میں ان آثار کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) عن ابی عبد الرحمن السلمی عن علیؓ أنه قال " من كان مصليا بعد الجمعة فليصل ستا " (اخرجه الطحاوی فی شرح معانی الآثار، اعلاء السنن ۷/۱۲) شرح معانی الآثار ابواب الصلاة [باب التطوع بعد الجمعة] وفی اعلاء السنن (۷/۱۲) نقلا عن آثار السنن (۲/۹۶) : اسناده صحيح.

اس لئے کہ طحاوی کے شیخ یزید بن سنان ثقہ (التقریب ص۶۷۲) ہیں اور بقیہ رواۃ سب ثقہ ہیں۔ مصنف ابن ابی شیبہ (۴/۱۱۷) میں بھی حضرت علی کے قول وفعل دونوں کو روایت کیا گیا ہے، عینی نے نخب الافکار (۲/۵۱۷) میں حضرت علی کے اثر کے تینوں طرق- جو طحاوی نے ذکر کیے ہیں ان- کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۴) عن ابی عبد الرحمن : "علم ابن مسعود الناس ان يصلوا بعد الجمعة اربعا فلما جاء علی

۱۷- جہاں جمعہ ہے وہاں ظہر با جماعت نہیں ہے

(اور جمعہ چھوٹ جانے پر ظہر کی نماز ادا کی جائے گی، جس آدمی پر جمعہ نہیں وہ اور جس کا جمعہ چھوٹ گیا وہ دونوں ظہر کی نماز تنہا ادا کریں گے) :

۴۰۳- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے :

"جس کو جمعہ کی ایک رکعت ملے تو اس کے ساتھ ایک رکعت اور ملا کر (جمعہ کی نماز) ادا کرے اور جس کو دونوں رکعتیں نہ ملیں (یعنی قعدہ بھی نہ ملے) تو وہ چار رکعت (یعنی ظہر) ادا کرے۔" (۱) (طبرانی)

ان کا یہ بھی ارشاد ہے جو گذر چکا ہے:

"جو تشہد کو پاتا ہے وہ نماز کو پاتا ہے۔" (۲) (ابن ابی شیبہ)

۴۰۴- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"جس جگہ لوگوں پر جمعہ کی شرکت واجب ہو وہاں لوگ ظہر جماعت سے ادا نہیں کریں گے۔" (۳) (کنز العمال)

۴۰۵- اور یہ بھی مروی ہے :

- علمهم منا" (اخرجه الطحاوى والطبرانى اعلاء السنن ۱۲/۷) الطحاوى - شرح معانى الآثار ابواب التطوع بعد الجمعة] والطبرانى الكبير (مجمع الزوائد ۱۹۸/۲ باب فى سنة الجمعة) طحاوی وطبرانی کے لفظوں میں کچھ فرق ہے، اور طحاوی نے ایک طریق سے قول اور دوسرے سے فعل نقل کیا ہے، دونوں کے روات فی الجملہ ثقہ و قابل اعتماد ہیں (راجع اعلاء السنن ۱۲/۷)۔

(۱) عن ابن مسعود قال : "من ادرك من الجمعة ركعة فليضف اليها اخرى ومن فاتته الركعتان فليصل اربعا" (رواه الطبرانى فى الكبير -مجمع الزوائد ۱۹۵/۲-) وفيه : اسناده حسن.

(۲) ملاحظہ ہو حدیث/۳۹۳

(۳) عن على قال : "لا يجمع القوم الظهر يوم الجمعة فى موضع يجب عليهم فيه شهود الجمعة" (رواه نعيم بن حماد فى نسخته كنز العمال، اعلاء السنن ۶۳/۷) وفى اعلاء السنن (۶۳/۷) السند لم اطلع عليه ولكن لا ينزل عن رتبة الضعيف لجلالة الحافظ السيوطى وقد تأيد بمرسل القاسم فحصل للمجموع قوة. وهو فى موسوعة آثار الصحابة ۱۸۸/۲ معزيا إلى نعيم بن حماد.

"جمعہ کے دن جماعت امام جمعہ کے ساتھ ہی ہے۔" (۱) (ابن ابی شیبہ)

۱۸- خطبہ جمعہ سے قبل وعظ و نصیحت :

جمعہ کے دن کا اہتمام۔شریعت نے جیسا بتایا ہے مسلمان اس کا ایک حد تک لحاظ کرتے ہوئے جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لیے کچھ زیادہ ہی وقت دیتے ہیں اور خطبہ جمعہ نماز سے متصل اور مختصر ہوتا ہے اور مختصر ہونا بھی چاہیے کہ یہی سنت ہے (۲) اور ہمارے یہاں عموماً عربی میں خطبہ ہوتا ہے اور یہی مناسب ہے کہ عہد صحابہ اور اس کے بعد بھی غیر عربی میں خطبہ کا ثبوت نہیں ملتا اور خطبہ جمعہ عام وعظ و خطاب کی حیثیت نہیں رکھتا۔ (۳)

اس لیے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عامۃ المسلمین کو فائدہ پہنچانے کے لیے قبل خطبہ کچھ وعظ و نصیحت کا نظام مناسب و درست ہے، حضرات صحابہ و خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے اور ان سے اس کا ثبوت ہے۔

بالخصوص حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق معروف ہے اور معتبر روایات میں آیا ہے کہ وہ عہد فاروقی میں قبل خطبہ احادیث سنایا کرتے تھے۔ (۴)

---

(۱) عن القاسم بن الوليد عن على قال : "لا جماعة يوم الجمعة الا مع الإمام" (رواه ابن ابى شيبة - اعلاء السنن ۶۳/۷) مصنف ابن ابى شيبة (۱۲۳/۴) وفى اعلاء السنن (۶۳/۷) : اسناده حسن لكنه منقطع، فان القاسم من كبار اتباع التابعين وهو حجة عندنا، اقول : الانقطاع بين القاسم وعلى، والقاسم صدوق (كما فى التقريب ص ۴۸۳). مصنف ابن ابی شیبہ (۱۲۳/۴) میں حضرت حسن بصری کا قول نقل کیا ہے کہ جمعہ فوت ہونے کی صورت میں تنہا نماز ادا کی جائے گی۔

(۲) ملاحظہ ہو حدیث/۳۷۹ تا ۳۸۱

(۳) کفایت المفتی جلد سوم باب خطبہ جمعہ میں مفتی کفایت اللہ صاب نے بار بار اس توارث و تعامل کو ذکر کیا ہے اور دوسرے حضرات بھی یہی کہتے ہیں۔شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے "مصفی شرح مؤطا" (۱۵۴/۱) اہتمام و اہمیت کے ساتھ اس کا تذکرہ کیا ہے کہ بہت سے ممالک میں مخاطب عجمی تھے پھر بھی عربی زبان میں ہی خطبہ کا ثبوت و معمول ملتا ہے۔

(۴) مستدرک حاکم ۱۰۸/۱ و ۵۱۲/۳- حاکم نے دونوں جگہ اس کو علی شرط الشیخین قرار دیا ہے، جبکہ ذہبی نے صرف دوسری جگہ صحیح کہا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بابت اس کو ابن ابی شیبہ (۱۲۶/۴ و ۱۲۷) نے بھی روایت کیا ہے، فتاویٰ جمیہ (۲۶۴/۱-۲۷۲) و فتاویٰ مولانا محمد تقی عثمانی (۵۸۹/۱ و ۵۹۰) میں بعض دوسرے حضرات کا بھی ذکر کیا گیا ہے، بحوالہ مسند احمد و اصابہ وغیرہ، جیسے حضرت تمیم داری و عبداللہ بن بسر۔

اور یہ فی الجملہ امت کا تعامل بھی رہا ہے اور آج بھی ہے اس لیے یہ معمول معتبر ہے البتہ اس میں حدود کا لحاظ بھی رکھنا چاہیے کہ:

۱- جمعہ سے قبل سنت بھی ہے اور لوگ نوافل بھی پڑھتے ہیں اس لیے وعظ کا وقفہ مناسب ہونا چاہیے کہ لوگوں کو گراں نہ گزرے۔

۲- اس کی ابتداء وانتہا کا وقت بھی مقرر و طے ہونا چاہیے اور اس کی پابندی کرنی چاہیے تاکہ عوام اس کا خیال رکھیں اور ان کو الجھن بھی نہ ہو، اور اسی کے مطابق سنت وغیرہ ادا کر سکیں۔

۳- بہتر ہے کہ وعظ وخطبہ کے درمیان پانچ سات منٹ کا وقفہ دیا جائے، اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ وعظ وخطبہ میں فصل ہو جائے گا اور دوسرا یہ کہ لوگ وعظ کے وقت میں وعظ سنیں گے اور اس وقفہ میں سنت ادا کریں گے۔(۱)

❑ ❑ ❑

(۱) ملاحظہ ہو کفایت المفتی جلد سوم، فتاویٰ رحیمیہ جلد اول و فتاویٰ عثمانی جلد اول- اواخر۔

(۱۳)

نماز عیدین

Scanned by CamScanner

۱- نمازِ عیدین کا وجوب۔

۲- جہاں جمعہ وہاں عیدین۔

۳- نمازِ عیدین دو رکعت۔

۴- دو رکعتوں میں تین تین زائد تکبیریں۔

۵- تکبیرِ زوائد پہلی رکعت میں قبل رکوع اور دوسری میں بعد رکوع۔

۶- تکبیرات زوائد کے ساتھ ہاتھ کا اٹھانا۔

۷- نمازِ عیدین کے ساتھ خطبہ اور خطبہ بعد نماز۔

۸- خطبہ شرط تو نہیں مگر سننے کا اہتمام۔

۹- عیدین کا خطبہ مانند خطبہ جمعہ دو حصوں میں۔

۱۰- خطبۂ عیدین میں تکبیرات کا اہتمام۔

۱۱- عیدالاضحیٰ کے دنوں میں فرائض کے بعد تکبیرات کا اہتمام۔

۱۲- تکبیرات تشریق کا وقت والفاظ۔

۱۳- عیدین کے دن قبل نمازِ عیدین کوئی نفل نہیں اور بعد نمازِ عیدگاہ میں نہیں۔

۱۴- نمازِ عیدین کے لئے جاتے ہوئے تکبیر کی کثرت واہتمام۔

۱۵- نماز کے لئے آتے جاتے راستہ بدلنا۔

۱۶- نمازِ عیدین فوت ہونے پر چار رکعت نفل۔

۱۷- عید کی مبارکباد پیش کرنا۔

۱- نمازِ عیدین کا وجوب :

سب سے پہلے عیدالفطر کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے دوسرے سال ادا فرمائی، اسی سال شعبان میں رمضان کے روزے فرض کئے گئے، اس کے بعد وفات تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کی پابندی فرمائی۔(۱)

عیدین کے موقع سے نمازِ عیدین کا اہتمام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ، اور پابندی سے ثابت ہے۔(۲)

﴿قد افلح من تزکی وذکر اسم ربك فصلی﴾ (۳) کی تفسیر میں ایک قول صدقۂ فطر اور نمازِ عیدالفطر کا بھی منقول ہے۔(۴)

اسی طرح ﴿فصل لربك وانحر﴾(۵) کی تفسیر میں ایک قول نمازِ عیدالاضحیٰ اور قربانی کا بھی منقول ہے۔(۶)

۲- عیدین کا وجوب اسی جگہ ہے جہاں جمعہ ہے (یعنی شہر اور شہر جیسی آبادیاں) :

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد معروف ہے:

"جمعہ، تکبیر تشریق، اور نماز عیدالفطر وعیدالاضحیٰ صرف شہر جامع یا بڑی

---

(۱) ان اول عيد صلاه النبي صلى الله عليه وسلم عيد الفطر في السنة الثانية من الهجرة وهي التي فرض رمضان في شعبانها ثم داوم النبي ﷺ عليها الى أن توفاه الله عزوجل (رواه ابن حبان وغيره. اعلاء السنن ٨/٨٤).

(۲) کتب حدیث میں روایات معروف ہیں۔

(۳) سورۂ اعلیٰ آیت: ۱۴و۱۵

(۴) تفسیر طبری ۳/۱۰۰، تفسیر ابن کثیر ۸/۴۰۴، تفسیر ماوردی ۶/۲۴۰و۲۳۹.

(۵) سورۂ کوثر آیت: ۲

(۶) تفسیر طبری ۳/۲۱۷، ابن کثیر ۸/۵۳۳، تفسیر ماوردی ۶/۳۷۱.

آبادی میں ہے۔"(۱)

۴۰۶- ابوطرفہ عباد بن ریان لخمی کا بیان ہے :

"میں حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ حمص سے چند میل کے فاصلے پر ایک گاؤں میں تھے، اور عید کا دن تھا تو ہم نے عرض کیا، چلئے ہم کو نماز عید پڑھائیے تو انہوں نے فرمایا: نہیں تم لوگ تنہا ہی پڑھ لو۔"(۲) (طبرانی)

(یعنی اگر نماز پڑھنا ہی ہے تو بطور نفل تنہا پڑھ لو)۔(۳)

۳- نماز عیدین دو رکعت ہے :

۴۰۷- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے :

"تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کے مطابق عید الاضحیٰ کی نماز دو رکعت اور عید الفطر کی دو رکعت........ہے۔"(۴) (نسائی)

(۱) عن علیؓ قال: لا جمعة ولا تشريق ولا صلاة الفطر، ولا اضحى الا فى مصر جامع او مدينة عظيمة" ملاحظہ ہو حدیث/۳۶۶

(۲) عن أبى طرفة عباد بن الريان اللخمى الحمصى قال: "أتيت المقدام بن معدى كرب وهو فى قرية على اميال من حمص يوم عيد فقلنا: اخرج فصل بنا العيد فقال: لا صلوا فرادى" (اخرجه الطبرانى فى الكبير۔ اعلاء السنن ۱۱۹/۸) باب المنفرد يصلى العيد (مجمع الزوائد ۲۰۸/۲) وفيه: ابوطرفة لا أعرفه قال صاحب الاعلاء: هو تابعى، والمستور فى القرون الثلاثة مقبول عندنا. أقول: وفى ابن ابى شيبة (۲۵۴/۴و۲۵۵) عن الحسن وعطاء وعن غيرهما أيضا نفى العيد إلا مع الإمام أو فى قرية جامعة ونحو ذلك.

(۳) جیسا کہ اعلاء السنن (۱۱۹/۸) میں بھی ذکر کیا ہے۔

(٤) عن عمر بن الخطابؓ قال: "صلاة الاضحى ركعتان، وصلاة الفطر ركعتان......على لسان نبيكم ﷺ" (اخرجه النسائى.. جامع الاصول ۱۲۶/٦) النسائى ابواب العيدين [باب عدد صلاة العيدين] وفى هامش جامع الاصول(۱۲۶/٦) من حديث عبد الرحمن بن ابى ليلى عن عمر وقد اختلف فى سماعه من عمر والصحيح انه لم يسمع منه فالاسناد منقطع، اقول: لكن عبد الرحمن ثقة فلا يضر ارساله عن من سمعه، كيف وقد حققوا ثبوت سماعه عن عمر (راجع معارف السنن ٤٦٧/٤) ورواه ابن ابى شيبة (٢٤٦/٤) ولمزيد من التفصيل فى التخريج والتحقيق

۴۰۸- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن (نماز کو) نکلے تو دو رکعت نماز ادا کی۔"(۱) (بخاری و مسلم)

۴- عیدین کی دونوں رکعتوں میں تین تین زائد تکبیرات ہیں:

۴۰۹- سعید بن عاص فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ عیدین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تکبیریں کس طرح کہا کرتے تھے؟ تو حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا :

" (ہر رکعت میں) چار تکبیریں کہا کرتے تھے، (یعنی مسلسل) جیسے جنازے میں چار تکبیریں کہا کرتے تھے، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ سچ کہتے ہیں۔"(۲) (ابوداؤد)

- راجع هامش ابن ابى شيبة للشيخ محمد عوامة (٢٤٦/٤) كيف وفى بعض الطرق جاء ذكر الواسطة بين عبد الرحمن وبين عمر وهو المؤيد بفعل النبى صلى الله عليه وسلم وهو معروف ومتواتر وجاء فى الصحيحين وغيرهما.

(۱) عن ابن عباسؓ: "أن رسول الله ﷺ خرج يوم عيد فصلى ركعتين" الحديث (اخرجه الجماعة جامع الاصول ١٢٥/٦) البخارى ابواب العيدين [باب الخطبة فى العيد] ومسلم ابواب العيدين [باب ترك الصلاة قبل الصلاة وبعدها فى المصلى].

(۲) عن سعيد بن العاص قال: "سألت اباموسى وحذيفة: كيف كان رسول الله ﷺ يكبر فى الاضحى والفطر فقال ابوموسى: كان يكبر اربعا كتكبيره على الجنازة، فقال حذيفة صدق" (اخرجه ابوداؤد .. جامع الاصول ١٢٩/٦) ابوداؤد ابواب الصلاة [باب التكبير فى العيدين] وفى هامش جامع الاصول (١٢٩/٦): اسناده ضعيف، وفى اعلاء السنن (١٠٤/٨) رواه ابوداؤد وسكت عنه هو والمنذرى، اقول: وقد رواه الطحاوى وغيره وازاح عما قيل فى بعض رواته صاحب اعلاء السنن (راجع اعلاء السنن ١٠٤/٨-١٠٦)

میں نے طحاوی کے رواۃ کو تقریب میں دیکھا تو صدوق سے کم کوئی نہیں ہے جب کہ طحاوی میں اس روایت کی ایک سند اور بھی ہے نیز اس کی مؤید دوسری روایات بھی ہیں (ملاحظہ ہو شرح معانی الآثار کتاب الزیادات، باب التکبیر فی العیدین) واضح رہے کہ طحاوی وغیرہ کی بعض روایات میں اس قسم کے سوال و جواب کے موقع میں حضرت ابن مسعود کا موجود رہنا اور سعید بن عاص کے علاوہ دوسرے بعض حضرات کا سوال کرنا بھی مذکور ہے۔ آثار السنن (۱۰۵/۲و۱۰۶) میں اس مضمون کی روایات کو نقل کر کے سند کی صحت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

وراجع للروايات ابن ابى شيبة (٢١٣/٤-٢١٦) و كتاب صلاة العيدين للفريابى.

۴۱۰۔ قاسم ابوعبدالرحمٰن دمشقی کا بیان ہے کہ ہم سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان کیا:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی تو چار چار تکبیریں کہیں اور نماز سے فارغ ہوکر ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا: بھولنا نہیں جنازہ کی طرح (چار) تکبیریں ہیں اور ساتھ ہی انگلیوں سے اشارہ فرمایا اس طرح کہ انگوٹھے کو دبالیا۔"(۱) (طحاوی)

ہر رکعت میں چار چار تکبیرات سے مراد ہے پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ تین تکبیرات زوائد اور دوسری میں قراءت کے بعد تین زائد تکبیریں اور رکوع کی تکبیر۔

۵- عیدین کی زائد تکبیریں، پہلی رکعت میں قبل قراءت اور دوسری میں بعد قراءت :

۴۱۱۔ ابراہیم نخعیؒ نے نقل کیا ہے :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ کی مسجد میں تشریف فرما تھے آپ کے ساتھ حضرت حذیفہ وحضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما بھی تھے اتنے میں کوفہ کے امیر

(۱) عن القاسم ابی عبد الرحمن قال: "حدثنی بعض اصحاب رسول الله ﷺ قال: صلی بنا النبی ﷺ یوم عید فکبر اربعا واربعا ثم اقبل علینا بوجهه حین انصرف فقال: لا تنسوا کتکبیر الجنائز و أشار باصابعه وقبض ابهامه" (اخرجه الطحاوی .... اعلاء السنن ۱۰۳/۸) شرح معانی الآثار کتاب الزیادات [باب صلوة العیدین کیف التکبیر فیهما] وقال الطحاوی بعد روایته: حسن الاسناد وابن یوسف ... کلهم اهل روایة معروفون بصحة الروایة، وصاحب اعلاء السنن ذکر مراتب رواته من کتب الرجال (اعلاء السنن ۱۰۳/۸ و ۱۰٤) ماسوی شیخی الطحاوی - علی بن عبد الرحمن ویحی بن عثمان، اما علی بن عبد الرحمن فالظاهر انه المخزومی المصری من الحادیة عشرة، صدوق (التقریب ص ٤١٦) ویحی بن عثمان هو السهمی المصری لینه بعضهم (التقریب ٦٦٣) وعلی هذا فالسند مقبول.

طحاوی (شرح معانی الآثار ابواب الصلاۃ باب التکبیر علی الجنازۃ) میں ایک روایت ابراہیم نخعیؒ کی آئی ہے کہ تکبیرات جنازہ کی تعداد میں اختلاف تھا تو حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام کو جمع کرکے یہ طے فرمایا کہ جنازہ میں عیدین کی طرح چار تکبیرات کہی جائیں...اور خود تکبیرات عیدین کے باب میں کئی چیزیں نقل کی ہیں۔

ولید بن عقبہ ان کے پاس آئے اور کہا کہ کل عید ہے میں کیسے نماز ادا کروں؟ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اذان واقامت کے بغیر نماز ادا کی جائے اور پہلی رکعت میں پانچ اور دوسری میں چار تکبیرات کہی جائیں اور دونوں رکعتوں کی قراءت ایک دوسرے سے متصل ہو"(۱) (یعنی پہلی کی قراءت تکبیرات کے بعد اور دوسری میں تکبیرات سے قبل ہو۔) (کتاب الآثار، طبرانی)

۴۱۲۔ علقمہ واسود رحمہما اللہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عیدین میں نو تکبیرات کہتے تھے (پہلی رکعت میں) چار قراءت سے قبل پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرتے اور دوسری رکعت میں قراءت کرتے اور فارغ ہوکر چار تکبیر کہہ کر رکوع کرتے تھے۔(۲) (عبدالرزاق)

(۱) عن ابراهيم عن ابن مسعود انه كان قاعدا فی مسجد الكوفة ومعه حذيفة بن اليمان وابو موسى الاشعری رضی الله عنهم فخرج عليهم الوليد بن عقبة وهو امير الكوفة يومئذ فقال: ان غدا عيدكم فكيف اصنع؟ فقالا: اخبره يا ابا عبد الرحمن كيف يصنع؟ فامره عبد الله بن مسعود أن يصلی بغير اذان ولا اقامة، وان يكبر فی الاولى خمسا وفی الثانية اربعا وأن يوالی بين القراءتين (اخرجه محمد فی كتاب الآثار... اعلاء السنن ۱۰۷/۸) كتاب الآثار (الصلاة باب صلاة العيدين) قال فی اعلاء السنن ۱۰۷/۸: مرسل رجاله ثقات. أقول: وكذا قال الهيثمی فی مجمع الزوائد (۲/۲۰۷و۲۰۸) بعد أن نقله عن ابراهيم ونقله عن غيره ايضا - معزيا الى الكبير للطبرانی.

امام طحاوی نے اس کو سنداً نقل کیا ہے اور کئی سندوں سے جیسا کہ انہوں نے اسی قسم کی تفصیل عیدین وغیرہ کے سوال کے ساتھ بھی روایت کی ہے اور ولید بن عقبہ کے سوال وجواب کا قصہ ابراہیم بن علقمہ عن ابن مسعود بھی روایت کیا ہے اور مصنف عبدالرزاق (۲۹۳/۳) میں بہ سند صحیح ابوموسیٰ وابن مسعود سے سوال وجواب کے بغیر یہی مضمون نقل کیا گیا ہے (ملاحظہ ہو شرح معانی الآثار... کتاب الزیادات (باب التکبیر فی صلاۃ العیدین) طحاوی مأخذ من ۸/۱۰۶-۱۰۷) نصب الرایۃ میں یہ مضمون بحوالہ ابوداؤد حضرت ابوموسیٰ اشعری سے نقل کیا گیا ہے اور منذری نے ابوداؤد و منذری دونوں کے سکوت کا تذکرہ کیا ہے۔ (نصب الرایۃ- الصلوٰۃ، باب العیدین)۔

(۲) عن علقمة والأسود "ان عبد الله بن مسعود كان يكبر فی العيدين تسعا، اربعاً قبل القراءة ثم يكبر فيركع، وفی الثانية يقرأ فاذا فرغ كبر أربعاً فركع" (رواه عبد الرزاق فی مصنفه، نصب الراية الصلاة باب العيدين) مصنف عبد الرزاق (۲۹۳/۳) وقال الحافظ فی الدراية (۲۲۰/۱) اسناده صحيح، وقال الهيثمی: رجاله موثوقون ورجاله ثقات. مصنف عبدالرزاق میں اس کے کئی طرق ہیں۔

اس سے پہلے کی روایت میں پہلی رکعت میں پانچ تکبیریں، تحریمہ، تین زوائد اور رکوع کی تکبیر کو شامل و مراد ہے، جیسا کہ دوسری روایت میں وضاحت آگئی ہے۔

تکبیرات زوائد مسبوق کے لیے بھی ہیں، مسبوق اپنی فوت شدہ رکعت ادا کرنے میں ان کو ادا کرے گا۔ (۱)

۶- نمازِ عیدین کی تکبیرات زوائد کے ساتھ مثل تحریمہ ہاتھ کا اٹھانا اور درمیان میں فصل کا وقفہ :

۴۱۳- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ تکبیرات عیدین کے ساتھ ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ (۲)

ابراہیم نخعی کی معروف روایت : سات جگہوں میں ہاتھ اٹھایا جائے گا، اس میں تکبیرات عیدین کا بھی تذکرہ ہے۔ (۳) (طحاوی)

تکبیرات زوائد کے درمیان کچھ فصل بھی مطلوب ہے تاکہ اقتداء کرنے والے بسہولت امام کی متابعت کرسکیں۔ (۴)

= حضرت جابر بن عبداللہ سے بھی اس کو نقل کیا ہے (۳/۲۸۴ و ۲۹۶) ابن مسعود سے یہ مضمون ثقہ راویوں اور کئی سندوں کے واسطے سے طبرانی میں بھی آیا ہے (الکبیر للطبرانی – مجمع الزوائد ۲/۲۰۷–۲۰۸) وقال الهيثمي : رجاله موثقون ورجاله ثقات. اور بقول حافظ (كما في الدراية ۱/۲۲۰) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ وابن عباسؓ سے بھی بسند صحیح یہی تفصیل مروی ہے، روایات و راویوں کی تحقیق و تخریج کے لئے ملاحظہ ہو معارف السنن (۴/۴۳۹–۴۴۰)، آثار السنن (۲/۱۰۶) میں بھی اس کی سند کو صحیح کہا گیا ہے۔ نیز فریابی کی کتاب العیدین میں بھی ایسا ہی ہے، ابن ابی شیبہ (۴/۲۱۴) میں مسروق کے واسطے سے ابن مسعود کا عمل یہی نقل کیا گیا ہے۔

(۱) مصنف ابن ابی شیبة (۴/۲۳۷) میں حسن بصری رحمہ اللہ سے اس کو نقل کیا گیا ہے۔

(۲) عن عمر "انه كان يرفع يديه في التكبيرات" (رواه البيهقي –– اعلاء السنن ۸/۱۱۵) السنن الكبرى (كتاب العيدين باب رفع اليدين في تكبير العيد ۳/۲۹۳) : وفيه ابن لهيعة، قال صاحب الاعلاء (۸/۱۱۵) : سلم انه مختلف فيه وحسن الحديث وذكره الحافظ في التلخيص (۲/۹۲) وذكر ضعفه لأجل ابن لهيعة.

(۳) ملاحظہ ہو حدیث/۳۳۵

(۴) اعلاء السنن ۸/۱۱۲، البحر الرائق ۲/۱۷۴، امام شافعی وغیرہ نے اس کو اہتمام سے اور بقدر ایک آیت درمیانی ذکر کیا ہے، بقول حافظ (تلخیص الحبیر ۲/۹۲) طبرانی و بیہقی وغیرہ نے اس کو بسند قوی روایت کیا ہے۔ وراجع السنن الكبرى ۳/۲۹۲ مع مناقشة التركماني.

۷- نمازِ عیدین کے ساتھ خطبہ ہے اور خطبہ بعد نماز ہے :

۴۱۴- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نکلے تو خطبہ سے پہلے نماز ادا فرمائی" (یعنی پہلے نماز پڑھی پھر خطبہ دیا۔) (۱) (بخاری و مسلم)

۴۱۵- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر و عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کو تشریف لے جاتے، تو سب سے پہلے نماز ادا فرماتے اور نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کے بالمقابل کھڑے ہو کر وعظ و نصیحت فرماتے۔" (۲) (بخاری و مسلم)

۴۱۶- ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما عیدین کی نماز خطبہ سے قبل ادا فرماتے تھے۔" (۳) (بخاری و مسلم)

۸- نمازِ عیدین کے لئے خطبہ شرط نہیں ہے

(لیکن خطبہ سننے کا اہتمام کرنا چاہئے بالخصوص بیٹھنے کی صورت میں) :

۴۱۷- حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

---

(۱) عن جابر بن عبد الله "أن النبي ﷺ خرج يوم الفطر فبدأ بالصلاة قبل الخطبة" (اخرجه البخاري ومسلم وابوداؤد والنسائي .. جامع الاصول ۶/۱۳۱) البخاري ابواب العيدين [باب المشي والركوب الى العيد والصلاة قبل الخطبة] ومسلم ابواب العيدين.

(۲) عن ابي سعيد الخدريؓ قال : "كان رسول الله ﷺ يخرج يوم الفطر والاضحىٰ الى المصلى واول شئى يبدأ به الصلاة ثم ينصرف فيقوم مقابل الناس ..... فيعظهم ويوصيهم" الحديث (اخرجه البخاري ومسلم والنسائي .... جامع الاصول ۶/۱۳۷) البخاري ابواب العيدين [باب الخروج الى المصلى بغير منبر] مسلم ابواب العيدين....

(۳) عن ابن عمر قال : "كان رسول الله ﷺ وابوبكر وعمر يصلون العيدين قبل الخطبة" اخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي ... جامع الاصول ۶/۱۳۱) البخاري ابواب العيدين [باب المشي والركوب الى العيد] ومسلم ابواب العيدين.

"میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عید الفطر میں شریک رہا نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا: (اب) ہم خطبہ دیں گے جو خطبہ کے لئے بیٹھنا چاہے بیٹھے اور جو جانا چاہے جائے۔"(۱)(ابوداؤد و نسائی)

۴۱۸- ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"ہم عیدین واستسقاء وجمعہ (کے خطبوں) میں گفتگو کو ناپسند کرتے ہیں۔"(۲)(بیہقی)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اجازت و رخصت کے باوجود صحابہ کرام کا معمول یہی تھا اور یہی معمول چلا آ رہا ہے کہ لوگ نماز کے بعد بیٹھ کر خطبہ سنتے ہیں بہتر یہی ہے کہ بیٹھا جائے اور توجہ سے خطبہ سنا جائے، ثبوت کے لئے نماز عیدین اور عیدین کے خطبہ سے متعلق روایات کتب حدیث میں موجود اور معروف ہیں۔

---

(۱) عن عبد الله بن السائب قال: "شهدت مع رسول الله ﷺ صلاة العيد يوم الفطر فكبر تكبير العيد، فلما قضى الصلاة قال: انا نخطب فمن احب ان يجلس للخطبة فليجلس ومن احب أن يذهب فليذهب" (أخرجه ابوداؤد والنسائى جامع الاصول ١٤١/٦و١٤٢) ابوداؤد - ابواب الصلاة باب الجلوس للخطبة والنسائى ابواب العيدين [باب التخيير بين الجلوس فى الخطبة للعيدين] اور دونوں نے اس روایت کو مرسلا صحیح قرار دیا ہے۔ اعلاء السنن (۱۱۶/۸) میں ابن الترکمانی سے نقل کیا ہے کہ اس کو موصولا روایت کرنے والے فضل بن موسی ثقہ ہیں لہٰذا ان کی یہ زیادتی قابل قبول ہے۔ (راجع الجوهر النقى ٣٠١/٣) ورواه الحاكم فى المستدرك (كتاب العيدين ٢٩٥/١) وقال صحيح على شرط الشيخين و وافقه الذهبى ورواه البيهقى (٣٠١/٣) باب الاستماع للخطبة فى العيدين.

(۲) عن ابن عباس قال: "نكره الكلام فى العيدين والاستسقاء ويوم الجمعة" (اخرجه البيهقى فى سننه - اعلاء السنن ١١٧/٨) السنن الكبرى للبيهقى (٣٠٠/٣- باب الاستماع للخطبة فى العيدين) وفى اعلاء السنن (١١٧/٨) الاثر ضعيف ولكنه تأيد بالقياس الصحيح الذى ذكره فقهائنا فصح الاحتجاج به (قاله بعد نقل التضعيف عن ابن التركمانى لبعض رواته وراجع الجوهر النقى) وروى الحديث المذكور ابن خزيمة فى صحيحه ابواب العيدين [باب الرخصة فى ترك انتظار الرعية الخطبة يوم العيد] وفى هامشه (٣٥٨/٤) نقلا عن الالبانى: فى اسناده نعيم بن حماد وهو ضعيف لكن قد توبع۔ لیکن بیہقی وغیرہ نے اس قسم کی کوئی بات نہیں کہی نیز یہ کہ نعیم بن حماد کی مجروح احادیث کو محققین نے محدود کر دیا ہے (راجع التقريب ص ٦٢٥).

۹- عیدین کا خطبہ خطبۂ جمعہ کی مانند دو حصوں میں۔ درمیان میں بیٹھ کر:

۴۱۹- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن نکلے چنانچہ کھڑے ہو کر خطبہ دیا، پھر کچھ دیر بعد بیٹھے اور پھر کھڑے ہوئے۔"(۱)

(ابن ماجہ)

۴۲۰- عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ (جو تابعین میں سے ہیں) فرماتے ہیں:

"سنت یہ ہے کہ امام عیدین میں دو خطبے دے اور دونوں کے درمیان بیٹھک سے فصل کرے۔"(۲)(الشافعی)

۱۰- عیدین کے خطبہ میں تکبیر کا اہتمام:

۴۲۱- حضرت سعد قرظ قباء کے مؤذن سے روایت ہے:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبے کے درمیان تکبیر کہتے تھے، یعنی عیدین کے خطبوں میں کثرت سے تکبیر کہتے تھے۔"(۳)(ابن ماجہ)

---

(۱) عن جابر قال: "خرج رسول الله ﷺ يوم فطر او اضحى فخطب قائما ثم قعد قعدة ثم قام" (رواه ابن ماجه -- اعلاء السنن ١١٤/٨) ابن ماجه ابواب اقامة الصلاة باب ماجاء فى الخطبة يوم العيدين، ذكره الحافظ فى التلخيص (٩١/٢) وقال: ضعيف.

(۲) عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود قال: "السنة أن يخطب الامام فى العيدين بخطبتين يفصل بينهما بالجلوس" (رواه الشافعى -- اعلاء السنن ١١٤/٨) كتاب الام٢٤٢/٣ وهو فى معرفة السنن والآثار ٨٧/٥ (ومسند الشافعى ص ٧٧) دونوں روایات مرفوع وموقوف ضعیف ہیں لیکن فی الجملہ ایک دوسرے کے موافق ہیں اور جمعہ کے خطبہ میں یہ تفصیل معروف ہے اور صحیح احادیث سے ثابت ہے نیز اسی کے موافق عمل چلا آ رہا ہے۔

(۳) عن سعد القرظ قال: "كان النبى ﷺ يكبر بين اضعاف الخطبة يكثر التكبير فى خطبة العيدين" (رواه ابن ماجة -- اعلاء السنن ١١٤/٨) ابن ماجة ابواب الاقامة باب ماجاء فى الخطبة فى العيدين وفى الزوائد: اسناده ضعيف لضعف عبد الرحمن بن سعد وابوه لا يعرف حاله، اقول فيه: عبد الرحمن ضعيف وسعد بن عمار مستور، وعمار بن سعد مقبول۔

”میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عید الفطر میں شریک رہا نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا: (اب) ہم خطبہ دیں گے جو خطبہ کے لئے بیٹھنا چاہے بیٹھے اور جو جانا چاہے جائے۔“(۱)(ابوداؤد و نسائی)

۴۱۸- ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

”ہم عیدین واستسقاء وجمعہ (کے خطبوں) میں گفتگو کو ناپسند کرتے ہیں۔“(۲)(بیہقی)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اجازت و رخصت کے باوجود صحابہ کرام کا معمول یہی تھا اور یہی معمول چلا آرہا ہے کہ لوگ نماز کے بعد بیٹھ کر خطبہ سنتے ہیں بہتر یہی ہے کہ بیٹھا جائے اور توجہ سے خطبہ سنا جائے، ثبوت کے لئے نماز عیدین اور عیدین کے خطبہ سے متعلق روایات کتب حدیث میں موجود اور معروف ہیں۔

---

(۱) عن عبد الله بن السائب قال : "شهدت مع رسول الله ﷺ صلاة العيد يوم الفطر فكبر تكبير العيد فلما قضى الصلاة قال : انا نخطب فمن احب ان يجلس للخطبة فليجلس ومن احب أن يذهب فليذهب" (أخرجه ابوداؤد والنسائي جامع الاصول ٦/١٤١و١٤٢) ابوداؤد - ابواب الصلاة باب الجلوس للخطبة والنسائي ابواب العيدين [باب التخيير بين الجلوس في الخطبة للعيدين] اور دونوں نے اس روایت کو مرسلاً صحیح قرار دیا ہے۔ اعلاء السنن (۸/۱۱۶) میں ابن الترکمانی سے نقل کیا ہے کہ اس کو موصولاً روایت کرنے والے فضل بن موسیٰ ثقہ ہیں لہٰذا ان کی یہ زیادتی قابل قبول ہے۔ (راجع الجوهر النقي ٣/٣٠١) ورواه الحاكم في المستدرك (كتاب العيدين ١/٢٩٥) وقال صحيح على شرط الشيخين و وافقه الذهبي ورواه البيهقي (٣/٣٠١) باب الاستماع للخطبة في العيدين.

(۲) عن ابن عباس قال : "تكره الكلام في العيدين والاستسقاء ويوم الجمعة" (اخرجه البيهقي في سننه - اعلاء السنن ٨/١١٧) السنن الكبرى للبيهقي (٣/٣٠٠- باب الاستماع للخطبة في العيدين) وفي اعلاء السنن (٨/١١٧) الاثر ضعيف ولكنه تأيد بالقياس الصحيح الذي ذكره فقهائنا فصح الاحتجاج به (قاله بعد نقل التضعيف عن ابن التركماني لبعض رواته وراجع الجوهر النقي) وروى الحديث المذكور ابن خزيمة في صحيحه ابواب العيدين [باب الرخصة في ترك انتظار الرعية الخطبة يوم العيد] وفي هامشه (٤/٣٥٨) نقلا عن الالباني : في اسناده نعيم بن حماد وهو ضعيف لكن قد توبع۔ لیکن بیہقی وغیرہ نے اس قسم کی کوئی بات نہیں کہی نیز یہ کہ نعیم بن حماد کی مجروح احادیث کو محققین نے محدود کر دیا ہے (راجع التقريب ص ٥٦٢).

۹- عیدین کا خطبہ خطبۂ جمعہ کی مانند دو حصوں میں۔ درمیان میں بیٹھ کر :

۴۱۹- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن نکلے چنانچہ کھڑے ہو کر خطبہ دیا، پھر کچھ دیر بعد بیٹھے اور پھر کھڑے ہوئے۔“(۱)

(ابن ماجہ)

۴۲۰- عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ (جو تابعین میں سے ہیں) فرماتے ہیں :

”سنت یہ ہے کہ امام عیدین میں دو خطبے دے اور دونوں کے درمیان بیٹھک سے فصل کرے۔“(۲)(الشافعی)

۱۰- عیدین کے خطبہ میں تکبیر کا اہتمام :

۴۲۱- حضرت سعد قرظ قباء کے مؤذن سے روایت ہے :

” نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبے کے درمیان تکبیر کہتے تھے، یعنی عیدین کے خطبوں میں کثرت سے تکبیر کہتے تھے۔“(۳)(ابن ماجہ)

---

(۱) عن جابر قال : "خرج رسول الله ﷺ يوم فطر او اضحى فخطب قائما ثم قعد قعدة ثم قام" (رواه ابن ماجه ـ اعلاء السنن ٨/١١٤) ابن ماجه ابواب اقامة الصلاة باب ماجاء في الخطبة يوم العيدين، ذكره الحافظ في التلخيص (٢/٩١) وقال : ضعيف.

(۲) عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود قال : "السنة أن يخطب الامام في العيدين بخطبتين يفصل بينهما بالجلوس" (رواه الشافعي ـ اعلاء السنن ٨/١١٤) كتاب الام ٣/٢٤٢ وهو في معرفة السنن والآثار ٥/٨٧ (ومسند الشافعي ص ٧٧) دونوں روایات مرفوع وموقوف ضعیف ہیں لیکن فی الجملہ ایک دوسرے کے موافق ہیں اور جمعہ کے خطبہ میں یہ تفصیل معروف ہے اور صحیح احادیث سے ثابت ہے نیز اسی کے موافق عمل چلا آرہا ہے۔

(۳) عن سعد القرظ قال : "كان النبي ﷺ يكبر بين اضعاف الخطبة يكثر التكبير في خطبة العيدين" (رواه ابن ماجة ـ اعلاء السنن ٨/١١٤) ابن ماجة ابواب الاقامة باب ماجاء في الخطبة في العيدين وفي الزوائد : اسناده ضعيف لضعف عبد الرحمن بن سعد وابوه لا يعرف حاله، قول فيه : عبد الرحمن ضعيف وسعد بن عمار مستور، وعمار بن سعد مقبول۔

۴۲۲- عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ فرماتے ہیں :

''عیدالاضحیٰ وعیدالفطر کے موقع سے منبر پر خطبہ سے قبل تکبیر کہنا سنت ہے، وہ یوں کہ امام منبر پر کھڑے ہوکر خطبہ سے پہلے مسلسل نو تکبیرات کہے اور ان میں فصل نہ کرے اس کے بعد پھر خطبہ دے، پھر ذرا دیر کو بیٹھے اور اس کے بعد دوسرے خطبہ کے لئے کھڑا ہو تو دوسرا خطبہ مسلسل سات تکبیرات سے شروع کرے اور ان کے درمیان فصل نہ کرے پھر خطبہ دے۔''(۱)

(شافعی وابن ابی شیبہ وعبدالرزاق)

۱۱- عیدالاضحیٰ کے دنوں میں فرائض کے بعد تکبیرات کا اہتمام ووجوب :

۴۲۳- ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

''اللہ کے نزدیک کوئی دن اور ان کا کوئی عمل ان دنوں یعنی ذی الحجہ کے دس دنوں سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے، لہٰذا ان میں تہلیل (لا الہ الا اللہ کہنے) کی

= لہٰذا عیدین کے موقع سے تکبیرات کی کثرت جو مروی ومعروف ہے وہ اس روایت کے بلے تقویت کا باعث ہے جیسا کہ صاحب اعلاء السنن (۱۱۴/۸) نے فرمایا بھی ہے۔

(۱) عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة قال : "السنة فى التكبير يوم الاضحى والفطر على المنبر قبل الخطبة أن يبتدى الامام قبل أن يخطب وهو قائم على المنبر بتسع تكبيرات تترى لا يفصل بينهن بكلام، ثم يخطب، ثم يجلس جلسة، ثم يقوم فى الخطبة الثانية فيفتتحها بسبع تكبيرات تترى لا يفصل بينها بكلام ثم يخطب " (اخرجه الامام الشافعى فى الام ،اعلاء السنن ۱۳۱/۸، الأم للامام الشافعى ۲۴۴/۳) وهو فى معرفة السنن والآثار ۸۸/۵ وفى اعلاء السنن (۱۳۱/۸) بعد ذكر احوال رواته، الحديث اخذ به الامام الشافعى فلا اقل من أن يكون حسنا عنده، وقد تقدم أن قول التابعى : السنة كذا، مرفوع مرسل عند بعضهم فلا بأس بالأخذبه فى فضائل الاعمال ويجوز اثبات الاستحباب بمثله. أقول : رواه ابن ابى شيبة (۲۵۲/۴) وعبد الرزاق (۲۹۰/۳) وفى هامش ابن ابى شيبة ذكر توثيقه وذكره الفريابى فى كتاب العيدين وتكلم المحقق فى التخريج إلا أنه أخيرا مال إلى تحسينه فى الجملة (ص/۲۰۱-۲۰۵) وذكره الحافظ مختصرا فى التلخيص ۹۲/۲

اور تکبیر (اللہ اکبر کہنے) کی اور اللہ کے ذکر کی کثرت کرو۔''(۱)

(طبرانی وبیہقی)

۴۲۴- اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ارشاد مروی ہے:

''کوئی دن اللہ کے نزدیک ایسا نہیں کہ جس میں ان دس دنوں (عشرۂ ذی الحجہ) سے زیادہ اس کو نیک عمل پسند ہو، لہٰذا ان میں تہلیل وتکبیر وتحمید کی کثرت کرو۔''(۲) (ابن ابی شیبہ)

بعض صحابہ وتابعین سے مروی ہے کہ آیت ﴿واذكروا الله فى أيام معلودات﴾(۳) سے نمازوں کے بعد اور ایام تشریق کے اندر تکبیر اور اللہ اکبر کہنا مراد ہے۔(۴)

بلکہ ابوبکر ابن العربی نے تو لکھا ہے کہ فقہاء امصار اور صحابہ وتابعین کا اس پر اتفاق واجماع ہے کہ اس آیت سے یہی مراد ہے۔(۵)

چنانچہ متعدد حضرات کے اس عمل کے ساتھ اس آیت کی رعایت اور اس پر عمل کو نقل کیا گیا ہے۔(۶)

۱۲- تکبیرات تشریق کا وقت والفاظ :

۴۲۵- حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے :

(۱) عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : "ما من ايام افضل عند الله، ولا العمل فيهن احب إلى الله عزوجل من هذه الايام يعنى من العشرة فاكثروا فيهن من التهليل والتكبير وذكر الله" (رواه الطبرانى و البيهقى -اعلاء السنن ۱۲۸/۸ و ۱۲۹) وذكره الحافظ فى الفتح ۴۶۱/۲، ونسبه إلى شعب البيهقى ورواه الطبرانى فى الكبير (۸۳/۱۱) وذكره فى الترغيب (۱۹۸/۲و۱۹۹) وقال : بإسناد جيد.

(۲) عن ابن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم : ما من أيام أحب إلى الله فيهن العمل الصالح من هذه الأيام العشر فأكثروا فيهن التكبير والتهليل والتحميد. (رواه ابن ابى شيبة ۳۲۷/۱) رواه أحمد ۷۵/۲ وذكره الحافظ فى الفتح ۴۶۱/۲ ورجاله ثقات.

(۳) سورة البقرة/ ۲۰۳

(۴) اعلاء السنن ۱۲۰/۸ - ۱۲۳ الدر المنثور ۵۶۲/۱

(۵) احكام القرآن لابن العربى ۶۰/۱

(۶) اعلاء السنن ۱۲۳/۸

"وہ یوم عرفہ (۹رذی الحجہ) کی نماز فجر سے آخری ایام تشریق (۱۳رذی الحجہ) کی نماز عصر تک، یعنی نماز عصر کے بعد تک، تکبیر کہا کرتے تھے۔"(۱)
(حاکم وابن ابی شیبہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (۳) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (۴) سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔(۵)

۴۲۶- حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت علی رضی اللہ عنہما سے تکبیر کے الفاظ یوں نقل کئے گئے ہیں :

"اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر لا إلٰہ إلا اللّٰہ واللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر و للّٰہ الحمد"(٦) (ابن ابی شیبہ)

۱۳- عیدین کے دن عیدگاہ میں کوئی نفل نماز نہیں (نہ نماز عیدین سے قبل اور نہ بعد میں، بعد نماز عیدگاہ کے ماسوا دوسری جگہ نفل پڑھ سکتے ہیں) :

(١) عن علی "أنه كان يكبر بعد صلاة الفجر يوم عرفة إلى صلاة العصر من آخر أيام التشريق ويكبر بعد العصر" (رواه ابن ابی شيبة والحاكم - اعلاء السنن ٨/ ١٢٠) مصنف ابن ابی شيبة (١٩٥/٤) المستدرك ١/ ٢٩٩ كتاب العيدين وصححه الحاكم واقره عليه الذهبی، وقال الحافظ فی الدراية (٢٢٢/١) : اسناده صحيح.
(٢) المستدرك ١/ ٢٩٩ صححه الحاكم ووافقه الذهبی.
(٣) رواه الحاكم فی المستدرك (٢٩٩/١) وصححه و اقره عليه الذهبی.
(٤) رواه الحاكم فی المستدرك (٢٩٩/١) وصححه و اقره عليه الذهبی.
(٥) ابن ابی شيبة ١٩٧/٤
(٦) اخرجه ابن ابی شيبة (١٩٥/٤و ١٩٦و ٢٠٠) قال الزيلعی ، نصب الراية (الصلاة ، فصل فی تكبيرات التشريق) : بسند جيد و صححه الحافظ فی الدراية (٢٢٢/١)

امام صاحب کے نزدیک تکبیرات تشریق صرف اس شخص کے لیے ہیں جو فرض نماز باجماعت ادا کرے اگرچہ مسبوق ہو جبکہ صاحبین وغیرہ کے نزدیک عموم ہے، جیسا کہ معروف ہے۔
امام صاحب کی دلیل مصنف ابن ابی شیبہ (۲۴۰/۴) میں مذکور ابراہیم نخعی کے آثار ہیں، ان سے نماز باجماعت کی صورت میں ہی تکبیر کہنا منقول ہے، اور اسی لیے مسبوق کے حق میں بھی منقول ہے اور روات ثقہ و مضبوط ہیں۔

۴۲۷- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے:
"عید کے دن، نماز عید سے قبل اور اس کے بعد کوئی نماز نہیں ہے۔"(۱)
(فریابی)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے :
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن نکلے تو دو رکعت ادا کی اور عیدگاہ میں نہ اس سے قبل نماز پڑھی اور نہ اس کے بعد۔"(۲) (بخاری ومسلم)

۴۲۸- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ :
"وہ عید کے دن عیدگاہ کو نکلے اور نماز عید سے قبل یا بعد کوئی نماز نہیں پڑھی اور

(١) عن عبد الله بن عمرو بن عاص قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "لا صلاة يوم العيد قبلها ولا بعدها." (رواه الفريابی فی كتاب العيدين له - باب صلاة يوم العيد قبل صلاة العيد ولا بعدها) وذكره الحافظ فی تلخيصه (٢/ ٩٠) ونسبه إلى أحمد لكنه لم يجدوه فی مسنده (اعلاء السنن ٨/ ٩٨ ونيل الأوطار ٣/ ٢٤٤). وقال الساعاتی (الفتح الربانی ٦/ ١٦١) : فإن صح عزوه إليه يكون فی كتبه الأخرى. وقال الشوكانی: فإن صح كان دليلا على المنع مطلقا وقد سكت عليه الحافظ.
وقال المحقق فی هامش كتاب العيدين للفريابی (٢٢٩) : إسناده ضعيف لأجل مروان بن معاوية (ثقة مدلس) و عبد الله بن عبد الرحمن الطائفی (صدوق يهم).
أقول: لكن يشهد بثبوته وقوته فی الجملة ما صح واشتهر من عمل النبی صلى الله عليه وسلم ومنه ما رواه عبد الله بن عمرو صاحب هذه الرواية عند ابن ماجه وأحمد وغيرهما بإسناد صحيح رجاله ثقات كما قال البوصيری وذكر ذلك المحقق.
وأقول: لعل ذلك ما اشتبه على الحافظ فإن الإمام أحمد (المسند ٢/ ١٨٠) رواه عنه فعلا ونسبه الحافظ إليه القول والله أعلم
وأقول أيضا: مروان مع وصفه بالتدليس ثقة حافظ من رجال الجماعة (كما فی التقريب ص/ ٥٧٧) وعبد الله بن عبد الرحمن الطائفی مع وصفه بالوهم والخطأ صدوق من رجال الجماعة غير البخاری (التقريب ص/ ٢٩٨) فالسند غير ساقط بل له رتبة الحسن لغيره على الأقل لأجل تقويه بالأحاديث الفعلية الصحيحة، كيف وله شاهد من حديث جرير بن عبدالله البجلی عند الديلمی (جامع الأحاديث ٧/ ٣٦٦، رقم الحديث : ٢٦١٢٢- وكنز العمال ٨/ ٥٤٩، الحديث: ٤١١١- ورواه الديلمی ٥/ ١٩٦، الحديث: ٧٩٣) ولفظه : "لاصلاة فی العيدين قبل صلاة الإمام" ضعيف لكنه يكفی للتائيد والإعتضاد فی الجملة.
(٢) ملاحظہ ہو حدیث/ ۴۰۸

ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی عمل تھا۔"(۱) (ترمذی و مؤطا مالک)

۴۲۹- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید سے قبل کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے، دولت خانہ پر واپسی کے بعد دو رکعت ادا فرماتے تھے۔"(۲)

(ابن ماجہ و حاکم)

۱۴- عیدین کے موقع سے تکبیر کی کثرت نماز عیدین کے لئے جاتے ہوئے:

۴۳۰- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے:

"اپنی عیدوں کو تکبیر سے مزین کیا کرو۔"(۳) (طبرانی)

۴۳۱- زہریؒ سے مروی ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نکلتے تو گھر سے نکلنے سے

---

(۱) عن ابن عمر "انه خرج يوم عيد ولم يصل قبلها ولا بعدها وذكر ان النبي ﷺ فعله" (اخرجه الترمذي والموطا، جامع الاصول ۱۲۷/۶) الترمذي واللفظ له ابواب العيدين [باب ما جاء لا صلاة قبل العيد ولا بعدها] وقال: هذا حديث حسن صحيح. رواه الحاكم (المستدرك ۲۹۵/۱ كتاب العيدين) وقال: صحيح الاسناد ووافقه الذهبي.

(۲) عن ابي سعيد الخدري قال: "كان رسول الله ﷺ لا يصلي قبل العيد شيئا فاذا رجع إلى منزله صلى ركعتين" (اخرجه ابن ماجة والحاكم، اعلاء السنن ۹۸/۸) ابن ماجة ابواب الاقامة باب ماجاء في الصلاة قبل صلاة العيد وبعدها، اسناده صحيح ورجاله ثقات كما جاء في زوائد ابن ماجة وهامش ابن ماجة للاعظمي (۲۳۵/۱) وفي فتح الباري (۴۷۶/۲) أخرجه ابن ماجه باسناد حسن وقد صححه الحاكم (مستدرك ۲۹۷/۱ كتاب العيدين) وقال: هذه سنة عزيزة بأسناد صحيح ووافقه الذهبي بقوله: صحيح. وفي مصنف ابن ابي شيبة (۲۲۴/۴-۲۲۸) آثار عديدة من الصحابة والتابعين في الصلاة بعد صلاة العيد.

(۳) عن ابي هريرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ "زينوا أعيادكم بالتكبير" (رواه الطبراني في الصغير والاوسط، اعلاء السنن ۹۶/۸) مجمع الزوائد (۲۰۰/۲) باب التكبير في العيدين وفيه: فيه عمر بن راشد ضعفه احمد بن حنبل وابن معين والنسائي، وقال العجلي لا بأس به قال في الاعلاء بعد هذا:- فهو حديث حسن على ما اصلناه مراراً.

لے کر عید گاہ پہنچنے تک تکبیر کہتے رہتے تھے۔"(۱) (ابن ابی شیبہ)

یہ مضمون عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔(۲)

۴۳۲- حضرت نافع علیہ الرحمہ سے مروی ہے:

"ابن عمر رضی اللہ عنہما عید الفطر و عید الاضحیٰ کی صبح کو عید گاہ کے لئے نکلتے تو عید گاہ آنے تک (یعنی راستے میں) اور وہاں پہونچنے کے بعد امام کے نکلنے (یعنی نماز شروع ہونے) تک بلند آواز سے تکبیر کہتے رہتے تھے۔"(۳)

(دارقطنی و بیہقی)

۱۵- نماز کے لئے آتے جاتے راستہ بدلنا اور پیدل جانا:

۴۳۳- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید کا دن ہوتا تو (واپسی میں) راستہ بدل دیتے تھے۔"(۴) (بخاری)

---

(۱) عن الزهري قال: "كان النبي ﷺ يخرج يوم الفطر فيكبر من حين يخرج من بيته حتى يأتي المصلى" (رواه ابوبكر بن النحاد، اعلاء السنن ۹۷/۸) وعند ابن ابي شيبة: فاذا قضى الصلاة قطع التكبير، (مصنف ابن ابي شيبة (۱۹۳/۴) وفي اعلاء السنن (۹۷/۸): اسناد ابن ابي شيبة صحيح مع ارساله وهو حجة عندنا، وعند الكل اذا اعتضد وههنا كذلك فانه اعتضد بفعل الصحابة، وايضا رواه الدارقطني عن ابن عمر مرفوعاً وسيأتي.

(۲) عن ابن عمر "أن رسول الله ﷺ كان يكبر في الفطر من حين خرج من بيته حتى يأتي المصلى" (اخرجه الدارقطني، اعلاء السنن ۹۳/۸) سنن الدارقطني(العيدين) ورواه عنه ابن خزيمة ايضا (ابواب العيدين [باب التكبير والتهليل في الخروج إلى المصلى) بسند فيه عبد الله بن عمر العمري لكنه من رجال مسلم مع القول بضعفه.

(۳) عن نافع عن ابن عمر "انه كان اذا غدا يوم الفطر ويوم الاضحى يجهر بالتكبير حتى يأتي المصلى ثم يكبر حتى يأتي الإمام" (اخرجه الدارقطني والبيهقي ـ اعلاء السنن ۹۳/۸) سنن الدارقطني كتاب العيدين وسنن الكبرى للبيهقي (۲۷۹/۳) باب التكبير ليلة الفطر، وقال البيهقي: الصحيح عنه موقوف وروى مرفوعا من وجهين وقال: وروى عن علي وجماعة من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم.

(۴) عن جابر قال: "كان رسول الله ﷺ إذا كان يوم عيد خالف الطريق" (رواه البخاري، جامع الاصول ۱۴۷/۶) ولفظ الاسماعيلي في فتح الباري (۴۷۲/۲) "كان إذا خرج إلى العيد رجع عن غير الطريق الذي ذهب فيه" البخاري ابواب العيدين [باب من خالف الطريق إذا رجع يوم العيد].

۴۳۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن جب (نماز کو) کسی راستے سے نکلتے تو واپسی دوسرے راستے سے فرماتے تھے۔‘‘ (۱) (ترمذی)

۴۳۵- حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

’’سنت میں سے یہ ہے کہ عید کے لئے تم پیدل جاؤ۔‘‘ (۲) (ترمذی)

۱۶- نماز عیدین فوت ہوجانے پر چار رکعت نفل ادا کرنا :

۴۳۶- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

’’جس آدمی کی عید کی نماز فوت ہوجائے اس کو چار رکعت نماز (بطور نفل) ادا کرنا چاہئے۔‘‘ (۳) (طبرانی)

۱۷- عید کی مبارکباد پیش کرنا :

۴۳۷- محمد بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’میں حضرت ابوامامہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تھا (عید کے

(۱) عن ابی هریرةؓ قال: "كان رسول الله ﷺ إذا خرج يوم العيد فی طريق رجع فی غيره" (اخرجه الترمذی، جامع الاصول ۱۴۸/۶) الترمذی ابواب العيدين [باب ما جاء فی خروج النبی ﷺ الی العيد الخ] وقال: هذا حديث حسن، اقول: قد اخرجه الحاكم فی المستدرك (۲۹۶/۱) وصححه ووافقه الذهبی وقال: علی شرط الشيخين.

(۲) عن علی قال: "من السنة أن تخرج إلى العيد ماشيا" (اخرجه الترمذی، جامع الاصول ۱۴۶/۶) الترمذی ابواب العيدين [باب ما جاء فی المشی إلى العيد] وقال: هذا حديث حسن، اقول: وفيه روايات كما فی هامش جامع الاصول ۱۴۷/۶.

(۳) عن الشعبی قال: قال عبد الله بن مسعود: "من فاته العيد فليصل اربعا" (رواه الطبرانی فی الكبير، اعلاء السنن ۱۱۹/۸) مجمع الزوائد (۲۰۸/۲) باب فيمن فاته صلاة العيد وفيه: رجاله ثقات، وفی اعلاء السنن (۱۱۹/۸): قلت الشعبی لم يسمع من ابن مسعود رضی الله عنه ولا يكاد يرسل الا صحيحاً (كما فی تهذيب التهذيب ۵۹/۵) فهو مرسل جيد وقال الحافظ فی الفتح (۳۷۵/۲) أخرجه سعيد بن منصور باسناد صحيح. وفی مصنف ابن ابی شيبة (۲۳۵/۴) رواه بأسانيد وراجع لمزيد تحقيق و التخريج كتاب العيدين للفريابی مع التعليقات.

موقع پر) تو وہ لوگ جب (نماز عید سے) واپس ہوئے تو آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے - تقبل الله منا ومنك." (۱) (الجوہر النقی)

۴۳۸- جبیر بن نفیرؒ نے نقل کیا ہے:

’’صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عید کے دن جب ایک دوسرے سے ملتے تو یہی الفاظ کہتے تھے۔‘‘ (۲) (فتح الباری)

□□□

(۱) عن محمد بن زياد قال: "كنت مع ابی امامة الباهلیؓ وغيره من اصحاب النبی ﷺ فكانوا إذا رجعوا يقول بعضهم لبعض: "تقبل الله منا ومنك" (رواه فی الجوهر النقی -اعلاء السنن ۹۷/۸) امام احمد نے اس کی سند کو جید کہا ہے (الجوہر النقی ۳۱۹/۳) اور سیوطی نے حسن کہا ہے (وصول الأمانی ص/۸۲) بیہقی نے سنن کبریٰ (۳/۳۱۹و۳۲۰) میں اس مضمون کی کئی مرفوع روایات نقل کی ہیں مگر سب پر کلام کیا ہے اور صاحب جوہر نقی نے اس روایت کا اضافہ کیا ہے یہ کہہ کر: فی هذا الباب حديث جيد وقد اغفله البيهقی.

(۲) عن جبير بن نفير قال: "كان اصحاب رسول الله ﷺ إذا التقوا يوم العيد يقول بعضهم: تقبل الله منا ومنك" (ذكره الحافظ فی فتح الباری ۴۴۶/۲) حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو حسن کہا ہے، نیز اس کے علاوہ بھی بعض روایات کا ذکر کیا ہے مگر ضعف وکلام کے ذکر کے ساتھ۔ سیوطی کے مجموعہ فتاوی ’’الحاوی‘‘ کے جزء اول میں رسالہ ہے ’’وصول الامانی باصول التہانی‘‘ اس میں انھوں نے مختلف مواقع کی تہنیت کی روایات ذکر کی ہیں، اور عید کی بابت طول اختیار کیا ہے، دو صفحات میں روایات جمع کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ و تابعین کے یہاں اس کا معمول تھا۔

(۱۴)

مسافر کی نماز

۱- سفر میں چار رکعت والی نماز دو رکعت۔

۲- سفر شرعی اور قصر۔

۳- قصر کا آغاز و اختتام کب اور کہاں سے۔

۴- مدت قصر۔

۵- ایک مرتبہ میں پندرہ دن یا زائد کی نیت نہ کرنے پر مستقل قصر۔

۶- مسافر-مقیم کے پیچھے پوری نماز پڑھے گا۔

۷- مقیم مسافر کے پیچھے پوری نماز پڑھے گا اور امام قصر کرے گا۔

۸- سفر میں سنن۔

۹- سفر میں تہجد وغیرہ۔

۱۰- دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنا۔

۱۱- اگر موسم و ابر کی وجہ سے قبلہ کا علم نہ ہو سکے۔

۱۲- سواری پر نماز۔

۱- سفر میں چار رکعت والے فرائض (ظہر، عصر و عشاء) کی صرف دو رکعت ہے:

۴۳۹- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مکہ گئے، آپ دو دو رکعت پڑھتے رہے حتی کہ ہم مدینہ واپس آ گئے۔'' (۱) (بخاری و مسلم)

۴۴۰- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ سفر کیا، یہ حضرات ظہر و عصر دو ہی دو رکعت ادا فرماتے تھے۔'' (۲) (ترمذی)

۴۴۱- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ارشاد نبوی مروی ہے:

''سفر کی نماز دو رکعت ہے، (جو سنت کو ترک کرے گا وہ کفر کا کام کرے گا)۔'' (۳) (محلی لابن حزم و طبرانی وغیرہ)

---

(۱) عن انس بن مالك قال: "خرجنا مع رسول الله ﷺ من المدينة إلى مكة فكان يصلي ركعتين ركعتين حتى رجعنا إلى المدينة" (اخرجه الجماعة۔ جامع الاصول ۷۰۱/۵) البخاری ابواب التقصير [باب ما جاء في التقصير] مسلم صلاة المسافرين، [باب صلاة المسافرين وقصرها].

(۲) عن ابن عمر قال: "سافرت مع رسول الله ﷺ وابی بکر وعمر وعثمان فكانوا يصلون الظهر والعصر ركعتين ركعتين" (اخرجه الترمذی جامع الاصول ۷۲۹/۵) الترمذی ابواب السفر [باب التقصير في السفر] وقال: حديث حسن غريب، ابن عمر کی یہ روایت مضمون کے کچھ فرق کے ساتھ صحیحین میں بھی آئی ہے (ملاحظہ ہو جامع الاصول ۷۰۵/۵)۔

(۳) عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ "صلاة السفر ركعتان من ترك السنة كفر" (رواہ ابن حزم، اعلاء السنن ۳۰۰/۷) المحلی لابن حزم ۳۸۱/۴ (نسخة حسن زيدان) عمدة القاری (۱۳۲/۶) وفيه: سند صحيح، اس میں مرفوع حصہ صرف پہلا جملہ ہے، دوسرا جملہ جو بین القوسین ہے موقوف ہے ابن عمر کا ارشاد ہے جیسا کہ دوسرے مواقع میں بسند صحیح آیا ہے، (ملاحظہ ہو مجمع الزوائد ۱۵۷/۲) رواه الطبراني في الكبير وقال الهيثمي: رجاله رجال الصحيح وللطبراني في الصغير بلفظ آخر مع قوله: رجاله موثوقون.

اس مضمون کی روایات متعدد صحابہ سے مرفوعاً و موقوفاً آئی ہیں کہ نماز سفر دو دو رکعت ہے، اور یہ پوری نماز ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ہے۔ (ملاحظہ ہو جامع الاصول ۱۸۳/۵ و ۱۸۶، نصب الرایۃ باب صلوۃ المسافر، مجمع الزوائد ۱۵۷/۲ و ۱۵۸، و عمدۃ القاری ۱۱۹/۶)۔

Scanned by CamScanner

۴۴۲- ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے :
''اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کی زبان پر حضر کی نماز چار رکعت اور سفر کی دو رکعت فرض کی ہے۔''(۱)(مسلم)

۲- سفر شرعی اور قصر:

تین دن کا سفر، سفر شرعی اور قصر کا سفر ہے، تین دن میں عموماً تین منزلوں کا ہی سفر کیا جاتا تھا اس لئے تین دن کا مطلب تین منزل کا سفر۔
ہر علاقے کی منزلیں الگ ہوتی تھیں اس وجہ سے مسافت کے حساب میں فرق ہے اور اکثر علماءِ ہند نے اسی بنیاد پر ۴۸ میل انگریزی (یومیہ ۱۶ میل) کا حساب رکھا ہے جو ۷۵ کلومیٹر سے کچھ اوپر ہے۔
معروف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفین پر مسح کے لئے مسافر کی مدت تین دن (رات و دن) رکھی ہے۔(۲)

۴۴۳- اس سلسلہ کی روایتوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے :
''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لئے تین دن و رات خفین پر مسح کے لئے رکھا ہے۔''(۳)(مسلم)

۴۴۴- اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے:
''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفین پر مسح کے لئے تین دن و رات کا

(۱) عن ابن عباس قال: " فرض الله الصلاة على لسان نبيكم في الحضر اربعا وفي السفر ركعتين " الحديث، (رواه مسلم و أبوداؤد والنسائي - جامع الاصول ١٨٤/٥) مسلم صلاة المسافرين باب صلاة المسافرين وقصرها.

(۲) ملاحظہ ہو جامع الاصول ٢٤٣/٧ وما بعد - شرح معاني الآثار كتاب الطهارة باب المسح على الخفين.

(۳) عن علي قال: " جعل رسول الله ﷺ ثلاثة ايام ولياليهن للمسافر " (اخرجه مسلم والنسائي جامع الاصول ٢٤٣/٧) مسلم الطهارة [باب التوقيت في المسح على الخفين].

وقت بتایا اور رکھا ہے۔''(۱)(ابن حبان)
معروف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو ہدایت کی ہے کہ تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہ کریں۔(۲)

۴۴۵- اس سلسلے کی روایتوں میں حضرت ابن عمر(۳) اور حضرت ابو ہریرہ(۴) رضی اللہ عنہما کی بعض روایتوں میں یہ مضمون بھی آیا ہے :
''عورت محرم کے بغیر تین دن کی مسافت کا سفر نہ کرے۔''(بخاری و مسلم)

۴۴۶- علی بن ربیعہ والبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ کس مسافت تک کے سفر میں قصر کیا جائے گا؟ فرمایا: تم سویداء جانتے ہو (مدینہ سے قریب ایک بستی ہے) میں نے عرض کیا: میں جانتا تو نہیں لیکن اس کی بابت سنا ہے، فرمایا:
''سویداء (مدینہ سے) تین درمیانی راتوں (کی مسافت و سفر) کے فاصلے پر ہے، جب ہم وہاں تک جاتے ہیں تو قصر نماز ادا کرتے ہیں۔''(۵)(کتاب الآثار)

(۱) عن ابي بكرة: " أن رسول الله ﷺ وقت في المسح على الخفين ثلاثة ايام ولياليهن للمسافر " الحديث، (اخرجه ابن حبان - اعلاء السنن ٢٣٦/٧) صحيح ابن حبان. (الإحسان ٣١١/٢)

(۲) ملاحظہ ہو جامع الاصول ٢٤/٥ وما بعده شرح معاني الآثار ابواب الحج [باب حج المرأة بغير محرم]. مصنف عبدالرزاق (۵۲۷/۲) میں سفیان ثوری سے اسی روایت کی بنیاد پر تین دن کا قول نقل کیا گیا ہے، بلکہ امام محمد نے کتاب الحجہ (۱/۱۶۶ و ۱۶۷) میں اس کا وضاحتہ تذکرہ کیا ہے۔

(۳) البخاري جامع الاصول ٢٥/٥، بخاري تقصير الصلاة [باب كم يقصر الصلاة] مسلم الحج [باب سفر المرأة مع المحرم إلى الحج]، واللفظ: لا تسافر المرأة ثلاثا الا ومعها ذا محرم].

(٤) رواه مسلم - مسلم الحج [باب سفر المرأة مع المحرم الخ] واللفظ: لا يحل لامرأة تسافر ثلاثا الا ومعها ذو محرم منها. (ملاحظہ ہو جامع الاصول ۲۴/۵)

(٥) عن علي بن ربيعة الوالبي قال: "سألت عبد الله بن عمر إلى كم تقصر الصلاة؟ فقال: أتعرف السويداء؟ قال: قلت: لا ولكني قد سمعت بها، قال: هي ثلاث ليال قواصد، فإذا خرجنا إليها قصرنا الصلاة " (رواه الإمام محمد بن الحسن في الآثار، اعلاء السنن ٢٣٨/٧) كتاب الآثار (الصلوة باب الصلوة في السفر) وفي اعلاء السنن (٢٣٨/٧): في آثار السنن: (٦٢/٢) اسناده صحيح، قلت: رجاله ثقات من رجال الصحيحين، وفي هامش كتاب الآثار (للدكتور احمد عيسىٰ ٢٣٦/١) رواه عبد الرزاق في مصنفه (٥٢٦/٢) لكن فعلاً كما رواه البيهقي في سننه وفيه قوله: موقوف اسناده صحيح. وروى من قول عمر: تقصر الصلاة في مسيرة ثلاث ليال قواصد (رواه الطبري في تفسيره كما نقله في الاعلاء من كنز العمال وذكره في موسوعة آثار الصحابة (٢٧٨/١)

۴۴۷- حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''جب تین دن کا سفر کرو تو قصر کرو۔''(۱) (کتاب الحجۃ و عبدالرزاق)

۳- قصر کا آغاز واختتام کب، اور کہاں سے؟ :

قصر کی ابتداء جائے سکونت کی آبادی سے باہر نکلنے کے بعد ہے اور جائے سکونت کی آبادی میں داخل ہوتے ہی قصر ختم ہو جاتا ہے۔

۴۴۸- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز مدینہ میں پڑھی، اس کے بعد آپ مکہ مکرمہ کے ارادہ سے (مدینہ سے) باہر نکلے تو ذوالحلیفہ (جو مدینہ سے باہر واقع تھا، البتہ اب تقریباً متصل ہی ہے اس) میں عصر دو رکعت ادا فرمائی۔''(۲) (بخاری ومسلم)

۴۴۹- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر وعمر کے ساتھ سفر کیا سب کے سب مدینہ سے نکلنے سے لے کر مدینہ واپسی تک راستے میں اور مکے میں دو دو رکعتیں پڑھتے تھے۔''(۳) (ابو یعلی وطبرانی)

(۱) عن سوید بن غفلة الجعفی قال : "اذا سافرت ثلاثا فاقصر " (رواه محمد بن الحسن فی الحجج - اعلاء السنن ۲٤۷/۷) کتاب الحجج علی اهل المدینة (۱٦۸/۱)

أقول: ورواه عبدالرزاق فی مصنفه (۵۲٦/۲ و۵۲۷) والسند قوی فإنه روی عن اسرائیل عن إبراهیم بن عبد الأعلی عن سوید بن غفلة.

(۲) عن انس بن مالك قال : "صلیت الظهر مع رسول الله ﷺ بالمدینة اربعا وخرج یرید مکة فصلی بذی الحلیفة العصر رکعتین " (اخرجه الجماعة ــ جامع الاصول ٦۹۷/۵) البخاری : ابواب تقصیر الصلاة [باب یقصر اذا خرج من موضعه] مسلم : ابواب صلاة المسافرین [باب صلاة المسافرین وقصرها].

(۳) عن ابی هریرة قال : "سافرت مع رسول الله ﷺ ومع ابی بکر وعمر کلهم صلی من حین یخرج من المدینة إلی أن یرجع إلیها رکعتین فی المسیر والمقام بمکة " (رواه ابو یعلی و الطبرانی۔ اعلاء السنن ۲۷۲/۷) مجمع الزوائد (۱۵۹/۲) باب صلاة السفر وقال الهیثمی : رجال ابی یعلی رجال الصحیح، وفی فتح الباری (۵۷۱/۲) : اسناده جید.

۴۵۰- ابو الاسود دؤلی رحمہ اللہ کی روایت ہے :

''حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ سے نکلے (یعنی قلب شہر سے اور آبادی کے حدود میں تھے) کہ ظہر پڑھی اور چار رکعت اور فرمایا: اگر ہم اس جھونپڑی سے آگے بڑھ جاتے تو دو رکعت ادا کرتے۔''(۱) (ابن ابی شیبہ)

۴۵۱- علی بن ربیعہ اسدی کہتے ہیں :

''ہم لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر میں نکلے اور (واپسی میں) ہم کوفہ کو دیکھ رہے تھے اس حال میں حضرت علی نے دو رکعت نماز ادا کی جب کہ وہ (کوفہ کی) آبادی کو دیکھ رہے تھے، ہم نے عرض کیا: آپ یہاں، چار رکعت کیوں نہیں ادا کرتے؟ تو فرمایا: جب تک ہم آبادی وشہر کے اندر داخل نہیں ہوں گے چار رکعت نہیں پڑھیں گے۔''(۲) (عبدالرزاق)

۴- مدت قصر :

پندرہ دن سے کم ہے اور جب ایک مرتبہ میں پندرہ دن کی نیت کی جائے تو قصر ختم۔

(۱) عن ابی الاسود الدیلی : "أن علیا خرج من البصرة فصلی الظهر اربعا ثم قال : لو جاوزنا هذا الخص لصلینا رکعتین " (رواه ابن ابی شیبة ـ اعلاء السنن ۲۷۲/۷) مصنف ابن ابی شیبة (۳٦۸/۵ و۳٦۹) وفی اعلاء السنن (۲۷۲/۷) رواته ثقات، نقلا عن آثار السنن (٦٤/۲).

أقول : راجعت التقریب فوجدت الرواة کذلك وفی ابن ابی شیبة (۳٦۱/۵ و۳٦۲) عن ابن مسعود: لا یغرنکم سوادکم هذا من صلاتکم فإنما هو من مصرکم. وفی روایة : من کوفتکم. أقول: سنده قوی.

(۲) عن علی بن ربیعة الاسدی قال : "خرجنا مع علی رضی الله ونحن ننظر الی الکوفة فصلی رکعتین وهو ینظر الی القریة فقلنا له : ألا نصلی اربعا ؟ قال : لا حتی ندخلها" (رواه عبد الرزاق۔ اعلاء السنن ۲۷۲/۷) مصنف عبد الرزاق (۵۳۰/۲ بعدة طرق) ورواه البیهقی (السنن جماع أبواب صلاة المسافر باب اتمام المغرب فی السفر والحضر ۱٤٦/۳) وذکره الحافظ فی فتح الباری (۵٦۹/۲ و ۵۷۰) وفی اعلاء السنن (۲۷۳/۷) بعد نقله من الفتح قال : فهو صحیح او حسن علی قاعدته، وروی البخاری نحوه عنه تعلیقا ابواب تقصیر الصلاة [باب یقصر اذا خرج من موضعه]

البتہ حاکم وبیہقی وغیرہ کے الفاظ مصنف سے کچھ مختلف ہیں (ملاحظہ ہو فتح الباری ۵۶۹/۲، ۵۷۰)۔

۴۵۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے :

''جب تم مسافر ہو اور خود کو کسی جگہ پندرہ دن کے قیام پر طے کرلو، تو پوری نماز پڑھو اور قیام کی مدت کا کچھ طے نہ ہو تو قصر نماز پڑھو۔''(۱)

(کتاب الآثار)

۴۵۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول وفتوی بھی اسی مضمون کا مروی ہے۔(۲)

اور اسی کے موافق ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل معروف ہے۔(۳)

(جامع المسانید وابن ابی شیبہ)

۵- ایک مرتبہ میں پندرہ دن یا زائد کی نیت نہ کی جائے تو مستقل قصر ہے خواہ قیام کتنا لمبا ہو جائے :

پیچھے حضرت ابن عمر وابن عباس رضی اللہ عنہما کا جو قول وفتوی آیا ہے اس کا حاصل یہی ہے۔

---

(۱) عن مجاهد عن عبد الله بن عمر قال : "اذا كنت مسافراً فوطنت نفسك على اقامة خمسة عشر يوماً فاتمم الصلاة وان كنت لا تدري فاقصر" (رواه محمد بن الحسن في الآثار، اعلاء السنن ۲۷۵/۷) كتاب الآثار (الصلاة باب الصلاة في السفر) وفي آثار السنن (۶۶/۲) : اسناده حسن (اعلاء السنن ۲۷۵/۷) اقول : رواه الامام عن موسى بن مسلم عن مجاهد (جامع المسانيد ۴۱۴/۱ ابواب الصلاة). وموسى هذا قال فيه في التقريب (ص/۶۱۳) : لا بأس به. وفي هامش كتاب الآثار (لأحمد عيسى ص/۲۳۲) : وثقه ابن معين.

(۲) عن مجاهد عن ابن عمر و ابن عباس قالا : "اذا هممت باقامة خمسة عشر يوماً فأتم الصلاة" -- (رواه الامام ابو حنيفة ـ اعلاء السنن ۲۷۵/۷) جامع المسانيد ۴۰۴/۱ ابواب الصلاة، بنفس السند للمحرر السابق، ابوبکر جصاص رازی نے احکام القرآن (۲۵۶/۲) میں اس کو امام صاحب کی سند سے نقل کیا ہے مگر اس میں ان کے شیخ عمر بن ذر ہیں، جو ثقہ ہیں۔(تقریب ص: ۳۲۷)۔

(۳) رواه ابن ابي شيبة (۳۸۴/۵) ومحمد بن الحسن في كتاب الحجج (۱۷۰/۱) باسناد صحيح كما في اعلاء السنن (۲۷۴/۷) نقلاً من آثار السنن (۶۶/۲)

مصنف ابن ابی شیبہ کی سند بہت مضبوط ہے اور اس کے الفاظ میں: "كان ابن عمر إذا أجمع على خمس عشرة سرح ظهره وصلى أربعاً" ابن عمر وابن عباس کا قول وفتوی معروف ہے چنانچہ زیلعی، حافظ ابن حجر، عینی، شوکانی وغیرہ سب نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔(اعلاء السنن ۲۷۵/۷ وفتح الباری ۵۶۲/۲ ونیل الاوطار ۲۳۷/۳) ابن ابی شیبہ (۳۸۴،۳۸۳/۵) میں سعید بن مسیب وسعید بن جبیر کے اقوال یہی مذکور ہیں اور روات ثقہ ہیں۔

۴۵۴- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے :

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تبوک میں بیس دن رہا اور آپ برابر قصر فرماتے رہے۔''(۱)(ابوداود)

۴۵۵- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی معروف روایت ہے :

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (فتح مکہ کے موقع سے) مکہ میں انیس دن قیام کیا اور دو ہی دو رکعت ادا فرماتے رہے۔''(۲)(بخاری)

اسی کے مطابق صحابہ کا عمل تو بہت معروف ہے مہینوں بلکہ دو دو سال ایک جگہ کے ایسے قیام میں انہوں نے قصر کیا۔(۳)

۶- مقیم امام کے پیچھے مسافر پوری نماز پڑھے گا :

۴۵۶- حضرت نافع رحمہ اللہ کا بیان ہے :

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (سفر میں) امام کے پیچھے چار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور تنہا پڑھتے تو دو پڑھتے۔''(۴)(مؤطا مالک)

---

(۱) عن جابر بن عبد الله قال : "اقام رسول الله ﷺ بتبوك عشرين يوماً يقصر الصلاة" (اخرجه ابوداؤد جامع الاصول ۷۰۳/۵ ابوداؤد الصلاة باب اذا اقام بأرض العدو يقصر) واخرجه البيهقي السنن (الصلاة باب من قال يقصر ابدا مالم يجمع ۱۵۲/۳) وفي تحرير فقهي (۱۵۰/۲) اخرجه ابوداؤد بسند على شرط الصحيحين وفي نيل الاوطار (۲۳۷/۳) : اخرجه ابن حبان والبيهقي وصححه ابن حزم والنووي وانظر هامش ابن ابي شيبة (۳۸۲/۵) لمزيد التخريج والتفصيل.

(۲) عن ابن عباس قال : "اقام النبي ﷺ تسع عشرة يقصر الصلاة" الحديث (اخرجه الجماعة الا مسلما واللفظ للبخاري. جامع الاصول ۷۰۱/۵) البخاري ابواب التقصير [باب ما جاء في التقصير] ابن عباس سے اس بابت مزید کم وبیش مدتوں کا ذکر بھی آیا ہے، ملاحظہ ہو جامع الاصول (۷۰۱/۵، ۷۰۲) واعلاء السنن ۲۷۳/۷ وما بعد)۔

(۳) روایات کے لئے ملاحظہ ہو اعلاء السنن (۲۸۲/۷) بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ (۳۸۰/۵-۳۸۳) ومصنف عبد الرزاق (۵۳۲/۲-۵۴۰) وبیہقی (۱۵۲/۳)

(۴) عن نافع : "ان ابن عمر كان يصلي وراء الامام اربعا فاذا صلى لنفسه صلى ركعتين" (اخرجه الموطا، جامع الاصول ۵۰۸/۵) الموطا ابواب قصر الصلاة [باب صلاة المسافر اذا كان اماما او كان وراء امام]، وسنده صحيح (اعلاء السنن ۲۷۴/۷) وكذا في هامش جامع الاصول (۷۰۲/۵)۔

۴۵۷- موسی بن سلمہ رحمہ اللہ کا بیان ہے :

''ہم لوگ مکہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے تو میں نے عرض کیا: ہم لوگ جب آپ کے ساتھ ہوتے (اور نماز پڑھتے) ہیں تو چار رکعت پڑھتے ہیں اور الگ ہوتے ہیں تو دو رکعت پڑھتے ہیں تو فرمایا: یہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔''(۱)(احمد)

۷- مسافر امام قصر کرے گا اور اس کا مقتدی مقیم پوری نماز پڑھے گا:

۴۵۸- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ کیا اور فتح مکہ میں میں آپ کے ساتھ تھا، آپ وہاں اٹھارہ دن رہے اور دو ہی رکعت پڑھتے رہے، آپ نماز کے بعد فرمایا کرتے تھے: اے اہل شہر چار رکعت پڑھو، ہم لوگ تو مسافر ہیں۔''(۲)(ابوداؤد)

---

(۱) عن موسی بن سلمة قال: "كنا مع ابن عباس بمكة فقلت: انا اذا كنا معكم صلينا اربعا واذا رجعنا صلينا ركعتين فقال: تلك سنة ابی القاسم ﷺ" (اخرجه احمد فی مسنده ـ اعلاء السنن ۲۸۳/۷) مسند احمد (۲۱٦/۱) وفی اعلاء السنن (۲۸۳/۷): موسى بن سلمة من رجال مسلم وبقية السند على شرط البخاری، وحسنه النیموی فی آثار السنن (٦٦/۲) وفی اعلاء السنن (۲۸۳/۷) ولعله لم يصححه لعنعنة قتادة، وهو مدلس ولكنه صرح بالتحديث عند مسلم فزالت العلة وصح الحديث، اقول: روایت مسلم ونسائی میں بھی آئی ہے مگر صرف اس قدر حصہ کہ تنہا ہوں تو کیا کروں؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: دو رکعت پڑھو، ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (جامع الاصول ۷۰۷/۵)

ابن ابی شیبہ (۳/ ۲۹۵-۲۹۷) میں ابن مسعود، ابن عمر وابن عباس وغیرہ کے آثار مذکور ہیں۔

(۲) عن عمران بن حصين: "غزوت مع رسول الله ﷺ وشهدت معه الفتح فاقام بمكة ثمانی عشرة ليلة لا يصلى الا ركعتين يقول: يا أهل البلد صلوا أربعا فإنا قوم سفر" (رواه ابو داؤد جامع الاصول ۷۰۲/۵) ابوداؤد ابواب الصلاة [باب متى يتم المسافر] وفی هامشه: فيه على بن زيد بن جدعان وهو ضعيف، وقال فی اعلاء السنن (۲۸٤/۷) سكت عنه ابو داؤد، اقول: يشهد له حديث عمر وهو قوی. وراجع لتخريجه هامش ابن ابی شيبة (۲۹۷/۳-۲۹۸) وعلى بن زيد بن جدعان. من رجال الأربعة وروى عنه البخاری فی الادب المفرد ومسلم روى له مقرونا ولذا صحح له وحسن الترمذی (راجع باب ما جاء فی التسليم إذا دخل بيته من أبواب الاستيذان وباب التقصير فی الصلوات من أبواب السفر • باب ما ذكر فی الالتفات فی الصلوة من أواخر أبواب الصلاة).

مدت قصر پندرہ دن ہے جیسا کہ گذر چکا ہے، اس حدیث میں اٹھارہ دن کا معاملہ یہ ہے کہ فتح مکہ کے سفر کا قصہ ہے جس میں مکہ کا داخلہ جنگ کے ماحول میں ہوا تھا اور چند دن اس میں لگ گئے تھے اس لئے باقاعدہ قیام کی مدت پندرہ دن سے کم ہوتی ہے۔(۱)

۴۵۹- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے :

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مکہ تشریف لاتے تو اہل مکہ کو دو رکعت نماز پڑھاتے اور فرماتے: اے اہل مکہ تم نماز پوری کرلو، کیونکہ ہم لوگ مسافر ہیں۔''(۲)(مؤطا مالک)

۸- سفر میں سنن،

اطمینان کے حال میں سنن کے ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے:

۴۶۰- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

''میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضر وسفر میں نماز پڑھی، حضر میں ظہر کی چار رکعت اور اس کے بعد دو رکعت پڑھی اور سفر میں ظہر دو رکعت اور اس کے بعد دو رکعت پڑھی، اور عصر کی دو رکعت پڑھی، اور اس کے بعد آپ نے کچھ نہ پڑھا اور مغرب حضر وسفر دونوں میں تین رکعت ادا کی..... اور اس کے بعد دو رکعت ادا کی۔ بعض روایات میں ہے: عشاء دو رکعت اور اس کے بعد دو رکعت پڑھی۔''(۳)(ترمذی وطحاوی)

---

(۱) ملاحظہ ہو فتح الباری ۵۶۲/۲، اعلاء السنن ۲۷۵/۷ وما بعد۔

(۲) عن ابن عمر: "ان عمر صلى للناس بمكة فلما انصرف قال: يا أهل مكة أتموا صلاتكم فإنا قوم سفر" (أخرجه الموطا، جامع الاصول ۷۰۸/۵) الموطا ابواب قصر الصلاة [باب صلاة المسافر اذا كان اماما] وفی هامش جامع الاصول (۷۰۸/۵): اسناده صحيح، اقول: وكذا قال الحافظ فی الدراية (۲۱۳/۱).

(۳) عن ابن عمر قال: "صليت مع النبی ﷺ فی الحضر والسفر، فصليت معه فی الحضر الظهر اربعا وبعدها ركعتين، وصليت معه فی السفر الظهر ركعتين وبعدها ركعتين، والعصر ركعتين، =

۴۶۱- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ہی ایک دوسری روایت ہے :

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ سفر کیا یہ لوگ ظہر وعصر کی دو دو رکعت پڑھتے تھے نہ پہلے کچھ پڑھتے تھے اور نہ بعد میں۔''(۱) (ترمذی)

۴۶۲- ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے:

''میں نے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنت پڑھتے نہیں دیکھا۔''(۲) (بخاری ومسلم)

ان دو روایتوں کا حاصل یہ قرار دیا گیا ہے کہ سفر میں سنن کی وہ حیثیت نہیں رہ جاتی جو حضر میں ہوتی ہے لیکن ایسا بھی نہیں کہ اس کی فضیلت واہمیت ختم ہو جاتی ہے جب فرض میں رخصت کر دی گئی تو سنت میں بدرجہ اولی ہوگی اور وہ یہ ہے کہ اس کی تاکید میں کمی آگئی، یہی وجہ ہے کہ آپ نے سنتیں چھوڑیں بھی اور اہتمام بھی کیا اور زیادہ تر ادا کرنے کا ہی مسئلہ رہا جب کہ اس میں یہ بھی فرق کیا گیا ہے کہ سفر جاری رہنے کے حال میں فرائض پر اکتفا اور کسی منزل پر قیام کی صورت میں فرائض کے ساتھ سنن کا بھی اہتمام۔(۳)

- ولم يصل بعدها شيئا، والمغرب في الحضر والسفر سواء ثلث ركعات، لاينقص في حضر ولا سفر وهي وتر النهار وبعدها ركعتين " (وزاد فيه الطحاوي : " وصلى العشاء ركعتين وبعدها ركعتين " (اخرجه الطحاوي، اعلاء السنن ۲۸۸/۷ و ۲۸۹) الترمذي ابواب السفر [باب ما جاء في التطوع في السفر]، وقال : هذا حديث حسن ، سمعت محمدا يقول : ما روى ابن ابي ليلى حديثا اعجب الي من هذا..... (شرح معاني الآثار، كتاب الصلاة [باب صلاة المسافر اذا كان اماما] قال صاحب اعلاء السنن (۲۸۹/۷) في سند الطحاوي : انه حسن

(۱) عن ابن عمر قال : "سافرت مع النبي ﷺ وأبي بكر و عمر وعثمان فكانوا يصلون الظهر والعصر ركعتين ركعتين ولا يصلون قبلها ولا بعدها " (اخرجه الترمذي، جامع الاصول ۵۲۸/۵) الترمذي ابواب السفر [باب ما جاء في التقصير في السفر] وأصله عند الجماعة مع اختلاف في اللفظ (جامع الاصول ۵۲۷/۵ و ۵۲۸) وقال الترمذي: حديث حسن غريب.

(۲) رواه البخاري ومسلم ، جامع الاصول ۷۲۷/۵).

(۳) ملاحظہ ہو امام ترمذی کا ارشاد: جامع ترمذي ابواب السفر [باب ما جاء في التطوع في السفر] اور اعلاء السنن ۲۸۸/۷ و رد المحتار ۶۱۳/۲

اس کا قرینہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی انکار والی روایت اسی سیاق میں آئی ہے کہ دوران سفر انہوں نے لوگوں کو سنتیں پڑھتے دیکھا تو یہ فرمایا اور یہ بھی کہ اگر یہ کرنا ہوتا تو میں پوری نماز پڑھتا۔(۱)

۹- سفر میں نوافل تہجد وغیرہ :

۴۶۳- حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

''انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں رات کے وقت دیکھا کہ آپ سواری کی پشت پر نفل نماز (یعنی تہجد) ادا فرما رہے تھے۔''(۲) (بخاری ومسلم)

۴۶۴- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھارہ سفروں میں رہا تو میں نے آپ کو نہیں دیکھا کہ سورج ڈھلنے کے بعد قبل ظہر آپ نے دو رکعت چھوڑی ہو۔''(۳) (ترمذی وابوداؤد)

بظاہر مراد زوال کی نماز ہے۔(۴)

۴۶۵- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق مروی ہے :

---

(۱) ملاحظہ ہو جامع الاصول ۵/ ۷۲۷ و ۷۲۸۔ دونوں قسم کی روایات وآثار کے لیے مزید ملاحظہ ہو ابن ابی شیبہ (۲۹۱/۲-۲۹۴)

(۲) عن عامر بن ربيعة : "أنه رأى النبي ﷺ صلى السبحة بالليل في السفر على ظهر راحلته " (اخرجه البخاري ومسلم) البخاري ابواب تقصير الصلاة باب من تطوع في السفر في غير دبر الصلوات، ومسلم -صلاة المسافرين باب - جواز صلاة النافلة على الدابة.

(۳) عن البراء بن عازب قال : "صحبت رسول الله ﷺ ثمانية عشر سفرا فما رأيته ترك الركعتين اذا زاغت الشمس قبل الظهر " (اخرجه الترمذي وابو داؤد جامع الاصول ۷۲۹/۵) الترمذي ابواب السفر [باب ما جاء في التطوع في السفر] وقال الترمذي : حديث غريب.

البتہ ترمذی نے بخاری سے اس کی تحسین نقل کی ہے نیز یہ کہ اس کا کوئی راوی ضعیف نہیں ابوبسرہ تابعی ہیں ان کو مقبول قرار دیا گیا ہے، (تقریب ص:۶۹۶)۔

(۴) جیسا کہ عینی (عمدۃ ۱۴۴/۶) میں ہے۔

۴۶۹- روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے ان کے مؤذن نے کہا، نماز پڑھ لیں، فرمایا: چلتے رہو حتی کہ جب شفق ڈوبنے والی تھی تو سواری سے اترے اور مغرب پڑھی پھر انتظار کیا حتی کہ شفق غائب ہوگئی تو عشاء ادا کی، اور اس کے بعد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی چیز کی جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے جیسا میں نے کیا۔(۱)(ابوداؤد)

۴۷۰- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق آیا ہے کہ وہ سفر میں ہوتے تو غروب کے وقت چلتے رہتے حتی کہ جب اندھیرا ہونے کو ہوتا تو (سواری سے) اترتے اور مغرب ادا فرماتے اس کے بعد کھانا تناول فرماتے پھر عشاء ادا فرماتے اور سواری پر چل دیتے اور فرماتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔(۲)(ابوداؤد)

۴۷۱- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ جب سفر میں نمازوں کو جمع کرنے کا ارادہ فرماتے تو ظہر کو اخیر وقت تک مؤخر کرتے اور (اخیر وقت میں) اس کو ادا کرتے اور عصر کو اس کے اولین وقت میں ادا فرماتے اور مغرب کو اخیر وقت میں ادا کرتے اور عشاء کو اول وقت میں ادا فرماتے، اور فرماتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں دو نمازوں کو اسی طرح جمع فرماتے تھے۔(۳)(بزار)

(۱) عن نافع وعبد بن واقد: "أن مؤذن ابن عمر قال: الصلاة: قال: سر، سر حتى اذا كان قبل غروب الشفق نزل فصلى المغرب ثم انتظر حتى غاب الشفق فصلى العشاء ثم قال: ان رسول الله ﷺ اذا اعجل به امر صنع مثل الذى صنعت" (اخرجه ابو داؤد، جامع الاصول ٧١٤/٥) ابو داؤد الصلاة باب الجمع بين الصلاتين وفى آثار السنن (٧٣/٢): اسناده صحيح. اقول: أصله للجماعة. راجع جامع الاصول (٧١٣/٥-٧١٧)

(۲) عن علي بن ابي طالب "كان اذا سافر سار بعد ما تغرب الشمس حتى اذا كاد ان يظلم ثم ينزل فيصلى المغرب ثم يدعو بعشائه فيتعشى ثم يصلى العشاء ثم يرتحل و يقول: هكذا كان رسول الله ﷺ يصنع" (اخرجه ابو داؤد، جامع الاصول ٧١٨/٥) ابو داؤد الصلاة [باب متى يتم المسافر] وفى هامش جامع الاصول (٧١٨/٥): وهو حديث حسن، وفى آثار السنن (٧٤/٢): اسناده صحيح.

(۳) عن انس بن مالك انه كان اذا اراد ان يجمع بين الصلاتين فى السفر اخر الظهر إلى اخر وقتها وصلاهما، وصلى العصر فى اول وقتها ويصلى المغرب فى اخر وقتها ويصلى العشاء فى اول وقتها ويقول: هكذا كان رسول الله ﷺ يجمع بين الصلاتين فى السفر" (اخرجه البزار، اعلاء السنن ٨٤/٢) مجمع الزوائد (١٦٣/٢) باب الجمع بين الصلاتين فى السفر وفيه: فيه ابن اسحق -

۱۱- اگر موسم وابر وغیرہ کسی وجہ سے قبلہ کا علم نہ ہو سکے یا قبلہ رخ نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو جس رخ کو نماز پڑھ لی جائے درست ہے:

۴۷۲- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ہم نے (ایک مرتبہ) سفر میں، بدلی کے حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو قبلہ رخ نہیں رہے، جب آپ نے نماز پوری فرمالی اور سلام پھیر دیا تو سورج ظاہر ہوا، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے، آپؐ نے فرمایا: تمہاری نماز اپنے حق کے ساتھ اللہ کے حضور میں پہنچادی گئی۔"(۱)(طبرانی)

- وهو ثقة لكنه مدلس، وبالجملة فهو ممن اختلف فيه وهو حسن الحديث، اقول: رواه ابو داؤد تعليقا ومسندا.

اسی مضمون کو مرفوعاً حضرت ابن مسعود ومعاذ بن جبل سے طبرانی نے روایت کیا ہے جس کو نقل کرنے کے ساتھ ہیثمی نے کہا ہے کہ اصل صحیح میں موجود ہے۔(مجمع الزوائد ۱۶۲/۲ و ۱۶۳)۔

جمع بین الصلوٰتین کی یہ صورت "جمع صوری و جمع فعلی" کہلاتی ہے اور ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کے ادا کرنے کو "جمع حقیقی" کہتے ہیں، فقہ حنفی میں ائمہ مذہب کے اقوال و روایات میں اس کی کوئی گنجائش نہیں آئی ہے، تاہم بعض متاخرین فقہاء حنفیہ نیز بعض ممتاز علماء ہند نے بھی اس کی گنجائش دی جبکہ ضرورت وحالات کا تقاضا ہو۔

(ملاحظہ ہو: اعلاء السنن ۸۶/۲ بحوالہ بحر وغیرہ ودر مختار ومعارف السنن ۳۹۰/۴ و ۳۹۱ و درمع الردا/۲۳۵-۳۷)

(۱) عن معاذ بن جبل قال: "صلينا مع رسول الله ﷺ فى يوم غيم فى سفر الى غير القبلة فلما قضى الصلاة وسلم تجلت الشمس فقلنا: يا رسول الله ﷺ صلينا إلى غير القبلة فقال قد رفعت صلاتكم بحقها إلى الله عزوجل" (رواه الطبرانى فى الأوسط، اعلاء السنن ١٠٢/٢) مجمع الزوائد (١١٨/٢) باب الاجتهاد فى القبلة، قال الهيثمى: فيه ابو عبلة والد ابراهيم ذكره ابن حبان فى الثقات واسمه شمر بن يقظان، التقريب (ص/٣٠) میں شمر بن یقظان کو ثقہ کہا گیا ہے، اعلاء السنن (١٠٢/٢) میں اس مضمون کی روایات ترمذی و مستدرک سے نقل کرنے کے بعد آیا ہے: فالحديث ضعيف لكن الضعيف اذا تعددت طرقه يصلح للاحتجاج وهنا كذلك (راجع المستدرك ٢٠٦/١، قبل كتاب الإمامة وصلاة الجماعة وهو عن جابر وفيه محمد بن سالم، قال الحاكم: لم أعرفه بعدالة وجرح وقال الذهبى: واه. والترمذى ابواب الصلاة [باب ما جاء فى الرجل يصلى لغير القبلة]. وراجع للتخريج وللشواهد تعليقات أحمد شاكر (١٧٦/٢ و ١٧٧) وفيه: والحديث حسن الإسناد وقال فى شواهده: اسناده ضعيف لكن يصلح شاهدا فعلم أن للواقعة أصلا معروفا.

۴۷۳- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے (اور نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی ہے):

''اگر خوف بہت زیادہ ہو تو لوگ کھڑے ہو کر یا سوار ہو کر (جیسے ممکن ہو) نماز پڑھیں، اور خواہ قبلہ رخ یا غیر قبلہ رخ۔'' (۱) (بخاری)

۱۲- سواری پر نماز:

(قبلہ رخ اور قیام و رکوع و سجدے کے ساتھ ادا کی جائے گی، اور اگر سواری کی نوعیت یا رفتار کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو تو بیٹھ کر اور اشارے سے ادا کی جائے گی، یہ آج کل کی عام سواریوں کا حکم ہے، جانور کی سواری میں رخ اور اشارہ دونوں میں وسعت ہے۔)

۴۷۴- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ میں کشتی میں کیسے نماز پڑھوں؟ تو فرمایا:

''کھڑے ہو کر نماز پڑھو ہاں یہ کہ تم کو (کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی صورت میں) ڈوبنے کا خوف ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو)۔'' (۲) (حاکم)

۴۷۵- حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ وہ کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھیں الا یہ کہ ڈوبنے کا

---

(۱) عن ابن عمر كان اذا سئل عن صلاة الخوف الحديث وفيه: "فان كان خوفٌ هوَ أشد من ذلك صلوا رجالاً قياما على اقدامهم أو ركباناً، مستقبلى القبلة او غير مستقبليها، قال مالك: قال نافع: لا ادرى عبد الله بن عمر ذكر ذلك إلا عن رسول الله ﷺ" (رواه البخارى، جامع الاصول ٥/٧٤١) البخارى: كتاب التفسير [باب قوله عزوجل ﴿فإن خفتم فرجالا أو ركبانا﴾ الخ.

(۲) عن ابن عمر قال: "سئل رسول الله ﷺ عن الصلاة فى السفينة فقال: كيف اصلى فى السفينة؟ قال: "صل فيها قائما إلا ان تخاف الغرق" (رواه الحاكم، اعلاء السنن ٧/١٨٥) المستدرك (١/٢٧٥ كتاب الصلاة) وقال الحاكم: صحيح الاسناد على شرط مسلم وهو شاذ بمرة، و كذا قال الذهبى فى تلخيصه وفى اعلاء السنن (٧/١٨٥): - وهو وان كان شاذا بمرة ولكنه تأيد بحديث جعفر بن ابى طالب (الاتى) والشاذ اذا تأيد بمجيئه من طريق اخرى يتقوى.

اندیشہ ہو۔ (۱) (بزار)

۴۷۶- حضرت انس بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک علاقے کی طرف گئے اور جب ہم دجلہ پہنچے ظہر کا وقت آ گیا تو حضرت انس نے ہم کو کشتی میں ہی ایک فرش پر بیٹھ کر نماز پڑھائی اور کشتی رواں دواں تھی۔ (۲) (طبرانی)



---

(۱) عن جعفر بن ابى طالب قال: "ان النبى ﷺ أمره أن يصلى فى السفينة قائما إلا أن يخشى الغرق" (رواه البزار، اعلاء السنن ٧/١٨٥) مجمع الزوائد (٢/١٦٦ باب الصلاة فى السفينة) قال الهيثمى: فيه رجل لم يسم وبقية رجاله ثقات واسناده متصل، اقول: ان الحديثين، حديث ابن عمر عند الحاكم وحديث جعفر عند البزار يتقوى احدهما بالآخر.

(۲) عن انس بن سيرين قال: "خرجت مع انس بن مالك الى ارض بثق سيرين حتى اذا كنا بدجلة حضرت صلاة الظهر فأمنا قاعداً على بساط فى السفينة وان السفينة لتجرّبنا جرّاً" (رواه الطبرانى فى الكبير، اعلاء السنن ٧/١٨٤) مجمع الزوائد (٢/١٦٦) وفيه: رجاله ثقات.

(۱۵)

سجدۂ سہو

۱- سجدۂ سہو کیا ہے؟

۲- سجدۂ سہو کے بعض مواقع واسباب۔

۳- سجدۂ سہو سے پہلے بھی تشہد وسلام ہے اور بعد میں بھی تشہد اور درود وغیرہ ہے۔

۴- سجدۂ سہو کے لیے تکبیر۔

۵- درمیانی قعدہ چھوڑ کر کھڑا ہونے والا۔

۶- ترک کی صورت میں سجدۂ سہو

۷- رکعتوں کی تعداد میں شک ہو تو کیا کرے؟

۱- سجدۂ سہو کیا ہے؟ :

۴۷۷- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل فرمایا:

''ہر سہو کے لئے دو سجدے سلام کے بعد ہیں۔''(۱)(ابوداؤد)

۴۷۸- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل فرمایا ہے:

''جب کسی کو اپنی نماز میں شک ہو جائے تو صحیح کی فکر کر کے نماز کو پورا کرے، اور اس کے بعد پھر سلام پھیرے اور دو سجدے کرے۔''(۲)(بخاری)

۲- سجدۂ سہو کے بعض مواقع واسباب :

۴۷۹- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد مروی ہے:

''اگر کوئی آدمی قعدہ کے موقع میں کھڑا ہو جائے یا بیٹھنے کے موقع میں کھڑا ہو جائے، یا دو رکعت پر سلام پھیر دے، تو وہ اپنی نماز کو (صحیح طور پر) پورا کرے اسکے بعد سلام پھیرے اور دو سجدے کرے جن کے بعد تشہد ہوگا اور پھر سلام پھیرے گا۔''(۳)(المدونہ)

---

(۱) عن ثوبان - أن رسول الله ﷺ قال: "لكل سهو سجدتان بعد ما يسلم" (اخرجه ابوداؤد، جامع الاصول ٥٤٥/٥) ابوداؤد الصلاة [باب من نسى ان يتشهد وهو جالس] ورواه ابن ماجة {أبواب إقامة الصلاة باب ما جاء فيمن سجدهما بعد السلام) وأحمد (٢٨٠/٥) ايضا، وفي اعلاء السنن (١١٣/٧): رواه ابوداؤد ولم يضعف فهو حديث حسن، وفي الجوهر النقي (١٨٢/١): اخرجه ابوداؤد وسكت عنه فاقل احواله ان يكون حسنا عنده على ما عرف، وليس في اسناده من تكلم فيه فيما علمت سوى ابن عباش وبه علل البيهقي وهذه العلة ضعيفة فان ابن عباش روى هذا الحديث عن شامي وهو عبد الله الكلاعي وقد قال البيهقي، [باب ترك الوضوء من الدم]: ما روى ابن عباش عن الشاميين صحيح. وراجع لتحقيق الحديث هامش ابن ابي شيبة (٤٤٧/٣).

(۲) عن ابن مسعود عن النبي ﷺ "اذا شك احدكم في صلاته فليتحر الصواب فليتم عليه ثم ليسلم ثم يسجد سجدتين" (اخرجه البخاري، جامع الاصول ٥٤١/٥ و ٥٤٢) البخاري: كتاب الصلاة [باب التوجه نحو القبلة].

(۳) عن ابن مسعود قال: "اذا قام احدكم في قعود، او قعد في قيام، او سلم في الركعتين، فليتم ثم ليسلم ثم ليسجد سجدتين يتشهد فيهما و يسلم" (اخرجه سحنون في المدونة الكبرى،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو کے واقعات میں اسی قسم کے امور کا تذکرہ آتا ہے، انھیں سے اخذ کرتے ہوئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔(۱)

۴۸۰- اس ضمن میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے یہ ارشاد نبوی بھی منقول ہے:

”اگر امام دو رکعت پر کھڑا ہو جائے پھر اگر اس کو پورے طور پر کھڑے ہونے سے قبل یاد آ جائے تو بیٹھ جائے اور اگر مکمل کھڑا ہو گیا تو نہ بیٹھے، اور سہو کے دو سجدے کر لے۔“(۲)(ابوداود)

۴۸۱- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد نبوی نقل کیا ہے:

”آدمی نماز میں اگر کوئی کمی کرے یا زیادتی کرے تو وہ دو سجدے کر لیا کرے۔“(۳)(مسلم)

- اعلاء السنن ۱۴۳/۷) المدونة الكبرى (۱۳۶/۱) وفي اعلاء السنن (۱۴۳/۷): رجاله مشهورمن ان يثني عليهم غير خصيف وهو حسن الحديث اذا روى عنه ثقة، وايضا رجل لوثق من سفيان فالأثر حسن جيد (وراجع ايضا حديث ۴۸۴)

(۱) روایات کے لئے ملاحظہ ہو، جامع الاصول ۵۳۶/۵تا۵۴۵۔

(۲) عن المغيرة بن شعبة قال: قال النبي ﷺ "اذا قام الامام في الركعتين فان ذكر قبل ان يستوي قائما فليجلس واذا استوى قائما فلا يجلس ويسجد سجدتي السهو" (اخرجه ابوداؤد، جامع الاصول ۵۳۳/۵) ابوداؤد، الصلاة [باب من نسي ان يتشهد وهو جالس] وفي هامش جامع الاصول (۵۳۳/۵): وهو حديث حسن، وفي اعلاء السنن (۱۵۰/۷): اخرجه ابوداؤد وابن ماجة والدارقطني والبيهقي، قال الحافظ في التلخيص (۱۱۳/۱): مداره على جابر الجعفي وهو ضعيف جدا، وجاء في اعلاء السنن (۱۵۰/۷) ما حاصله اما جابر فهو مختلف فيه، وغيره ايضا........ وايضا ان جابرا لم يتفرد به فان الطحاوي اخرجه بطريقين غير طريق شعبة عن جابر ايضا (شرح معاني الآثار باب سجود السهو قبل السلام أم بعده) فوقع المتابعة........ وقال صاحب الاعلاء (۱۴۹/۷) في أحد طريقي الطحاوي: اخرجه الطحاوي وسنده صحيح، رجاله من رجال الجماعة الا ابن مرزوق فمن رجال النسائي ثقة والا المغيرة بن شبل فمن رجال الاربعة ثقة من الرابعة كما في التقريب (ص/۵۹۸) وراجع لمزيد التحقيق و التخريج هامش ابن ابي شيبة (۴۴۹/۳–۴۵۰) للشيخ محمد عوامة ونهاية قوله: والحديث بهذه الطرق يتعاضد القدر المشترك منه.

(۳) عن ابن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم قال (بعد أن سها فقلنا له الذي صنع): "اذا زاد الرجل او نقص فليسجد سجدتين" (رواه مسلم اعلاء السنن ۱۰۴/۷) مسلم المساجد باب السهو في الصلاة والسجود له.

۳- سجدۂ سہو سے پہلے تشہد وسلام ہے اور سجدۂ سہو کے بعد بھی تشہد (درود وغیرہ) اور سلام ہے۔

(پہلا سلام سجدۂ سہو کا اور دوسرا نماز کو ختم کرنے کا ہوتا ہے):

۴۸۲- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کو سہو ہوا تو آپ) نے سلام پھیرا پھر سجدۂ سہو کیا پھر سلام پھیرا۔“(۱)(مسلم)

۴۸۳- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز پڑھائی تو سہو ہو گیا اس کی وجہ سے آپ نے (تشہد کے بعد) دو سجدے کئے پھر تشہد پڑھا اور اس کے بعد سلام پھیرا۔“(۲)(ترمذی، ابوداود، نسائی)

۴۸۴- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں:

”اگر تم نماز میں ہو اور تم کو تین یا چار میں شک ہو اور چار کا تم کو گمان زیادہ ہو تو تشہد پڑھو پھر (ختم نماز کا)(۳) سلام پھیرنے سے پہلے بیٹھے ہوئے

---

(۱) جامع الاصول ۵۴۱/۵، مسلم المساجد [باب السهو في الصلاة والسجود له].

(۲) عن عمران بن حصين: "ان النبي ﷺ صلى بهم فسها فسجد سجدتين ثم تشهد ثم سلم" (رواه الترمذي وابوداؤد والنسائي، جامع الاصول ۵۴۴/۵) اعلاء السنن ۱۴۱/۷، الترمذي الصلاة [باب ما جاء في التشهد في السهو] وقال الترمذي هذا الحديث حسن غريب

عمران بن حصین کی اس روایت میں تشہد کے ذکر پر کلام بھی کیا گیا ہے مگر اعلاء السنن (۱۴۱/۷) میں اس کی وضاحت وجواب میں فتح الباری سے نقل کرتے ہوئے آیا ہے کہ سجدۂ سہو کے ساتھ یعنی اس سے پہلے تشہد کا تذکرہ حضرت عمران کے علاوہ حضرت ابن مسعود و حضرت مغیرہ سے بھی مروی ہے اگرچہ ان میں بھی ضعف ہے مگر........ فقد يقال: ان الاحاديث الثلاثة في التشهد باجتماعها ترتقي الى درجة الحسن (اعلاء السنن ۱۴۱/۷) وراجع فتح الباري (۹۹/۳)، والثالث: رواه الحاكم (المستدرك ۳۲۳/۱) وقال صحيح على شرط الشيخين.

(۳) بین القوسین اضافہ (ختم نماز کا۔ اور سلام پھیرنے کے ....) اس لئے کیا گیا کہ ابن مسعود سے بعض روایات میں سلام کے بعد سجدہ سہو نقل کیا گیا ہے اس سے پہلے ..... اس لئے [illegible]

ہی دو سجدے کرو (سلام پھیرنے کے بعد) پھر دوبارہ تشہد پڑھو، پھر سلام پھیرو۔"(۱)(ابوداؤد)

۴- سجدۂ سہو کے لیے سلام کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرنا اور اللہ اکبر کہتے ہوئے اٹھنا:

۴۸۵- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی، تو دو رکعت پر سلام پھیر دیا، اور بعد میں دو رکعت ادا کرنے کے بعد، سلام پھیرا، پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کیا، پھر اللہ اکبر کہہ کر سر کو اٹھایا، پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کیا، پھر اللہ اکبر کہہ کر سر کو اٹھایا۔(۲)(بخاری و مسلم)

۴۸۶- حضرت سعد بن ابی وقاص و حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی منقول ہے۔(۳)(ابن ابی شیبہ)

---

(۱) عن ابن مسعود عن رسول الله ﷺ قال: "اذا كنت في الصلاة وشككت في ثلاث او اربع واكبر ظنك على اربع، تشهدت ثم سجدت سجدتين و انت جالس قبل أن تسلم ثم تشهدت ايضا ثم تسلم" (رواه ابوداؤد، الصلاة [باب من قال يتم على اكبر ظنه] قال ابوداؤد: رواه عبدالواحد عن خصيف ولم يرفعه و وافق عبد الواحد ايضا سفيان وشريك واسرائيل واختلفوا في متن الحديث ولم يسندوه، قال البيهقي في المعرفة (۲۸۲/۳): هذا الحديث مختلف في رفعه ومتنه، وخصيف غير قوي، وابوعبيدة عن ابيه مرسل، وفي الاعلاء (۱٤۲/۷ ....) محيا عن الامور الثلاثة: قد تقدم غير مرة ان حديث (ابي عبيدة) عن ابيه صحيح قد صحح الدارقطني عدة احاديث من حديثه عن ابيه، ومحمد بن مسلمة (الراوي عن خصيف) اخرج له مسلم و زيادة الثقة اذا كان غير منافية مقبولة فيرجح الرفع، وخصيف ضعفه احمد ووثقه ابن معين وابوزرعة وقال ابن عدي: اذا حدث عنه ثقة فلا بأس بحديثه وروايانه الا ان يروي عنه عبد العزيز بن عبد الرحمن الخ، ...... وبالجملة فالحديث حسن فانه ليس من رواية عبد العزيز عن خصيف بل من رواية محمد بن مسلمة عنه، واقول: في هامش جامع الاصول (٥/٥٣٤) لم يذكر الا عدم سماع ابي عبيدة عن ابيه. أقول: قد حسن لخصيف الترمذي في جامعه (راجع تفسير سورة آل عمران).

(۲) عن ابي هريرة قال: "صلى بنا رسول الله ﷺ احدى صلوة العشي...... فصلى ركعتين وسلم ثم كبر ثم سجد ثم كبر فرفع ثم كبر وسجد ثم كبر فرفع الحديث" (جامع الاصول ٥/٥٣٨) ونسبه إلى الشيخين، مسلم المساجد باب السهو في الصلاة والسجود له، والبخاري السهو باب يكبر في سجدتي السهو. وراجع جامع الاصول (٥/٥٤٧ و ٥٥٠) وابن خزيمة (۲/۱۰۹ و ما بعد).

(۳) مصنف ابن ابي شيبة (۳/٤٤٤).

۵- درمیانی قعدہ چھوڑ کر کھڑا ہونے والا اگر کھڑا ہو جائے تو نماز پوری کر کے سجدۂ سہو کرے اور اگر مکمل کھڑا نہ ہو تو بیٹھ جائے اور سجدہ نہ کرے:

۴۸۷- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے:

"اگر کوئی آدمی نماز میں بیٹھنے کی جگہ کھڑا ہو جائے تو اگر وہ مکمل کھڑا نہیں ہوا تو بیٹھ جائے اور اس پر سجدۂ سہو نہیں ہے اور اگر مکمل کھڑا ہو گیا تو اپنی نماز میں لگا رہے اور بیٹھنے کے حال میں دو سجدے کرے۔"(۱)(طحاوی)

۶- شک کی صورت میں غور وفکر سے کوئی فیصلہ کرے یا کم و یقین پر عمل کرے دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو ہے:

شک سے متعلق جو احادیث حضرت ابن مسعود و ابو سعید و عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کی ذکر کی گئی ہیں سب میں ہر صورت میں سجدۂ سہو کا تذکرہ آیا ہے۔(۲)

۴۸۸- حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے:

"جس آدمی کو اپنی نماز میں شک ہو وہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرے۔"(۳)(ابوداؤد و نسائی)

---

(۱) عن المغيرة بن شعبة عن النبي ﷺ قال: "إذا صلى احدكم فقام من الجلوس فان لم يستتم قائما فليجلس وليس عليه سجدتان، فان استوى قائما فليمض في صلاته وليسجد سجدتين وهو جالس" (اخرجه الطحاوي، اعلاء السنن ۷/۱٤۹) شرح معاني الآثار ابواب الصلاة [باب سهو في الصلاة هو قبل التسليم او بعده] ملاحظہ ہو حدیث/۴۸۰، مصنف ابن ابی شیبہ (۳/۳۳۹-۳۵۲) میں مرفوعاً و موقوفاً کئی صحابہ سے یہی منقول ہے۔

(۲) احادیث گزر چکی ہیں اور آگے آ رہی ہیں۔

(۳) عن عبد الله بن جعفر أن رسول الله ﷺ قال: "من شك في صلاته فليسجد سجدتين بعد ما يسلم" (رواه ابو داؤد والنسائي، جامع الاصول ٥/٥٤٥) ابو داؤد، الصلاة [باب من قال بعد التسليم]

۷- نماز کی رکعتوں میں شک ہوجانے پر کیا کرے :

آدمی اگر اپنی نماز میں شک کا شکار ہو تو دو صورتیں ہیں اول یہ کہ غور کرے اور قلب کے رجحان اور غالب رائے پر عمل کرے۔

دوم یہ کہ غور سے کوئی رائے نہ بن سکے تو کم عدد رکعت کا اعتبار کرے اور باقی کو پورا کرے۔(۱)

۴۸۹- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی منقول ہے :

"اگر کسی کو نماز میں شک ہو تو صحیح کے لئے غور کرے اور اسی کے مطابق نماز کو پورا کرے پھر سجدۂ سہو کرے۔"(۲)(بخاری)

۴۹۰- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد منقول ہے جس سے اس کی وضاحت ہوتی ہے :

"جس کسی کو نماز میں شک ہو اس کو پتہ نہ چلے کہ تین رکعات پڑھیں یا چار تو غور کرے، اور اپنے بہتر وافضل گمان وخیال کو دیکھے اگر اس کا غالب گمان یہ ہے کہ تین پڑھیں تو اٹھ کر چوتھی کا اضافہ کرے پھر تشہد پڑھے، سلام پھیرے اور سجدۂ سہو کرے اور اگر اس کا غالب گمان چار کا ہو تو تشہد

- والنسائی، السهو [باب التحری] وفی هامش جامع الاصول (٥/٥٤٥) : اسناده ضعيف، وفی اعلاء السنن (١٣٣/٧) ورواه البيهقی وقال : اسناده لا بأس به (نصب الراية الصلاة باب سجود السهو) رواه البيهقی فی سننه مع قوله المذكور (٣٣٦/٢) باب من قال يسجدهما بعد التسليم على الاطلاق وقال الحافظ فی الدراية (٢٠٧/١) صححه ابن خزيمة.

(۱) حنفیہ کے یہاں شک میں اعادہ کی بات بھی آئی ہے اور اس بابت روایات بھی موجود ہیں، ملاحظہ ہو: اعلاء السنن (۱۵۵/۷-۱۵۹) ومصنف ابن ابی شیبہ (۳/ ۳۳۵و۳۳۰) میں حضرت ابن عمر نیز تابعین کی ایک جماعت سے اس کو نقل کیا گیا اور بظاہر اطلاق تھا لیکن حنفیہ کے یہاں یہ صرف پہلی مرتبہ میں ہے اگرچہ پہلی مرتبہ کی مراد میں تفصیل واختلاف ہے (ملاحظہ ہو: رد المحتار ۲/ ۵۶۱ وفتح القدیر ۱/ ۳۵۲و۳۵۳)۔

(۲) عن ابن مسعود عن النبی ﷺ : "إذا شك احدكم فی صلاته فليتحر الصواب فليتم عليه ثم يسجد سجدتين" (اخرجه البخاری، جامع الاصول ٥٤٢/٥) البخاری كتاب الصلاة [باب التوجه نحو القبلة].

پڑھ کر سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرے۔"(۱)(کتاب الآثار)

۴۹۱- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل کرتے ہیں :

"اگر کسی کو اپنی نماز میں شک ہو اور اطمینان نہ ہو سکے کہ تین رکعت پڑھی یا چار تو شک کو چھوڑ دے اور یقین پر بنا کرے پھر سجدہ کرلے۔"(۲)(مسلم)

۴۹۲- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی منقول ہے :

"جب کسی کو اپنی نماز میں شک ہو اور اطمینان نہ ہو سکے کہ ایک رکعت پڑھی یا دو، تو ایک قرار دے (اور دوسری رکعت پڑھے) اور اگر یہ نہ جان سکے کہ دو پڑھیں کہ تین تو دو قرار دے (اور تیسری کو ادا کرے) اور جب یہ نہ جان سکے کہ تین پڑھیں یا چار تو تین قرار دے (اور چوتھی کو ادا کرے) اور نماز سے فارغ ہو کر سجدۂ سہو کرے۔"(۳)(ابن ماجہ وترمذی)

□□□

---

(١) عن عبد الله بن مسعود قال : "إذا شك احدكم فی صلاته فلا يدری ثلاثا صلى ام اربعا فليتحر فلينظر افضل ظنه فان كان اكبر ظنه انها ثلاث قام فاضاف اليها الرابعة ثم تشهد فسلم وسجد سجدتی السهو، وان كان افضل ظنه انه صلى اربعا تشهد ثم سلم ثم سجد سجدتی السهو" (رواه محمد فی كتاب الآثار- اعلاء السنن ١٦١/٧) كتاب الآثار (الصلاة باب السهو فی الصلوة) وفی اعلاء السنن (١٦١/٧) : اسناده حسن صحيح، اس کا آخری حصہ ابوداؤد میں مرفوعا آیا ہے ملاحظہ ہو حدیث/۸۴۲ و راجع جامع الاصول ٥٣٤/٥، ورواه ابن ابی شيبة (٤٣٠/٣).

(٢) عن ابی سعيد الخدری قال : قال رسول الله ﷺ "اذا شك احدكم فی صلاته فلم يدر كم صلى ثلاثا ام اربعا فليطرح الشك وليبن على ما استيقن ثم يسجد سجدتين" (رواه الجماعة الا البخاری، جامع الاصول ٥٣٠/٥) مسلم : المساجد [باب السهو فی الصلاة والسجود له].

(٣) عن عبد الرحمن بن عوف قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : "اذا شك احدكم فی صلاته فلم يدر أ واحدة صلى أم ثنتين فليجعلها واحدة، واذا لم يدر ثنتين صلى ام ثلاثا فليجعلها ثنتين، واذا لم يدر ثلاثا صلى ام اربعا فليجعلها ثلاثا ثم يسجد اذا فرغ من صلاته" (رواه احمد وابن ماجة والترمذی، اعلاء السنن ١٦١/٧) الترمذی : الصلاة [باب ما جاء فی الرجل يصلی فيشك الخ] جامع الاصول ٥٣٦/٥، وقال الترمذی : هذا حديث حسن صحيح. أقول: رواه الحاكم (المستدرك ٣٢٥/١ كتاب السهو) وقال: صحيح على شرط مسلم ووافقه الذهبی وآخره: "حتى يكون الوهم فی الزيادة ثم يسجد سجدتين وهو جالس قبل أن يسلم."

(۱۶)

مریض کی نماز

۱- قیام پر قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر ورنہ اشارے سے نماز ادا کی جائے۔

۲- اگر لیٹ کر بھی اشارہ ممکن نہ ہو تو نماز کا مطالبہ مؤخر ہے۔

۳- لیٹنے میں کروٹ و چت دونوں درست ہے مگر چت افضل ہے۔

۴- اشارہ صرف سر سے کیا جائے گا۔

۵- سجدہ کا اشارہ رکوع سے زیادہ جھکاؤ کے ساتھ اور سجدہ کے لیے کچھ اٹھانا منع ہے۔

۶- بیٹھ کر نماز پڑھی جائے تو بیٹھنے کی ہیئت و کیفیت۔

۱- قیام پر قدرت ہو تو کھڑے ہو کر ورنہ بیٹھ کر، اور یہ بھی نہ ہو سکے تو مریض اشارے سے نماز ادا کرے :

۴۹۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے:

''مریض کھڑے ہو کر نماز پڑھے گا، اگر کھڑے ہونے میں اس کو مشقت ہو تو بیٹھ کر پڑھے گا اور اگر اس میں بھی مشقت ہو تو سر کے اشارے سے نماز پڑھے گا۔''(۱)(طبرانی)

۴۹۴- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ان کے استفسار پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

''کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر پڑھو، یہ بھی نہ کر سکو، تو کروٹ کے بل لیٹ کر پڑھو۔''(۲)(بخاری)

۲- اگر لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھنے پر قدرت نہ ہو تو نماز کا مطالبہ نہیں بلکہ تسبیح وغیرہ پر اکتفا کی جائے :

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے کہ مریض کو اگر

---

(۱) عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال: "یصلی المریض قائما فان نالته مشقة صلی جالسا، فان نالته مشقة صلی بایماء یومی برأسه" (رواه الطبرانی فی الاوسط، اعلاء السنن ۱۷۴/۷) مجمع الزوائد (۱۵۲/۲) باب صلاة المریض وقال الهیثمی: لم یروه عن ابن جریج الا حلس بن محمد الضبعی ولم احد من ترجمه، وبقیة رجاله ثقات، وفی اعلاء السنن (۱۷۴/۷): المستور من القرون الثلاثة مقبول. واقول: ان حدیث عمران بن حصین الآتی یؤیده ویقویه فی الجملة فلا محالة ان هذا الحدیث حسن کما قال صاحب الاعلاء.

(۲) عن عمران بن حصین قال: "کانت بی بواسیر فسألت النبی ﷺ عن الصلاة فقال: صل قائما فان لم تستطع فقاعدا فان لم تستطع فعلی جنب" (رواه البخاری، جامع الاصول ۳۱۲/۵) البخاری: تقصیر الصلاة [باب اذا لم یطق قاعدا صلی علی جنب].

سر کے اشارے سے نماز پڑھنے میں مشقت ہو تو وہ تسبیح پر (اکتفا) کرے۔(۱)

۳- لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت میں چت لیٹنا (قبلہ رخ پیر کے ساتھ) اور قبلہ رخ کروٹ کے بل لیٹنا دونوں درست ہے، افضل چت لیٹنا ہے اگر قدرت ہو :

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے کہ اگر بیٹھ کر نماز نہ پڑھ سکو تو کروٹ کے بل پڑھو۔(۲)

۴۹۵- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"مریض چت لیٹ کر اس طرح نماز پڑھے کہ اس کے پیر قبلہ کی جانب ہوں۔"(۳)(دار قطنی)

۴- اشارہ سے نماز ادا کرنے میں اشارہ صرف سر سے کیا جائے گا آنکھ وغیرہ سے نہیں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ارشاد نبوی یہ آیا ہے کہ اگر بیٹھ کر (رکوع وسجدے کے ساتھ نماز میں) مشقت ہو تو سر سے اشارہ کر کے نماز پڑھے۔(۴)

۴۹۶- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

---

(۱) عن ابن عباس في حديثه المتقدم من قوله صلى الله ﷺ : "فإن نالته مشقة صلى بإيماء يومي برأسه فإن نالته مشقة سبح" (رواه الطبراني في الاوسط) ملاحظہ ہو حدیث/۴۹۳

(۲) ملاحظہ ہو حدیث/۴۹۴

(۳) عن ابن عمر قال: "يصلي المريض مستلقيا على قفاه تلي قدماه القبلة" (رواه الدارقطني، اعلاء السنن ۱۷۲/۷) الدارقطني (الوتر باب صلاة المريض ومن رعف به) وفي اعلاء السنن: رجاله ثقات. وفي هامش الدارقطني لمحمدي بن منصور: اسناده صحيح.

(۴) ملاحظہ ہو حدیث/۴۹۳

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مریض کی عیادت کو تشریف لے گئے، میں بھی ساتھ تھا، آپ نے اس کو دیکھا کہ وہ نماز میں سجدہ ایک تکیہ پر کر رہا ہے تو اس کو منع کیا اور فرمایا: "اگر زمین پر سجدہ کر سکو تو کرو، ورنہ اشارے سے کام لو، اور سجدے کے اشارے کو رکوع سے زیادہ جھکاؤ۔"(۱)(بزار)

۵- سجدے کا اشارہ رکوع کے اشارے سے زیادہ جھک کر ہوگا اور سجدہ کے لئے کوئی چیز اٹھا کر سر سے نہ لگائی جائے گی :

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مریض کو تکیہ پر سجدہ کرتے دیکھا تو فرمایا:

"زمین پر سجدہ نہ کر سکو تو اشارہ کرو اور رکوع سے زیادہ کرو۔"(۲)

۴۹۷- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے:

"تم میں سے جو آدمی سجدہ کر سکے وہ سجدہ کرے اور جو سجدہ نہ کر سکے وہ کسی چیز کو اٹھائے نہیں کہ اس پر سجدہ کرے، بلکہ رکوع وسجدے کا اشارہ کرے۔"(۳)(طبرانی)

---

(۱) عن جابر بن عبد الله قال: "عاد رسول الله ﷺ مريضا وانا معه فراه يصلي ويسجد على وسادة فنهاه وقال: "ان استطعت ان تسجد على الارض فاسجد والا فاوم ايماء واجعل السجود اخفض من الركوع" (رواه البزار، اعلاء السنن ۱۷۸/۷) مجمع الزوائد (۱۵۱/۲ باب صلاة المريض) وفيه: رجاله رجال الصحيح، ونسبه الحافظ في الدراية (۲۰۹/۱) الى البزار والبيهقي وقال: رجاله ثقات.

اس حدیث کے مرفوعاً ثبوت میں کچھ کلام ہے مگر اعلاء السنن (۱۷۸/۷، ۱۷۹) میں اس پر محققانہ کلام کیا گیا ہے کہ اس کا رفع ثابت وراجح ہے۔

(۲) ملاحظہ ہو حدیث/۴۹۶

(۳) عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: "من استطاع منكم ان يسجد فليسجد ومن لم يستطع فلا يرفع الى جبهته شيئا يسجد عليه ولكن ركوعه وسجوده يومي ايماء" (رواه الطبراني اعلاء السنن ۱۷۸/۷) الطبراني في الأوسط، مجمع الزوائد (۱۵۳/۲ باب صلاة المريض) وفيه: رجاله موثقون ليس فيهم كلام يضر.

Scanned by CamScanner

بلکہ متعدد روایات میں کسی چیز پر سجدہ کرنے پر نکیر اور اس کا الگ کرنا و پھینکنا نقل کیا گیا ہے۔(۱)

۶- بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں بیٹھنے کی ہیئت وکیفیت :

بیٹھ کر نماز پڑھنے والا - خواہ کسی عذر کی وجہ سے فرض ادا کرے - یا بغیر عذر کے کوئی نفل ادا کرے، اگر مجبوری کی حالت ہے تو جو ہیئت وکیفیت ممکن ہو وہ اختیار کرے، ورنہ اس کو اختیار ہے کہ قعدہ کی ہیئت پر رہ کر نماز ادا کرے یا چہار زانو (پالتی مار کر) بیٹھے۔

البتہ افضل یہ ہے کہ قیام وقراءت کے مرحلے میں پالتی و چہار زانو کی ہیئت پر رہے، اس کے بعد ہیئت بدل لے۔

حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت انس رضی اللہ عنہم نیز متعدد اکابر تابعین سے قولاً وفعلاً اسی انداز میں نماز پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔

اور ابراہیم نخعی و سالم بن عبداللہ، سعید بن جبیر، ابن سیرین رحمہم اللہ سے خصوصیت سے قیام وقراءت کے مرحلے میں یہی نقل کیا گیا ہے، اور بعد کے مرحلے میں ہیئت کا بدلنا منقول ہے اور صحابہ میں حضرت انس سے بھی یہی منقول ہے۔(۲)

---

(۱) مجمع الزوائد ۲/۱۵۱، ۱۵۲ باب صلاة المریض روی ذلك مرفوعا و موقوفا باسانید معتبرة.

(۲) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۲/۲۲۴-۲۲۶) مذکورہ حضرات میں بعض سے اس ہیئت پر انکار بھی آیا ہے، مجموعی روایات وآثار کا تقاضا یہ ہے کہ انکار وکراہت کو قعدہ کی حالت میں بھی اسی ہیئت میں بیٹھنے پر محمول کیا جائے جبکہ عذر نہ ہو، اور عذر ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بعض آثار سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے (بخاری وغیرہ میں صراحۃ قعدہ کے حال میں تربع پر انکار آیا ہے، ملاحظہ ہو جامع الاصول ۵/۳۰۷)۔

بلکہ ابن مسعود جن سے اس کا انکار مروی ہے، ان سے عبدالرزاق نے اس قسم کی بات نقل کی ہے کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا تربعانہ بیٹھے، ہاں بیٹھ کر نماز پڑھنے والا تربعا بیٹھے، (مجمع الزوائد-۱/۱۹۷، بحوالہ طبرانی فی الکبیر)۔

مولانا ظفر احمد نے اعلاء السنن (۷/۱۸۰-۱۸۲) میں کافی تفصیل کی ہے، مگر ترجیح ظاہر روایت کو دی ہے کہ قعدہ کی ہیئت میں نماز پڑھی جائے جبکہ خود انھوں نے ایک ترجیحی قول امام صاحب وصاحبین تینوں کا (بحوالہ امام طحاوی المعتصر من المختصر-۱/۴۳) تربع کا نقل کیا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ تربع سے متعلق جس کثرت وصراحت سے روایات وآثار ہیں وہ دوسری کسی شکل سے متعلق نہیں ہیں، اس لیے اس کا جواز تو ہے ہی، استحسان بھی راجح معلوم ہوتا ہے، ائمہ ثلاثہ کے یہاں بھی راجح یہی ہے کہ تربعا نماز ادا کی جائے (فتح الباری ۲/۵۵۶) اور یہ توافق وموافقت مزید موکد ومرجح ہے۔

۴۹۸- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تربعاً (چہار زانو) نماز پڑھنا نقل کیا ہے۔(۱) (نسائی)

□□□

---

(۱) عن عائشة قالت: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي متربعا (رواه النسائي - جامع الاصول ۵/۳۱۵) النسائي، قيام الليل باب كيف صلاة القاعد - ورواه الحاكم (المستدرك ۱/۲۵۸-۲۷۵) وصححه و وافقه الذهبي ورواه ابن حبان وابن خزيمة وغيرهم - كما في - اعلاء السنن (۷/۱۸۰) وفي الاعلاء (۷/۱۸۰ و ۱۸۱) : قال النسائي: لا أحسب هذا الحديث إلا خطأ. لكن الرواية عند ابن خزيمة والبيهقي متابعة فظهر أن لا خطأ كما قال الحافظ في التلخيص (۱/۸۵) كيف و قد صحح إسناده في المعتصر من المختصر من مشكل الآثار (۱/۴۳).

أقول: وهو عند ابن خزيمة (۲/۲۳۶) باب التربع في الصلاة إذا صلى المرء جالسا وفي هامشه (۲/۲۳۶) قال الألباني: إسناده صحيح. وراجع السنن الكبرى للبيهقي (۲/۳۰۵).

(۱۷)

عورت کی نماز

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شریعت اور اس کے احکام کا مکلف ہونے میں مرد و عورت کا کوئی فرق نہیں ہے کہ دونوں انسان ہیں اس لئے جیسے مرد مکلف ہے عورت بھی مکلف ہے۔

لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قدرت نے مرد و عورت میں صنفی فرق رکھا ہے جس کی وجہ سے دونوں کی صلاحیتوں و حالات میں فطری فرق پایا جاتا ہے اور اسی فرق کی وجہ سے احکام کا فرق کئی جگہ اور کئی قسم کا ہے، جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

دونوں کے درمیان احکام کا فرق عبادات میں بھی رکھا گیا ہے، حج میں، روزے میں، کچھ سہی مگر فرق آیا ہے، اور یہ فرق سب سے زیادہ نماز کے مسائل میں ہے کیونکہ نماز کے مسائل و احکام کا پھیلاؤ بھی زیادہ ہے، نماز کے مسائل و احکام میں فرق و تفصیل سے کوئی انکار نہیں کر سکتا نہ مذاہب اربعہ کے ماننے والے اور نہ ہی دوسرے حضرات۔ اس لئے یہ کہنا کہ مرد و عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے، درست نہیں ہے۔

بعض چیزیں جو متفق علیہ ہیں اور صحیح احادیث میں مذکور و معروف ہیں ان میں سے:

عورت نماز جمعہ کی مکلف نہیں ہے۔(۱) عورت کے لئے مسجد کے مقابلے میں گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔(۲) جماعت میں شریک ہونے کی صورت میں عورتوں کی صف اخیر میں رہتی ہے اور عورتوں کی آخری صف کو بہتر بتایا گیا ہے۔(۳) نماز میں اگر کسی چیز کی طرف کسی کو توجہ دلانی ہو تو مرد کو حکم ہے سبحان اللہ کہے اور عورتوں کو حکم ہے کہ ہاتھوں سے آواز کریں زبان سے آواز نہ کریں۔(۴)

اسی طرح کچھ فرق از تحریمہ تا سلام اعمال نماز میں بھی بعض چیزوں کا رکھا گیا ہے،

(۱) ملاحظہ ہو حدیث/۳۷۱، ۳۷۲

(۲) ملاحظہ ہو حدیث/۵۱۲، ۵۱۳

(۳) ملاحظہ ہو حدیث/۵۸۶

(۴) ملاحظہ ہو حدیث ۵۲۶

۱- تحریمہ میں سینے تک ہاتھ اٹھانا۔

۲- سینے پر ہاتھ باندھنا۔

۳- سجدے میں بدن کا چھپانا اور چپکانا۔

۴- قعدے میں کولھے پر بیٹھنا۔

۵- مسجد کی جماعت میں شرکت صرف جائز اور وہ بھی مشروط ہے۔

۶- عورت کے لیے گھر ہی بہتر ہے۔

۷- مسجد جائے تو بغیر اہتمام کے۔

۸- تنہا عورتوں کی جماعت بھی پسندیدہ نہیں۔

۹- عورتوں کے لیے اذان و اقامت نہیں۔

۱۰- امام عورت درمیان میں کھڑی ہو۔

۱۱- نماز عیدین میں عورتوں کی شرکت۔

۱۲- نماز میں کسی امر پر تنبیہ ہاتھوں سے۔

اور جس کو-فی الجملہ-چاروں اماموں، ان کے متبعین نے (۱) نیز دوسرے علماء نے بھی تسلیم کیا ہے۔

دوسرے علماء میں، مولانا وحید الزماں صاحب حیدرآبادی، مفتی ابوالقاسم بناری، مولانا عبدالجبار غزنوی وغیرہ ہیں (۲)، بلکہ اہل حدیث کانفرنس کی مجلس شوریٰ نے بالاتفاق منظوری سے اس قسم کی چیزوں کی اشاعت کی ہے۔ (۳)

سعودیہ کے ایک ممتاز عالم شیخ صالح فوزان نے "تنبیهات علی أحكام تختص بالمؤمنات" (خواتین کے مخصوص مسائل) کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے عورتوں کے خاص احکام ومسائل کا تذکرہ کیا ہے اور نماز کے ایسے مسائل کو کافی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے (۴) اور سجدہ کی خصوصی کیفیت کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ (۵)

یہ فرق جس کے ائمہ اربعہ وغیرہ اور بالخصوص حنفیہ قائل ہیں، معتبر روایات، احادیث وآثار صحابہ سے ثابت ہے اور اس بابت معروف تابعی فقیہ وامام حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ جملہ معروف ہے :

---

(۱) ملاحظہ ہو "الفقه الاسلامی و ادلته" ۲/ ۹۱۵ تا ۹۳۹۔

(۲) ملاحظہ ہو "نزل الابرار" ا/ ۸۵ مع حاشیہ، فتاویٰ غزنویہ ص/ ۲۷ و ۲۸، فتاویٰ علماء اہل حدیث ۳/ ۳۹۔

(۳) رسالہ تعلیم الصلاۃ، شائع کردہ دفتر اہل حدیث کانفرنس دہلی، باز ار بلیماران، اس کے ص/ ۱۴ پر سجدے میں فرق کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

(۴) خواتین کے مخصوص مسائل از: ص/ ۵۷ تا ۹۳۔

(۵) خواتین کے مخصوص مسائل از: ص/ ۷۹ تا ۸۰ - صحیح بخاری (کتاب الصلوة باب سنة الجلوس فی التشهد) میں روایت آئی ہے: كانت أم الدرداء تجلس في صلاتها جلسة الرجل و كانت فقيهة.

جولوگ فرق کے قائل نہیں ہیں یہ ان کا ایک اہم مستدل ہے کہ صحیح بخاری میں ہے اور ام درداء سے ہے جو صحابیہ ہیں۔

لیکن آگے کی تفصیل سے واضح ہے کہ فرق ہے اور اس بابت مرفوع وموقوف ہر قسم کی روایات موجود ہیں۔

۲- یہ ان کی نسبت سے ایک تنہا منفرد (چیز) ہے لہٰذا مرجوح ہوگی۔

۳- بجز یہ کہ یہ ام درداء صغریٰ ہیں جو صحابیہ نہیں بلکہ تابعیہ ہیں اور راوی مکحول ہیں، ظاہر ہے کہ صحابی کے مقابلہ میں کسی تابعی کی اور اکابر ومستند تابعین کے مقابلہ میں دوسرے کی ترجیح نہیں۔

اس بابت تفصیل کے لیے مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور کی تفصیلی تحریر دیکھی جائے جو ان کے مجموعہ مکاتیب "الیواقیت الغالیہ" میں شامل ہے۔

۴۹۹- "(نماز میں) عورت کے لئے کچھ ایسی کیفیت ہے جو مرد کے لئے نہیں ہے۔" (۱) (ابن ابی شیبہ وعبدالرزاق)

بلکہ اس قسم کا مضمون بعض روایات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول ہے۔ (۲)

امام بیہقی نے اپنی سنن میں اس قسم کی روایات کو ذکر کرنے سے پہلے فرمایا ہے: نماز کے احکام میں عورت ومرد کا جو فرق ہے وہ مجموعی واجمالی طور پر ستر (پردہ) کی طرف راجع ہے کہ عورت ان چیزوں کی مامور ہے جو اس کے لیے زیادہ سے زیادہ ساتر (پردہ والی) ہوں چنانچہ آگے آنے والے ابواب اس کی وضاحت کرتے ہیں۔ (۳)

حنفیہ کے نزدیک مرد وعورت کی نماز میں کیا فرق ہے؟ بعض حضرات نے ۳۰ر تک لکھا ہے۔ (۴)

۱- عورت کا تحریمہ میں سینہ تک ہاتھ اٹھانا :

۵۰۰- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اے وائل جب نماز پڑھو تو اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاؤ، اور عورت اپنے سینے (پستانوں) تک ہاتھ اٹھائے گی۔" (۵) (طبرانی)

---

(۱) عن عطاء بن ابی رباح قال: "ان للمرأة هيئة ليست للرجل" (رواه ابن ابی شيبة) كتاب الصلوة باب فی المرأة اذا افتتحت الصلاة (۲/ ۴۲۱) رواه عن ابن جريج عن عطاء -محمد بن بكر وهو من رجال الجماعة - ورواه عبد الرزاق (۲/ ۱۳۷) رواه عن ابن جريج.

(۲) ملاحظہ ہو حدیث/ ۵۰۳

(۳) السنن الكبرى (۲/ ۲۲۲) ولفظه: وجماع ما يفارق المرأة فيه الرجل من أحكام الصلاة راجع إلى الستر وهو انها مامورة بكل ما كان أستر لها والأبواب التی تلی هذه تكشف عن معناه وتفصيله.

(۴) ملاحظہ ہو عمدۃ الفقہ مؤلفہ مولانا حسین نقشبندی۔

(۵) عن وائل بن حجر قال: قال رسول الله ﷺ "يا وائل بن حجر اذا صليت فاجعل يديك حذاء اذنيك والمرأة تجعل يديها حذاء ثدييها" (رواه الطبرانی فی المعجم الكبير، اعلاء السنن ۲/ ۱۵۶) -

۵۰۱- حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا سے منقول ہے :

"وہ (اسی ہدایت کے مطابق) اپنے مونڈھوں تک ہاتھ اٹھایا کرتی تھیں۔"(۱) (جزء رفع الیدین، ابن ابی شیبہ)

سینے اور مونڈھے کے درمیان فی الجملہ زیادہ فرق نہیں ہے بمقابلہ کان وغیرہ کے، اس لیے مذکورہ دونوں روایات کا حاصل ایک ہے۔

مشہور تابعی عطاء بن رباح سے پوچھا گیا کہ عورت تکبیر کے لئے مرد کی طرح ہاتھ اٹھائے گی؟ فرمایا: نہیں وہ ایسا نہیں کرے گی اور پھر ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے ہاتھ کو کافی نیچے لے گئے اور اس کے بعد دونوں ہاتھوں کو اپنی طرف اچھی طرح سمیٹا اور فرمایا عورت کے لیے کچھ ایسی کیفیت ہے جو مرد کے لیے نہیں ہے۔(۲)

۲- سینے پر ہاتھ باندھنا :

تحریمہ کے بعد ہاتھ کہاں باندھا جائے مرد کے حق میں تو اختلاف ہے، مگر عورت کے حق میں سب متفق ہیں کہ سینے پر ہاتھ باندھا جائے گا۔(۳)

- مجمع الزوائد کتاب الصلاة (باب رفع الیدین فی الصلاة) وفیه: رویتها میمونة بنت حجر عن عبد الجبار عن عمتها ام یحیی بنت عبد الجبار، لم اعرفها، وبقیة رجاله ثقات. ولفظ: "حذو ثدییها" روی عن عطاء وحماد أیضا (مصنف ابن ابی شیبة (۲/۴۲۱) وفیه (۲/۴۲۲) عن حفصة بنت سیرین کانت فی الصلاة و اومأت حذو ثدییها

(۱) عن عبد ربه بن سلیمان بن عمیر قال: "رأیت ام الدرداء ترفع یدیها فی الصلاة حذو منکبیها" (جزء رفع الیدین للبخاری ص/۲، اعلاء السنن ۳/۱۵۷) وهو فی جلاء العینین تخریج جزء رفع الیدین ص/۲۰ و ۲۱، وفی اعلاء السنن: رجاله ثقات. ورواه ابن ابی شیبة (۲/۴۲۱) وفیه ایضا: عن الزهری: ترفع یدیها حذو منکبیها.

(۲) عن ابن جریج قال: "قلت لعطاء: تشیر المرأة بیدیها بالتکبیر کالرجل؟ فقال: لا ترفع بذلک یدیها کالرجل، واشار فخفض یدیه جدا وضمهما الیه جدا وقال: ان للمرأة هیئة لیست للرجل" (رواه ابن ابی شیبة ۲/۴۲۱)، ملاحظہ ہو حدیث ۴۹۹

(۳) اما فی حق النساء فاتفقوا علی ان السنة لهن وضع الیدین علی الصدر. (السعایة شرح شرح الوقایة ۲/۱۵۶).

۵۰۲- عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

"عورت قیام کے حال میں اپنے ہاتھوں کو حتی الوسع سمیٹ کر رکھے گی۔"(۱) (عبدالرزاق)

۳- سجدے میں بدن کا چھپانا اور چپکانا :

۵۰۳- حضرت یزید بن ابی حبیب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو عورتوں کے پاس سے گذر ہوا جو نماز پڑھ رہی تھیں تو آپ نے ان سے فرمایا :

"جب تم دونوں سجدہ کیا کرو تو بدن کے بعض حصے کو زمین سے لگا دیا کرو اس لئے کہ عورت اس میں مرد کی طرح نہیں ہے۔"(۲)

(مراسیل ابی داؤد و بیہقی)

۵۰۴- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"عورت جب سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر کرے اور اپنی دونوں رانوں کو ملائے رکھے۔"(۳) (ابن ابی شیبہ)

---

(۱) عن عطاء بن ابی رباح قال: "تجمع المرأة یدیها فی قیامها ما استطاعت" (رواه عبد الرزاق) مصنف عبد الرزاق (۳/۱۳۷) رواه عن ابن جریج عن عطاء.

(۲) عن یزید بن ابی حبیب أنه صلی الله علیه وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال: "اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأة فی ذلک لیست کالرجل" (رواه ابو داؤد والبیهقی) ابو داؤد فی مراسیله ص/۸ (من طبع الهند) والسنن الکبری، کتاب الصلاة [باب ما یستحب للمرأة من ترک التجافی]، سنن کبری میں اس مضمون کے مزید آثار و مرفوع روایات مذکور ہیں اور مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلاة، باب المرأة کیف تکون فی سجودها، و مصنف عبد الرزاق باب تکبیر المرأة الخ (۳/۱۳۷) وما بعد. میں بھی صحابہ و تابعین کے آثار مذکور ہیں۔ بیہقی نے اس کو منقطع کہا ہے کہ یزید بن ابی حبیب تابعی ہیں لیکن ثقہ و فقیہ ہیں (تقریب ص/۶۷۰) تو یہ مرسل ہے اور مرسل فی الجملہ حجت ہے اور اس کے متابعات موجود ہیں اور ترکمانی (الجوہر النقی ۲/۲۲۳) نے ذکر کیا ہے کہ یزید کے راوی سالم بن غیلان ہیں جو متروک ہیں لیکن (تقریب ص/۱۹۵) میں ہے "لیس به باس" لہذا یہ روایت مقبول اور فی الجملہ حسن ہے، بظاہر اسی وجہ سے بیہقی نے اس کو منقطع کہنے کے ساتھ بعض موصول سے احسن کہا ہے۔

(۳) عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی رضی الله تعالی عنه وارضاه قال: "اذا سجدت المرأة فلتحتفز ولتضم فخذیها" (رواه ابن ابی شیبة والبیهقی) مصنف ابن ابی شیبة (۲/۵۰۴) -

۵۰۵- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔(۱)(ابن ابی شیبہ)

۵۰۶- حضرت ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ عورت کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ سجدے میں کلائیوں کو زمین پر اور پیٹ کو رانوں پر رکھے اور مردوں کی طرح ان اعضاء میں کھلا پن نہ اختیار کرے۔(۲)(عبدالرزاق)

۴- قعدہ میں کولھے پر بیٹھنا اور ران کا ران سے چپکانا :

۵۰۷- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ سے نقل فرمایا ہے :

"جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ران کو دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو پیٹ کو ران سے چپکا دے تا کہ زائد سے زائد پردہ ہو۔"(۳)

(بیہقی)

- السنن الکبری (۲/۲۲۲) وفیہ الحارث وھو مقبول فی المتابعة - کما حققه صاحب الإعلاء.

حضرت علی کی اس روایت پر بیہقی نے کوئی کلام نہیں کیا ہے اس کے بعد حضرت ابوسعید خدری و حضرت ابن عمر کی روایات کا تذکرہ کیا ہے مگر ضعف و عدم احتجاج کے ذکر کے ساتھ اور یزید بن ابی حبیب کی روایت کا بھی ذکر کیا ہے مگر ان روایات کا مجموعہ ایک حیثیت رکھتا ہے اور بعض منفرداً بھی قابل احتجاج ہیں۔

(۱) عن ابن عباس انه سئل عن صلاة المرأة فقال : "تجتمع وتحتفز" (رواه ابن ابی شیبة) مصنف ابن ابی شیبة (۲/۵۰۵) وفیه آثار فی ذلك عن النخعی ومجاهد والحسن وهو عند عبد الرزاق (۲/۱۳۸) أیضا والسند قوی.

(۲) عن ابراهیم النخعی قال: "کانت تؤمر المرأة أن تضع ذراعها وبطنها علی فخذها اذا سجدت ولا تتجافی کما یتجافی الرجل" (رواه عبد الرزاق) مصنف عبد الرزاق ۳/۱۳۸، وفی مصنف ابن ابی شیبة (۲/۵۰۵) عنه : اذا سجدت المرأة فلتلزق بطنها بفخذیها و لا ترفع عجیزتها ولا تجافی کما یجافی الرجل. قول : سنده صحیح و رواه عبد الرزاق أیضا (۳/۱۳۸).

(۳) عن عبد الله بن عمر مرفوعا "اذا جلست المرأة فی الصلاة وضعت فخذها علی فخذها الاخری فاذا سجدت ألصقت بطنها علی فخذیها کاستر مایکون لها" (رواه البیهقی فی السنن السنن الکبری، کتاب الصلاة (باب ما یستحب للمرأة من ترك التجافی) مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الصلاة (باب فی المرأة کیف تجلس فی الصلاة) میں کئی آثار ذکر کئے گئے ہیں، اس روایت کو بیہقی نے ضعیف کہا ہے کیونکہ اس کا مدار ابو مطیع بلخی پر ہے جن کو ضعیف شمار کیا گیا ہے (لسان المیزان ۲/۳۳۴ میزان الاعتدال ۲۱۸۱-) کامل ابن عدی ۲/۶۳۱ مگر عقیلی نے کہا ہے "کان مرجئا صالحا فی الحدیث الا أن اهل السنة امسکوا عن الروایة عنه" (نقله عنه الحافظ فی لسان المیزان ۲/۳۳۵) ظاہر ہے کہ عقیلی کے اس بیان کی روشنی میں یہ قابل قبول ہیں۔

۵۰۸- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے :

"عورتیں پہلے نماز کے اندر پالتی مار کر بیٹھا کرتی تھیں پھر ان کو حکم دیا گیا کہ وہ سمٹ کر بیٹھا کریں۔"(۱)(جامع المسانید)

۵- مسجد کی جماعت میں عورتوں کی شرکت

(صرف جائز ہے اور وہ بھی مشروط ہے) :

احادیث میں یہ ضرور آیا ہے کہ عہد نبوی میں عورتیں مسجد کی جماعت میں شریک ہوتی تھیں مگر ساتھ ہی یہ بھی آیا ہے کہ اچھا یہی ہے کہ وہ گھر میں نماز پڑھا کریں اور یہ بھی آیا ہے کہ مسجد جائیں تو انتہائی سادگی سے اور بغیر کسی اہتمام لباس وغیرہ کے، ورنہ ان کا جانا وعید کا باعث ہے۔(۲)

اور دن بدن حالات میں تبدیلی اور خرابی ہی آتی گئی اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد معروف ہے جسے تمام علماء محققین نے اپنے استدلال میں ذکر کیا ہے اور ان

---

(۱) عن ابن عمر انه سئل کیف کان النساء یصلین علی عهد رسول الله ﷺ؟ قال : "کن یتربعن ثم امرن ان یحتفزن" (جامع مسانید الامام الاعظم) جامع المسانید ابواب الصلاة الفصل الخامس فی هیئة الصلاة، رواه الامام عن نافع عن ابن عمر، اخرجه ابو محمد البخاری و القاضی عمر بن الحسن الاشنانی، وابن خسرو باسانیدهم الی الامام.

مصنف ابن ابی شیبہ و مصنف عبدالرزاق میں مذکور آثار اور بالخصوص ابن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر کی عورتوں کے معمولات اس کے مؤید ہیں، ان آثار کے رواۃ مضبوط ہیں اور ان آثار میں معمول آیا ہے کہ عورتیں تربعاً (پالتی مار کر) بیٹھا کرتی تھیں، اور اسی طرح بیٹھنے کی بات تھی، اگرچہ کچھ وسعت کی شکلیں بھی مذکور ہیں، عطاء بن ابی رباح سے منقول ہے کہ جہاں تک ہو سکے سمٹ کر بیٹھیں (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۵۰۶)

البتہ ایک بات یہ بھی ہے کہ تربع کا معروف مفہوم اگرچہ چہار زانو اور پالتی کا ہے مگر اس کا ایک مفہوم تورک (کولھے پر بیٹھنا) بھی ذکر کیا گیا ہے اس لیے تربع فی الجملہ تورک کے معنی میں ہے، اگرچہ بعض جگہ فرق کرنا ہوگا، حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ (شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور) نے اپنے ایک مکتوب میں اس بابت تفصیلی گفتگو فرمائی ہے، اور اس میں یہ توضیح و تفصیل نقل کی ہے اور مزید گفتگو بھی ہے (ملا "من الیواقیت الغالیة" ۱/۲۷۹ تا ۲۹۰ وبعد)۔

(۲) روایات کے لئے ملاحظہ ہو جامع الاصول ۱۱/۱۹۸ تا ۲۰۲۔

چیزوں کی وجہ سے ممانعت کو ذکر کیا ہے :

۵۰۹- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرمایا :

"اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواتین کی اس حالت کا مشاہدہ فرماتے جو انھوں نے (آپؐ کے بعد) اختیار کرلی ہے تو آپ ان کو مسجد سے روک دیتے جیسے کہ بنو اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔"(۱)

(بخاری ومسلم)

۵۱۰- دوسرے صحابہ میں بالخصوص حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ۔جن سے متعدد مرفوع روایات آئی ہیں کہ عورتوں کا گھر میں ہی نماز پڑھنا بہتر وافضل ہے،ان سے اس بارے خصوصیت سے ممانعت وتاکید منقول ہے،وہ حج وعمرہ وحرمین نیز سن دراز عورتوں کی تخصیص استثناء کی بات فرماتے اور عام عورتوں کے لیے گھر کی ہی نماز کو فضیلت کی اور افضل بتاتے بلکہ یہاں تک روایت ہے کہ جمعہ کے دن کنکری مار مار کر ان کو مسجد سے باہر نکالتے ۔(۲)

آگے اس بابت ارشادات نبویہ ملاحظہ ہوں جن کی وجہ سے حضرت عائشہ نے اپنی بات فرمائی اور حضرت ابن مسعودؓ نے شدت اپنائی ،اور علماء امت ،ائمہ اربعہ وغیرہ نے اس کو ناپسند وممنوع قرار دیا۔(۳)

اور جو لوگ اجازت کی بات کرتے ہیں وہ صرف جواز کی حد تک اور شروط وقیود کے ساتھ ورنہ نہیں ۔(۴)

---

(۱) عن عائشة قالت : "لو رأى رسول الله ﷺ ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بنى اسرائيل " (رواه البخارى ومسلم والموطا وابوداؤد، جامع الاصول ۱۱/۲۰۱ - ۲۰۲) البخارى صفة الصلاة [باب خروج النساء الى المساجد] مسلم الصلاة [باب خروج النساء الى المساجد].

(۲) مصنف ابن ابى شيبة ۲/۲۰۱-۲۰۲

(۳) واضح رہے کہ مسجد وجماعت سے ممانعت کی بات صرف حنفیہ ہی نہیں کرتے بلکہ دوسرے حضرات کے یہاں بھی اسی قسم کا حکم ہے (ملاحظہ ہو فقہ الاسلامی وادلتہ [illegible]، الموسوعۃ الفقہیہ ۲۷/۱۶۷ و ۱۶۸، ۳۷/۲۱۷، ۲۱۸)۔

(۴) تفصیل اور ان امور میں توسع رکھنے والے علماء بھی یہی کہتے ہیں ملاحظہ ہو" خواتین کے مخصوص مسائل" مؤلفہ شیخ صالح فوزان ص ۸۱-۸۲ علامہ شوکانی (نیل الاوطار [illegible] ۱۱-۱۳) وغیرہ کا نقطہ نظر بھی یہی ہے۔

۵۱۱- اور بعض احادیث میں جو یہ آیا ہے کہ عورت اجازت مانگے تو روکا نہ جائے ۔(۱)

تو اس کی بابت مولانا عبد الرحمن صاحب مبارکپوری نے امام نووی سے نقل کیا ہے کہ حدیث میں یہ حکم کہ عورت کو روکا نہ جائے اور منع نہ کیا جائے یہ تنزیہ کا ہے (تحریم کا نہیں ،یعنی اچھا وبہتر ہے کہ نہ روکے ،حرمت کا نہیں کہ روکنا حرام اور کلیۃً منع ہے)اور یہ حکم اس وقت ہے جب کہ حدیث میں مذکورہ شرائط پائے جائیں (۲) ورنہ تو روکنا حق ولازم ہوگا جیسا کہ امام ترمذی نے عبد اللہ بن مبارک سے نقل کیا ہے۔(۳)

اور حافظ ابن حجر نے ابن دقیق العید سے نقل کیا ہے کہ حدیث تو عام ہے مگر فقہاء نے قیدیں لگائی ہیں (۴) (وہ قیدیں احادیث سے ماخوذ ہیں جیسا کہ آگے وضاحت موجود ہے)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنے فتاوی میں ذکر کیا ہے کہ پنج وقتہ نمازوں اور جمعہ میں عورتوں کی شرکت بہت کم ہوتی تھی ،اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نمازوں کے حق میں گھروں کا ثواب زیادہ بتایا ہے۔(۵)

٦- عورت مسجد جاسکتی ہے مگر بہتر اس کے لئے گھر ہی ہے :

۵۱۲- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ارشاد نبوی ہے :

"اپنی عورتوں کو مسجدوں سے مت روکو ،ویسے تو ان کے گھر ان کے لئے بہتر ہیں ۔"(٦) (ابوداؤد)

---

(۱) ملاحظہ ہو جامع الاصول ۱۱/۱۹۸ و ۱۹۹۔

(۲) تحفة الاحوذى ۳/۱٤۳.

(۳) ترمذى ابواب العيدين.

(٤) فتح البارى ۲/۳٤۹ و ۳۵۰.

(۵) فتاوی ابن تیمیہ (٦/۴۵۸) البتہ شیخ فرماتے ہیں کہ عیدین میں ان کو شرکت کا حکم تھا اور اس کے اسباب بھی ذکر کیے ہیں۔

(٦) عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ قال " لا تمنعوا نساء كم المساجد و بيوتهن خير لهن " (اخرجه ابوداؤد، جامع الاصول ۱۱/۲۰۰) ابوداؤد، الصلاة [باب ماجاء فى خروج النساء الى المساجد] ورواه احمد (مسند احمد ۲/۷٦،۷۷) وابن خزيمة (صحيحه، جماع ابواب صلاة النساء

۵۱۳- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشادِ نبوی نقل کیا ہے :

"عورت کی نماز اپنے گھر کے کمرے میں بہتر ہے، اس کے گھر کے صحن و برآمدے سے، اور اس کی نماز کوٹھری میں کمرے کی نماز سے بہتر ہے۔"(۱) (ابوداؤد)

۵۱۴- اور ایک روایت میں ہے :

"اللہ کو عورت کی وہ نماز سب سے زیادہ محبوب ہے جو اس کے گھر کے اندر سب سے تاریک حصے میں ہو۔"(۲) (ابن خزیمہ)

۵۱۵- ایک روایت تو اس مضمون کی بھی ہے کہ ایک صحابیہ نے آپ کے ساتھ اپنی نماز کے شوق کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا :

"تمہاری نماز تمہارے کمرے میں، تمہارے برآمدے کی نماز سے بہتر ہے اور تمہارے برآمدے میں تمہاری نماز گھر کے کھلے حصے و میدان سے بہتر ہے، اور گھر کے کھلے حصے کی نماز محلہ کی مسجد سے بہتر ہے اور محلے کی مسجد کی نماز میری اس مسجد کی نماز سے بہتر ہے۔"

پھر ان صحابیہ کو حکم دیا گیا تو ان کے لئے گھر کے کنارے کے اور انتہائی تاریک حصے

= فی الجماعة) وفی هامش ابن خزيمة (۹۲/۳) نقلا عن الالبانی : الحديث صحيح بشواهده وهو مخرج فی صحيح ابی داؤد. أقول: رواه الحاكم فی مستدركه (۲۰۹/۱) وقال: صحيح على شرط الشيخين ووافقه الذهبی.

(۱) عن ابن مسعود قال: قال رسول الله ﷺ "صلاة المرأة فی بيتها افضل من صلاتها فی حجرتها وصلاتها فی مخدعها افضل من صلاتها فی بيتها" (اخرجه ابوداؤد، جامع الاصول ۲۰۰/۱۱) ابوداؤد، الصلاة [باب ما جاء فی خروج النساء الى المساجد] وفی هامش جامع الاصول (۲۰۰/۱۱) : اسناده حسن، واخرجه ابن خزيمة (صحيح، جماع ابواب صلاة النساء فی الجماعة) وفی هامشه (۹۴/۳) قال الالبانی : اسناده صحيح.

(۲) عن ابن مسعود من قول النبی ﷺ : "ان احب صلاة يصليها المرأة الى الله فی اشد مكان فی بيتها ظلمة" (رواه ابن خزيمه، عن ابن مسعود وابی هريرة) ابن خزيمه، جماع ابواب صلاة النساء فی الجماعة، وفی هامشه (۹۶/۳) ذكر تحسين الحديثين احدهما بالاخر ورواه الطبرانی فی الكبير من قول ابن مسعود. قال الهيثمی: رجاله موثقون. (مجمع الزوائد ۳۸/۲)

میں مسجد (نماز کی جگہ) بنائی گئی جس میں وفات تک وہ نماز ادا کرتی رہیں۔(۱) (ابن خزیمہ)

۵۱۶- ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہمارے شوہر ہم کو آپ کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع فرماتے ہیں اور ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو آپ نے فرمایا:

"تمہاری نماز تمہارے کمروں میں تمہارے گھروں کے صحن و برآمدوں سے بہتر ہے اور تمہارے صحن و برآمدوں کی نماز جماعت کی نماز سے بہتر ہے۔"(۲) (ابن ابی شیبہ واحمد)

۷- عورت مسجد جائے تو بغیر کسی اہتمام کے عام لباس و ہیئت میں ورنہ منع ہے :

۵۱۷- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشادِ نبوی منقول ہے:

"اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے مت روکو اور وہ نکلیں تو معمولی حال میں۔"(۳) (سنگار وغیرہ کے بغیر)۔ (ابوداؤد)

---

(۱) صحيح ابن خزيمة ابواب جماع صلاة النساء بالجماعة، قال الالبانی فی هامشه (۹۵/۳): حديث حسن، حافظ ابن حجر نے اس کو امام احمد وطبرانی سے نقل کرتے ہوئے مسند احمد کی سند کو حسن کہا ہے۔ (فتح الباری ۳۵۰/۲) وفی مجمع الزوائد (۳۷/۲ باب خروج النساء إلى المساجد) : رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح غير عبد الله بن سويد الانصاری وثقه ابن حبان.

(۲) عن أم حميد قالت: يا رسول الله! يمنعنا أزواجنا أن نصلی معك ونحب الصلاة معك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "صلاتكن فی بيوتكن افضل من صلاتكن فی حجركن و صلاتكن فی حجركن أفضل من صلاتكن فی الجماعة." (أخرجه ابن ابی شيبة والطبرانی - هامش ابن ابی شيبة- مصنف ابن ابی شيبة ۲۰۲/۵، وفی هامشه: رواه احمد (۳۷۱/٦) وابن خزيمه (۱٦۸۹) وابن حبان (الإحسان ۴۱۸/۳) وإسناد هؤلاء الثلاثة إسناد حسن كما قال الحافظ فی الفتح (۳۵۰/۲) وله شاهد من حديث ابن مسعود عند ابن ابی داؤد. أما سنده فی المصنف والطبرانی والبيهقی ففيه ابن لهيعة لكن مع المتابعة كما ذكر الشيخ محمد عوامة.

(۳) عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال : "لا تمنعوا اماء الله مساجد الله ولكن ليخرجن وهن تفلات" (اخرجه ابوداؤد، جامع الاصول ۲۰۱/۱۱) ابوداؤد، الصلاة [باب ما جاء فی خروج =

۵۱۸- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل فرمایا ہے :

''جو عورت خوشبو لگائے ہو وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک نہ ہو۔''(۱)(مسلم)

۵۱۹- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا نے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کیا ہے:

''جب تم میں سے کوئی عورت مسجد جائے تو خوشبو نہ لگائے۔''(۲)(مسلم)

۵۲۰- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ ارشاد نبوی بھی منقول ہے :

''جو عورت خوشبو پھیلاتی مسجد جائے اس کی نماز اللہ قبول نہیں فرماتے حتی کہ وہ گھر واپس ہو کر اس کو دھلے۔''(۳)(احمد وابن خزیمہ)

خلاصۂ احادیث :

ممتاز عالم ومحدث مولانا عبد الرحمن صاحب مبارکپوری کے لفظوں میں خلاصۂ احادیث سنئے:

''تم جانو کہ عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے، اور اس کے باوجود بھی اگر کوئی عورت مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت حاصل کرے (یعنی شوہر سے) تو اس کو روکنا نہیں چاہئے، بلکہ (شوہر کی

- النساء الى المساجد] وفى هامش جامع الاصول (۱۱/۲۰۱) : اسناده حسن، ورواه ابن خزيمة (جماع ابواب صلاة النسائى فى الجماعة) وفى هامشه (۳/۹۰) : اسناده حسن.

(۱) عن ابى هريرة عن النبى ﷺ قال : "ايما امرأة اصابت بخورا فلا تشهد معنا العشاء الاخرة" (رواه مسلم وابو داؤد والنسائى، جامع الاصول ۷۷۱/٤) مسلم، الصلاة [باب خروج النساء الى المساجد].

(۲) عن زينب امرأة ابن مسعود عن النبى ﷺ قال : "اذا شهدت احداكن المساجد فلا تمس طيبا" (رواه مسلم والنسائى، جامع الاصول ۷۷۲/٤) مسلم، الصلاة [باب خروج النساء الى المساجد].

(۳) عن ابى هريرة قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : "لا يقبل الله من امرأة صلاة خرجت الى المسجد وريحها تعصف حتى ترجع فتغتسل" (رواه ابن خزيمة واحمد......) مسند احمد (۲/۲٤٦، ۲٦٤) صحيح ابن خزيمة، جماع ابواب صلاة النساء فى الجماعة، وفى هامشه (۲/۹۲) من قول الالبانى : حديث حسن ورجاله ثقات لكنه منقطع ..... يتقوى بطريق مولى ابى رهم.

طرف سے) اس کو اجازت دینی چاہئے لیکن اس کے لئے چند شرطیں ہیں جن کا بیان احادیث میں آیا ہے، ان کا لحاظ ضروری ہے۔

اور وہ شرطیں یہ ہیں :

(۱) جو عورت نماز کے لئے مسجد میں جائے وہ خوشبو نہ لگائے۔

(۲) بن سنور کر نہ جائے۔

(۳) پاؤں میں آواز والا پازیب نہ پہنے۔

(۴) اچھے کپڑوں کو پہن کر نہ جائے۔

(۵) مردوں سے ملے جلے نہیں۔

(۶) نوجوان نہ ہو یا نوجوانوں کی طرح نہ ہو۔

(۷) راستے میں عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کا اندیشہ نہ ہو۔''(۱)

۸- تنہا عورتوں کی جماعت بھی پسندیدہ نہیں ہے، بس اجازت ہے :

اسی لئے عہد نبوی وعہد صحابہ میں اس کا عمومی ثبوت نہیں ملتا، بلکہ خصوصی ہی کا تذکرہ وثبوت ملتا ہے۔

۵۲۱- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد نبوی منقول ہے :

''عورتوں کی جماعت میں کوئی خیر نہیں الا یہ کہ مسجد کی جماعت ہو اور اس میں شریک ہوں۔''(۲)(احمد وطبرانی)

---

(۱) مولانا مبارکپوری صاحب نے یہ تفصیل تحفۃ الاحوذی (۳/۱۴۳) میں ذکر کی ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے۔ علامہ ابن حزم نے اگرچہ اس کو اختیار کیا ہے کہ عورتوں کے لیے بھی مسجد جانا بہتر ہے البتہ فرض نہیں ہے لیکن وہ بھی فرماتے ہیں کہ اجازت لے کر جائیں اور سادگی کے ساتھ بغیر زینت واہتمام کے اور خوشبو کے اور اگر وہ خوشبو وزینت کے ساتھ جائیں تو ان کی نماز نہیں ہوگی اور ان کو منع کرنا لازم ہوگا (المحلی ۳/۱۸۸)

(۲) عن عائشة ان رسول الله ﷺ قال : "لا خير فى جماعة النساء الا فى مسجد جماعة" (رواه احمد والطبرانى، اعلاء السنن ۲/۱۲۵) مسند احمد (٦/٦٦) مجمع الزوائد (۲/۳٦) وفيه :

۵۲۲- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے تھے :

''عورت امامت نہیں کرے گی۔''(۱)(المدونہ)

ظاہر یہی ہے کہ اس سے خود عورتوں کی امامت کی نفی مراد ہے اور ان کی جماعت کی، ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اذان واقامت کی نفی کی ہے(۲) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امامت کی(۳) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جماعت کی(۴) سب کا حاصل یہی نکلا کہ عورتوں کے لئے وہ نظام نہیں جو مردوں کے لئے ہے۔

۹- عورتوں کی جماعت کے لئے اذان واقامت نہیں ہے :

۵۲۳- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے :

''عورتوں پر اذان واقامت نہیں ہے۔''(۵)(بیہقی)

- فیه ابن لهیعة وفیه کلام، قال فی اعلاء السنن (۲۱٤/٤) : قلت : قد حسن له الترمذی واحتج به غیر واحد کما فی مجمع الزوائد ایضا، وقال ایضا (اعلاء السنن ۲۱٥/٤) : ابن لهیعة احسن حالا منه (ای من بعض رواة حدیث ام ورقه عند الحاکم وغیره) لانه من الأئمة المعروفین لم یجهله أحد قط فحدیثه اولی.

(۱) عن مولی لبنی هاشم عن علی بن ابی طالب انه قال : " لا تؤم المرأة " (رواه فی المدونة لمالك، اعلاء السنن ۲۱٥/٤) المدونة (۸٥/۱) وفی اعلاء السنن (۲۱۷/٤) : قلت : رجاله کلهم ثقات ولا یضره عدم تسمیة الراوی عن علی فان شیوخ ابن ابی ذئب (الذی رواه عنه ابن وهب) کلهم ثقات سوی البیاضی (وهو لیس من موالی بنی هاشم) قاله ابن معین وابوداؤد، کما فی التهذیب فالسند صحیح. ورواه ابن ابی شیبة (۵۷۰/۳) أیضا.

(۲) ملاحظہ ہو حدیث/۲۲۳

(۳) ملاحظہ ہو حدیث/۵۲۲

(۴) ملاحظہ ہو حدیث/۵۲۱

(۵) عن ابن عمر " لیس علی النساء اذان ولا اقامة " (رواه البیهقی، اعلاء السنن ۱۲٤/۲) السنن الکبری (٤۰۸/۱) باب لیس علی النساء الاذان والاقامة.

بیہقی نے اس کو حضرت اسماء سے مرفوعا بھی روایت کیا ہے، اور حضرت انس سے بھی وقف ورفع دونوں نقل کیا ہے البتہ رفع کو دونوں سے ضعیف کہا ہے۔(السنن الکبری ۴۰۸/۱) تاہم تعدد طرق سے روایت کو تقویت ضرور ہے۔

وقال الحافظ فی التلخیص (۲۲۲/۱) : رواه البیهقی موقوفا بسند صحیح. أقول:

۵۲۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

''ہم لوگ بغیر اقامت کے نماز پڑھا کرتے تھے۔''(۱)(بیہقی)

۱۰- تنہا عورتوں کی جماعت میں امامت کرنے والی عورت درمیان میں کھڑی ہوگی :

۵۲۵- حضرت عائشہ(۲) وحضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما(۳) سے مروی ہے کہ ان

- وهو عند ابن ابی شیبة (۳٦٦/۲ و۳٦۷) عن جماعة من فحول التابعین عطاء والحسن وابن سیرین وإبراهیم وغیرهم ورواه عنهم وعن ابن عباس مع ابن عمر - عبد الرزاق أیضا (مصنف عبد الرزاق ۱۲٦/۳-۱۲۸)

(۱) عن عائشة " کنا نصلی بغیر اقامة " (رواه البیهقی، اعلاء السنن ۱۲٥/۱) السنن الکبری (٤۰۸/۱ باب اذان المرأة واقامتها لنفسها) مستدرك حاکم (۲۳/۱) وبیهقی (۱۳۱/۳ و ۱۳۸/۱) وغیرہ میں بعض روایات حضرت عائشہ کی اذان واقامت کی آئی ہیں (تلخیص ۲۲۳/۱) لیکن ان کو لیث بن ابی سلیم کی وجہ سے ضعیف کہا گیا ہے، اگرچہ حاکم وذہبی کے سکوت اور متابعت کی بات بھی آئی ہے مگر صاحب اعلاء السنن (۱۲۳/۲) کا کہنا ہے کہ اس باب حضرت ابن عمر کی بات کلیہ ہے، اور روایتوں میں عورتوں کی اذان کا کوئی ذکر وحکم نہیں ملتا۔(مستدرک حاکم وابوداؤد وغیرہ) تخریج کے لئے ملاحظہ ہو: کتاب صلاة الرسول، تخریج عبد الرؤف عبد الحنان، ص : ۳۷۹.

مستدرک حاکم (۲۰۳/۱) میں حضرت ام ورقہ کی ایک روایت آئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اذان واقامت وامامت کی بات فرمائی۔صاحب آثار السنن (۱۳۶/۱) نے اس کی سند کو حسن کہا ہے اور شیخ البانی نے بھی (هامش صحیح ابن خزیمة ۸۹/۳) مگر ابن القطان اور حافظ ابن حجر وغیرہ کی اس کے بعض راویوں کے حق میں سخت تنقید ہے بلکہ خود حاکم نے بھی غرابت کی بات کی ہے۔(ملاحظہ ہو: صلاۃ الرسول مع تخریج ص:۲۷۹ ونصب الرایۃ (الصلاة باب الامامة) واعلاء السنن ۲۱۶/۴ و۲۱۷ وغیرہ) مزید یہ کہ اس قسم کی چیزوں کا ثبوت جب عمومی نہیں تو ان کو خصوصی وکبھی کبھی پر محمول کیا جا سکتا ہے۔

(۲) عن ریطة الحنفیة عن عائشة "امتهن وقامت بینهن فی صلاة مکتوبة" (رواه عبد الرزاق والدارقطنی وغیرهم) مصنف عبد الرزاق (۱٤۰/۳) الدار قطنی (الصلاة باب صلاة النساء جماعة وموقف امامهن) ورواه الحاکم ایضا (مستدرك ۲۰٤/۱) وابن ابی شیبة (٥٦۹/۳) بسندین. وفی نصب الرایة (الصلاة باب الاقامة) : قال النووی فی الخلاصة : سنده صحیح، وفی آثار السنن (۱۳۱/۱) اسناده صحیح.

(۳) وعن حجیرة بنت حصین قالت: "أمتنا أم سلمة فی صلاة العصر فقامت بیننا" (رواه عبد الرزاق والدارقطنی والبیهقی وغیرهم) مصنف عبد الرزاق (۱٤۰/۳) الدار قطنی (الصلاة باب صلاة النساء جماعة) وفی آثار السنن (۱۳۱/۱) اسناده صحیح، وکذا صحح سنده ابن حزم (المحلی ۱۲۷/۳) وفی نصب الرایة (الصلاة باب الامامة) : قال النووی: سنده صحیح. وهو فی ابن ابی شیبة (٥٦۹/۳) بسندین.

دونوں نے عورتوں کی امامت فرمائی تو دونوں درمیان میں کھڑی ہوئیں۔

(عبدالرزاق ودار قطنی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کی جماعت کی خرابی بھی نقل کی ہے تو یہ واقعات کبھی کبھی کے ہیں جیسے کہ مسجد میں جانے کو پسند نہیں کیا گیا مگر اجازت بھی رہی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ امامت کرنے والی عورت صف (کے درمیان) میں کھڑی ہوگی۔(۱)

۱۱- نمازعیدین میں عورتوں کی شرکت :

نمازعیدین میں شرکت کا مسئلہ عام نمازوں کی جماعت میں شرکت کا مسئلہ ہے، عہد نبوی میں عیدین کی نماز میں بھی عورتوں کی شرکت کی بات آئی ہے (۲) لیکن جو پابندیاں نماز میں شرکت کے لئے آئی ہیں وہ دوسری نمازوں کی طرح عیدین کے لئے بھی ہیں (۳) لہٰذا یہ بھی احادیث کی روشنی میں صرف جائز ہے اور مشروط بھی ہے، شرائط کے بغیر جواز نہیں اور شرائط کا لحاظ ختم ہو جانے کی وجہ سے عدم جواز و ممانعت کو اختیار کیا گیا۔

چنانچہ حضرات صحابہ جیسے ابن عمر رضی اللہ عنہما اور اکابر تابعین عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، ابراہیم نخعی وغیرہ سے منقول ہے کہ ان حضرات کا اس پر عمل نہ تھا یا یہ کہ اس کو مکروہ ممنوع بتاتے تھے۔(۴)

مشہور محدث امام ترمذی نے اپنی جامع میں اس بابت حدیث کے ذکر و نقل کے بعد فرمایا ہے :

---

(۱) مصنف عبدالرزاق (۳/۱۴۰) مصنف ابن ابی شیبۃ (۳/۵۷۰) میں بعض تابعین سے قولاً یہی بات نقل کی گئی ہے۔ ابن حزم نے المحلی (۳/۱۲۶-۱۲۸) میں متعدد روایات ذکر کی ہیں، حاشیہ محلی (لاحمد شاکر) میں اس کی تخریج و تحقیق بھی ہے۔

(۲) جامع الاصول ۶/۱۳۸تا۱۵۱.

(۳) عیدین کی روایتوں میں پردے و چادر کا تذکرہ معروف ہے۔

(٤) مصنف ابن ابی شیبة ٢٣٤/٤و ٢٣٥

"کچھ حضرات نے عیدین میں عورتوں کو (نماز کے لئے) نکلنے کی اجازت دی ہے اور کچھ اس کو مکروہ و ممنوع بتاتے ہیں، عبداللہ بن مبارک سے منقول ہے کہ میں تو اب عیدین کے لئے عورتوں کے نکلنے کو مکروہ سمجھتا ہوں، اور اگر عورت کو جانے پر اصرار ہو تو شوہر اس کو اجازت دے اس شرط کے ساتھ کہ وہ پرانے کپڑوں میں اور بغیر سنگار کے نکلے اور اگر وہ اس کے خلاف پر اصرار کرے تو شوہر کو حق ہے کہ اس کو روک دے۔"(۱)

۱۲- نماز میں کسی امر کی طرف امام کو متوجہ کرنے کا طریقہ

(منہ سے آواز کے بجائے ہاتھوں سے آواز کرنا کہ ایک ہتھیلی کو دوسری پر، یا دوسری ہتھیلی کی پشت پر مارا جائے) :

۵۲۶- حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل فرمایا ہے :

"جب نماز میں تم کو کوئی بات پیش آجائے تو مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں ہاتھوں سے آواز کریں۔"(۲) (بخاری ومسلم)



---

(١) الترمذي - أبواب العيدين من أبواب الصلاة باب في خروج النساء في العيدين.

(٢) عن سهل بن سعد أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "إذا نابكم أمر فليسبح الرجال وليصفح النساء" (أخرجه البخاري ومسلم، جامع الأصول ٥/٦٤١) البخاري - باب ما يجوز من التسبيح والحمد في الصلاة. مسلم - الصلاة، باب تقديم الجماعة من يصلي بهم.

(۱۸)

نماز جنازہ

۱- نماز جنازہ میں چار تکبیریں۔

۲- نماز جنازہ میں دوسلام۔

۳- پہلی تکبیر کے بعد ثناء پھر درود پھر دعا۔

۴- پہلی تکبیر کے ساتھ ہاتھ کا اٹھانا اور ہاتھوں کو باندھنا۔

۵- نماز جنازہ کی خاص دعا۔

۶- نابالغ کی دعا۔

۷- نماز جنازہ سے متصل دعا نہیں البتہ میت کو قبر میں اتارتے وقت دعا ہے۔

۸- قبر پر مٹی ڈالنا-اور کیا پڑھا جائے۔

۹- دفن سے فراغت کے بعد دعا۔

۱۰- دفن کے بعد کی دعا میں ہاتھ اٹھانا اور چہرہ کا رخ۔

۱۱- قبر کی تکمیل پر سرہانے و پائتیں سورہ بقرہ کا اول و آخر پڑھنا۔

۱۲- قبرستان میں اور قبروں کے پاس حاضری میں قرآن مجید کا پڑھنا۔

۱۳- قبرستان میں عمومی حاضری کے موقع سے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا۔

۱۴- طلوع و غروب و زوال کے حال میں نماز جنازہ۔

۱۵- نماز فجر و نماز عصر کے بعد نماز جنازہ۔

۱- نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں :

۵۲۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی موت کی خبر اسی دن دی جس دن ان کا انتقال ہوا اور صحابہ کو لے کر (جنازہ کے لیے مخصوص) نماز کی جگہ تشریف لے گئے، صف بندی کی اور چار تکبیریں کہیں۔'' (۱) (بخاری ومسلم)

۵۲۸- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی تو چار تکبیریں کہیں۔'' (۲) (افراد-ابن ابی داؤد)

۲- نماز جنازہ میں دوسلام :

۵۲۹- حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں پھر کچھ رکے اس کے بعد دائیں و بائیں دونوں طرف سلام پھیرا، اور بعد میں فرمایا: ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ (۳) (بیہقی)

---

(۱) عن ابی هريرة : "ان النبی ﷺ نعی النجاشی فی اليوم الذی مات فيه و خرج بهم الی المصلی فصف لهم و كبر عليه اربع تكبيرات" (رواه الجماعة، جامع الاصول ۲۱۵/۶) البخاری، الجنائز [باب الرجل ينعی الی الميت بنفسه وباب التكبير علی الجنازة اربعا] مسلم، الجنائز [باب فی التكبير علی الجنازة].

(۲) عن ابی هريرة : "ان النبی ﷺ صلی علی جنازة فكبر اربعا" (رواه ابن ابی داؤد فی الافراد، اعلاء السنن ۲۱۹/۹) قال الحافظ ابن حجر فی "فتح الباری" (۲۰۳/۳) : وقد روی ابن ابی داؤد فی الافراد، الخ، وقال : لم ار فی شئ من الاحاديث الصحيحة انه كبر علی جنازة اربعا الا فی هذا.

بیہقی نے اپنی سنن (۳۵/۴) میں حضرات زید بن ثابت، جابر بن عبداللہ، ابن عباس، سہل بن حنیف رضی اللہ عنہم سب سے چار تکبیرات کو نقل کیا ہے، اور اکثر روایات صحیحین میں آئی ہیں۔

(۳) عن عبد الله بن ابی اوفی "انه كبر علی جنازة ابنة له اربع تكبيرات فقام بعد الرابعة كقدر ما بين التكبيرتين يستغفر لها ويدعو ثم قال : كان رسول الله ﷺ يصنع هكذا" وفی رواية "كبر اربعا فمكث ساعة حتی ظننا انه سيكبر خمسا ثم سلم عن يمينه وعن شماله فلما انصرف

٥٣٠- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے :

"تین کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے، لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا (ان میں سے) ایک جنازہ (کی نماز) کا سلام نمازوں کے سلام کی طرح ہے۔"(١)(بیہقی)

٣- پہلی تکبیر کے بعد ثنا، دوسری کے بعد درود، تیسری کے بعد دعا اور چوتھی کے بعد سلام(٢) ہے :

٥٣١- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ جنازہ کی نماز کس طرح ادا کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: میں تم کو بخدا ضرور بتاؤں گا، میں جنازے کے ساتھ اس کے گھر سے چلتا ہوں، جب جنازہ (اپنی جگہ) رکھ دیا جاتا ہے تو اللہ اکبر کہتا ہوں اور اللہ کی حمد وثنا کرتا ہوں اور درود پڑھتا ہوں پھر یہ دعا مانگتا ہوں اللهم انه عبدك وابن عبدك الخ"(٣) (مؤطا مالک)

---

* فقلنا له: ما هذا؟ فقال: انى لا اريكم الا ما رأيت رسول الله ﷺ يصنع، او هكذا صنع رسول الله صلى الله عليه وسلم" (رواه البيهقي، اعلاء السنن ٨/٢١٦)، السنن الكبرى ٤/٤٢، ورواه الحاكم ايضا (المستدرك ١/٣٦٠) وصححه لكن نقد عليه و خالفه الحافظ (في تخريج الاذكار - حاشية الأذكار ص ١٣٥) وقد سكت عليه في التلخيص (٢/١٣١) وكذا سكت عليه النووي وذكر تصحيح الحاكم في الأذكار (ص ١٣٥)

(١) عن ابن مسعود: ثلاث خلال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعلهن تركهن الناس، احداهن التسليم على الجنازة مثل التسليم في الصلاة. (رواه البيهقي في سننه) السنن الكبرى ٤/٤٣)

(٢) چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنا بالاتفاق ثابت ہے چوتھی تکبیر کے بعد کل سلام۔ [illegible] روایات میں اس کا ذکر ملتا ہے [illegible] (٣/١٣١) حنفیہ کے [illegible] اس کو ذکر کیا ہے
([illegible])

(٣) عن سعيد بن ابي سعيد المقبري عن ابيه: انه سأل ابا هريرة كيف تصلي على الجنازة؟ فقال ابو هريرة: انا لعمر الله اخبرك، اتبعها من اهلها، فاذا وضعت كبرت، وحمدت الله، وصليت على نبيه ثم اقول: اللهم انه عبدك وابن عبدك وابن امتك، كان يشهد ان لا اله الا انت وان محمدا عبدك الخ" (رواه مالك في الموطا، جامع الاصول ٦/٢٢٠) موطا مالك الجنائز [باب ما يقول المصلي

٥٣٢- حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابو امامہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو صحابہ میں سے کئی حضرات نے یہ بتایا کہ نماز جنازہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ امام اللہ اکبر کہے، پھر درود پڑھے، اور خلوص کے ساتھ دعا کرے، تین تکبیرات میں (یعنی تین تکبیرات میں سے ہر ایک کے بعد اور چوتھی تکبیر کہے) پھر سلام پھیرے ہلکی آواز سے اور مسنون یہ ہے کہ امام کے پیچھے جو لوگ ہیں وہ بھی ایسا ہی کریں۔(١)(حاکم)

حضرت ابو امامہؓ سے یہ بھی نقل کیا جاتا ہے کہ نماز جنازہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ سراً پڑھی جائے، پھر تین تکبیرات کہی جائیں اور اس کے بعد سلام پھیرا جائے۔(٢)(نسائی)

٥٣٣- عامر شعبی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد حمد وثناء اور دوسری کے بعد درود، تیسری کے بعد میت کے لیے دعا اور چوتھی تکبیر سلام کے لیے ہوتی ہے۔(٣)

(ابن ابی شیبہ)

حضرت ابوہریرہ کی روایت میں نیز حضرت ابو امامہ کی پہلی روایت میں پہلی

على الجنازة) وفي اعلاء السنن (٨/٢١١): رجاله رجال الجماعة إلا أن سعيدا تغير قبل موته باربع سنين، كما في التقريب (ص: ٢٠٦) قلت: انه مثل مالك لا يروى عنه في التغير، وفي هامش جامع الاصول (٦/٢٢٠): اسناده صحيح.

(١) عن الزهري عن ابي امامة بن سهل بن حنيف: "انه اخبره رجال من اصحاب رسول الله ﷺ: ان السنة في الصلاة على الجنازة ان يكبر الامام ثم يصلي على النبي ﷺ ويخلص الدعاء في التكبيرات الثلاث ثم يسلم تسليما خفيا، والسنة ان يفعل من وراءه مثل ما فعل امامه" قال الزهري: سمعه ابن المسيب عنه فلم ينكره. (رواه الحاكم في المستدرك، اعلاء السنن ٨/٢١٢، ٢١٣) المستدرك (١/٣٦٠) وقال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه، وقال الذهبي في التلخيص: على شرطهما.

(٢) عن ابي امامة بن سهل بن حنيف قال: "السنة في الصلاة على الجنازة ان يقرأ في التكبيرة الاولى بام القرآن مخافتة ثم يكبر ثلاثا والتسليم عند الآخرة" (رواه النسائي، جامع الاصول ٦/٢١٩) النسائي، الجنائز [باب الدعاء] وفي هامش جامع الاصول (٦/٢١٩): اسناده صحيح صححه النووي والحافظ ابن حجر وغيره.

(٣) مصنف ابن ابی شیبہ (٧/٢٥١، ٢٥٢)

تکبیر کے بعد دعا و ثناء کا تذکرہ ہے اور حضرت ابو امامہ کی دوسری روایت میں پہلی تکبیر کے بعد قراءت کا تذکرہ ہے اور پہلی میں نہیں، اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کا ثبوت بطورِ دعا و ثناء ہے نہ کہ بطورِ قرآن، لہٰذا اس کی اجازت ہے کہ کوئی بطورِ دعا سورۂ فاتحہ پڑھ لے۔ (۱)

صحابہ کرام سے اس بارے میں مختلف عمل منقول ہے بعض صحابہ کرام سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے اور بعض نہیں۔ (۲)

۴- پہلی تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانا اور ہاتھوں کو باندھنا :

۵۳۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر تکبیر کہی تو پہلی تکبیر کے ساتھ ہاتھوں کو اٹھایا اور دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھا۔" (۳) (ترمذی)

۵۳۵- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کی پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے اور اس کے بعد ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔" (۴) (دار قطنی)

---

(۱) اعلاء السنن ۸/۲۱۱ تا ۲۱۶، والعرف الشذی ص: ۸۵۲

(۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو موطا مالک (باب عمل بقراءۃ الفاتحۃ فی صلاۃ الجنازۃ) واوجز المسالک (۴/۲۳۰) باب ما یقول المصلی علی الجنازۃ، واعلاء السنن (۸/۲۱۲)

(۳) عن ابی ھریرۃ "ان رسول اللہ ﷺ کبر علی جنازۃ فرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ووضع الیمنی علی الیسری" (رواہ الترمذی، جامع الاصول ۶/۲۱۷) الترمذی، ابواب الجنائز (باب ما جاء فی رفع الیدین علی الجنازۃ) وفی ھامش جامع الاصول (۶/۲۱۷): اسنادہ ضعیف لکنہ صحیح المعنی ولم یثبت عن النبی ﷺ الرفع فی غیر التکبیرۃ الاولی۔ اقول: رواہ البیہقی فی السنن (۴/۳۸) وفیہ یزید بن سنان وھو ضعیف کما فی التقریب وقال الترکمانی: ذکرہ المزی فی الاطراف وعزاہ الی الترمذی وذکر لہ متابعا ایضا۔

(۴) عن ابن عباس "ان رسول اللہ ﷺ کان یرفع یدیہ علی الجنازۃ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود" (رواہ الدارقطنی، اعلاء السنن ۸/۲۲۰) الدارقطنی (الجنازۃ باب وضع الیمین علی الیسری) وفی اعلاء السنن (۸/۲۲۰): فیہ الفضل بن السکن وفیہ ایضا: (۸/۲۲۱) فیہ الحجاج بن نصیر۔

۵- نمازِ جنازہ کی خاص دعاء :

نمازِ جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد کی دعائیں احادیث میں آئی ہیں ان میں معروف دعا بھی شامل ہے۔ (۱)

۵۳۶- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ کی نماز ادا کی تو (دعاء کرتے ہوئے) فرمایا: اللھم اغفر لحینا ومیتنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا وشاھدنا وغائبنا اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان۔ (۲) (ابوداؤد، ترمذی)

اور یوں بھی آیا ہے: اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الایمان ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الاسلام۔ (۳)

مگر زیادہ تر کتابوں میں اسلام کا ذکر پہلے اور ایمان کا بعد میں ہے۔ (۴)

— [illegible] اعلاء السنن (۸/۲۱۲) [illegible]

(۱) ملاحظہ ہو جامع الاصول ۹/۲۲۰ تا ۲۲۳

(۲) عن ابی ھریرۃ قال "صلی رسول اللہ ﷺ علی جنازۃ فقال: اللھم اغفر لحینا ومیتنا ..." رواہ ابوداؤد والترمذی، جامع الاصول ۹/۲۲۲ و ۲۲۳ [illegible]

(۳) ابوداؤد اور ترمذی میں اس ٹکڑے میں ایمان و اسلام کی ترتیب کا فرق ہے، مگر [illegible] (۱/۳۵۸) میں حضرت عائشہ و حضرت ابوہریرہ دونوں کی روایات میں [illegible]

(۴) کذا قال النووی، الاذکار ص: ۱۴۲۔

۵۳۷- حضرت ابو ابراہیم اشہلی اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنازہ کے لئے دعا فرماتے تو فرماتے تھے: اللھم اغفر لحینا و میتنا و شاھدنا و غائبنا و صغیرنا و کبیرنا و ذکرنا و انثانا. (۱) (ترمذی و نسائی)

۶- نابالغ کی دعا:

۵۳۸- حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ بچے کے لئے یہ دعا پڑھی جائے گی:

اللھم اجعله لنا فرطا و سلفا و أجرا. (۲) (بخاری)

۵۳۹- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ولادت سے قریب مرنے والے بچے کے لئے یوں دعا پڑھتے:

---

(١) عن ابی ابراهيم الاشهلي عن ابيه قال: "كان رسول الله ﷺ اذا صلى على الجنازة قال: اللهم اغفر لحينا وميتنا... الى قوله وذكرنا وانثانا" (اخرجه الترمذي والنسائي، جامع الاصول ٦/٢٢٢) الترمذي، الجنائز [باب ما يقول في الصلاة على الميت] النسائي، الجنائز [باب الدعاء] وفي هامش جامع الاصول (٦/٢٢٢): ابراهيم الاشهلي مجهول ولكن يشهد له الحديثان اللذان بعده فهو حسن. اقول: اراد بالحديثين حديث ابي هريرة عند الترمذي وابي داؤد فان اسنادهما مختلف وأقول ايضاً: ابو ابراهيم الأشهلي قال فيه في التقريب (ص: ٦٩١): مقبول من الثالثة كيف وقد قال الترمذي: حديث والد ابي ابراهيم حديث حسن صحيح، وقال: سمعت محمداً يقول: اصح الروايات في هذا حديث يحي بن ابي كثير عن ابي ابراهيم الاشهلي.

(٢) عن الحسن البصري قال: "يقرأ على الطفل فاتحة الكتاب ويقول: اللهم اجعله لنا فرطا وسلفا وأجرا" (اخرجه البخاري في ترجمة باب جامع الاصول ٦/٢٢٤) جامع الاصول میں اس کو حضرت حسن بن علی کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ البخاري الجنائز [باب قراءة فاتحة الكتاب على الجنازة، رواه البخاري تعليقا، وقال الحافظ ابن حجر (فتح الباري ٣/٢٠٣): وصله عبد الوهاب بن عطاء في كتاب الجنائز له عن سعيد بن ابي عروبة انه سئل عن الصلاة على الصبي فأخبرهم عن قتادة عن الحسن انه كان يكبر ثم يقرأ فاتحة الكتاب ثم يقول "اللهم اجعله لنا سلفا و فرطا وأجرا" (اس میں لفظ سلف پہلے ہے جبکہ بخاری میں فرط پہلے ہے) وذكره الحافظ في التلخيص (٢/١٣١) ولكن بزيادة، فقال: في جامع سفيان عن الحسن في الصلاة على الصبي - اللهم اجعله لنا سلفا واجعله لنا فرطا واجعله لنا أجرا.

اللھم اجعله لنا فرطا و سلفا و أجرا. (۱) (بیہقی)

۷- نماز جنازہ کے بعد علیحدہ کوئی دعا نہیں

البتہ میت کو قبر میں اتارتے وقت دعا ہے:

۵۴۰- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے:

"جب تم اپنے مردوں کو ان کی قبروں میں رکھو تو کہا کرو: بسم الله وعلى ملة رسول الله." (۲) (حاکم)

۵۴۱- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو قبر میں رکھتے تو کہتے تھے: بسم الله وبالله وعلى ملة رسول الله." (۳) (ترمذی و ابوداؤد)

---

(١) عن ابي هريرة: "انه كان يصلي على المنفوس: اللهم اجعله لنا فرطا وسلفا وأجرا" (رواه البيهقي كما في تلخيص الحبير، اعلاء السنن ٨/٢٢٣) السنن الكبرى (٤/١٠) الجنائز باب السقط يغسل ويكفن - ذكره الحافظ في تلخيصه (٢/١٣١) وذكره بعده أثر الحسن.

(٢) عن ابن عمر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "اذا وضعتم موتاكم في قبورهم فقولوا: بسم الله وعلى ملة رسول الله" (اخرجه الحاكم واحمد وابوداؤد والنسائي، بلوغ المرام ٣/٢٥٥) مستدرك حاكم ١/٣٦٦ وفي تلخيص الحبير: رجح الدارقطني وقفه النسائي وقفه ورجح غيرهما رفعه وفي اعلاء السنن (٨/٢٥٦): قلت: فمثل هذا حديث صحيح مرفوع قولا وفعلا فان زيادة الثقة مقبولة. وقال الحاكم (١/٣٦٦) ووافقه الذهبي: صحيح على شرط الشيخين وقال في حديث البياضي عن أنس بمثل لفظ حديث ابن عمر: انه شاهد لحديث همام عن قتادة مسندا - قال ذلك لأجل أن شعبة أوقف حديث ابن عمر.

(٣) عن ابن عمر: "ان رسول الله ﷺ كان اذا ادخل الميت القبر قال مرة: بسم الله وبالله وعلى ملة رسول الله وقال مرة: بسم الله وبالله وعلى سنة رسول الله" (اخرجه الترمذي) وعند ابي داؤد "بسم الله وعلى سنة رسول الله" (اخرجه الترمذي وابوداؤد جامع الاصول ١١/١٤٨) الترمذي، الجنائز [باب ما يقول اذا ادخل الميت القبر] وابوداؤد الجنائز [باب في الدعاء للميت اذا وضع في قبره] وقال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح. وفي هامش جامع الاصول (١١/١٤٨): صححه ابن حبان والحاكم ووافقه الذهبي، وراجع المستدرك (١/٣٦٦).

۸- قبر پر مٹی کیسے ڈالی جائے اور مٹی ڈالتے وقت کیا کہا جائے :

۵۴۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ کی نماز ادا فرمائی اس کے بعد میت کی قبر پر آکر اس کے سر کی طرف سے تین لپ مٹی ڈالی۔"(۱)(ابن ماجہ)

۵۴۳- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو قبر میں رکھا تو فرمایا: "﴿منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة أخرى﴾ بسم الله وعلى ملة رسول الله." (۲) (حاکم وبیہقی)

مستدرک میں حضرت ابن عمر سے موقوفا ومرفوعا (قولاً) دونوں طرح روایت کیا ہے اور مرفوع کو علی شرط الشیخین قرار دیا ہے اور اس کو ترجیح دی ہے، ذہبی نے بھی موافقت کی ہے، حافظ ابن حجر نے تلخیص (۲/۱۳۷) میں کئی روایات اس مضمون کی نقل کی ہیں اور رفع ووقف کے اختلاف کے ذکر کے ساتھ ترجیح بھی ذکر کی ہے۔

(۱) عن ابی هريرة "أن رسول الله ﷺ صلى على جنازة ثم اتى قبر الميت فحثى عليه من قبل رأسه ثلاثا" (رواه ابن ماجة، اثار السنن ۲/۱۲٤)- ابن ماجة الجنائز باب ماجاء في حثو التراب في القبر. الفتح الربانی ترتیب مسند احمد الشیبانی (۸/۶۱، ۶۲) میں اس مضمون کی متعدد مرفوع روایات ذکر کی گئی ہیں اور اس میں ابن ابی داؤد نیز نووی سے اس کی تصحیح وتحسین نقل کی گئی ہے۔ حافظ ابن حجر نے بھی تلخیص (۲/۱۳۸، ۱۳۹) میں کئی روایات ذکر کی ہیں اور ابن ماجہ کی روایت پر ابوحاتم کے نقد اور اس کی اہمیت کے ساتھ۔ کہا ہے: رجاله ثقات. اور ابن ابی داؤد سے اس کی تصحیح نقل کی ہے اور بلوغ المرام (۳/۲۷۸) میں دارقطنی کے حوالہ سے حضرت عثمان بن مظعون کی قبر پر تین لپ مٹی ڈالنے کی روایت ذکر کی ہے، اور تلخیص (۲/۱۳۸) میں بھی اس کا ذکر کیا ہے اور شرح بلوغ المرام (عبداللہ بن عبدالرحمن البسام ۳/۲۷۸) میں اس کو حسن کہا گیا ہے، بہرحال اس بابت متعدد روایات ہیں۔

(۲) عن أبى أمامة: أن النبى صلى الله عليه وسلم لما وضع ابنته أم كلثوم فى القبر قال: "منها خلقناكم الآية. باسم الله وعلى ملة رسول الله" (رواه الحاكم والبيهقى -شرح بلوغ المرام - لعبد الله بن عبد الرحمن البسام ۳/۲٦۰) المستدرك (۲/۳۷۹) والسنن للبيهقى (۳/٤۰۹) ورواه أحمد فى المسند (٥/۲٥٤) - سنده ضعيف كما قال الحافظ فى التلخيص (۲/۱۳۷) وقاله البيهقى أيضا (السنن ۳/٤۰۹) ولكن الحاكم قبله مع أن قال الذهبى: واه لأن على بن يزيد متروك.
أقول: وفى التقريب (ص ٤۲۰) ضعيف من السادسة ففيه نوع سعة وقد ذكره الشيخ عبد الله بن عبد الرحمن البسام -عضو هيئة كبار العلماء بالسعودية- فى شرحه على بلوغ المرام احتجاجا واستدلالا وقال الشيخ احمد عبد الرحمن البناء فى ترتيب المسند وشرحه (۸/٥۸): ضعفه الحافظ لكن يؤيده حديث ابن عمر وله شواهد.

۵۴۴- بعض روایات میں یہ بھی منقول ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ میں شریک تھے جب دفن کا موقع آیا تو ایک مٹھی مٹی لے کر قبر پر ڈالی اور فرمایا "منها خلقناكم" پھر دوسری مٹھی ڈالی اور فرمایا "وفيها نعيدكم" پھر تیسری مٹھی ڈالی اور فرمایا "ومنها نخرجكم تارة اخرى." (۱)(ابن کثیر)

۹- دفن سے فراغت کے بعد دعا :

۵۴۵- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو قبر پر کھڑے ہو کر فرماتے: اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے ثبات قدمی کا سوال کرو کیونکہ اس وقت اس سے سوال ہو رہا ہے۔"(۲)
(ابوداؤد)

۵۴۶- حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے (بوقت وفات) فرمایا:

"جب مجھ کو دفن کرنے سے فارغ ہونا تو میری قبر کے پاس اتنی دیر رکنا کہ جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے انس حاصل کروں اور دیکھ سکوں کہ میں اپنے رب کے قاصدوں کو کیا جواب دوں۔"(۳)(مسلم)

---

(۱) ابن کثیر نے تفسیر (۵/۲۹۲) میں ذکر کیا ہے: "وفى الحديث الذى فى السنن أن رسول الله ﷺ حضر جنازة فلما دفن الميت اخذ قبضة من التراب فألقاها فى القبر ثم قال (منها خلقناكم) ثم اخذ اخرى وقال (وفيها نعيدكم) ثم اخذ اخرى وقال (ومنها نخرجكم تارة اخرى).

(۲) عن عثمان بن عفان قال: "كان رسول الله ﷺ اذا فرغ من دفن الميت وقف عليه وقال: استغفروا لأخيكم واسألوا له التثبيت فانه الآن يسأل" (اخرجه ابو داؤد- جامع الاصول ۱۱/۱٤۹) ابو داؤد الجنائز [باب الاستغفار عند القبر الميت] وفى هامش جامع الاصول (۱۱/۱٤۹): اسناده حسن، وفى اذكار النووى (ص ۱٤۷): رواه ابو داؤد والبيهقى باسناد حسن وفى بلوغ المرام (۳/۲۸۰) رواه ابو داؤد وصححه الحاكم (المستدرك ۱/۳۷۰).

(۳) عن عمرو بن عاص قال: "اذا دفنتموني اقيموا حول قبرى قدر ما ينحر جزور ويقسم لحمها -

۱۰- بوقت دعا ہاتھ کا اٹھانا اور قبلہ رخ ہونا :

۵۴۷- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عبداللہ ذوالبجادین کی قبر پر دیکھا...... تو جب آپ ان کے دفن سے فارغ ہوئے قبلہ رخ ہو کر دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔'' (۱) (ابوعوانہ)

۵۴۸- حضرت حکم بن حارث سلمی رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا :

''جب تم لوگ مجھ کو دفن کرنا اور میری قبر پر پانی چھڑک دینا تو میری قبر پر کھڑے رہنا اور قبلہ رخ ہو کر میرے لیے دعا کرنا۔'' (۲) (طبرانی)

۱۱- دفن سے فراغت اور قبر کی تکمیل کے بعد قبر کے پاس سورۂ بقرہ کے آغاز و خاتمہ کا پڑھنا :

۵۴۹- خالد بن لجلاج اپنے والد لجلاج رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

''بیٹے جب میں مر جاؤں تو میری قبر بنانا اور مجھ کو قبر میں رکھنا تو کہنا بسم الله وعلى ملة رسول الله، اس کے بعد مجھ پر اچھی طرح مٹی ڈالنا، پھر

- حتى أستأنس بكم وأنظر ماذا أراجع به رسل ربي" (رواه مسلم جامع الأصول ٩/١٠٥) مسلم، الإيمان [باب كون الإسلام يهدم ما كان قبله].

(١) عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه: "رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في قبر عبدالله ذي البجادين ---- فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعا يديه." (أخرجه أبو عوانة في صحيحه -فتح الباري ١١/١٤٤) ذكره الحافظ ابن حجر بدون نقد فهو صحيح أو حسن على قاعدة الفتح.

(٢) عن الحكم بن الحارث السلمي رضي الله عنه قال: "إذا دفنتموني ورششتم على قبري الماء فقوموا على قبري واستقبلوا القبلة وادعوا لي." (رواه الطبراني في الكبير - مجمع الزوائد ٣/٤٧) باب ما يقول عند إدخال الميت القبر. قال الهيثمي: وفيه عطية الدعاء لم أعرفه. أقول: وذكره الحافظ في التلخيص (٢/١٤٣) وسكت عليه.

میرے سر کے پاس سورۂ بقرہ کی ابتدائی و آخری آیات پڑھنا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پڑھتے سنا ہے۔'' (۱) (طبرانی)

۵۵۰- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ (دفن کے بعد) میت کے سر کے پاس سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات اور پیر کے پاس آخری آیات پڑھی جائیں۔ (۲)

۱۲- قبرستان میں اور قبروں کے پاس حاضری کے موقع سے قرآن مجید کا پڑھنا، آیات یا سورتیں وغیرہ :

حضرت لجلاج اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بوقت دفن قبر کے پاس سورۂ بقرہ کے شروع و آخر کا پڑھنا نقل کیا گیا ہے جو کافی معروف ہے۔ (۳)

۵۵۱- مشہور فقیہ عامر شعبی سے منقول ہے کہ حضرات انصار کے یہاں جب کسی کا انتقال

---

(١) عن خالد بن اللجلاج قال: قال لي اللجلاج أبو خالد "يا بني إذا أنا مت فالحدني فإذا وضعتني في لحدي فقل بسم الله وعلى ملة رسول الله ثم سن علي التراب سنا ثم اقرأ عند رأسي بفاتحة البقرة وخاتمتها فإني سمعت رسول الله ﷺ يقول ذلك" (رواه الطبراني في المعجم الكبير، إعلاء السنن ٨/٢٨٦ و ٢٨٧) مجمع الزوائد (٣/٤٧) باب ما يقول عند إدخال الميت القبر وقال الهيثمي: رجاله موثقون، وقال النووي في الأذكار (ص ٢/١٢٥) إسناده صحيح.

(٢) عن ابن عمر سمعت رسول الله ﷺ يقول: "إذا مات أحدكم فلا تحبسوه وأسرعوا به إلى قبره وليقرأ عند رأسه بفاتحة البقرة وعند رجليه بخاتمة البقرة" (رواه البيهقي في شعب الإيمان ورواه غيره أيضا) قال البيهقي: الصحيح أنه موقوف عليه وفي الأذكار للنووي (ص ١٣٢): وروينا في سنن البيهقي بإسناد حسن أن ابن عمر استحب أن يقرأ على القبر بعد الدفن أول سورة البقرة وخاتمتها أقول: رواه البيهقي في السنن (٤/٥٧) وهو عنده عن العلاء بن اللجلاج أنه قال لبنيه مثل ما قال أبوه -لابنه خالد- وفي آخره: فإني رأيت ابن عمر استحب ذلك. ورواه الطبراني في الكبير مرفوعا كما في مجمع الزوائد (٣/٤٧) مع ضعف، قال صاحب إعلاء السنن (٨/٢٨٢): وهو موقوف في حكم المرفوع فإنه غير مدرك بالرأي كيف وقد رجع الإمام أحمد إلى القول بجواز القراءة لما بلغه هذا الأثر وتحقق من ثبوته كما ذكر ذلك ابن تيمية (مجموع الفتاوى ٢٤/٣١٧) وابن القيم (الروح ١٠) وابن قدامة (المغني ٢/٥٦٧).

(٣) ملاحظہ ہو حدیث/۵۴۹،۵۵۰

ہوتا تو وہ قبر پر آتے جاتے تھے اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے۔ (۱) (الخلال)

کئی صحابہ سے مرفوعاً وموقوفاً یہ بات نقل کی گئی ہے کہ قبرستان میں جانے والا اگر سورۂ اخلاص گیارہ مرتبہ پڑھ کر، یا سورۂ یٰسین پڑھ کر، یا سورۂ فاتحہ وتکاثر واخلاص پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کے لئے کر دے تو مردوں کو بھی نفع ہوگا اور پڑھنے والے کو بھی۔ (۲)

۱۳- قبرستان میں عمومی حاضری کے موقع سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا:

۵۵۳- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے "ایک رات -اپنی باری کے دن- میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بقیع میں پایا، آپ کھڑے تھے اور کافی دیر کھڑے رہے اور

(۱) عن عامر الشعبي قال: "كانت الأنصار إذا مات لهم الميت اختلفوا إلى قبره يقرؤون عنده القرآن" [illegible]

یہ روایت مرسل ہے اور شعبی کی مراسیل [illegible] ہیں [illegible] ابن قیم [illegible] (اعلاء السنن ۸/۱۲۳) [illegible]

(۲) یہ روایات حضرت علی، حضرت [illegible]، حضرت انس، حضرت ابن عمر، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہم وغیرہ سے مروی ہیں [illegible] (اعلاء السنن ۸/۱۸۷، ۱۸۸) [illegible]

[illegible] ابن قیم نے [illegible] سورۂ یٰسین پڑھنے والی روایت کا ایک عمل یہ بھی ذکر کیا ہے کہ مرنے کے بعد قبر پر [illegible] ضعیف ہیں لیکن حضرت ابن عمر کی روایت کی قوت [illegible] (اعلاء السنن ۸/۱۸۷، ۱۸۸)۔

[illegible] حضرت ابن عمر کی روایت کے ثبوت کی وجہ سے قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنے کی اجازت دی [illegible] (الروح ص/۱۲) [illegible] قراءت کے ثواب اور قبر کے پاس قراءت وتلاوت کے جواز کو اختیار کیا ہے (ملاحظہ ہو: مجموع الفتاوی ۲۴/ ۳۱۵، ۳۱۷، ۳۲۴، ۳۶۶)

اس کھڑے ہونے کے حال میں تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔" (۱) (مسلم)

معلوم ہوا کہ قبرستان میں جیسے دفن کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت و درست ہے اسی طرح عام حاضری کے موقع سے بھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ سکتے ہیں اور جیسا کہ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں گزر چکا ہے کہ دعا قبلہ رخ ہو کر کی جائے۔

۱۴- طلوع وغروب وزوال کے حال میں نماز جنازہ کی ممانعت:

۵۵۳- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"تین اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو منع فرماتے تھے کہ ہم ان اوقات میں اپنے مردوں کی نماز ادا کریں یا مردوں کو دفن کریں، جبکہ سورج طلوع ہونے لگے حتی کہ بلند ہو جائے، ٹھیک دوپہر کو جبکہ سورج عین وسط آسمان میں ہوتا ہے حتی کہ ڈھل جائے، اور جب غروب کو مائل ہو حتی کہ ڈوب جائے۔" (۲) (مسلم)

۱۵- نماز فجر کی جماعت کے بعد طلوع سے پہلے پہلے اور جماعت عصر کے بعد غروب سے پہلے پہلے نماز جنازہ:

۵۵۴- محمد بن ابی حرملہ کا بیان ہے کہ حضرت زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو نماز فجر کے بعد ان کا جنازہ لایا گیا اور بقیع میں رکھا گیا، نماز فجر غلس میں ہوتی تھی،

(۱) عن عائشة قالت: "كما كانت ليلتي التي كان النبي صلى الله عليه وسلم فيها عندي انقلب حتى جاء البقيع فقام فأطال القيام ثم رفع يديه ثلاث مرات." الحديث. (رواه مسلم و النسائي والموطأ- جامع الأصول ۱۱/۱۵۵) مسلم - الجنائز، باب الذهاب إلى زيارة القبور.

(۲) عن عقبة بن عامر قال: "ثلاث ساعات كان رسول الله ﷺ ينهانا ان نصلي فيهن او ان نقبر فيهن موتانا حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس، وحين تضيف الشمس للغروب حتى تغرب" (اخرجه مسلم وابوداؤد والترمذي والنسائي، جامع الأصول ۵/۲۵۴) مسلم، صلاة المسافرين [باب الأوقات التي نهى عن الصلاة فيها].

تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''یا تو اپنے جنازہ کی نماز ابھی پڑھ لو یا چھوڑ دو کہ سورج طلوع ہو جائے۔''(۱) (مؤطا مالک)

۵۵۵- حضرت نافعؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے :

''نماز فجر و عصر کو اگر اپنے وقت پر ادا کیا جائے تو ان دونوں نمازوں کے بعد نماز جنازہ ادا کی جائے۔''(۲) (مؤطا مالک)

□□□

(١) عن محمد بن ابى حرملة أن زينب بنت ابى سلمة توفيت وطارق امير المدينة فأتى بجنازتها بعد صلاة الصبح فوضعت بالبقيع قال : و كان طارق يغلس بالصبح قال ابن ابى حرملة فسمعت عبد الله بن عمر يقول لأهلها " اما أن تصلوا على جنازتكم الآن واما أن تتركوها حتى ترتفع الشمس " (رواه مالك فى الموطاء جامع الاصول ٦/٢٣٢) موطا مالك، الجنائز [باب الصلوة على الجنائز بعد الصبح الى الاسفار] وفى هامش جامع الاصول (٦/٢٣٢) : اسناده صحيح.

(٢) عن نافع عن ابن عمر قال : " يصلى على الجنازة بعد العصر وبعد الصبح اذا صليتا لوقتهما" (اخرجه مالك فى الموطا ، جامع الاصول ٢٣٢) موطا مالك، الجنائز [باب الصلاة على الجنائز بعد الصبح] وفى هامش جامع الاصول (٦/٢٣٢) : اسناده صحيح.

(۱۹)

جماعت و صف بندی

۱- نماز باجماعت کی تاکید وفضیلت واہمیت۔

۲- نماز و جماعت سے اعراض پر وعید۔

۳- جماعت کے لیے دو آدمی کافی ہیں۔

۴- تعداد کے اعتبار سے اجر وثواب میں اضافہ

۵- جماعت سفر وحضر دونوں کے لیے ہے البتہ مسافر کے لیے رخصت ہے۔

۶- عذر کی وجہ سے جماعت میں شرکت سے رخصت۔

۷- فرض کی جماعت ثانیہ۔

۸- صف بندی کی اہمیت۔

۹- صفوں کی درستگی کا اہتمام امام کی ذمہ داری۔

۱۰- امام کا وسط صف کے بالمقابل کھڑا ہونا اور صف کو درمیان سے شروع کرنا۔

۱۱- صف میں کھڑے ہونے کا طریقہ اور صف سیدھا کرنے کا معیار۔

۱۲- صف اول کی فضیلت۔

۱۳- امام کے پیچھے صف میں امام کے داہنے یا بائیں کھڑے ہونے کی فضیلت۔

۱۴- صف بندی میں ایک صف کے بعد ایک صف مکمل کی جائے۔

۱۵- بوقت جماعت اقامت کے ساتھ ہی امام ومقتدیوں کا کھڑا ہونا۔

۱۶- صف بندی کی شکل اور مقتدیوں کے کھڑے ہونے کی ترتیب۔

۱۷- مقتدی دو ہوں تو دونوں امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔

۱۸- مقتدی دو سے زائد ہوں تو مردوں بچوں اور عورتوں کے کھڑے ہونے کی ترتیب۔

۱۹- عورت اگر مرد و بچے کے ساتھ اکیلی بھی ہو تو بھی پیچھے کھڑی ہو۔

۲۰- تنہا کسی صف میں کھڑے ہونے سے بچا جائے۔

۱- فرض نمازوں کو باجماعت ادا کرنے کی تاکید وفضیلت واہمیت :

۵۵۶- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم منقول ہے اور معروف ہے :

"جماعت کی نماز تنہا ادا کی جانے والی نماز سے ستائیس درجہ کی فضیلت رکھتی ہے۔" (۱) (بخاری ومسلم)

اور متعدد صحابہ سے پچیس درجہ کی فضیلت بھی نقل کی گئی ہے۔ (۲)

۵۵۷- حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی نقل کیا گیا ہے :

"کسی آبادی وجنگل (یعنی شہر ودیہات) میں اگر تین آدمی ہوں اور جماعت نہ ہوتی ہو تو ان پر شیطان غالب آجاتا ہے، لہٰذا تمہارے اوپر جماعت - یعنی نماز کی جماعت - کا اہتمام لازم ہے۔" (۳) (ابوداؤد ونسائی)

۵۵۸- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"میں نے تو اپنا - صحابہ کا - حال یہ دیکھا کہ نماز وجماعت سے وہی پیچھے رہتا جس کا نفاق معلوم ومعروف ہو یا مریض ہو (یعنی شدید) ورنہ مریض

---

(۱) عن ابن عمر أن رسول اللہ ﷺ قال : "صلاة الجماعة تفضل صلاة الفذ بسبع و عشرين درجة" (اخرجه الجماعة الا ابا داؤد، جامع الاصول ۴۰۳/۵) البخاری، الجماعة [باب فضل صلاة الجماعة] مسلم المساجد [باب فضل صلاة الجماعة].

(۲) جامع الاصول ۴۰۴/۹ و ۴۰۵.

(۳) عن ابی الدرداء قال سمعت رسول اللہ ﷺ يقول : "ما من ثلاثة فی قرية ولا بدو لا تقام فيهم الصلاة الا قد استحوذ عليهم الشيطان فعليك بالجماعة الحديث" (اخرجه ابوداؤد والنسائی، جامع الاصول ۴۰۷/۹). ابوداؤد، الصلاة [باب التشديد فی ترك الجماعة] النسائی، الامامة [باب التشديد فی ترك الجماعة] وفی هامش جامع الاصول (۴۰۷/۹) : وهو حديث صحيح صححه النووی وغيره.

بھی دو آدمیوں کے سہارے چل کر نماز کو آتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ہدایت کی بہت سی باتیں بتائیں، ان میں اس مسجد کی نماز بھی ہے، جس میں اذان ہوتی ہے۔" (۱) (مسلم)

۵۵۹- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے :

"ان پانچوں نمازوں کو اس جگہ ادا کرنے کا اہتمام کرو جہاں سے ان کی آواز لگتی ہے کہ ان کا وہاں ادا کرنا سنن ہدیٰ میں سے ہے......اور اگر تم لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھو گے تو اپنی مسجدوں کو چھوڑ دو گے پھر تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دو گے اور اگر اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔" (۲) (مسلم)

۲- نماز و جماعت سے اعراض پر وعید :

۵۶۰- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے :

"میرا جی چاہتا ہے کہ میں نماز کی جماعت کا حکم دوں اور ایک آدمی کو کہوں کہ سب کو نماز پڑھائے اور میں کچھ ایسے لوگوں کو لے کر جن کے پاس لکڑیوں کے گٹھر ہوں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو نماز میں شریک نہیں ہوتے اور پھر ان کے ساتھ ان کے گھروں کو جلا دوں۔" (۳) (بخاری و مسلم)

---

(۱) عن ابن مسعود قال: "لقد رأيتنا وما يتخلف عن الصلاة الا منافق قد علم نفاقه او مريض وان كان المريض ليمشي بين رجلين حتى يأتي الصلاة وقال: ان رسول الله ﷺ علمنا سنن الهدى وان من سنن الهدى الصلاة في المسجد الذي يؤذن فيه" (اخرجه مسلم، جامع الاصول ٥/٥٦٩) مسلم-المساجد باب صلاة الجماعة من سنن الهدى.

(۲) حضرت ابن مسعود کا یہ ارشاد بھی مسلم میں آیا ہے ملاحظہ ہو جامع الاصول ۵/۵۶۹.

(۳) عن ابي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: "لقد هممت ان آمر بالصلاة فتقام ثم آمر رجلا فيصلي بالناس ثم انطلق معي برجال معهم حزم من الحطب الى قوم لا يشهدون الصلاة فاحرق عليهم بيوتهم بالنار" (رواه الجماعة جامع الاصول ٥/٥٦٦) البخاري، صلاة الجماعة [باب وجوب صلاة الجماعة] مسلم المساجد [باب فضل صلاة الجماعة].

۵۶۱- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے :

"مسجد کے پڑوسی کی نماز (پورے طور پر) مسجد میں ہی ادا ہوتی ہے۔" (۱) (ابن حبان)

۵۶۲- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد میں ہی قبول ہوتی ہے جب کہ مشغول نہ ہو اور صحت مند ہو، پوچھا گیا کہ مسجد کا پڑوسی کون ہے؟ فرمایا: جس تک مؤذن کی آواز پہونچتی ہو۔" (۲) (شافعی و ابن ابی شیبہ)

۵۶۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ ایک آدمی ہے جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات بھر نماز پڑھتا ہے مگر جماعت و جمعہ میں شریک نہیں ہوتا فرمایا: یہ شخص جہنم میں جائے گا۔ (۳) (ترمذی).

---

(۱) عن عائشة عن النبي ﷺ قال: "لا صلاة لجار المسجد الا في المسجد" (رواه ابن حبان، اعلاء السنن ٤/١٧٠ و ١٧١) ورواه الدارقطني و الطبراني والحاكم وغيرهم (كشف الخفاء ٢/٣٦٥) وفي اعلاء السنن (٤/١٧١): فيه عمر بن راشد قال فيه ابن حبان: لا يحل ذكره الا بالقدح، وقال السيوطي: لم يتهم بالكذب وقد وثقه العجلي، فقال: لا بأس به، و قال ابو زرعة والبزار: لين وللحديث طرق اخرى عن جابر وابي هريرة وعلي، قال صاحب الاعلاء: فالحديث حسن و (راجع اللآلي المصنوعة ٢/١٦، وكشف الخفاء ٢/٣٦٥) وفي كشف الخفاء: ذكر عبد الحق انه رواه باسناد رجاله كلهم ثقات ——— ومن شواهده حديث السنن من سمع النداء. اقول: رواه الحاكم (المستدرك ١/٢٤٢) عن ابي هريرة وسكت عليه هو والذهبي ورواه الدارقطني عن ابي هريرة وجابر بن عبد الله (١/٣٩٩)

(۲) عن علي قال: "لا تقبل صلاة جار المسجد الا في المسجد اذا كان فارغا او صحيحا قيل: ومن جار المسجد؟ قال: من اسمعه المنادي" (رواه الشافعي وابن ابي شيبة اعلاء السنن ٤/١٧١) مصنف ابن ابي شيبة (٣/١٩٦) وقال صاحب الاعلاء (٤/١٧١): سنده صحيح، وراجع التصريح والتعليق هامش ابن ابي شيبة (٣/١٩٥-١٩٧) ذكر فيه تصحيحه موقوفا من الحافظ ابن حجر والسخاوي. وصححه موقوفا احمد شاكر في هامشه على المحلى (٤/١٩٥)

(۳) عن ابن عباس "سئل عن رجل يصوم النهار ويقوم الليل و لا يشهد الجماعة والجمعة؟ فقال: هذا في النار" (اخرجه الترمذي، جامع الاصول ٥/٥٧٠) الترمذي الصلاة [باب فيمن يسمع النداء فلا يجيب] وفي هامش جامع الاصول (٥/٥٧٠): فيه ليث بن ابي سليم ضعيف ومع ذلك فقد صحح اسناده الشيخ احمد الشاكر في تعليقه على الترمذي (١/٤٢٤).

۳- جماعت کے لئے دو آدمی بھی کافی ہیں :

(خواہ فرض کی جماعت ہو یا وتر و نفل کی -- بجز جمعہ وعیدین -- کے)

۵۶۴- ایک معروف روایت ہے جو کئی صحابہ سے مروی ہے :

"دو آدمی یا زائد جماعت ہوتے ہیں۔"(۱)(بخاری)

اسی وجہ سے جماعت کی کیفیت و ترتیب میں یہ معروف ہے کہ مقتدی و امام ایک دوسرے کے ساتھ اور مقتدی امام کے دائیں کھڑا ہوگا۔(۲)

۴- جماعت میں تعداد کے اعتبار سے اجر و ثواب میں اضافہ:

۵۶۵- حضرت قباث بن اشیم لیثی رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے :

"دو آدمیوں کی نماز -- یوں کہ ایک دوسرے کی امامت کرے اللہ کے نزدیک چار کی متفرق نماز سے بہتر ہے، اور چار کی نماز کہ ایک ان کی امامت کرے اللہ کے نزدیک آٹھ کی متفرق نماز سے بہتر ہے، اور آٹھ کی نماز -- یوں کہ ایک ان کی امامت کرے اللہ کے نزدیک سو افراد کی متفرق نماز سے افضل و بہتر ہے۔"(۳)(طبرانی)

---

(۱) عن النبی ﷺ "الاثنان فما فوقهما جماعة" امام بخاری نے اس کو ترجمۃ الباب بنایا ہے (ابواب الاذان) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "هذه الترجمة لفظ حديث ورد من طرق ضعيفة منها في ابن ماجة عن ابي موسى الاشعري وفي معجم البغوي من حديث الحكم بن عمير، وفي افراد الدارقطني من حديث عبد الله بن عمرو، وفي البيهقي من حديث انس وفي الاوسط للطبراني من حديث ابي امامة وعند احمد من حديث ابي امامة" (فتح الباری [illegible]) ظاہر ہے کہ ضعف کے باوجود صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے اس لیے قبول ہے اسی لئے [illegible] میں ہے: حدیث حسن لغیرہ (اعلاء السنن ۴/۲۱۱)

مصنف ابن ابی شیبہ (۶/[illegible]) میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے اور حاشیہ میں اس کی تخریج و تحقیق بھی ہے۔ امام بخاری کا اس کو ترجمۃ الباب بنانا اس کے ساتھ مالک بن حویرث کی روایت کو ذکر کرنا جس میں [illegible] کے ساتھ اذان و اقامت و جماعت کی ہدایت آئی ہے دلیل تقویت و ثبوت ہے۔

(۲) جیسا کہ گذر رہا ہے۔

(۳) عن قباث بن اشیم اللیثی قال: قال رسول اللہ ﷺ "صلاة الرجلين يؤم احدهما صاحبه -

۵۶۶- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے :

"تمہاری نماز ایک آدمی کے ساتھ، تمہاری تنہا نماز سے افضل ہے اور تمہاری نماز دو آدمیوں کے ساتھ ایک آدمی کے ساتھ نماز سے بہتر ہے اور جتنی تعداد زیادہ ہو اتنا ہی اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔"(۱)(حاکم)

۵۶۷- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ: نمازی جتنے زیادہ ہوں اسی حساب سے ثواب زیادہ ہوگا، تو ایک آدمی نے کہا: اگرچہ دس ہزار ہوں، حضرت ابن عباس رضی اللہ نے فرمایا: اگرچہ چالیس ہزار ہوں۔(۲)(ابن ابی شیبہ)

۵- جماعت کی نماز مقیم و مسافر، اور حضر و سفر سب کے لئے (البتہ مسافر کے لئے وسعت ہے) :

فرض نماز کی باجماعت ادائیگی مسافر و مقیم اور دوران سفر اور حالت قیام سب کے لئے ہے، نبی اکرم سے ایسا ہی منقول و معروف ہے، آپ سفر میں بھی جماعت کا اہتمام

- ازکی عند الله من صلاة اربعة تترا، وصلاة اربعة يؤم احدهم ازكى عند الله من صلاة ثمانية تترا، وصلاة ثمانية يؤم احدهم ازكى عند الله من مائة تترا" (رواه الطبراني -مجمع الزوائد) - مجمع الزوائد ۲/۴۲ باب الصلاة في الجماعة وقال الهيثمي: رجال الطبراني موثقون، وقال المنذري في الترغيب (۱/۲٦٥): باسناد لا بأس به.

(۱) عن ابی بن كعب عن النبی ﷺ قال "صلاتك مع الرجل ازكى من صلاتك وحدك، وصلاتك مع الرجلين ازكى من صلاتك مع الرجل وما كثرت فهو احب الى الله عزوجل" (اخرجه الحاكم، اعلاء السنن ۲/۳٤) المستدرك (۱/۲٤۸ و ۲٤۹) قال الحاكم بعد ما سرد له اسانيد كثيرة: وقد حكم ائمة الحديث يحيى بن معين وعلى بن المديني و محمد بن يحيى الذهلي لهذا الحديث بالصحة واقره عليه الذهبي في تلخيصه. وذكره في الترغيب (۱/۲٦٤) وعزاه إلى أحمد و أبي داؤد والنسائي وابن خزيمة وابن حبان. وذكر ما ذكره الحاكم ممن صححه من الأئمة.

(۲) عن ابن عباس قال: "فضل صلاة الجماعة على صلاة الواحد خمس و عشرون درجة، فإن كانوا أكثر فعلى عدد من في المسجد. فقال رجل: وإن كانوا عشرة آلاف؟ قال: نعم وإن كانوا أربعين ألفا." (رواه ابن ابي شيبة) مصنف ابن ابي شيبة ٥/٤٥٤، رواه أبو خالد الأحمر (صدوق يخطئ) عن عمرو بن قيس (الكوفي ثقة) عن عكرمة كما أشار إليه المحقق في هامش المصنف.

فرماتے تھے(۱) اور اس کی ہدایت بھی فرماتے تھے۔

۵۶۸- حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں اور میرے ایک چچازاد بھائی دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو واپسی کے موقع سے آپ نے فرمایا: جب تم دونوں سفر کرنا-تو اذان واقامت کا اہتمام کرنا اور تم میں کا بڑا امامت کرے گا۔(۲)(ابوداؤد وترمذی)

٦- عذر کی وجہ سے جماعت میں شرکت سے رخصت اور بعض اعذار :

۵۶۹- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے :

"جو آدمی مؤذن کو سنے اور اس کی بات پر لبیک کہنے سے اس کے لئے کوئی عذر مانع نہ ہو تو اس کی وہ نماز مقبول نہیں جو اس نے تنہا پڑھ لی، پوچھا گیا کہ عذر کیا ہے؟ فرمایا :کوئی خوف یا بیماری۔"(۳)(ابوداؤد)

۵۷۰- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ارشاد نبوی بھی مروی ہے :

"جو آدمی اذان سنے اور لبیک نہ کہے اس کی نماز نہیں ہوتی الا یہ کہ کوئی عذر ہو۔"(۴)(ابن ماجہ وحاکم)

---

(۱) راجع جامع الاصول ٥/٥٧٢ - ٥٧٤.

(۲) عن مالك بن الحويرث قال النبي صلى الله عليه وسلم: "اذا سافرتما فاذنا واقيما و ليؤمكما اكبركما" (رواه ابو داؤد و الترمذي، جامع الاصول ٥/٥٧٧) ابو داؤد، الصلاة [باب من احق بالامامة] الترمذي، الصلاة [باب ما جاء في الاذان في السفر] وقال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح.

(۳) عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "من سمع المنادي فلم يمنعه من اتباعه عذر، قال: وما العذر؟ قال: خوف او مرض، لم تقبل منه الصلاة التي صلى" (رواه ابو داؤد، جامع الاصول ٥/٥٦٦) ابو داؤد، الصلاة [باب التشديد في ترك الجماعة] وفي هامش جامع الاصول: في اسناده ابو جناب يحيى بن ابي حية ضعفوه لكثرة تدليسه لكن للحديث شاهد عند ابن ماجة وهو صحيح (سيأتي).

(٤) عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: "من سمع النداء فلم يجب فلا صلاة له الا من عذر" =

۵۷۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے :

"ٹھنڈک اور بارش کی راتوں میں سفر کے حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کو حکم فرماتے تھے کہ وہ یوں بھی کہے-اے لوگو اپنی قیام گاہوں میں نماز پڑھ لو۔"(۱)(بخاری ومسلم)

اور بعض روایات میں سفر کے بغیر مدینہ میں بھی بارش وٹھنڈک کی وجہ سے اس قسم کے اعلان کا تذکرہ آیا ہے۔(۲)

متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے کہ سفر میں بارش ہو جانے کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت دی اور اعلان کرادیا کہ لوگ اپنی اپنی جگہ نماز ادا کریں۔(۳)

۷- فرض کی جماعت ثانیہ :

جماعت ثانیہ کا مطلب ہے محلہ وآبادی کی مسجد میں معمول کی جماعت ہو جانے کے بعد-جماعت سے رہ جانے والے لوگوں کا دوبارہ وسہ بارہ جماعت سے نماز ادا کرنا۔

ایسا کرنا ناپسندیدہ ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ سے منقول نہیں ہے اور اگر منقول بھی ہے تو وہ اتفاقی ہی ہے ایک مرتبہ کی کوئی بات جس کے ساتھ کوئی عمومی

= (رواه ابن ماجة وابن حبان والحاكم، اعلاء السنن ٧/١٧٠) ابن ماجة ابواب المساجد [باب التغليظ في التخلف عن الجماعة] المستدرك (١/٢٤٥) قال الحاكم: صحيح على شرطهما.

(۱) عن ابن عمر قال: "ان رسول الله ﷺ كان يامر المؤذن اذا كانت ليلة باردة او ذات مطر في السفر ان يقول: ألا صلوا في رحالكم" (اخرجه الجماعة الا الترمذي، جامع الاصول ٥/٥٧٢) البخاري، الاذان [باب الاذان للمسافرين اذا كانوا جماعة] مسلم صلاة المسافرين [باب الصلاة في الرحال في المطر].

(۲) ابوداؤد میں ابن عمر کی روایت میں ایسا ہی آیا ہے (جامع الاصول ٥/٥٧٢ و ٥٧٣) ابو داؤد الصلاة - [باب التخلف عن الجماعة في الليلة الباردة].

(۳) راجع جامع الاصول ٥/٥٧٢- ٥٧٤.

ہدایت منقول نہیں ہے۔(۱)

اصل و اول جماعت کی شکل پر کہ دوبارہ یا بار بار اذان کہی جائے یا اصل جگہ پر ہی نماز ادا کی جائے یہ ائمہ اربعہ کے نزدیک بالاتفاق منع ہے۔

اور اگر اس کے بغیر ہو کہ جگہ بدل جائے، زیادہ سے زیادہ اقامت کہی جائے تو یہ بھی اکثر حضرات کے نزدیک منع ہے۔(۲) حسن بصری و ابراہیم نخعی علیہما الرحمہ وغیرہ سے ایسا ہی منقول ہے(۳)

بلکہ حضرت حسن بصری سے منقول ہے کہ جماعت کے بعد مسجد میں آنے والے صحابہ تنہا ہی نماز ادا کرتے تھے۔(۴)

اس لیے پسندیدہ طریقہ یہی ہے کہ تنہا نماز ادا کر لی جائے جبکہ جماعت کے لیے آنے والے کو جماعت کا ثواب مل ہی جاتا ہے اگرچہ جماعت نہ ملے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔(۵)

---

(۱) اسی لیے چاروں مذاہب میں فی الجملہ اس کی کراہت آئی ہے۔ الموسوعة الفقهية ۱۷۵/۲۷-۱۷۷، الفقه الاسلامی وأدلته ص/۱۱۸۲-۱۱۸٤ - درمختار رد المحتار ۲۸۸/۲و ۲۸۹ و اعلاء السنن ۲٤۷/٤

(۲) آثار کے لیے ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ ۵۴/۵، ۵۵

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ ۵۵/۵- البتہ مصنف میں ہی حسن بصری و ابراہیم نخعی سے جماعت کی بات بھی منقول ہے، اور بالخصوص حضرت انس سے تو ان آثار میں آنے والی تفصیلات کی روشنی میں یہ توجیہ و تطبیق کی جائے گی کہ:

۱- اس میں مسجد کی نوعیت کا فرق ہے، جماعت ثانیہ کی ممانعت اس مسجد کے لیے ہے جس میں مستقل نماز ہوتی ہو اور نماز و جماعت کا نظام ہو، امام، مؤذن، نمازی متعین و پابند ہوں، نہ کہ کسی ایسی مسجد میں جس میں جماعت کا نظام منظم نہ ہو، حضرت حسن بصری سے ایک خاص مسجد کی نسبت سے وسعت نقل کی گئی ہے۔(ابن ابی شیبہ ۵۳/۵)

۲- دوسری جماعت کی نوعیت کا بھی فرق ہو سکتا ہے کہ پہلی جماعت کی شکل نہ ہو، اذان نہ ہو، امام محراب مسجد میں کھڑا نہ ہو بلکہ کچھ پیچھے ہٹ کر یا صف کے درمیان، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ (۵۴/۵) میں حضرت انس سے فعلاً اور حضرت قتادہ سے قولاً اس کو نقل کیا ہے۔

۳- یہ بھی فرق کیا جا سکتا ہے کہ کبھی، اتفاقاً، ہو جائے یا کسی خاص مناسبت و حال میں کہ کسی وجہ سے مسجد کے اصل نمازی یا بڑی تعداد میں جماعت سے رہ گئے تو جماعت کر لی گئی۔

(۴) مصنف ابن ابی شیبہ ۵۵/۵

(۵) جامع الاصول ۴۱۵/۹، ۴۱۶

یا مسجد میں جماعت کی جگہ سے الگ ہٹ کر نماز پڑھی جائے یا مسجد کے قریب کسی جگہ میں - اپنے گھر یا کسی کے گھر میں جماعت سے نماز پڑھ لی جائے - حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جماعت ہو جانے کے بعد اپنے دولت خانہ میں جماعت فرمائی۔(۱)

مگر اس میں بھی توسع کہ اس کا معمول بنا لیا جائے یہ بھی درست نہیں اور نہ منقول ہے۔(۲)

۸- صف بندی کی اہمیت :

۵۷۲- حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

''اپنی صفوں کو ضرور درست کر لو ورنہ اللہ تمہارے درمیان اختلاف پیدا کر دے گا۔''(۳) (بخاری و مسلم)

۵۷۳- حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی ہی ایک روایت ہے :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو اس طرح درست کراتے تھے جیسے کہ ان کے واسطے سے تیروں کو سیدھا کرنا چاہتے ہوں۔''(۴) (مسلم)

۵۷۴- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

''اپنی صفوں کو سیدھا رکھا کرو، کیونکہ صف کا سیدھا رکھنا نماز کا کمل

---

(۱) اعلاء السنن ۲۵۲/٤ - رواه الطبرانی فی الکبیر والأوسط عن ابی بکرة (مجمع الزوائد ٤۸/۲) وقال الهیثمی: رجاله ثقات.

(۲) امام شافعی علیہ الرحمہ نے (الام ۱۵۴/۱- طبع دار المعرفۃ) یہی معمول نقل کیا ہے۔(اعلاء السنن ۲۵۰/۴، ۲۵۱) مدونہ (۸۹/۱) میں امام مالک سے بھی یہی منقول ہے۔

(۳) عن النعمان بن بشير قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: "لتسون صفوفكم أو ليخالفن الله بين وجوهكم" (اخرجه البخاري ومسلم جامع الاصول ٦۰٦/٥) البخاري، صلاة الجماعة [باب تسوية الصف عند الاقامة] مسلم، الصلاة [باب تسوية الصفوف وإقامتها]

(٤) عن النعمان بن بشير قال: "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يسوي صفوفنا حتى كأنما يسوي بها القداح" (اخرجه مسلم، جامع الاصول ٦۰٦/٥) مسلم الصلاة [باب تسوية الصفوف وإقامتها]

کرتا ہے۔"(۱)(بخاری و مسلم)

۵۷۵- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے:

"صفوں کو درست (یعنی سیدھا) رکھا کرو کیونکہ صفوں کی درستگی نماز کا حسن ہے۔"(۲)(مسلم)

۹- صف بندی اور صفوں کی درستگی کا اہتمام امام کی ذمہ داری ہے:

۵۷۶- حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو اس طرح درست فرماتے جیسے کہ ان کی مدد سے تیروں کو سیدھا کرنا چاہتے ہوں، حتی کہ آپ نے یہ محسوس کیا کہ ہم اس بات کو سمجھ چکے ہیں تو ایک دن آپ گھر سے نکلے اور پھر کھڑے ہو کر تکبیر کہنے ہی والے تھے کہ ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا سینہ باہر نکلا ہوا ہے اس پر فرمایا اللہ کے بندو، صفوں کو درست و سیدھی رکھا کرو ورنہ اللہ تم میں اختلاف پیدا کردے گا۔"(۳)(مسلم)

۵۷۷- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

(۱) عن انس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ "سووا صفوفكم فان تسوية الصف من تمام الصلاة" (اخرجه البخاري ومسلم، جامع الاصول ٥/٦٠٢) البخاري، صلاة الجماعة (باب تسوية الصفوف عند الاقامة) مسلم، الصلاة (باب تسوية الصفوف واقامتها)

(۲) عن ابي هريرة ان رسول الله ﷺ قال: "اقيموا الصف فان اقامة الصف من حسن الصلاة" (اخرجه مسلم، جامع الاصول ٥/٦٠٤) مسلم، الصلاة (باب تسوية الصفوف واقامتها)

(۳) عن النعمان بن بشير قال: كان رسول الله ﷺ يسوي صفوفنا حتى كانما يسوي بها القداح حتى راى انا قد عقلنا عنه ثم خرج يوما فقام حتى كاد ان يكبر فراى رجلا باديا صدره فقال: "عباد الله لتسون صفوفكم او ليخالفن الله بين وجوهكم" (اخرجه مسلم، جامع الاصول ٥/٦٠٦ و ٦٠٧) مسلم، الصلاة (باب تسوية الصفوف واقامتها)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو داہنی طرف رخ کرتے اور فرماتے: اچھی طرح کھڑے ہو اور اپنی صفوں کو سیدھا رکھو اس کے بعد بائیں طرف متوجہ ہو کر یہی فرماتے۔"(۱)(ابوداؤد)

حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے اپنے زمانے میں کچھ لوگوں کو مقرر کر رکھا تھا جو صفوں کو درست کرانے کے بعد ان کو اطلاع کرتے تو یہ حضرات نماز شروع فرماتے تھے۔(۲)

۱۰- امام کا وسط صف کے بالمقابل کھڑا ہونا اور صف کو درمیان سے شروع کرنا نہ کہ دائیں اور بائیں یعنی کنارے سے:

۵۷۸- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے:

"امام کو بیچ میں رکھا کرو۔"(۳)(ابوداؤد)

۵۷۹- ابراہیم نخعی و حسن بصری رحمہما اللہ سے منقول ہے کہ صف امام کے بالمقابل سے (یعنی وسط و بیچ) سے بنائی جائے گی۔(۴)(ابن ابی شیبہ)

---

(۱) عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ كان اذا قام الى الصلاة اخذه بيمينه ثم التفت فقال: "اعتدلوا سووا صفوفكم" ثم اخذه بيساره وقال "اعتدلوا وسووا صفوفكم" (اخرجه ابوداؤد، جامع الاصول ٥/٦١٠) ابوداؤد، الصلاة (باب تسوية الصفوف) واصله في الصحيحين كما في جامع الاصول.

(۲) جامع الاصول ٥/٦١٠ و ٦١١ برواية موطا مالك، قصر الصلاة (باب ما جاء في تسوية الصفوف، حاشیہ جامع الاصول میں حضرت عمر والی روایت کو منقطع بتایا ہے مگر حضرت عثمان والی روایت کی اسناد کو صحیح اور روایت عمر کا شاہد قرار دیا ہے۔

(۳) عن ابي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ "توسطوا الامام" (اخرجه ابوداؤد، جامع الاصول ٥/٦١١) ابوداؤد، الصلاة (باب مقام الامام من الصف) وفي حاشية جامع الاصول (٥/٦١١): اسناده ضعيف، لكن قال صاحب اعلاء السنن (٤/٢٢) سكت عنه ابوداؤد وما سكت عنه ابوداؤد فهو في حد القبول كما هو معروف، واخرجه البيهقي (السنن الكبرى ٣/١٠٤)

(۴) عن الحسن: "كان يحب ان يقف الصف خلف الامام" وعن ابراهيم: "تبدأ الصف من وسطه" (رواهما ابن ابي شيبة) مصنف ابن ابي شيبة [illegible]

۱۱- صف میں کھڑے ہونے کا طریقہ اور صف کے سیدھا کرنے ور کھنے کا معیار :

۵۸۰- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں :

"اپنی صفوں کو درست کرو، اور قریب قریب کرو اور گردنوں کو ایک دوسرے کے برابر رکھو۔"(۱)(ابوداؤد)

۵۸۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں :

"صفوں کو سیدھا کرو، مونڈھے آپس میں ملادو (کہ ایک دوسرے کے برابر رکھو ملا کر) اور درمیانی فاصلے کو پر کرو...... اور شیطان کے لئے جگہیں نہ چھوڑو۔"(۲)(ابوداؤد)

صف بندی کے سلسلے میں پیروں اور ٹخنوں کو آپس میں ملانے کا حکم کسی حدیث نبوی میں نہیں مل سکا، مونڈھے و گردن ملانے کا حکم ضرور آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سب کی گردن و مونڈھے ایک دوسرے کے بالمقابل ہوں اور آگے پیچھے نہ ہوں، یہ مراد نہیں کہ ایک دوسرے سے متصل ہوں کیونکہ ملنا (یعنی گردن کا گردن سے اور مونڈھوں کا مونڈھوں سے متصل ہونا) اس لئے ممکن نہیں کہ قد چھوٹے و بڑے ہوتے ہیں جیسے پیر چھوٹے و بڑے مختلف نمبروں کے ہوتے ہیں اس لیے صف کی درستگی کے لئے ایڑیاں ایک لائن و خط پر ہونا

(۱) عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "رصوا صفوفكم وقاربوا بينها و حاذوا بالأعناق" (رواه ابو داؤد، جامع الاصول ۶۰۸/۵) ابو داؤد كتاب الصلاة [باب تسوية الصفوف] وفي بلوغ المرام مع شرحه توضيح الأحكام (۵۳۳/۲) قال الحافظ: رواه ابو داؤد والنسائي وصححه ابن حبان.

(۲) عن عبد الله بن عمر أن رسول الله ﷺ قال : "اقيموا الصفوف وحاذوا بين المناكب وسدوا الخلل ولينوا بايدي اخوانكم و لا تذروا فرجات للشيطان" (رواه ابو داؤد جامع الاصول ۶۰۹/۵) ابو داؤد، كتاب الصلاة [باب تسوية الصفوف] قال عبد القادر الارناؤوط (هامش جامع الاصول ۶۱۰/۵) اسناده حسن، و روى عن ابى امامة بمثل اللفظ المذكور مفصلا عند احمد (۲۶۲/۵) رجاله موثقون (كما في مجمع الزوائد ۹۴/۲ باب في الصف الاول).

چاہئے، آگے پیچھے نہیں۔(۱)

۱۲-صف اول نیز اولین صفوں کی اور صف در صف کی فضیلت:

۵۸۲- حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے :

(۱) صف بندی کے سلسلے میں پیروں اور ٹخنوں کو ملانے کا حکم کسی حدیث میں نہیں ملا البتہ بعض صحابہ نے ذکر کیا ہے کہ ہم ایسا کیا کرتے تھے (اس کو حضرت انس و نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے صحیحین وغیرہ میں روایت کیا گیا ہے، ٹخنوں کا ملانا حضرت نعمان سے اور قدم کا قدم سے ملانا حضرت انس سے مونڈھوں کے ملانے کے ساتھ۔ ملاحظہ ہو جامع الاصول ۶۰۷/۵) اور ساتھ ہی بعض نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ آج ایسا کرنا مشکل ہے کیونکہ لوگ اب یہ پسند نہیں کرتے۔ (حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے بعض طرق میں ہے: "ولو فعلت ذلك اليوم باحدهم اليوم لنفر كانه بغل شموس" - فتح الباري ۲۱۱/۲)

علماء محققین نے اس کو اس پر محمول کیا ہے کہ اس سے صفوں کی درستگی اور ایک دوسرے سے ملنے کا زائد سے زائد اہتمام مراد ہے یا شروع نماز میں اس طرح پیر ملا کر صف ٹھیک کرتے پھر اس کیفیت کو ختم کر دیتے۔ (روایات کے لئے ملاحظہ ہو جامع الاصول ۶۰۷/۵، اور تفصیلات کے لئے فتح الباری ۲۱۱/۲، اعلاء السنن ۳۱۹/۴ و ۳۲۰، معارف السنن ۲۹۷/۱ و ۲۹۸) شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بسام جو سعودیہ کے ممتاز عالم اور ہیئۃ کبار العلماء میں سے تھے انہوں نے بھی اپنی شرح بلوغ المرام (۵۳۳/۲) میں لکھا ہے کہ ٹخنوں کا ٹخنوں سے ملانا اس سے تسویہ صف میں مبالغہ اور زیادتی مطلوب ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے۔

مذاہب اربعہ میں حکم یہ ہے کہ دونوں پیروں کے درمیان مناسب فاصلہ ہو جس کی تحدید حنفیہ کے یہاں چار انگل ہے، شافعیہ کے یہاں ایک بالشت سے اور حنابلہ و مالکیہ کے یہاں درمیانی و مناسب حالت کے ساتھ کی گئی ہے حنفیہ نے اس کو اقرب الی الخشوع، اور شافعیہ نے بالشت سے زیادہ فاصلے کو تکلف منافی خشوع کہا ہے اور حنابلہ و مالکیہ نے کہا ہے کہ ایسا فاصلہ نہ ہو کہ بہت برا معلوم ہو۔ (الفقه الاسلامي وادلته ص ۸۸۱ و ۸۸۲).

اور یہ تفصیل مبنی ہے بعض اکابر صحابہ کرام کے طریقۂ عمل پر جو روایات میں ان سے قولاً اور فعلاً منقول کیا گیا ہے مثلاً نسائی میں عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ دونوں پیروں کو ملائے ہوئے ہے تو فرمایا کہ یہ سنت کے خلاف کر رہا ہے اگر یہ پیروں کو ایک دوسرے سے الگ رکھتا تو مجھ کو زیادہ پسند تھا (نسائی، ابواب الافتتاح باب الصف بین القدمین، جامع الاصول ۳۲۰/۵) اور عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ وہ دونوں پیروں کے درمیان نہ تو زیادہ فاصلہ رکھتے اور نہ دونوں کو ملا کر رکھتے بلکہ بین بین رکھتے تھے (المغنی ۳۱۱/۲) مصنف ابن ابی شیبہ (۴۸/۵) میں حضرت عبداللہ بن زبیر سے پیروں کو ملانا نقل کیا گیا ہے مگر نسائی میں حضرت ابن مسعود کی روایت میں ان سے انکار نقل کیا گیا ہے، نیز المغنی (۳۱۱/۲) میں عیینہ بن عبدالرحمٰن سے ان کے والد کے حوالے سے منقول ہے کہ میں نے اٹھارہ صحابہ کو پایا کسی کو یہ کرتے نہیں دیکھا اور اس کے بعد حضرت ابن عمر کا فعل نقل کیا ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صف اول کے لئے تین مرتبہ خصوصی دعا فرماتے اور صف ثانی کے لئے ایک مرتبہ۔"(۱) (نسائی وابن ماجہ)

۵۸۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے:

"اگر لوگوں کو صف اول کی فضیلت کا علم ہو تو قرعہ کی نوبت آئے۔"(۲) (مسلم)

۵۸۴- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ فرماتے تھے:

"اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اولین صفوں واگلی صفوں پر خصوصی عنایت وتوجہ رکھتے ہیں۔"(۳) (ابوداؤد ونسائی)

۵۸۵- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) صحابہ کو دیکھا کہ (پہلی صف سے) پیچھے ہیں تو فرمایا: آگے آؤ اور میرے پیچھے رہو اور بعد والے تمہارے پیچھے رہیں، لوگ پیچھے رہتے ہیں تو اللہ بھی ان کو پیچھے کر دیتا ہے۔"(۴)

(۱) عن العرباض بن سارية قال " كان رسول الله ﷺ يصلى على الصف الاول ثلاثا وعلى الصف الثاني واحدة " (اخرجه النسائي وابن ماجة والحاكم، جامع الاصول مع الهامش ٦١٣/٥) نسائي، الاقامة [باب فضل الصف الاول] مستدرك (٢١٤/١) قال الحاكم: هذا حديث صحيح الاسناد ووافقه الذهبي وقال: على شرطهما.

(۲) عن ابي هريرة: "أن رسول الله ﷺ قال: لو يعلمون او تعلمون ما في الصف الاول لكانت قرعة" وفي رواية: "ما كانت الا قرعة" (اخرجه مسلم، جامع الاصول ٦١٤/٥) مسلم، الصلاة [باب تسوية الصف و اقامتها].

(۳) عن البراء بن عازب – قال رسول الله ﷺ: "ان الله وملائكته يصلون على الصفوف الاول، وفي رواية – الصفوف المقدمة " (اخرجه ابوداؤد والنسائي، جامع الاصول ٦١٣/٥) ابوداؤد الصلاة [باب تسوية الصف] نسائي، الامامة [باب كيف يقوم الامام الصفوف] وفي هامش جامع الاصول (٦١٣/٥): اسناده صحيح.

(٤) عن ابي سعيد الخدري: "أن رسول الله ﷺ رأى في اصحابه تأخرا فقال لهم تقدموا فائتموا بي وليأتم بكم من بعدكم لا يزال قوم يتاخرون حتى يؤخرهم الله" (أخرجه مسلم – جامع الاصول ٦١٥/٥) مسلم، الصلاة [باب تسوية الصف و اقامتها].

۵۸۶- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے:

"مردوں کی بہترین صف، صف اول ہے اور بدترین صف آخری ہے اور عورتوں کی بہترین صف آخری اور بدترین صف اول ہے۔"(۱) (مسلم)

۱۳- اگر امام کے پیچھے صف بن گئی ہو اور بن رہی ہو تو صف میں امام کے داہنی سمت میں کھڑا ہونا افضل ہے (بشرطیکہ بائیں سمت بھی مکمل ہو رہی ہو اور توازن ہو، اور بائیں سمت میں صف ناقص ہو تو بائیں سمت کھڑا ہونا افضل ہے):

۵۸۷- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے:

"اللہ اور اس کے فرشتے صفوں کے داہنے حصوں پر خاص عنایت رکھتے ہیں۔"(۲) (ابوداؤد)

۵۸۸- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے:

"صف اول اور اس کے داہنے حصے کا اہتمام کیا کرو۔"(۳) (طبرانی)

۵۸۹- حضرت عبداللہ بن عمرو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دونوں نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے:

(۱) عن ابي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: " خير صفوف الرجال اولها وشرها آخرها وخير صفوف النساء آخرها وشرها اولها " (اخرجه مسلم وابوداؤد والترمذي، جامع الاصول ٦٠٦/٥) مسلم، الصلاة [باب تسوية الصف و اقامتها].

(۲) عن عائشة أن رسول الله ﷺ قال: " ان الله وملائكته يصلون على ميامن الصفوف " (اخرجه ابوداؤد، جامع الاصول ٦١٥/٥) ابوداؤد الصلاة [باب الصف بين السواري] وفي هامش جامع الاصول (٦١٥/٥): اسناده حسن، حسنه الحافظ في فتح الباري (١٧٢/٢).

(۳) عن ابن عباس عن النبي ﷺ قال: " عليكم بالصف الاول وعليكم بالميمنة منه " (رواه الطبراني في الاوسط والكبير، جمع الفوائد ٩٣/١) مجمع الزوائد (١٩٥/٢) وقال الهيثمي: فيه اسماعيل بن مسلم المكي وهو ضعيف.

”جو آدمی مسجد کے بائیں حصے کو آباد کرے جب کہ ادھر آدمی کم ہوں، تو اس کو دوہرا اجر ملتا ہے۔“(۱)(ابن ماجہ وطبرانی)

۱۴- صف بندی میں ایک صف کے بعد ایک صف مکمل کی جائے:

۵۹۰- حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے :

”اگلی صف کو پورا کیا کرو، پھر اس کے بعد والی کو، جو کمی ہو وہ آخری صف میں ہو۔“(۲)(ابوداؤد)

۵۹۱- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

”ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس طرح صفیں کیوں نہیں بناتے جیسے فرشتے اپنے رب کے پاس صفیں بنایا کرتے ہیں؟ ہم نے عرض کیا: فرشتے اپنے رب کے پاس کیسے صفیں بناتے ہیں؟ فرمایا: اگلی صفوں کو پورا و مکمل کرتے ہیں اور صفوں میں مل مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔“(۳)(مسلم)

---

(۱) عن ابن عمر قيل للنبي ﷺ: ان ميسرة المسجد تعطلت فقال: "من عمر ميسرة المسجد كتب له كفلان من الاجر." وعن ابن عباس قال: قال النبي ﷺ: "من عمر جانب المسجد الايسر لقلة اهله فله اجران" (اعلاء السنن ٤/٢٣٢ و ٢٣٣)، حديث ابن عمر رواه ابن ماجه (ابواب اقامة الصلاة [باب فضل ميمنة الصف] وفي هامشه (١/١٨١): في اسناده ليث بن ابي سليم وهو ضعيف، وفي الاعلاء (٤/٢٣٢): فيه عمرو بن عثمان متكلم فيه ضعفه غير واحد و قال ابن موسى له احاديث صالحة عن زهير وغيره وقد روى عنه ناس من الثقات وهو ممن يكتب حديثه، وذكره ابن حبان في الثقات كذا في التهذيب، اما ليث بن ابي سليم فقد ذكرنا غير مرة انه حسن الحديث والباقون كلهم ثقات، وحديث ابن عباس رواه الطبراني في الكبير (مجمع الزوائد ٢/٩٤) قال الهيثمي: فيه بقية وهو مدلس وقد عنعنه ولكنه ثقة، قال صاحب الاعلاء (٤/٢٣٣): قد ذكره المنذري في الترغيب مصدرا بلفظة "عن" وهي علامة قبول الحديث عنده وله شاهد عن ابن عمر وراجع الترغيب (١/٣٢٣).

(۲) عن انس بن مالك عن النبي ﷺ قال: "اتموا الصف المقدم ثم الذي يليه فما كان من نقص فليكن في الصف المؤخر" (اخرجه ابوداؤد، جامع الاصول ٥/٦٠٨) ابوداؤد، الصلاة [باب تسوية الصفوف] وأصله عند البخاري وغيره كما في جامع الاصول.

(۳) عن جابر بن سمرة قال: قال رسول الله ﷺ "الا تصفون كما تصف الملائكة عند ربهم؟ قلنا: وكيف تصف الملائكة عند ربهم؟ قال: يتمون الصفوف المقدمة و يتراصون في الصف" (اخرجه مسلم وابوداؤد والنسائي، جامع الاصول ٥/٦١٥) مسلم الصلاة [باب الامر بالسكون في الصلاة].

۵۹۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے :

”اللہ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر خاص عنایت رکھتے ہیں جو صفوں کو ملاتے ہیں اور جو خالی جگہ کو پر کرتا ہے اللہ اس کو ایک درجہ بلندی عطا فرماتے ہیں۔“(۱)(ابن ماجہ)

۱۵- بوقت جماعت نماز کے لئے اقامت کے ساتھ ہی امام و مقتدیوں کو اپنی جگہ کھڑا ہونا چاہئے، (قد قامت الصلوٰۃ پر ہی کھڑا ہونا متعین نہیں) :

اصل یہ ہے کہ صف بندی کا لحاظ کیا جائے اگر صفیں قبل اقامت سے بنی ہوں تو حی علی الصلوٰۃ وقد قامت الصلوٰۃ تک تاخیر کی جائے ورنہ شروع سے کھڑے ہو کر صفوں کو درست کیا جائے پھر نماز شروع کی جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کو صفوں کے درست کرانے کا کس قدر اہتمام تھا گذر چکا ہے۔

۵۹۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں .

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جماعت قائم کی جاتی تو آپ کے اپنی جگہ آنے سے قبل لوگ اپنی جگہوں پر آجاتے تھے (یعنی صفیں درست ہو جاتی تھیں)۔“(۲)(ابوداؤد)

---

(۱) عن عائشة أن رسول الله ﷺ قال: "إن الله وملائكته يصلون على الذين يصلون الصفوف ومن سد فرجة رفعه الله درجة" (اخرجه ابن ماجة، هامش جامع الاصول ٥/٦١٥) ابن ماجة ابواب اقامة الصلاة [باب اقامة الصفوف] وفي هامشه نقلا عن الزوائد (١/١٧٩): الرواية ضعيفة، اقول: الاحاديث المتقدمة تقويه.

(۲) عن ابي هريرة "ان الصلاة كانت تقام لرسول الله ﷺ فياخذ الناس مصافهم قبل ان يقوم النبي ﷺ مقامه" (اخرجه ابوداؤد، جامع الاصول ٥/٦٠٩) ابوداؤد الصلاة [باب في الصلاة تقام ولم يأت الامام فينتظرونه قعودا]. أقول: اسناده صحيح لأن رجاله ثقات.

۵۹۴- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"حضرت بلال رضی اللہ عنہ -سورج ڈھلنے پر- اذان دیتے تھے اور جب تک آپ کو نکلا ہوا نہیں دیکھتے تھے اقامت نہیں کہتے تھے اور آپ کو جب نکلتے ہوئے دیکھتے تو اقامت کہتے۔"(۱)(مسلم)

۵۹۵- ابن شہاب زہری سے مروی ہے :

"مؤذن جیسے ہی (اقامت کا پہلا) اللہ اکبر کہتا لوگ اسی وقت کھڑے ہو جاتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی جگہ پہونچنے سے قبل صفیں درست ہو جاتی تھیں۔"(۲)(عبد الرزاق)

۵۹۶- حضرت سعید بن مسیب و عمر بن عبد العزیز رحمہما اللہ سے مروی ہے :

"جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو اپنی جگہ سے اٹھنا اور کھڑا ہونا لازم ہے اور جب مؤذن حی علی الصلوۃ کہے تو صفیں درست ہو جائیں اور جب لا الہ الا اللہ کہے تو امام تکبیر تحریمہ کہے۔"(۳)(سعید بن منصور)

۵۹۷- حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب قد قامت الصلوۃ کہتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر تکبیر تحریمہ کہتے تھے۔"(۴)(بزار و طبرانی)

---

(۱) عن جابر بن سمرة قال "كان بلال يؤذن اذا دحضت الشمس فلا يقيم حتى يخرج النبي ﷺ فاذا خرج اقام الصلاة حين يراه" (اخرجه مسلم، جامع الاصول ٥/٢٩١) مسلم المساجد متى يقوم الناس للصلاة.

(۲) عن ابن شهاب الزهري "ان الناس كانوا ساعة يقول المؤذن: الله اكبر يقومون الى الصلاة فلا يأتي النبي ﷺ مقامه حتى تعتدل الصفوف" (اخرجه عبد الرزاق، اعلاء السنن ٤/٣٢٦) مصنف عبد الرزاق (١/٥٠٧) وفي اعلاء السنن (٤/٣٢٦): مراسيل الزهري وان كانت ضعيفة عند بعضهم لكن الموضع موضع الاستشهاد لا الاحتجاج.

(۳) عن سعيد بن المسيب: "اذا قال المؤذن الله اكبر وجب القيام واذا قال حي على الصلاة عدلت الصفوف واذا قال لا اله الا الله كبر الامام" (اخرجه سعيد بن منصور، اعلاء السنن ٤/٢١٢) ذكره الحافظ في الفتح (٢/١٢٠) فهو حسن أو صحيح على قاعدته (كما قال في الاعلاء ٢/٢٠٣).

(۴) عن عبد الله بن ابي اوفى قال "كان بلال اذا قال قد قامت الصلاة نهض رسول الله ﷺ -

اس لئے اقامت کے اختتام سے قبل بھی تکبیر تحریمہ کی گنجائش ہے اور قد قامت الصلوۃ پر کھڑے ہونے کی بھی۔(۱)

۱۶- مقتدیوں کے حالات و تعداد کے اعتبار سے صف بندی کی شکل اور مقتدیوں کے کھڑے ہونے کی ترتیب :

(مقتدی ایک ہو، مرد یا بچہ تو امام کی داہنی سمت کھڑا ہوگا)

احادیث میں کئی واقعات آئے ہیں کہ آپ کے ساتھ نماز میں ایک ہی آدمی، بچہ یا بڑا تھا جس کو داہنی سمت کھڑا کیا گیا، حضرت جابر، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت انس، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔(۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا واقعہ بہت معروف ہے کہ رات کو تہجد میں آپ کی بائیں طرف کھڑے ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنے ہاتھ سے کان پکڑ کر اس کو مسلا اور انھیں داہنی طرف کر دیا۔(۳)

۱۷- مقتدی دو ہوں- دونوں بالغ یا نابالغ- یا ایک مرد اور ایک بچہ :

(دونوں امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے)

۵۹۸- حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے :

- بالتكبير" (رواه البزار والطبراني، اعلاء السنن ٤/٢١٢) مجمع الزوائد (٢/٨) باب ما يفعل اذا اقيمت الصلاة. قال الهيثمي: فيه الحجاج بن فروخ وهو ضعيف، لكن قال صاحب الاعلاء: ذكره ابن حبان في الثقات (٦/٢٠٣) فهو حسن الحديث.

(۱) راجع اعلاء السنن ٤/٢١٣.

(۲) ملاحظہ ہو اعلاء السنن ۳/۲۱۷ تا ۲۱۹، بحوالہ بخاری و مسلم، و بزار و طبرانی وغیرہ، نیز جامع الاصول ۵/۶۰۰، ۶۰۲، ۶۰۳۔

(۳) جامع الاصول ٥/٦٠٠ و ٦٠١، بحوالہ صحاح ستہ.

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم فرمایا کہ جب ہم (جماعت میں بس) تین آدمی ہوں تو ایک آدمی (یعنی امام) آگے کھڑا ہو اور دونوں مقتدی اس کے پیچھے کھڑے ہوں۔" (۱) (ترمذی)

۵۹۹- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے میں آپ کی بائیں سمت کھڑا ہوا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر داہنی سمت کر لیا، اس کے بعد جبار بن صخر وضو کر کے آئے اور وہ بائیں سمت کھڑے ہو گئے تو آپ نے ہم دونوں کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے کر دیا۔" (۲) (مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں نماز ادا فرمائی، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ اور ان کا ایک چھوٹا بھائی، دونوں آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے۔ (۳)

۱۸- مقتدی دو سے زائد مرد و بچے ہوں (تو پہلے مردوں کی صف، پھر بچوں کی ہوگی اور مردوں و بچوں کی صف کے بعد عورت کھڑی ہوگی اگر مسجد میں یا موقع پر عورت موجود ہو اور نماز میں شامل ہو):

۶۰۰- حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے

(۱) عن سمرة بن جندب قال: "امرنا النبی ﷺ اذا کنا ثلاثة ان یتقدمنا احدنا" (اخرجه الترمذی جامع الاصول ۶۰۵/۵) ترمذی، الصلاة [باب ما جاء فی الرجل یصلی مع الرجلین] وفی هامش جامع الاصول (۶۰۵/۵): وهو حدیث حسن.

(۲) عن جابر فی حدیث طویل له: "فقام رسول الله ﷺ لیصلی ثم جئت حتی قمت عن یسار رسول الله ﷺ فأخذ بیدی فادارنی حتی اقامنی عن یمینه ثم جاء جبار بن صخر فتوضأ وقام عن یسار رسول الله ﷺ فأخذ رسول الله ﷺ بایدینا جمیعا فدفعنا حتی اقامنا خلفه" (اخرجه مسلم، اعلاء السنن ۲۱۹/۴) مسلم صلاة المسافرین.

(۳) جامع الاصول (۶۰۴/۵) بحوالہ مسلم وغیرہ۔

جب اپنی قوم میں پہنچے تو اعلان کیا کہ سب لوگ جمع ہو جاؤ تاکہ میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز بتاؤں، پھر نماز کے وقت اپنے قریب مردوں کی صف بنائی، اس کے بعد بچوں کی اور بچوں کے پیچھے عورتوں کی صف بنائی۔

اور ایک روایت میں ہے مردوں کی صف اور اس کے بعد بچوں کی صف بنائی (عورتوں کا تذکرہ نہیں) اور فرمایا: یاد کر لو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جو ہم کو پڑھاتے تھے اسی طرح ہوتی تھی۔ (۱) (احمد)

۱۹- عورت اگر مرد و بچے کے ساتھ اکیلی بھی ہو تو وہ مرد کے پیچھے کھڑی ہوگی:

(خواہ محرم ہو یا نامحرم یا بیوی - مرد و بچے کی بغل میں نہیں کھڑی ہوگی الا یہ کہ درمیان میں کوئی حائل ہو)۔

۶۰۱- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغل میں نماز ادا کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے نماز پڑھ رہی تھیں۔" (۲) (نسائی)

(۱) عن عبد الرحمن بن غنم ان ابا مالك الاشعری جمع قومه فقال: "یا معشر الاشعریین اجتمعوا ونساءكم، اعلمكم صلاة رسول الله ﷺ فاجتمعوا وجمعوا نساءهم وصف الرجال فی اول الصف وصف الولدان خلفهم وصف النساء خلف الولدان، ثم اقام الصلاة فلما قضی صلاته اقبل علی قومه بوجهه فقال: احفظوا فانها صلاة رسول الله التی كان یصلی لنا" (رواه احمد، اعلاء السنن ۲۲٦/٤) وفی روایة ابی داؤد: "الا احدثكم بصلاة رسول الله ﷺ فاقام الصلاة فصف الرجال وصف خلفهم الغلمان ثم صلی" (جامع الاصول ٦٠٣/٥) مسند احمد (٣٤٣/٥) ابو داؤد الصلاة [باب مقام الصبیان من الصف، مجمع الزوائد (١٣٣/٢) قال الهیثمی: فی طرقها كلها شهر بن حوشب وفیه كلام وهو ثقة إن شاء الله تعالی.

(۲) عن ابن عباس قال: "صلیت الی جنب رسول الله ﷺ وعائشة خلفنا تصلی معنا" (اخرجه النسائی، جامع الاصول ٦٠٤/٥) نسائی، الامامة [باب موقف الامام اذا كان معه صبی وامرأة] وفی هامش جامع الاصول (٦٠٤/٥): فی سنده قزعة مولی لعبد القیس وفیه كلام لكن یشهد له الحدیث الذی بعده وهو حدیث انس عند مسلم وغیره.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے مگر اپنے لئے اور اپنی والدہ کے لئے اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ میں اور بھائی آپ کے پیچھے اور نانی ہمارے پیچھے تھیں، ایک روایت میں یہ ہے کہ میں آپ کی بغل میں اور والدہ وخالہ پیچھے تھیں۔(۱)

۶۰۲- حضرت حارث بن معاویہؓ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کبھی نماز کے وقت میں اور میری بیوی ایسی تنگ عمارت میں ہوتے ہیں کہ اگر عمارت کے اندر دونوں نماز پڑھیں تو ایک دوسرے کی بغل میں ہوں گے اور آگے پیچھے پڑھیں تو عورت عمارت سے باہر چلی جائے گی؟ (اور یہ ممکن نہیں) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اپنے اور بیوی کے درمیان ایک پردہ سے آڑ کرلو پھر وہ تمہاری بغل میں نماز پڑھ لے اگر تم چاہو۔(۲)(احمد)

۲۰- تنہا کسی صف میں کھڑے ہونے سے بچا جائے اسی طرح ستونوں کے درمیان صف بنانا منع ہے الا یہ کہ مجبوری ہو :

۶۰۳- حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے :

"اس آدمی کی نماز نہیں ہوتی جو صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھتا ہے۔"(۳)

(ابن ماجہ)

---

(۱) جامع الاصول ۶۰۴/۵ و ۶۰۵ بحوالہ مسلم وابوداؤد ونسائی۔

(۲) عن الحارث بن معاویة سأل عمر بن الخطاب فقال: "ربما كنت انا والمرأة فی بناء ضیق فتحضر الصلاة فان صلیت أنا وهی كانت بحذائی فان صلت خلفی خرجت من البناء قال: تستر بینها وبینك بثوب ثم تصلی بحذائك ان شئت" (رواه احمد، اعلاء السنن ۲۲۳/٤) مسند احمد (۱۸/۱) وفی إعلاء السنن: وقال الهیثمی: فیه الحارث بن معاویة الكندی وثقه ابن حبان وروی عنه غیر واحد وبقیة رجاله من رجال الصحیح.

(۳) عن علی بن شیبان أنه صلی الله علیه وسلم رأی رجلا فرداً یصلی خلف الصف قال: فوقف علیه نبی الله ﷺ حین انصرف وقال "استقبل صلاتك، لا صلاة للذی خلف الصف وحده" (رواه ابن ماجة) ابن ماجة ابواب اقامة الصلاة [باب صلاة الرجل خلف الصف وحده] وفی هامشه (۱۸۰/۱): فی الزوائد اسناده صحیح ورجاله ثقات.

مراد یہ ہے کہ نماز ناقص ہوتی ہے اسی لئے اس صورت میں نماز دہرانے کا حکم حدیثوں میں آیا ہے۔(۱)

۶۰۴- عبدالحمید بن محمودؒ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) ہم نے ایک امیر کے پیچھے نماز پڑھی تو لوگوں نے ہم کو مجبور کیا اور ہم نے ستونوں کے درمیان نماز ادا کی، جب ہم نماز پڑھ چکے، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہم اس سے بچتے تھے۔(۲)(ترمذی ونسائی وابوداؤد)

۶۰۵- حضرت معاویہ بن قرۃ نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے :

"ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ستونوں کے درمیان کھڑے ہونے وصف بنانے سے منع کیا جاتا تھا اور اس سے ہٹایا جاتا تھا۔"(۳)

(ابن ماجہ وحاکم)



---

(۱) عن هلال بن یساف قال: "أخذ زیاد بن الجعد بیدی ونحن بالرقة فقام بی علی شیخ یقال له وابصة بن معبد من بنی اسد فقال زیاد حدثنی هذا الشیخ وهو یسمع: ان رسول الله ﷺ رأی رجلا یصلی خلف الصف وحده فامره ان یعید الصلاة" (اخرجه الترمذی وابوداؤد، جامع الاصول ٦١٢/٥) ترمذی، الصلاة [باب ما جاء فی الصلاة خلف الصف وحده] ابوداؤد، الصلاة [باب الرجل یصلی وحده خلف الصف] اخرج ابوداؤد منه المسند وفی هامش جامع الاصول (٦١٢/٥): حدیث صحیح طرقه وشواهده.

(۲) عن عبد الحمید بن محمود قال: "صلینا خلف امیر من الامراء فاضطرنا الناس فصلینا بین الساریتین فلما صلینا قال انس بن مالك: كنا نتقی هذا علی عهد رسول الله ﷺ" (اخرجه الترمذی والنسائی وابوداؤد، جامع الاصول ٦١١/٥ و ٦١٢) ترمذی، الصلاة [باب ما جاء فی كراهیة الصف بین السواری] والنسائی الامامة [باب الصف بین السواری] رواه الحاكم وصححه ووافقه الذهبی (المستدرك ٢٠٨/١).

(۳) عن معاویة بن قرة عن ابیه قال: "كنا ننهی ان نصف بین السواری علی عهد رسول الله ﷺ ونطرد عنها طردا" (اخرجه ابن ماجة والحاكم، اعلاء السنن ٣٣٩/٤) ابن ماجة ابواب اقامة الصلاة [باب الصلاة بین السواری فی الصف]، صحح الحاكم هذا الحدیث وكذا الذهبی فی تلخیصه (المستدرك ٢١٨/١) حاکم نے حضرت انس سے بھی اسی قسم کا مضمون نقل کیا ہے۔

(۲۰)

اذان واقامت

۱- اذان شعار اسلام و مسلمین ہے۔

۲- کلمات اذان۔

۳- کلمات اقامت۔

۴- اذان واقامت قبلہ رخ کہنا۔

۵- بوقت اذان کان میں انگلی ڈالنا۔

۶- حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح پر چہرہ گھمانا۔

۷- اذان ٹھہر ٹھہر کر کہنا اور اقامت روانی سے۔

۸- اذان بلند جگہ و بلند آواز سے۔

۹- وقت سے پہلے اذان۔

۱۰- اذان واقامت میں فصل۔

۱۱- اذان واقامت کا جواب۔

۱۲- بعد جواب درود ودعا۔

۱۳- مسافر کے لیے دوران سفر اذان واقامت۔

۱۴- جنگل وغیرہ میں تنہا آدمی کے لیے اذان واقامت۔

۱۵- مسجد کے اندر معمول کی جماعت سے الگ-نیز گھر وغیرہ کی نماز کا حکم۔

۱- اذان شعار اسلام و مسلمین ہے :

اذان کا عمل ایسا ہے جو کہ اسلام و مسلمانوں کا شعار- اور مسلم بستیوں اور ان میں اسلام بیداری کی علامت و پہچان ہے۔

۶۰۶- چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ عہد نبویؐ میں اگر کسی مصلحت وضرورت کی وجہ سے شب کی لشکر کشی کا فیصلہ ہوتا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے جاتے یا کوئی لشکر بھیجتے تو صبح کو فجر کی اذان کا لحاظ وانتظار کیا جاتا، اذان ہونے کی صورت میں روشنی کے بعد حملہ کیا جاتا- ورنہ بوقت سحر وعلی الصباح ہی حملہ کر کے شب خون کا مقصد پورا و حاصل کیا جاتا تھا۔(۱) (بخاری ومسلم)

۲- کلمات اذان :

۶۰۷- حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ جنھوں نے اذان کے متعلق خواب دیکھا تھا اور خواب میں ایک فرشتے نے ان کو اذان بتائی تھی وہ فرشتے کی اذان نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فرشتے نے کہا تم (نماز کا وقت آنے پر یوں) کہا کرو:

الله أكبر الله أكبر، الله أكبر الله أكبر، أشهد أن لا إله إلا الله،
أشهد أن لا إله الله، أشهد أن محمدا رسول الله، أشهد أن محمدا
رسول الله، حي على الصلاة، حي على الصلاة، حي على الفلاح،

---

(۱) عن أنس : "أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا غزا بنا قوما لم يكن يغزو بنا حتى يصبح وينظر إليهم فإن سمع أذانا كف عنهم وإن لم يسمع أذانا أغار عليهم." الحديث. (رواه الشيخان وغيرهما - جامع الاصول ۲/ ۶۰۲) وراجع كتاب الجهاد و كتاب الغزوات.

وعن عصام المزني : بعثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في سرية فقال: "إذا رأيتم مسجدا أو سمعتم مؤذنا فلا تقتلوا أحدا." (رواه الترمذي وأبو داؤد- جامع الأصول ۶/ ۶۰۳) رواه الترمذي في السير وأبو داؤد في الجهاد وحسنه الترمذي.

حی علی الفلاح، اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر، لا إلہ إلا اللّٰہ.(۱)

(ابوداؤد وترمذی)

۶۰۸- حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اذان سکھاتے ہوئے فرمایا: "فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد "الصلاۃ خیر من النوم، الصلاۃ خیر من النوم" کہا کرو۔"(۲)(مسلم)

۳- اقامت کے کلمات :

۶۰۹- حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے :

"مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت کے سترہ کلمات سکھائے؛

اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر، أشھد أن لا إلہ اللّٰہ أشھد أن لا إلہ اللّٰہ، أشھد أن محمدا رسول اللّٰہ أشھد أن محمدا رسول اللّٰہ، حی علی الصلاۃ حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح حی علی الفلاح، قد قامت الصلاۃ قد قامت الصلاۃ، اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر، لا إلہ إلا اللّٰہ." (۳)(مسلم)

---

(۱) عن عبد اللہ بن زید قال : (ای الملک النازل من السماء) "تقول : اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد أن لا الہ الا اللہ أشھد أن لا الہ الا اللہ، أشھد أن محمدا رسول اللہ أشھد أن محمدا رسول اللہ،حی علی الصلاۃ حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح حی علی الفلاح،اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ" (رواہ ابوداؤد والترمذی، جامع الاصول ۲۷۷/۵) الا أن الترمذی رواہ مختصرا وابوداؤد رواہ مفصلا، ابوداؤد کتاب الصلاۃ [باب کیف الاذان] والترمذی ابواب الصلاۃ [باب ما جاء فی بدء الاذان] وقال : حدیث حسن صحیح، وقال عبد القادر الارناؤط (ھامش جامع الاصول ۲۷۹/۵): وھو حدیث صحیح.

(۲) عن ابی محذورۃ قال : "فان کان صلاۃ الصبح قلت : الصلاۃ خیر من النوم الصلاۃ خیر من النوم" (رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی، جامع الاصول ۸۰/۵) مسلم کتاب الصلاۃ [باب صفۃ الاذان].

(۳) عن ابی محذورۃ "أن النبی ﷺ علمہ الاقامۃ سبع عشرۃ کلمۃ الخ" (رواہ مسلم جامع الاصول ۸۱/۵ و ۸۲) مسلم کتاب الصلاۃ [باب صفۃ الاذان].

اس کا مطلب یہ ہے کہ اذان واقامت میں فرق صرف یہ ہے کہ اقامت میں "قد قامت الصلوٰۃ" (دومرتبہ) کا اضافہ ہے۔

۶۱۰- حضرت عبداللہ بن زید - جن کا نام اذان کا خواب دیکھنے کی بابت معروف ہے - ان سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اذان واقامت کا ایک تھا کہ دونوں میں کلمات دو دو مرتبہ کہے جاتے تھے۔(۱)(ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کا حکم، نیز ان کے نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب کا عمل یہی نقل کیا گیا ہے بلکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا عمل کئی حضرات نے یہی نقل کیا ہے۔(۲)

---

(۱) عن عبد اللّٰہ بن زید قال : "کان أذان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم شفعا شفعا فی الأذان والإقامۃ." (رواہ الترمذی- جامع الاصول ۲۷۹/۵) الترمذی- باب ماجاء أن الإقامۃ مثنی مثنی - وفی ھامش جامع الأصول : وھو حدیث صحیح صححہ البخاری وابن خزیمۃ والترمذی والنووی وغیرھم.

أقول: قولہ ھذا نظراً إلی أصل روایۃ ابن زید وإلا فاللفظ المذکور تکلم فی سندہ، فإن فیہ محمد بن عبد الرحمن بن أبی لیلی (لکن قد حسن لہ الترمذی وصححہ أیضا فی جامعہ) : فیہ روایۃ عبد الرحمن بن أبی لیلی عن عبد اللّٰہ بن زید وتکلموا فی سماعہ عنہ - لکن جاء فی بعض طرقہ وقد ذکرہ الترمذی أیضا : حدثنا أصحاب محمد عن ابن زید. وذکروا سماعہ أیضا عن ابن زید. وراجع للتخریج والتحقیق مصنف ابن أبی شیبۃ مع ھامشہ (۲/ ۳۲۰ و ۳۱۱ و ۳۱۲) وتعلیقات الشیخ أحمد محمد شاکر علی الترمذی (۱/ ۳۷۰-۳۷۲) وجاء فی ھامش ابن ابی شیبۃ (۳۱۲/۲): قال البیہقی (السنن ۴۲۱/۱) : وأمثل إسناد فی تثنیۃ الإقامۃ حدیث عبد الرحمن بن ابی لیلی. بل قال ابن حزم: ھذا إسناد فی غایۃ الصحۃ من إسناد الکوفیین. وفی الجوھر النقی (۱/ ۴۲۰) : رجالہ علی شرط الصحیح وقد صرح فیہ ابن ابی لیلی بأن أصحاب محمد حدثوہ فھو متصل، نقلہ الحافظ ابن حجر فی التلخیص (۲۱۷/۱) عن أبی برزۃ - ونسبہ إلی أبی الشیخ وسعید بن منصور.

(۲) راجع لھذہ الروایات والآثار- مصنف ابن ابی شیبۃ (۲/ ۳۲۰-۳۲۲) وراجع للتخریج والتحقیق ھامشہ أیضا وفیہ : وعمل بلال رواہ عبد الرزاق والدارقطنی والطحاوی عن إبراھیم النخعی عن الأسود بن یزید عن بلال وروی عن إبراھیم مرسلاً أیضا ورواہ عن بلال سوید بن غفلۃ أیضا - وراجع للإسناد شرح معانی الآثار باب الإقامۃ کیف ھی وللمزید للتفصیل والتحقیق معارف السنن (۲/ ۱۸۰-۱۸۴)

Scanned by CamScanner

۴- اذان واقامت قبلہ رخ ہوکر کہنا :

حضرت سعد القرظ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کی کیفیت کو تفصیل کے ساتھ نقل کرتے ہوئے بار بار یہ ذکر کیا ہے کہ وہ قبلہ رخ تھے بجز حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح کے کہ ان دونوں پر دائیں وبائیں گھوم جاتے تھے۔(۱) (حاکم)

۶۱۲- آسمان سے اترنے والے فرشتے کی اذان کی تفصیلات میں بھی بعض صحابہ سے یہ منقول ہے کہ فرشتے نے قبلہ رخ ہوکر اذان کہی اور بعد میں اقامت بھی قبلہ رخ ہوکر کہی۔(۲) (ابوداؤد وابن ابی شیبہ)

۵- بوقت اذان کان میں انگلی ڈالنا :

۶۱۳- حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دیتے ہوئے دیکھا کہ ان کی دونوں انگلیاں دونوں کانوں کے اندر ہیں۔''(۳) (ترمذی)

۶۱۴- حضرت سعد قرظ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے :

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا تھا کہ اذان کے وقت اپنی انگلیاں اپنے کان میں رکھیں اور فرمایا کہ اس سے تمہاری آواز بلند ہوگی۔''(۴) (ابن ماجہ)

---

(۱) رواه الحاكم فی مستدركه (نصب الراية باب الاذان تحت الحديث الخامس) المستدرك ٦٠٧/٣.

(٢) رواه ابوداؤد و اسحق بن راهويه فی مسنده (نصب الراية باب الاذان الحديث الخامس) مصنف ابن ابی شيبة (٣٣٢/٢-٣٣٦) اس میں اکابر تابعین کے آثار بھی ہیں جن میں قولاً وفعلاً اذان کے لیے استقبال قبلہ کا ذکر وحکم آیا ہے۔

(٣) عن أبی جحيفة قال: "رأيت بلالا يؤذن ..... واصبعاه فی أذنيه" (الترمذی - جامع الأصول ٢٩٥/٥) الترمذی - باب ما جاء فی إدخال الإصبع الأذن عند الأذان. قال الترمذی: حديث حسن صحيح. وراجع لمزيد التخريج هامش ابن ابی شيبة ٣٣٤/٢.

(٤) عن سعد القرظ أنه صلى الله عليه وسلم "أمر بلالا أن يجعل اصبعيه فی أذنيه - وقال:

۶- حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح پر چہرہ گھمانا (سینہ وپیر کو نہیں):

۶۱۵- حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو بلال کو اذان دیتے دیکھا، وہ حی علی الصلاۃ وحی علی الفلاح کہتے ہوئے اپنے چہرہ کو دائیں بائیں گھمارہے تھے تو میں بھی ان کو دیکھنے میں چہرہ کو گھماتا رہا۔''(۱) (بخاری ومسلم)

بعض روایات میں ہے کہ وہ اپنی گردن دائیں بائیں گھمارہے تھے خود نہیں گھوم رہے تھے۔(۲)

۶۱۶- ایک روایت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم فرمایا کہ ہم اذان واقامت میں اپنے پیروں کو اپنی جگہ سے نہ ہٹائیں۔''(۳) (دارقطنی)

- إنه أرفع لصوتك." (رواه ابن ماجة والحاكم والطبرانی نصب الراية ٣٥٢/١) ابن ماجة باب السنة فی الأذان - مستدرك الحاكم (٦٠٦/٣) - وقال الحافظ ابن حجر (الفتح ١١٠/٢): فی إسناده ضعف والحديث ضعيف وقد جاء ذلك فی أذان الملك عند ابی الشيخ الأصفهانی فی كتاب الأذان وهو أيضا ضعيف كما أشار إليه فی نصب الراية (٣٥٣/١).

أقول: مع كل ذلك مؤيد بما رواه الترمذی وهو صحيح وفی هامش ابن ماجة (١٢٩/١): رواه الترمذی بإسناد وصححه وإسناد المصنف ضعيف لضعف أولاد سعد.

(١) عن ابی جحيفة قال: "أتيت النبی ﷺ وهو بالأبطح..... واذن بلال فجعلت اتتبع فاه ههنا وههنا يمينا و شمالا يقول حی على الصلاة حی على الصلاة، حی على الفلاح حی على الفلاح الحديث" (اخرجه البخاری ومسلم، جامع الاصول ٢٩٤/٥ و ٢٩٥) البخاری الاذان [باب يتتبع المؤذن فاه ههنا وههنا] مسلم الصلاة [باب سترة المصلی].

(٢) ابو داؤد، الصلاة [باب الاذان فوق المنارة].

(٣) عن بلال قال: "امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أذنا أو أقمنا أن لا نزيل أقدامنا عن مواضعها" (رواه الدارقطنی - نصب الراية باب الاذان). قال الزيلعی فی نصب الراية: أخرجه الدارقطنی فی افراده. وقال: غريب من حديث سويد بن غفلة عن بلال. وذكر تفرد كل راو عمن رواه.

اذان میں حی علی الصلاۃ وحی علی الفلاح پر چہرہ گھمانا احادیث میں آیا ہے، مگر اقامت میں نہیں آیا ہے اس لئے اقامت میں وسعت ہے۔(۱)

۷- اذان ٹھہر ٹھہر کر کہنا اور اقامت روانی سے کہنا :

۶۱۷- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ہدایت فرمائی :

"جب اذان دو تو ٹھہر ٹھہر کر، اور اقامت کہو تو روانی اختیار کرو۔"(۲) (ترمذی)

۸- اذان بلند آواز اور بلند جگہ سے کہنا :

۶۱۸- حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جب اذان کا خواب دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا :

" بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ ان کی آواز تم سے اچھی اور بلند ہے تو تم ان سے کہتے جاؤ اور وہ پکارتے جائیں۔"(۳) (ترمذی)

---

(۱) اقامت میں ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے فقہاء حنفیہ کی تین آراء ہیں۔ (ملاحظہ ہو رد المحتار ۲/۵۳ والسعایۃ شرح شرح الوقایۃ ۲/۱۸)۔ مولانا عبدالحی صاحب نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ اقامت میں تحویل نہیں ہے۔

(۲) عن جابر بن عبد الله "أن رسول الله ﷺ قال لبلال اذا اذنت فترسل و اذا اقمت فاحدر" (رواه الترمذی جامع الاصول ۵/۲۹۲) ترمذی الصلاة [باب ما جاء فی الترسل فی الاذان] وفی هامش جامع الاصول (۲/۲۹۲): اسناده ضعیف. وقد ذکره الحاکم فی المستدرك (۱/۲۰٤) وقال هو والذهبی: فیه عمرو بن فائد وفی معارف السنن (۲/۱۹۷) بعد ذکر ما قاله الترمذی وذکر روایات وطرق وردت فی ذلك: وتنقح من هذا کله ان الحدیث ورد مرفوعا من حدیث جابر من طرق ضعیفة ومن حدیث ابی هریرة عند البیهقی ومن حدیث علی عند الطبرانی والدار قطنی و روی موقوفا عن عمر عند الدار قطنی فینجبر الضعف فیه بتعدد الطرق وتعدد المخارج وتعدد الروایات وعلی الوهن والضعف فی الاسانید: ان التعامل المتوارث بموجبه حجة لتصحیح الاحادیث فی الباب فان کان الاسناد به مجهولا فالتعامل به معلوم و کفی به دلیلا.

مصنف ابن ابی شیبہ (۲/۳۴۳) اور بیہقی کی سنن کبریٰ (۱/۴۲۸) میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیت المقدس کے مؤذن کے لیے یہی ہدایت نقل کی گئی ہے۔

(۳) عن عبد الله بن زید قال له النبی ﷺ: "قم مع بلال فانه اندی و امد صوتا منك فالق علیه -

۶۱۹- بنو نجار کی ایک خاتون صحابیہ فرماتے ہیں :

"مسجد نبوی کے پاس میرا گھر سب سے اونچا تھا بلال وہیں سے فجر کی اذان دیا کرتے تھے۔"(۱) (ابوداؤد)

۶۲۰- اسی وجہ سے عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے:

"مناروں پر اذان دینا سنت ہے۔"(۲) (ابوداؤد وابن ابی شیبہ)

۶۲۱- عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا :

"میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم کو بکریوں اور دیہات سے محبت ہے، لہٰذا تم جب اپنی بکریوں یا دیہات میں ہو اور اذان دیا کرو تو آواز کو بلند کیا کرو، کیونکہ مؤذن کی آواز کو جہاں تک جن وانس اور دوسری چیزیں سنتی ہیں سب قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دیں گی، میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔"(۳) (بخاری)

- ما قیل لك ولیناد بذلك" (اخرجه الترمذی، جامع الاصول ۵/۲۷۸) الترمذی الصلاة [باب ما جاء فی بدء الاذان] وفی هامش جامع الاصول: وهو حدیث صحیح صححه البخاری و ابن خزیمة والترمذی والنووی وغیرهم.

(۱) عن امرأة من بنی النجار قالت: "کان بیتی من اطول بیت حول المسجد فکان بلال یؤذن علیه الفجر" (رواه ابو داؤد، جامع الاصول ۵/۲۹۳) ابو داؤد الصلاة [باب الاذان فوق المنارة] وفی هامش جامع الاصول (۵/۲۹۳): اسناده ضعیف. لیکن زیلعی نے نصب الرایہ (الصلاۃ باب الاذان) میں اس کا تذکرہ کسی نقد کے بغیر کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے درایہ (۱/۱۲۰) میں اس کی اسناد کو حسن بتایا ہے، نیز ملاحظہ ہو اعلاء السنن ۲/۱۲۰۔

(۲) رواه ابن ابی شیبة و أبو داؤد والبیهقی (هامش ابن ابی شیبة ۲/۳۷۹) مصنف ابن ابی شیبة (۲/۳٦۱ و ۳۷۰) والسنن الکبری (۱/٤۲۵) "من السنة" کے لفظ کو مرفوع شمار کیا جاتا ہے، پھر بعض حضرات نے اس کو عبداللہ عن ابی برزہ بھی نقل کیا ہے اور اس کے رواۃ منضبط و ثقات ہیں جیسا کہ مصنف کے حاشیہ (۲/۳۶۹ و ۳۷۰) اور اعلاء السنن (۲/۱۲۱) اور نصب الرایہ (۱/۳۶۷) میں آیا ہے۔

(۳) عن عبد الله بن عبد الرحمن بن ابی صعصعة ان ابا سعید قال له: "اراك تحب الغنم والبادیة فاذا کنت فی غنمك او بادیتك فاذنت بالصلاة فارفع صوتك بالنداء، لا یسمع مدی صوت المؤذن جن ولا انس ولا شیء الا شهد له یوم القیامة سمعته من رسول الله ﷺ" (رواه البخاری والموطا والنسائی، مجمع الفوائد ۲/٦۲ و جامع الاصول ۹/۳۸٦) البخاری، الاذان [باب رفع الصوت بالنداء].

۹- وقت سے پہلے اذان اور طلوع فجر سے قبل اذان فجر :

۶۲۲- حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا :

"اذان اس وقت تک مت دیا کرو جب تک کہ روشنی اس طرح نہ نمایاں ہو، اور دونوں ہاتھوں کو دائیں بائیں پھیلایا۔" (۱) (ابوداؤد)

۶۲۳- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

"طلوع فجر کے بغیر لوگ فجر کی اذان نہیں کہا کرتے تھے۔" (۲) (ابن ابی شیبہ)

۶۲۴- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے (ایک دن) اذان فجر طلوع صبح صادق سے پہلے دیدی، یا رات کو دیدی جیسا کہ ایک روایت میں ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ جاؤ اعلان کرو، (اور پکار کر کہو) کہ بندہ (یعنی میں) نیند میں تھا (اس لئے غلطی ہوگئی)۔ (۳) (ابوداؤد)

---

(۱) عن بلال أن رسول الله ﷺ قال له : "لا تؤذن حتى يستبين لك الفجر هكذا ومد يديه عرضاً" (رواه ابوداؤد، جامع الاصول ٥/٢٩٠) ابوداؤد كتاب الصلاة [باب الاذان قبل دخول الوقت] و رواه البيهقي (٣٨٤/١) بلفظ "يا بلال لا تؤذن حتى يطلع الفجر" قال في الامام : رجال اسناده ثقات (اعلاء السنن ١١٣/٢). ورواه الطبراني وابن ابي شيبة أيضا. (مصنف ابن ابي شيبة مع الهامش ٣٤١/٢) إلا أن المحقق ذكر ضعفه كما ذكر ذلك في هامش جامع الأصول.

(۲) عن عائشة قالت: "ما كانوا يؤذنون حتى ينفجر الفجر" (اخرجه ابن ابي شيبة في مصنفه وابو الشيخ في كتاب الاذان، اعلاء السنن ١١٣/١) قال ابن ابي شيبة بعد اخراجه : هذا سند صحيح مصنف ابن ابي شيبة (٣٤٢/٢) وقال في آثار السنن (٥٧/١) : اسناده صحيح. وصححه المارديني (الجوهر النقي ٣٨٤/١) والحافظ في الدراية (١١٢/١) وراجع هامش ابن ابي شيبة (٣٤٢/٢).

(۳) عن عبد الله بن عمر "أن بلالا اذن قبل طلوع الفجر —وفي رواية اذن بليل— فامر النبي ﷺ أن ينادي ان العبد قد نام" (رواه ابوداؤد والترمذي، جامع الاصول ٥/٢٨٨ و ٢٨٩) الترمذي ابواب الصلاة [باب ما جاء في الاذان بالليل] وابوداؤد كتاب الصلاة [باب في الاذان قبل دخول الوقت] ورواه الدارقطني (الصلاة باب ذكر الاقامة واختلاف الروايات فيها) عن انس أيضا وصححه الزيلعي عن حميد بن هلال مرسلا (نصب الراية الصلاة باب الاذان) وقال الحافظ ابن حجر (فتح الباري ١٠٣/٢) :

۶۲۵- معتبر روایات میں نقل کیا گیا ہے :

"حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات کو طلوع صبح صادق سے قبل اذان دیتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے فرماتے تھے کہ یہ اذان تہجد پڑھنے والوں کے لئے ہے کہ تہجد ختم کردیں اور سونے والے جاگ جائیں اور اس اذان پر (روزے کے لئے) کھانا پینا مت بند کیا کرو جب تک کہ ابن ام مکتوم اذان نہ دیں ابن ام مکتوم طلوع صبح صادق کے بعد اذان دیتے ہیں۔" (۱) (بخاری و مسلم)

یعنی اگر طلوع صادق سے قبل اذان ہو بھی جائے تو یہ انتہاء سحر یا نماز فجر کے لئے معتبر نہیں ہے بلکہ دوبارہ اذان کہنی ہوگی۔ (۲)

۱۰- اذان واقامت میں فصل رکھنا :

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کی بابت ہدایات دیتے ہوئے فرمایا :

" اپنی اذان واقامت کے درمیان اتنا فاصلہ ووقفہ رکھو کہ کھانے والا

= اخرجه ابوداؤد موصولا مرفوعا ورجاله ثقات حفاظ لكن اتفق ائمة الحديث ...... ثم ذكر طرقا للحديث وقال : هذه طرق يقوى بعضها بعضا قوة ظاهرة.

(۱) عن ابن مسعود أن رسول الله ﷺ قال : "لا يمنعن احدكم اذان بلال من سحوره فانه يؤذن بليل ليرجع قائمكم و يوقظ نائمكم الخ" (رواه الشيخان وابوداؤد والنسائي) و عن عائشة وابن عمر ان بلالا كان يؤذن بليل فقال رسول الله ﷺ : "كلوا واشربوا حتى يؤذن ابن ام مكتوم فانه لا يؤذن حتى يطلع الفجر" (رواه الشيخان ومالك وابوداؤد وروى نحوه عن غيرهم ايضا راجع جامع الاصول ٣٦٦/٦).

(۲) چنانچہ جو حضرات اس کے قائل ہیں وہ اذان کے اعادہ کے بھی قائل ہیں، اور ان کی ایک جماعت وجوبا اعادہ کی ورنہ بعد فجر اذان کی قائل ہے، (ملاحظہ ہو معارف السنن ۲/۲۱۳و۲۱۴و مابعد) جبکہ حضرت بلال ومؤذن حضرت عمرؓ کے واقعہ میں وقت سے پہلے اذان کی وجہ سے اعلان واعادہ کی بات آئی ہے، اس واقعہ میں اگرچہ امام ترمذی وغیرہ نے قیل و قال کیا ہے مگر حافظ ابن حجر وغیرہ نے احتجاج کا اظہار کیا ہے (ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۶۳، ۲۶۴و۲۶۳، اعلاء السنن ۲/۱۱۳-۱۱۵، ومعارف السنن ۲/۲۱۷و مابعد وفتح الباری ۲/۱۰۲و۱۰۳)

کھانے سے اور پینے والا پینے سے اور استنجاء کرنے والا استنجاء سے فارغ ہوجائے۔"(۱)

۶۲۶- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤذن اذان کے بعد توقف کرتا تھا اور جب آپ کو باہر تشریف لاتے ہوئے دیکھتا تو اقامت کہتا تھا۔"(۲)

(ترمذی وابوداؤد)

۱۱- اذان واقامت کا جواب :

۶۲۷- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے :

"جب تم اذان سنو تو مؤذن کے مثل الفاظ کہا کرو۔"(۳) (بخاری ومسلم)

۶۲۸- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی منقول ہے :

"جب مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے اور کوئی (اذان سننے والا جواب دیتے ہوئے) کہے اللہ اکبر اللہ اکبر (اسی طرح دوسری مرتبہ میں بھی کہے) پھر

---

(۱) عن جابر بن عبد اللہ أن رسول اللہ ﷺ قال لبلال: "اجعل بين اذانك و اقامتك قدر ما يفرغ الآكل من أكله والشارب من شربه والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجته الحديث" (رواه الترمذي، جامع الاصول ٥/٢٩٢) [illegible] وفي مسند احمد (٥/١٤٣) عن ابی بن كعب نحوه وفيه: يقضي المتوضئ حاجته في مهل (مجمع الزوائد ٢/٧- قال الهيثمي فيه ابو الجوزاء لم يسمع من أبي لكن في العزيزي (١/٤٨): حديث حسن. كذا في اعلاء السنن (٢/١١١)

(۲) عن جابر بن سمرة قال: "كان مؤذن رسول اللہ ﷺ يمهل فلا يقيم حتى اذا رأى رسول اللہ ﷺ قد خرج اقام الصلاة حين يراه" (اخرجه الترمذي وابو داؤد جامع الاصول ٥/٢٩٣) ترمذي الصلاة [باب ما جاء ان الامام احق بالاقامة] ابو داؤد الصلاة [باب في المؤذن ينتظر الامام] و رواه الحاكم في المستدرك (١/٢١٣) واحمد (مسند ٥/٨٦) ايضاً وقال الحاكم: صحيح على شرط مسلم واقره عليه الذهبي.

(۳) عن ابی سعيد الخدري أن رسول اللہ ﷺ قال: "اذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما يقول المؤذن" (اخرجه الجماعة، جامع الاصول ٩/٣٨٣) البخاري الاذان [باب ما يقول اذا سمع المنادي] مسلم الصلاة [باب استحباب القول مثل قول المؤذن].

مؤذن اشہد ان لا الہ الا اللہ کہے تو یہ اشہد ان لا الہ الا اللہ کہے (دونوں مرتبہ) پھر مؤذن اشہد ان محمدا رسول اللہ کہے تو یہ اشہد أن محمدا رسول اللہ کہے (دونوں مرتبہ) پھر مؤذن حی علی الصلوۃ کہے تو یہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہے (دونوں مرتبہ) پھر مؤذن حی علی الفلاح کہے تو یہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہے (دونوں مرتبہ) پھر مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے تو یہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہے، پھر مؤذن کہے لا الہ الا اللہ تو یہ کہے لا الہ الا اللہ، اور اخلاص سے کہے تو ایسا شخص جنت میں جائے گا۔"(۱) (مسلم)

روایات میں اذان کا جواب تو معروف ومشہور ہے اور بعض روایات میں قولاً وفعلاً اقامت کا جواب بھی آیا ہے اگرچہ وہ قوی نہیں ہیں ہاں مجموعی طور پر بہر حال قابل لحاظ ہوسکتی ہیں اور ہیں اور اقامت کے جواب میں قد قامت الصلوٰۃ پر أقامها اللہ و أدامها کہا جائے گا۔(۲)

۱۲- اذان کا جواب دینے کے بعد درود اور دعاء وسیلہ کا پڑھنا :

۶۲۹- حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے :

"جب تم مؤذن کو (اذان دیتے ہوئے) سنو تو جو وہ کہے وہ تم کہو پھر میرے لئے درود پڑھو، کہ جو میرے لئے ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کے بدلے میں دس رحمتوں سے نوازتے ہیں پھر اللہ سے

---

(۱) اخرجه مسلم و ابو داؤد، جامع الاصول (٩/٣٨٢) - مسلم الصلاة باب استحباب القول مثل قول المؤذن.

(۲) ملاحظہ ہو اعلاء السنن ۲/۱۰۹ و ۱۱۱) طبرانی نے حضرت میمونہ سے اس کو قولاً نقل کیا ہے (مجمع الزوائد ۱/۳۳۶) - باب اجابة المؤذن) اور ابو داؤد نے اس کو حضرت ابو امامہ سے مرفوعاً فعلاً نقل کیا ہے (ابو داؤد باب ما يقول إذا سمع الإقامة) وفي هامش جامع الأصول (٥/٢٩٤): إسناده ضعيف وهو في جامع الأصول في فضائل الأذان أيضا من كتاب الفضائل.

میرے لئے وسیلہ کا سوال کرو، جو جنت کا ایک درجہ و مرتبہ ہے اور جو ایک ہی اللہ کے بندے کو ملے گا، اور مجھے امید ہے کہ میں ہی وہ بندہ ہوں اور جو میرے لئے وسیلہ کا سوال کرے گا اس کے لئے میری طرف سے شفاعت لازم ہے۔"(۱) (مسلم)

۶۳۰- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جو آدمی اذان سن کر کہے: اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلاة القائمة آت محمدا الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاما محمودا الذي وعدته قیامت کے دن اس کے لئے (میری) شفاعت لازم ہوگی۔"(۲) (بخاری)

بعض معتبر روایات میں الذی وعدته کے بعد إنك لا تخلف الميعاد بھی آیا ہے۔(۳) اس کے علاوہ مزید الفاظ جو ہمارے یہاں معروف ہیں ان کا احادیث میں ثبوت نہیں ہے۔(۴)

۱۳- مسافر کے لئے دوران سفر و راستے میں اذان و اقامت:

سفر میں نماز کے لئے اقامت کا اہتمام تو مسافر ہر حال میں کرے گا خواہ تنہا نماز ادا کرے یا جماعت کے ساتھ البتہ جماعت کی صورت میں اذان کا اہتمام بھی بہتر ہے کہ

---

(۱) عن عبد الله بن عمرو سمع رسول الله ﷺ قال: "اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا على فانه من صلى على صلاة صلى الله عليه بها عشرا ثم سلوا الله لي الوسيلة فانها منزلة في الجنة لا ينبغي الا لعبد من عباد الله، وارجو ان اكون أنا هو، فمن سأل لي الوسيلة حلت له الشفاعة" (اخرجه مسلم والترمذی وابوداؤد والنسائی، جامع الاصول ۹/ ۳۸۰) مسلم الصلاة [باب استحباب القول مثل قول المؤذن].

(۲) عن جابر أن رسول الله ﷺ قال: "من قال حين يسمع النداء اللهم رب هذه الدعوة الخ، حلت له شفاعتي يوم القيامة" (اخرجه البخاری والترمذی وابوداؤد والنسائی، جامع الاصول ۹/۳۸۱) البخاری الاذان [باب الدعاء عند النداء]

(۳) السنن الکبری للبیهقی (۱/ ۴۱۰) وذکره الحافظ فی الفتح (۲/۹۵) وسکت علیه فهو مقبول.

(٤) اعلاء السنن ۲/ ۱۱۱ و معارف السنن ۲/ ۲۳۸.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی تھا (۱) اور ہدایت بھی تھی (۲) اور اس کی خاص فضیلت بھی آئی ہے، البتہ اقامت کا اہتمام زیادہ تھا اور اس کی تاکید زیادہ ہے۔(۳)

اذان میں گنجائش اس لئے ہے کہ سفر میں عموماً جماعت کے شرکاء اتنے زیادہ اور منتشر نہیں ہوتے جیسے کہ حضر میں ہوتے ہیں اسی لئے آیا ہے کہ:

۶۳۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں اقامت کا ہی اہتمام فرماتے تھے البتہ فجر میں اذان بھی کہتے اور اقامت بھی اور فرماتے تھے:

"اذان تو اس امام کے لئے ہے جس کے پیچھے نماز کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں۔"(۴) (مؤطا مالک)

۶۳۲- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی منقول ہے:

"جب کوئی آدمی کسی صحراء (وغیرہ غیر آباد جگہ) میں ہو اور نماز کا وقت ہو جائے تو چاہئے کہ وضو کرے اور اگر اس کو پانی نہ ملے تو وہ تیمم کرے، اس کے بعد اگر وہ اقامت کہے (اور نماز پڑھتا ہے) تو اس کے ساتھ دو فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور اگر اذان و اقامت (دونوں) کہے تو اس کے پیچھے اللہ کے ایسے لشکر نماز پڑھتے ہیں کہ جن کے دونوں کنارے دکھائی نہیں دیتے۔"(۵) (عبدالرزاق)

---

(۱) ملاحظہ ہو جامع الاصول ۵/۵۷۳ تا ۵۷۴۔

(۲) ملاحظہ ہو جامع الاصول ۵/۵۷۷۔

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ (۲/۳۵۳-۳۵۵) میں متعدد روایات اقامت پر اکتفاء کی ہیں۔ اعلاء السنن (۲/ ۱۱۷) میں فتح القدیر وغیرہ سے یہی نقل کیا ہے کہ اکیلے آدمی کو اقامت کا اہتمام کرنا چاہیے۔

(٤) عن نافع "أن ابن عمر كان لا يزيد على الاقامة في السفر إلا في الصبح فانه كان ينادي فيها ويقيم وكان يقول: انما الاذان للامام الذي يجتمع اليه الناس" (رواه مالك في الموطا، جامع الاصول ٥/ ٢٩٤) موطا مالك الصلاة [باب النداء في السفر] وفي هامش جامع الاصول (٥/ ٢٩٤): اسناده صحيح.
ابن عمرؓ کے اس معمول کے مطابق مرفوع روایت بھی آئی ہے جو جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ و طبرانی وغیرہ میں آئی ہے۔ (ملاحظہ ہو مصنف مع حاشیہ ۲/۳۵۳)

(٥) عن سلمان الفارسي قال: قال رسول الله ﷺ "اذا كان الرجل بارض فيء فحانت الصلاة -

Scanned by CamScanner

۱۴- آدمی اگر کسی جنگل ومیدان وغیرہ میں تنہا ہوتو اذان واقامت کی خاص فضیلت :

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

"جب جنگل (وغیرہ) میں کوئی آدمی اقامت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو اس کے دونوں فرشتے نماز میں ساتھ رہتے ہیں اور جب اذان واقامت دونوں کا اہتمام کرتا ہے تو اس کے پیچھے اللہ کے ایسے لشکر نماز پڑھتے ہیں جن کے دونوں کنارے دکھائی نہیں دیتے۔"(۱)

۱۵- مسجد کے اندر معمول کی جماعت سے الگ- نیز گھر وغیرہ کی نماز کا حکم :

۶۳۳- اسود وعلقمہ رحمہما اللہ دونوں سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر گئے تو انھوں نے فرمایا:- ان لوگوں نے تمہارے پیچھے نماز پڑھی، ہم نے کہا نہیں، فرمایا:- اٹھو نماز پڑھ لو، اور اذان واقامت کا حکم نہیں دیا (یعنی اس کے بغیر ہی نماز ادا کی)۔(۲)(مسلم)

- فليتوضأ فان لم يجد ماء افليتيمم فان اقام صلى معه ملكان، وان اذن واقام صلى خلفه من جنود الله ما لايرى طرفاه" (رواه عبد الرزاق، اعلاء السنن ١٧٤/٤) مصنف عبد الرزاق (٥١٠/١ و٥١١) وفى اعلاء السنن (١٧٤/٤ و ١١٦/٢) : رجاله رجال الجماعة.

مصنف ابن ابی شیبہ (۳۵۷/۲ و۳۵۸) میں یہ روایت مختصراً اور موقوفاً آئی ہے البتہ حاشیہ میں تفصیل میں فرق اور دوسرے مآخذ کا بھی تذکرہ ہے اور رفع ووقف کے ساتھ سند کی قوت کا بھی۔ تلخیص الحبیر (۲۰۵/۱، ۲۰۶) میں بھی اس کے طرق ومآخذ کا تذکرہ ہے اور نسائی کی سنن کبری کا بھی ذکر ہے۔

(۱) ملاحظہ ہو حدیث/۶۳۳

(٢) عن الأسود و علقمة قالا : "أتينا عبد الله بن مسعود فى داره وقال: أصلى هولاء خلفكم؟ فقلنا: لا. فقال: قوموا فصلوا فلم يأمرنا بأذان ولا إقامة." الحديث. (رواه مسلم – هامش ابن ابى شيبة ٣٥٩/٢) – مسلم، كتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب وضع الأيدى على الركب.

۶۳۴- بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:-

"محلے کی اقامت -یا امام کی اقامت کافی ہے۔"(۱)(طبرانی)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ میں علی بن حسین رحمہ اللہ کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، نماز کا وقت آگیا تو انھوں نے اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا کی۔(۲)

اور عطاء سے یہ بھی منقول ہے کہ "گھر میں نماز پڑھنے والے کو اقامت کہہ لینا اچھا ہے نہ کہے تو گنجائش ہے۔"(۳) اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ "مسجد میں (جماعت سے قبل یا بعد) نماز پڑھنی ہو تو اقامت کہہ کر نماز پڑھو۔"(۴)

ابراہیم نخعی وعکرمہ ومجاہد رحمہم اللہ وغیرہ سے مسجد میں جماعت کے بعد بغیر اذان و اقامت نماز پڑھنے کا عمل وحکم منقول ہے۔(۵)

ان روایات وآثار کا حاصل یہ ہے کہ گھر میں نماز پڑھی جائے یا مسجد میں- مسجد کی جماعت سے الگ- اور تنہا- تو وسعت ہے، اذان تو بہرحال نہیں ہے، اقامت کہہ لینا بہتر ہے، نہ کہنے کی گنجائش ہے، باجماعت نماز ادا کی جائے تو بالخصوص گھر وغیرہ کی نماز میں اقامت کہی جائے اور مسجد میں نہ کہنے کی بھی گنجائش ہے تاکہ فرق رہے۔(۶)



---

(١) رواه الطبرانى فى الكبير – مجمع الزوائد (٦/٢) وكتاب الآثار (١٩٤/١) باب من صلى فى بيته بغير أذان. وهو مرسل عن النخعى لكن مراسيل إبراهيم صحيحة – (اعلاء السنن ١١٨/٢) وهامش مصنف ابن ابى شيبة (٢٤١/٢).

(٢) مصنف ابن ابى شيبة (٣٥٨/٢).

(٣) مصنف ابن ابى شيبة (٣٥٩/٢).

(٤) مصنف ابن ابى شيبة (٣٦١/٢).

(٥) مصنف ابن ابى شيبة (٣٦٢/٢).

(٦) امام محمد علیہ الرحمہ نے کتاب الآثار (۱۹۳/۱) میں حضرت ابن مسعود کا اثر نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے: "وبهذا نأخذ إذا صلى الرجل وحده فإذا صلوا فى جماعة فأحب إلينا أن يؤذن ويقيم فإن أقام وترك الأذان فلا بأس." وراجع العالمگيرية (٥٤/١) ففيه نحو ما ذكر هنا وفيما تقدم.

Scanned by CamScanner

(۲۱)

امامت واقتداء

اور

امام ومقتدی

۱- ہر صاحب ایمان کی اقتداء و نماز درست ہے۔

۲- امام کو علم و عمل کے اعتبار سے پسندیدہ ہونا چاہیے۔

۳- ناپسندیدہ شخص کو امام بنانا۔

۴- امام کا مقتدیوں کا لحاظ کرنا۔

۵- تنہا امام کی قراءت۔

۶- امام کا سمع اللہ لمن حمدہ کہنا۔

۷- امام کا آمین کہنا اور آہستہ کہنا۔

۸- سلام کے بعد قبلہ رخ مختصر وقفہ کے لیے۔

۹- سلام کے بعد کسی رخ کو امام بیٹھ سکتا ہے۔

۱۰- امام کے سہو سے مقتدی و مسبوق پر سہو۔

۱۱- امام کی نماز کا مقتدی کی نماز پر اثر۔

۱۲- مقتدی نقل و حرکت میں امام کا پابند ہے۔

۱۳- مقتدی از تحریمہ تا سلام تمام اعمال میں شریک۔

۱۴- مقتدی قراءت نہیں کرے گا۔

۱۵- مقتدی کا آمین کہنا اور آہستہ کہنا۔

۱۶- مقتدی کا ربنا ولک الحمد کہنا۔

۱۷- سلام کے بعد مقتدی کا رکنا بہتر و ضروری ہے۔

۱۸- امام جس حال میں ملے جماعت میں شرکت۔

۱۹- رکوع ملنے سے رکعت مل جاتی ہے۔

۲۰- مسبوق کی فوت شدہ رکعتیں۔

۱- ہر صاحب ایمان کی امامت اور اس کی اقتداء نیز اس کی اقتداء میں ادا کی جانے والی نماز درست ہے :

(یعنی نماز ہو جاتی ہے، یہ بات الگ ہے کہ ہر ایک کو امام بنانا پسند نہیں ہے)

۶۳۵- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے :

"ہر امام کے پیچھے نماز پڑھو۔"(۱) (طبرانی)

روایات میں معروف ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمرانوں کی بے راہ روی کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی ان کی اطاعت کے ساتھ ان کے پیچھے نماز ادا کرنے کا حکم فرمایا۔(۲)

حضرات خلفاء راشدین، حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہما کے عہد سے مسلمانوں کے حالات خراب ہونے لگے تھے اور نماز کی امامت کا منصب بھی- بہت سی جگہوں میں- غلط کار و ناپسندیدہ لوگوں کے ہاتھوں میں آ گیا تھا مگر سارے صحابہ ان کی اقتداء میں نماز ادا کرتے رہے اور تابعین وغیرہ بھی اور فرماتے رہے کہ ان کی برائیوں سے بچو۔(۳)

۶۳۶- ایک روایت میں ارشاد نبوی آیا ہے :

"تم پر نماز ہر مسلمان کے پیچھے واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد اور خواہ وہ کبائر کا ارتکاب کرتا ہو۔"(۴) (ابوداؤد)

---

(۱) عن معاذ بن جبل قال : قال رسول الله ﷺ "اطع كل امير وصل خلف كل امام" الحديث (رواه الطبراني في الكبير۔ اعلاء السنن ۷/۲۰۵) مجمع الزوائد (۲/۷۰) باب الصلاة خلف كل امام. وقال الهيثمي: اخرجه الطبراني في الكبير ومكحول لم يسمع من معاذ. أقول: لكن مكحول الشامي ثقة، فهذا مرسل ثقة وهو مقبول في الجملة.

(۲) روایات کے لئے ملاحظہ ہو جامع الاصول ۵/۶۵۳ تا ۶۵۸.

(۳) روایات کے لئے ملاحظہ ہو اعلاء السنن ۷/۲۰۵ تا ۲۰۸.

(٤) عن ابي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير برا كان او فاجرا، والصلاة واجبة عليكم خلف كل مسلم برا كان او فاجرا وان عمل الكبائر" الحديث (رواه ابوداؤد، جامع الاصول ۲/۵٦۳ و ٥٦٤) ابوداؤد، الجهاد -باب الغز ومع ائمة الجور. وفي هامشه : رجاله ثقات الا ان العلاء بن الحارث كان قد اختلط ومكحول لم يسمع من ابي هريرة.

۲- امام علم و عمل کے اعتبار سے جماعت کا پسندیدہ و فائق شخص ہونا چاہئے :

۶۳۷- حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل فرمایا ہے :

"قوم کی امامت ایسا شخص کرے جو سب سے زیادہ قرآن کو جانتا ہو اور اگر سب قرآن کے علم میں برابر ہوں تو جو سنت کو زیادہ جانتا ہو، اور اگر اس میں سب برابر ہوں تو جو پہلے ہجرت کرنے والا ہو اور اس میں بھی برابر ہوں تو جو سن دراز ہو۔"(۱) (مسلم)

بعض روایات میں آپ کا ارشاد آیا ہے :

" جو عمر کا بڑا ہو وہ امامت کرے۔"(۲)

۶۳۸- حضرت مرثد غنوی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے:

" اگر تمہاری یہ خوشی ہو کہ تمہاری نمازیں قبول ہوں تو تمہارے علماء تمہاری امامت کریں کیونکہ امام تمہارے درمیان اور تمہارے رب کے درمیان نمائندے ہوتے ہیں۔"(۳) (طبرانی)

- اس کے جملہ رواۃ معتمد ہیں جیسا کہ دارقطنی (سنن الدارقطنی باب صفة من یجوز الصلوة معه- من تسمات العیدین) اور حافظ ابن حجر (فتح الباری ۶/۵۲) وغیرہ نے کہا ہے البتہ اس میں انقطاع ہے کہ راوی مکحول کا حضرت ابو ہریرہ سے سماع نہیں ہے اس لئے یہ مرسل ہے اور مرسل فی الجملہ ائمہ کے نزدیک حجت ہے جب کہ اس کے ساتھ تعدد طرق بھی ہے جس کے بعد بھی مرسل کو معتبر مانتے ہیں، ابن امیر حاج نے (شرح المنیہ ص:۴۷۹) میں کہا ہے: "حاصله انه مرسل وهو حجة عندنا و عند مالك وجمهور الفقهاء... وقد روى بعدة طرق للدارقطنى و ابى نعيم والعقيلى كلها مضعفة من قبل بعض الرواة وبذلك يرتقى الى درجة الحسن عند المحققين".

(۱) عن ابى مسعود البدرى قال: قال رسول الله ﷺ "يؤم القوم اقرؤهم لكتاب الله فان كانوا فى القراءة سواء فاعلمهم بالسنة فان كانوا فى السنة سواء فاقدمهم هجرة فان كانوا فى الهجرة سواء فاقدمهم سنا" (رواه الجماعة الا البخارى، جامع الاصول ۵/۵۷٤) مسلم المساجد [باب من احق بالامامة].

(۲) بخاری میں " وليؤمكم اكبركم " آیا ہے اور مسلم میں " اكبركما " (جامع الاصول ۵/۵۷۷).

(۳) عن مرثد الغنوى عن النبى ﷺ قال: " ان سركم ان تقبل صلاتكم فليؤمكم علماءكم -

۳- علم و عمل و عقیدہ کے اعتبار سے ناپسندیدہ آدمی کو امام نہ بنانا چاہئے :

(اگر کسی فتنہ کے بغیر ممکن ہو تو ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے، مگر نماز ہو جائے گی)

۶۳۹- حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خطاب نقل فرمایا ہے اس میں یہ بھی آیا ہے:

"کوئی اعرابی (دیہاتی، جاہل وگنوار) کسی مہاجر کی امامت نہ کرے اور نہ کوئی فاجر و فاسق کسی مومن (کامل) کی امامت کرے الا یہ کہ اس کو تلوار و کوڑے کے خوف سے مجبور کیا جائے۔"(۱) (ابن ماجہ)

- فانهم وفدكم فيما بينكم وبين ربكم " (رواه الطبرانى فى الكبير۔ اعلاء السنن ۷/۱۹۳) مجمع الزوائد (۲/۶۷) باب الأمامة. وقال الهيثمى: فيه يحيى بن يعلى الاسلمى وهو ضعيف. أقول: لكنه روى عنه البخارى فى الادب المفرد كما فى التقريب (ص/۶۶۸) ورواه الحاكم (المستدرك ۳/۲۲۲) ايضا بلفظ :- فليؤمكم خياركم. وسكت عنه الحاكم والذهبى.

(۱) عن جابر بن عبد الله قال: خطبنا رسول الله ﷺ فقال: "يا ايها الناس توبوا الى الله.... ألا لا تؤمن امرأة رجلا، ولا يؤم اعرابى مهاجرا ولا يؤم فاجر مؤمنا إلا أن يقهره بسلطان يخاف سيفه وسوطه" (رواه ابن ماجة ـ اعلاء السنن ۷/۲۰۱ و ۲۰۲) ابن ماجة، ابواب اقامة الصلاة [باب فرض الجمعة] وفى هامشة (۱/۱۹٤): فى الزوائد هذا اسناد ضعيف لضعف على بن زيد بن جدعان، حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر (۱/۳۴) میں اس کے حق میں کلام کیا ہے اور اعلاء السنن (۷/۲۰۲) میں ہے: وبالجملة فهو حديث ضعيف وليس بمتحقق الوضع لانه اخرجه البيهقى فى سننه (۳/۹۰) واخرجه المنذرى فى ترغيبه (۱/۵۱۰و۵۱۱و ۲/۵-) وقد التزما بعدم اخراج متحقق الوضع، واخرجه الحافظ فى بلوغ المرام (۲/۵۲۹) وقال: اسناده واه، ولم يقل: انه موضوع، وقال المنذرى: رواه الطبرانى فى الاوسط من حديث ابى سعيد الخدرى اخصر منه قلت: اخرجه فى مجمع الزوائد (۱/۲۰۹) وقال: فيه موسى بن عطية الباهلى ولم احد من ترجمه وبقية رجاله ثقات، وقال صاحب اعلاء السنن (۷/۲۰۳): وحديث مثل ذلك صحيح على قاعدة ابن حبان، على ان الحديث الضعيف اذا تأيد بالقياس الصحيح ارتفع عن الضعف الى درجة الاعتبار.

اصل چیز اہلیت ہے اگر اہلیت ہے تو دیہاتی و نابینا جیسے لوگ جن کی امامت منع ہے سب کی امامت صحیح ہے، اور مجبوری میں تو فاسق و مبتدع کے پیچھے بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے اور پڑھی جائے گی، اکابر صحابہ و تابعین وغیرہ سے ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا معروف ہے۔(۱)

۴- امام کا مقتدیوں کا لحاظ کرتے ہوئے نماز پڑھانا :

۶۴۰- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے :

''جب تم میں سے کوئی آدمی لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی نماز پڑھائے کیونکہ ان میں کمزور و بیمار و بوڑھے (وضرورت مند ہر قسم کے لوگ) ہوتے ہیں اور تنہا نماز پڑھے تو جتنا جی چاہے نماز کو طویل کرے۔''(۲) (بخاری و مسلم)

۶۴۱- حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں فلاں کی وجہ سے نماز فجر میں پیچھے رہتا ہوں (اور شریک نہیں ہوتا) کیونکہ وہ ہم کو لمبی

- اس کے بعد وجوہ تقویت پر گفتگو کی ہے جس میں ابن ہمام کا کلام بھی نقل کیا ہے، اور پھر فرمایا ہے (۲۰٤/۷) وبالجملة فحديث جابر هذا ليس كما ادعاه بعض الناس ساقطا عن درجة الاعتبار بل له شواهد و قرائن تدل على ان له اصلا، پھر یہ کہ حدیث کے مزید طرق ہیں جن کی وجہ سے ابن عبدالبر نے کہا ہے ''لهذا الحديث طرق ليس فيها ما يقوم به حجة الا ان مجموعها يدل على بطلان قول من حمل على العدوى او على مهنا بن يحى" اور مہنا بن یحیٰ کا طریق ابن ماجہ کے طریق سے بہتر ہے۔ (اعلاء السنن ۲۰٤/۷)۔

أقول: ذكره الحافظ في بلوغ المرام (۵۲۹/۲) احتجاجا واستدلالا وهذا ما اختاره عبد الله البسام في شرحه على البلوغ فقال: ضعيف. ولم يقل بالسقوط ولذا فصل وخرّج بهذا الحكم.

(۱) راجع مصنف ابن ابی شيبة (۳۰۹/٤-۳۲۰).

(۲) عن ابی هريرة أن رسول الله ﷺ قال: "اذا صلى احدكم للناس فليخفف فان فيهم الضعيف والسقيم والكبير، واذا صلى احدكم لنفسه فليطول ما شاء" (اخرجه الجماعة، جامع الاصول ۵۹۰/۵) البخاری، صلاة الجماعة [باب اذا صلى لنفسه فليطول ما شاء] مسلم، الصلاة [باب امر الائمة بتخفيف الصلاة] باختلاف يسير في اللفظ.

نماز پڑھاتے ہیں اس پر میں نے آپ کو کبھی کسی وعظ و نصیحت میں اس موقع سے زیادہ غضبناک نہیں دیکھا آپ نے فرمایا: اے لوگو تم میں بہت سے لوگ دین سے متنفر (کرنے کا کام) کرتے ہیں، تم میں سے جو بھی امامت کرے تو مختصر نماز پڑھایا کرے، اس لئے کہ اس کے پیچھے بوڑھے، بچے، حاجت مند و بیمار (سب) ہوتے ہیں۔''(۱) (بخاری و مسلم)

۵- امام کا تنہا قراءت کرنا خواہ جہری نماز ہو یا سری :

۶۴۲- حضرت ابوموسیٰ اشعری و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کی اقتداء و متابعت کی بابت ہدایت دیتے ہوئے فرمایا:

''جب امام قراءت کیا کرے تو تم خاموش رہا کرو۔''(۲) (مسلم)

۶۴۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ایک نماز پڑھائی، ہم کو خیال یہ ہے کہ وہ فجر کی نماز تھی، نماز بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی قرأت کر رہا تھا؟ ایک آدمی نے کہا: میں، آپ صلی اللہ علیہ

---

(۱) عن ابی مسعود البدری قال جاء رجل الى رسول الله ﷺ فقال انی لأتاخر عن صلاة الصبح من اجل فلان مما يطيل بنا فما رأيت النبی ﷺ غضب فی موعظة قط اشد مما غضب يومئذ فقال: "يايها الناس ان منكم منفرين فايكم ام الناس فليوجز فان من ورائه الكبير و الصغير وذا الحاجة" (وفی رواية ذكر المريض) (اخرجه البخاری ومسلم، جامع الاصول ۵۹۰/۵ و ۵۹۱) البخاری، الصلاة الجماعة [باب من شكا امامه اذا طول] مسلم، الصلاة [باب امر الائمة بتخفيف الصلاة].

(۲) عن ابی موسى الاشعری وعن ابی هريرة من قوله صلى الله عليه وسلم: "اذا كبر الامام فكبروا و اذا قرء فانصتوا" الحديث.

حضرت ابوموسیٰ الاشعری کی حدیث کو مسلم نے اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث کو ابوداؤد و نسائی نے بھی روایت کیا ہے، امام مسلم نے دونوں حضرات کی حدیث میں اس ٹکڑے کی صحت کی صراحت کی ہے، اگرچہ دوسرے حضرات نے کچھ کلام کیا ہے، (مسلم، الصلاة [باب التشهد فی الصلاة]، النسائی الافتتاح [باب تأويل قوله تعالى: اذا قرئ القرآن....] اور دونوں حضرات کی حدیث کے مضبوط متابعات بھی موجود ہیں (ملاحظہ ہو آثار السنن مع تعلیقات ۸۵/۱، ۸۶) حضرت ابوموسیٰ اشعری کی حدیث میں اس ٹکڑے کی صحت امام احمد سے ابن عبدالبر (التمہید) نے نقل کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے بھی اس کی صحت کی صراحت کی ہے۔ (فتح الباری ۲۴۲/۲)

وسلم نے فرمایا: میں یہی تو کہہ رہا تھا کہ کیوں قرآن پڑھنے میں مجھ سے کشمکش ہورہی ہے۔"(۱)(ابن ماجہ)

۶۴۴- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ادا کی تو ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سبح اسم ربك الاعلی کی سورت پڑھی، نماز سے فارغ ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں قراءت کون کررہا تھا؟ ایک شخص نے کہا: میں، فرمایا: میں سمجھ رہا تھا کہ تم میں سے کوئی مجھ سے قراءت میں الجھ رہا ہے۔"(۲)(مسلم)

۶۴۵- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں نے میرے لئے قراءت کو مشکل کردیا ہے یا فرمایا تم لوگ میری قراءت میں خلل پیدا کرتے ہو۔(۳)(طحاوی وطبرانی)

---

(۱) عن ابن اکیمة قال: سمعت ابا هریرة یقول: "صلی النبی ﷺ باصحابه صلاة نظن انها الصبح، فقال: هل قرأ منکم احد؟ قال رجل: انا، قال انی اقول: مالی انازع القرآن" (رواه ابن ماجة، آثار السنن ۱/۸۶) ابن ماجة، ابواب اقامة الصلاة[باب اذا قرأ الامام فانصتوا] وقال النیموی فی آثار السنن (۱/۸۶): اسناده صحیح، جامع الاصول ۵/۶۴۶ کے حاشیہ میں بھی اس کی سند کو صحیح کہا گیا ہے، مؤطا اور سنن ثلاثہ کی روایت میں اس کے بعد کچھ اضافہ ہے، (فانتهی الناس عن القراءة مع رسول الله فیما جهر فیه رسول الله ﷺ بالقراءة حین سمعوا ذلك من رسول الله ﷺ (جامع الاصول، ۵/۶۴۵ و ۶۴۶) یہ زائد ٹکڑا، مدرج قرار دیا گیا ہے، آثار السنن (۱/۸۶) حاشیہ میں ہے "ان جمعا من الحفاظ اتفقوا علی ان هذه الزیادة مدرجة من کلام الزهری" امام بخاری وترمذی وغیرہ اسی کے قائل ہیں، اگرچہ اس کا قائل ابوہریرہ کو بھی بتایا گیا ہے، اور یہ اگرچہ جہری نمازوں میں ہو، اضافہ حنفیہ وغیرہ کے لئے مضر بھی نہیں کیونکہ اس کے باوجود امام کے پیچھے قراءت کی ممانعت ثابت ہورہی ہے۔

(۲) عن عمران بن حصین "ان النبی ﷺ صلی الظهر فجعل رجل یقرأ خلفه سبح اسم ربك الاعلی، فلما انصرف قال: ایکم قرأ او ایکم القارئ؟ قال رجل: انا، فقال: قد ظننت ان بعضکم خالجنیها" (اخرجه مسلم وابوداؤد والنسائی، جامع الاصول ۵/۶۴۵) مسلم، الصلاة [باب نهی المأموم عن جهرة بالقراءة خلف امامه].

(۳) عن عبد الله بن مسعود قال: "کانوا یقرؤون خلف النبی ﷺ فقال خلطتم علی القراءة"

۶- رکوع سے اٹھتے ہوئے، امام کا سمع اللہ لمن حمدہ کہنا :

۶۴۶- نماز واقتداء کی عملی تعلیم سے متعلق متعدد روایات میں کئی سندوں سے یہ مضمون آیا ہے:

"امام جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو۔"(۱)(بخاری ومسلم)

یعنی امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے گا اور مقتدی صرف ربنا لک الحمد، جیسا کہ امام شعبی سے روایت کیا گیا ہے۔(۲)

بعض روایات کے مطابق امام ربنا لک الحمد بھی کہہ سکتا ہے مگر آہستہ کہے گا، جیسا کہ ابراہیم نخعی سے منقول ہے۔(۳)

= (رواه الطحاوی والطبرانی، آثار السنن ۱/۸۷) شرح معانی الآثار (الصلاة باب القراءة خلف الإمام)، مجمع الزوائد (۲/۱۱۳) قال الهیثمی: رواه أحمد وأبویعلی والبزار، ورجال أحمد رجال الصحیح. أقول: وهو عند أحمد (۱/۴۵۱) وقال النیموی: اسناده حسن (آثار السنن ۱/۸۷) وقال العینی (نخب الأفکار ۵/۵۵۲): إسناده صحیح علی شرط مسلم وقال: أخرجه ابن ابی شیبة والبزار، وصححه الألبانی أیضا (ابن ماجه/۱۰۱۹).

(۱) عن النبی ﷺ قال: "اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا لك الحمد" (راجع جامع الاصول ۵/۶۱۶ تا ۶۲۲) وفی معارف السنن ۳/۲۴: واکثر الاحادیث علی القسمة ثبت ذلك من حدیث انس عند الجماعة، ومن حدیث ابی هریرة ایضا عند الجماعة ماعدا ابن ماجة ومن حدیث ابی موسی عند مسلم واحمد وابی داؤد والنسائی وابن ماجة ومن حدیث ابی سعید الخدری عند الحاکم.

(۲) ابوداؤد۔ ملاحظہ ہو حدیث/۶۷۰

(۳) مصنف عبدالرزاق..... ملاحظہ ہو حدیث/۵۳، ۸۸ و ۸۹، حنفیہ کے یہاں ایک قول یہ بھی ہے جو صاحبین کی طرف منسوب ہے کہ وہ اس کے قائل ہیں، اور ان روایات سے استدلال کیا ہے جن میں یہ آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد کھڑے ہونے کے حال میں ربنا لک الحمد کہتے تھے۔(ملاحظہ ہو جامع الاصول ۵/۴۲۶ و ۴۳۶ بروایت ابی ہریرۃ وابی حمید وغیرہ)۔

لیکن مجھے تلاش سے کوئی قولی روایت ایسی نہیں مل سکی جس میں بحالت امامت آپ سے دونوں الفاظ کا کہنا نقل کیا گیا ہو اور اس کا حکم ہو اور فعلی روایت کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ عموما اس کی صراحت نہیں کہ حالت امامت میں آپ نے دونوں الفاظ کہے۔ اسی لئے معارف السنن (۳/۲۴ و ۲۵) میں قول امام کی تقویت کی گئی ہے جب کہ اعلاء السنن میں قول صاحبین کی طرف میلان ہے اور اس پر حضرت انس کی ایک روایت کو دلیل بنایا گیا ہے، مگر اس میں صرف یہ ہے کہ سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد آپ دیر تک کھڑے رہتے۔(ابوداؤد، جامع الاصول ۵/۳۶۳ واعلاء السنن ۳/۱۱) اور ابن خزیمہ نے اس پر کئی روایات ذکر کی ہیں مگر صریح کوئی روایت نہیں ہے (صحیح ابن خزیمہ ۱/۳۰۹ تا ۳۱۱)، البتہ جیسا کہ امام طحاوی نے ذکر کیا ہے، حضرت ابوہریرہ کی بعض روایات میں نماز فجر میں قنوت نازلہ سے قبل سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد ربنا لک الحمد کا کہنا، نیز حضرت عائشہ کی بعض روایات میں نماز گرہن میں دونوں کا کہنا آیا ہے۔ =

۷- امام کا فاتحہ کے بعد امین کا کہنا اور آہستہ کہنا :

۶۴۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے :

"جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کہ ملائکہ آمین کہتے ہیں اور امام بھی کہے گا، اور جس کا آمین کہنا فرشتوں کے آمین کہنے کے موافق ہوگا تو اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔" (۱)

(نسائی و احمد)

۶۴۸- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہا تو آمین کہا اور پست آواز سے کہا۔" (۲) (احمد و حاکم)

= (ملاحظہ ہو شرح معانی الآثار الصلاة [باب الامام يقول سمع الله لمن حمده هل ينبغي له ان يقول ربنا ولك الحمد] وقال العيني (نخب الأفكار ۲/۷۱۱) : صحيح على شرط مسلم. حضرت ابو ہریرہ کی روایت جامع الاصول (۵/۳۸۷ تا ۳۸۹) میں بحوالہ صحیحین اور حضرت عائشہ کی روایت جامع الاصول (۶/۱۵۶ تا ۱۶۱) میں بحوالہ صحیحین آئی ہے۔

(۱) عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال : " اذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين فان الملائكة تقول آمين ويقول الامام آمين فمن وافق تأمينه تأمين الملائكة غفرله ما تقدم من ذنبه " (رواه احمد والنسائي والدارمي، اثار السنن ۱/۹۱ و ۹۲) النسائي كتاب افتتاح الصلاة، باب الأمر بالتأمين خلف الإمام، ومسند احمد (۲/۲۳۳ و ۲۷۰)، قال النيموي (اثار السنن ۱/۹۲) : اسناده صحيح.

(۲) عن وائل بن حجر " صلى بنا رسول الله ﷺ فلما قرأ غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال امين واخفى بها صوته " (رواه احمد والترمذي وابو داؤد والطيالسي والدارقطني والحاكم واخرون، اثار السنن ۱/۹۶) (اخرجه ابو داؤد والترمذي، جامع الاصول ۵/۳۳۱) ترمذي، الصلاة [باب ما جاء في التامين] ابو داؤد، الصلاة [باب التأمين وراء الامام]، قال النيموي : (اثار السنن ۱/۹۶) : اسناده صحيح، وقال المحقق في هامش جامع الاصول (۵/۳۳۱) : اسناده حسن، وقال الترمذي : حديث وائل حديث حسن.

حضرت وائل بن حجر کی مذکورہ روایت میں کافی قیل و قال اور اختلاف ہے جیسا کہ معروف ہے، خاص بات یہ کہ اس میں بلند آواز اور پست آواز دونوں کی بات آئی ہے اور فریقین نے اپنے اپنے حساب سے ترجیح کی بات کی ہے، تفصیل کے لئے شروح حدیث کی طرف رجوع کیا جائے پست آواز کے ساتھ امین کہنے کی ترجیح و تقویت کے لئے ملاحظہ ہو (اثار السنن مع تعلیقات ۱/۹۲ تا ۹۹ معارف السنن ۲/۳۹۸ و مابعد، اعلاء السنن ۲/۲۱۶) مرجحات میں ایک بات یہ اہم ہے کہ "خفض و اخفاء" کے طرق و روایت زیادہ ہیں بمقابلہ رفع و جہر کے۔

حضرت ابراہیم نخعی سے منقول ہے :

"پانچ چیزوں کو امام آہستہ کہے گا، جن میں آمین بھی ہے۔" (۱)

۸- سلام پھیرنے کے بعد امام کا قبلہ رخ مختصر وقفہ کے لئے بیٹھنا :

۶۴۹- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد بس اتنی دیر (مزید اپنی حالت و ہیئت پر قبلہ رخ) بیٹھتے کہ جتنی دیر میں یہ الفاظ کہتے: اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذالجلال والاكرام." (۲) (مسلم)

۶۵۰- حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

"سلام کے بعد امام کا (اپنی جگہ و ہیئت) پر بیٹھا رہنا بدعت ہے۔" (۳)

(ابن ابی شیبہ)

۹- سلام کے بعد امام دائیں بائیں کسی طرف رخ کر سکتا ہے اور مقتدیوں کا رخ بھی کر سکتا ہے قبلہ کی جانب پشت کر کے، ہاں بہتر

---

(۱) عن ابراهيم النخعي قال : " خمس يخفيهن الامام: سبحانك اللهم وبحمدك والتعوذ وبسم الله الرحمن الرحيم وآمين واللهم ربنا لك الحمد " (رواه عبد الرزاق اثار السنن ۱/۹۹) مصنف عبد الرزاق (۲/۸۷) وقال النيموي (آثار السنن ۱/۹۹) : اسناده صحيح، ورواه محمد في الاثار (الصلوة باب الحمد بسم الله الخ) لكن بلفظ أربع يخافت بهن الخ. وجامع المسانيد (۱/۳۲۲) وفي اعلاء السنن (۲/۲۱۳): رجاله ثقات.

(۲) عن عائشة قالت : "كان النبي ﷺ اذا سلم لم يقعد الا مقدار ما يقول : اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والاكرام " (اخرجه مسلم والترمذي، جامع الاصول ۵/۴۱۴) مسلم، كتاب المساجد [باب استحباب الذكر بعد الصلاة]. روى نحو ذلك عن ابن مسعود. (راجع مصنف ابن ابي شيبة مع الهامش ورواه النسائي وابن خزيمة وابن حبان).

(۳) عن مجاهد قال عمر : "جلوس الإمام بعد التسليم بدعة" (ابن أبي شيبة ۳/۶۴) وروى ابن ابي شيبة آثاراً من الصحابة في ذلك - أي التحول من المكان والهيئة بعد السلام.

دائیں سمت ہے :

۶۵۱- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"تم میں سے کوئی آدمی اپنی نماز میں شیطان کا حصہ مقرر نہ کرے کہ یہ سمجھے کہ نماز کے بعد اس کو صرف دائیں سمت کا رخ کرنا چاہیے۔"(۱) (بخاری و مسلم)

۶۵۲- حضرت قبیصہ بن ہلب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو نماز پڑھاتے تو (سلام پھیرنے کے بعد) دونوں طرف رخ فرماتے دائیں سمت بھی اور بائیں سمت بھی۔"(۲) (ترمذی و ابوداؤد)

۶۵۳- حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پوری فرما لیتے تو ہماری طرف اپنا رخ کر لیتے تھے۔"(۳) (بخاری)

---

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

(۳) [illegible]

[illegible]

۶۵۴- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"میں نے تو زیادہ تر یہی دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سلام پھیرنے کے بعد) دائیں سمت کا رخ کیا۔"(۱) (مسلم)

۱۰- امام کے سہو سے مقتدی پر سجدۂ سہو ہے اور مقتدی کے سہو سے امام پر نہیں ہے ہاں مسبوق کو ماقبی نماز میں سہو ہو تو سجدۂ سہو ہے :

۶۵۵- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل فرمایا ہے :

"امام کے پیچھے جو ہوتا ہے اس پر سہو نہیں ہوتا اور اگر امام کو سہو ہو تو امام پر اور اس کے پیچھے جو لوگ ہیں ان پر سہو ہے اور اگر پیچھے والوں کو سہو ہو جائے تو اس پر کوئی سہو نہیں، اس کو تو امام کافی ہے۔"(۲) (دار قطنی)

۱۱- امام کی نماز کا اثر مقتدی کی نماز پر پڑتا ہے سجدۂ سہو کی وجہ سے سجدۂ سہو اور فساد کی وجہ سے فساد ہوگا :

۶۵۶- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے :

"امام مقتدیوں کی نماز کا ضامن اور ذمہ دار ہوتا ہے۔"(۳) (ابوداؤد و ترمذی)

---

(۱) عن السدی قال : "سألت انسا کیف انصرف اذا صلیت عن یمینی او عن یساری قال : اما انا فاکثر ما رأیت رسول اللہ ﷺ ینصرف عن یمینہ" (اخرجہ مسلم والنسائی، جامع الاصول ۲۵۷/۶) مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین [باب جواز الانصراف من الصلاۃ عن الیمین وعن الشمال].

(۲) عن عمر عن النبی ﷺ قال : "لیس علی من خلف الامام سہو فان سہی الامام فعلیہ وعلی من خلفہ السہو وان سہی من خلف الامام فلیس علیہ سہو والامام کافیہ" (رواہ الدارقطنی، اعلاء السنن ۱۴۷/۷) الدارقطنی الصلاۃ باب لیس علی المقتدی سہو الخ. ورواہ البیہقی (۳۵۲/۲) وفی تلخیص الحبیر (۶/۲) فی الباب عن ابن عباس، وذکر الحافظ فی أثر کل من عمر وابن عباس کلاما- قال صاحب الاعلاء (۱۴۷/۷) بعد ذکر توثیق من ذکرہ الحافظ : فان لم یکن کل من الأثرین بانفرادہ حسنا فلا أقل من أن یکون المجموع حسنا، وأیضا فالحدیث لما لم یعارضہ أقوی منہ کان معمولا بہ عند الکل.

(۳) عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال : "الامام ضامن" الحدیث (رواہ ابوداؤد والترمذی)

٦٥٧- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''(ایک دن) نماز کھڑی ہوئی اور صفیں درست ہو گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، جب آپ اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے تو آپ کو یاد آیا کہ جنابت کے حال میں ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: اسی طرح کھڑے رہو، اس کے بعد آپ (گھر میں) واپس تشریف لے گئے اور غسل فرمایا پھر ہماری طرف تشریف لائے جبکہ پانی سر سے ٹپک رہا تھا اور تکبیر کہہ کر ہمارے ساتھ نماز ادا فرمائی۔'' (١) (بخاری)

٦٥٨- حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) نماز فجر شروع فرمائی پھر ہاتھ سے اشارہ فرمایا: اپنی جگہ رہو پھر اس حال میں تشریف لائے کہ سر سے پانی ٹپک رہا تھا، اور سب کو نماز پڑھائی۔'' (٢) (ابوداؤد)

٦٥٩- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے :

''ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی اور پھر (فورا)

- جامع الاصول ٩/٤١٣)؛ ابوداؤد، الصلاة [باب ما يجب على المؤذن من تعاهد الوقت] ترمذي، الصلاة [باب ما جاء ان الامام ضامن] ورواه احمد والطبراني في الكبير، (مجمع الزوائد ٢/٥) قال الهيثمي: رجاله موثقون، وفي هامش جامع الاصول (٩/٤١٣): وهو حديث صحيح.

(١) عن ابي هريرة قال: "اقيمت الصلاة وعدلت الصفوف قياما فخرج الينا رسول الله ﷺ فلما قام في مصلاه ذكر انه جنب فقال لنا: مكانكم ثم رجع فاغتسل ثم خرج الينا ورأسه يقطر فكبر وصلينا معه" (اخرجه البخاري وغيره، جامع الاصول ٧/٣١٤) البخاري، الغسل [باب اذا ذكر في المسجد انه جنب يخرج].

(٢) عن ابي بكرة: "ان رسول الله ﷺ دخل في صلاة الفجر فاومأ بيده أن مكانكم، ثم جاء ورأسه يقطر فصلى بهم" (اخرجه ابوداؤد، جامع الاصول ٧/٣١٦) ابوداؤد، الطهارة [باب الجنب يصلي بالقوم وهو ناس" وفي هامش جامع الاصول (٧/٣١٦): وهو حديث حسن، وجاء نحو ذلك عن ابي هريرة عند ابن ماجة (ابواب اقامة الصلاة [باب ما جاء في البناء على الصلاة] وعن انس عند الدارقطني (الصلوة باب صلاة الامام وهو جنب أو محدث) وقال المحقق مجدي بن منصور في هامشه: اسناده حسن. وأقول: وعند الدارقطني غير ذلك أيضا من المرفوع والموقوف بأسانيد حسان وسند كل منها حسن على الاقل كما في اعلاء السنن (٤/٢٧٦ و ٢٧٧).

واپس تشریف لے گئے، اس کے بعد اس حال میں (مسجد کے اندر) تشریف لائے کہ سر سے پانی بہہ رہا تھا، اور ہم کو پھر نماز پڑھائی اور بعد میں فرمایا: میں نے تم کو جنابت کے حال میں نماز پڑھادی تھی، لہٰذا جس کو اس قسم کا حال پیش آئے یا پیٹ میں (ریح کی) حرکت اور محسوس کرے سو بھی کرے جو میں نے کیا۔'' (١) (احمد، طبرانی)

اور بعض روایات میں ہے:- (نماز، مسجد سے) واپس جائے اور غسل کرے پھر آ کر نئے سرے سے نماز ادا کرے۔ (٢)

٦٦٠- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے نماز مغرب میں امامت فرمائی اور قراءت نہیں کی بعد میں عرض کیا گیا تو انہوں نے اپنے رفقاء کے ساتھ نماز کا اعادہ فرمایا۔ (٣) (طحاوی)

---

(١) عن علي بن ابي طالب قال: "صلى بنا رسول الله ﷺ يوما فانصرف ثم جاء ورأسه يقطر منه فصلى بنا ثم قال: اني صليت بكم وانا جنب فمن اصابه مثل ما اصابني او وجد في بطنه رزا فليصنع مثل ما صنعت" (رواه احمد والطبراني، اعلاء السنن ٤/٢٧٦) مجمع الزوائد (٢/٧١) باب في الامام يذكر انه محدث، مسند احمد (١/٨٨) قال الهيثمي: مدار طرفه على ابن لهيعة وفيه كلام.

لیکن ابن لہیعہ کا معاملہ یہ ہے کہ ان میں کلام کے باوجود فی الحال شان احتجاج ہے بخاری وغیرہ بھی بعض دفعہ ان کو لاتے ہیں اور ترمذی ان کی حدیث کی تحسین بھی کرتے ہیں۔ اعلاء السنن (٤/٢٧٦) میں ہے: ابن لهيعة حسن الحديث كما مر غير مرة فالحديث حسن، (وراجع اعلاء السنن ٢/٧٥ و ١٢٥) پھر متعدد روایات بالخصوص حضرت ابوبکرہ وغیرہ کی اس کے لئے مؤید و شاہد ہیں۔

مزید یہ کہ حضرت علی کا عمل وفتوی بھی اس کے لئے شاہد ہے جس کو امام محمد (کتاب الآثار الصلوۃ باب ما يقطع الصلوة) عبدالرزاق (مصنف ٢/٣٥٠ و ٣٥١) ابن ابی شیبہ (٣/٤٢٧) وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے خود نماز کا اعادہ فرمایا اور اعادہ کا فتوی دیا۔ اگرچہ اس کے ایک راوی ابراہیم بن یزید الخوزی ہیں جن کو متروک الحدیث کہا گیا ہے۔ (تقریب ٣٥)۔

(٢) یہ طبرانی کے الفاظ ہیں (مجمع الزوائد ٢/٧١)۔

(٣) ملاحظہ ہو اعلاء السنن (٣/٤٢٩) یہ روایت طحاوی (شرح معانی الآثار، کتاب الصلوات باب صلاة الفرض خلف ....) جامع المسانید (ابواب الصلاة الفصل السادس في الجماعة وباب الامام) وغیرہ میں آئی ہے، امام طحاوی نے اس کو متصل الاسناد، حافظ ابن حجر نے فتح الباری (٢/٧١) میں اس روایت کے رواۃ کو ثقہ کہا ہے (كما في اعلاء السنن ٤/٢٧٩) اقول: وفي نخب العيني (٤/١٦٥) لهذا باسناد آخر صحيح۔

۱۲- مقتدی کا اعمال نماز کی ادائیگی میں امام کی نقل و حرکت کا لحاظ رکھنا کہ اس سے آگے نہ ہو اور نہ بہت پیچھے ہو بلکہ معمولی سی تاخیر سے ساتھ ساتھ رہے :

۶۶۱- متعدد صحابہ سے یہ ارشاد نبوی منقول ہے :

"امام تو اسی لئے ہے کہ اس کی اقتداء و اتباع کی جائے، لہٰذا اس سے اختلاف مت کیا کرو۔"(۱)(بخاری و مسلم)

۶۶۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی اور نماز کے بعد ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے لوگو میں تمہارا امام ہوں، لہٰذا تم رکوع میں اور رکوع و سجدے سے کھڑے ہونے میں اور نماز سے فراغت میں مجھ سے سبقت مت کیا کرو۔"(۲)(مسلم)

۶۶۳- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سکھائی تو فرمایا جب تم لوگ نماز پڑھا کرو تو اپنی صفوں کو درست کرو، پھر تم میں کا ایک آدمی تمہاری امامت

- جامع المسانید و کتاب الآثار والی مرسل ہے مگر ابراہیم نخعی کی مرسل ہے جو ثقات تابعین میں ہیں اور مؤیدات بھی موجود ہیں وقال فی اعلاء السنن (۴/۲۱۹) مراسیل النخعی صحاح۔ امام محمد نے کتاب الآثار (کتاب الصلاۃ باب ما یعاد من الصلاۃ وما یکرہ) میں کئی آثار صحابہ و تابعین سے نقل کئے ہیں ملاحظہ ہو جامع المسانید فصل الجماعۃ و آداب للامام و اعلاء السنن ۴/۲۷۴ وما بعد۔

(۱) عن ابی موسی الاشعری وابی هریرۃ وانس بن مالک وعائشۃ عن النبی ﷺ "انما جعل الامام لیؤتم به فلا تختلفوا علیه" (رواہ البخاری ومسلم وغیرهما، جامع الاصول ۵/۶۱۷ - ۶۲۴).

(۲) عن انس بن مالک قال: "صلی بنا النبی ﷺ ذات یوم فلما قضی الصلاۃ اقبل علینا بوجهه فقال: یا ایها الناس انی امامکم فلا تسبقونی بالرکوع ولا بالقیام ولا بالانصراف" الحدیث (اخرجه مسلم والنسائی، جامع الاصول ۵/۶۲۶ و ۶۲۷) مسلم الصلاۃ [باب تحریم سبق الامام برکوع والسجود].

کرے پھر وہ جب تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، پھر جب وہ اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ تکبیر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرو۔"(۱)(مسلم)

۶۶۴- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے :

"امام تو اقتداء کے لئے بنایا گیا ہے لہٰذا جب وہ تکبیر (تحریمہ) کہے تو تم تکبیر کہو اور جب تک وہ تکبیر نہ کہے تم تکبیر نہ کہو، پھر جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب تک وہ رکوع میں نہ جائے تم رکوع میں نہ جاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو اور جب سجدے میں جائے تو تم بھی سجدے میں جاؤ اور جب تک وہ سجدے میں نہ جائے تم بھی سجدے میں نہ جاؤ۔"(۲)(ابو داؤد)

حضرت ابو موسیٰ اشعری کی روایت میں یہ بھی ارشاد آیا ہے کہ امام تم سے پہلے رکوع کرے گا اور اٹھے گا اور تم سے پہلے سجدے میں جائے گا اور سجدے سے اٹھے گا تو اس

---

(۱) عن ابی موسی الاشعری قال: ان رسول الله ﷺ خطبنا فبین لنا سنتنا وعلمنا صلاتنا فقال: اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا" وفی روایة: "واذا قرأ فانصتوا" واذا قال غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا آمین یجبکم الله فاذا کبر ورکع فکبروا وارکعوا فان الامام یرکع قبلکم ویرفع قبلکم، فقال رسول الله ﷺ: فتلک بتلک، واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لک الحمد یسمع الله لکم فان الله تبارک وتعالی قال علی لسان نبیه ﷺ: سمع الله لمن حمده واذا کبر وسجد فکبروا واسجدوا فان الامام یسجد قبلکم ویرفع قبلکم فقال رسول الله ﷺ فتلک بتلک" (اخرجه مسلم وابوداؤد، جامع الاصول ۵/۶۱۱ و ۶۱۲) مسلم الصلاۃ [باب التشهد فی الصلاۃ].

(۲) عن ابی هریرۃ عن النبی ﷺ قال "انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا ولا تکبروا حتی یکبر فاذا رکع فارکعوا ولا ترکعوا حتی یرکع واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لک الحمد واذا سجد فاسجدوا ولا تسجدوا حتی یسجد" الحدیث (اخرجه ابوداؤد، جامع الاصول ۵/۶۲۰) ابوداؤد الصلاۃ [باب الامام یصلی من قعود] انظر روی عن عدد من الصحابة وهو فی الصحیحین وغیرهما. (راجع جامع الاصول ۵/۶۱۶ - ۶۲۴).

کی دونوں پہلی ایک دوسرے کے برابر ہوگی۔(۱)

۱۳۔ مقتدی از تحریمہ تا سلام امام کے ساتھ شریک رہے گا

(تمام اعمال میں، اذکار و دعاؤں میں اور تکبیرات میں جو امام کرے گا، اس کے ساتھ یہ بھی کرے گا، بس قراءت نہیں کرے گا):

(تو تعوذ و بسم اللہ نہیں کہے گا اور رکوع سے اٹھنے میں صرف ربنا لک الحمد کہے گا)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز یوں سکھائی:

''جب تم نماز پڑھا کرو، تو صفوں کو درست کرو پھر ایک آدمی تمہاری امامت کرے، وہ جب اللہ اکبر کہے (تحریمہ کے لئے) تو تم اللہ اکبر کہو، وہ جب قراءت کرے تو تم خاموش رہو، اور جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو امین کہو، پھر جب وہ اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرو، اور جب وہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرو، اور جب وہ سجدے سے اٹھے تو تم بھی سجدے سے سر اٹھاؤ، اور قعدہ میں پہلے التحیات پڑھو۔''(۲)(مسلم)

۶۶۵- حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ نے صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو حکم فرمایا کہ جب تم درمیان نماز یا اخیر نماز (کے قعدہ) میں ہو تو سلام پھیرنے سے پہلے التحیات پڑھو اور اس کے بعد سلام پھیرو، سلام کے الفاظ اپنے امام کے لئے اور اپنے لئے کہو۔ اور ان کی ایک روایت میں ہے، کہ امام کے سلام کا جواب دیا کریں اور

---

(۱) ملاحظہ ہو حدیث/۶۶۳

(۲) جامع الاصول ٥/٦١٦ و ٦١٧ بروایۃ مسلم و نسائی، ملاحظہ ہو حدیث/۶۶۳

ایک دوسرے کو سلام کے الفاظ کہا کریں۔''(۱)(ابوداؤد)

۶۶۶- حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو جب آپ نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی سلام پھیرا۔''(۲)(نسائی)

۶۶۷- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے:

''جب تم میں کوئی رکوع کرے تو تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہے، اور یہ کم سے کم ہے اور جب سجدہ کرے تو تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہے اور یہ کم سے کم ہے۔''(۳)(ابوداؤد)

۶۶۸- حضرت عامر شعبیؒ سے مروی ہے:

''امام کے پیچھے جو لوگ ہوں وہ سمع اللہ لمن حمدہ نہیں کہیں گے بلکہ وہ ربنا لک الحمد کہیں گے۔''(۴)(ابوداؤد)

---

(١) عن سمرة بن جندب قال: "امرنا رسول الله ﷺ اذا كان وسط الصلاة او حين انقضائها فابدؤا قبل التسليم فقولوا التحيات الخ، ثم سلموا على اليمين ثم سلموا على قارئكم وعلى انفسكم" وفي لفظ له: "امرنا رسول الله ﷺ أن نرد السلام على الامام وتحابوا وان يسلم بعضنا على بعض" (اخرجهما ابو داؤد، جامع الاصول ٤١١/٥ و ٤١٤) ابو داؤد، الصلاة [باب التشهد وباب الرد على الامام] وفي هامش جامع الاصول: في اسناد الاول مجاهيل واسناد الثاني ضعيف
مگر یہاں تعدد طرق بھی ہے اور عمل کا تعامل و توارث بھی ہے اس لئے روایت قابل حجت ہے۔

(٢) عن عتبان بن مالك قال: "صلينا خلف رسول الله ﷺ فسلمنا حين سلم" (اخرجه النسائي، جامع الاصول ٤١٤/٥) النسائي، السهو [باب تسليم المأموم حين يسلم الامام] وفي هامش جامع الاصول (٤١٤/٥): اسناده صحيح، رواه البخاري ايضا بهذا اللفظ ابواب صفة الصلاة [باب يسلم حين يسلم الامام]

(٣) عن عبد الله بن مسعود قال: قال رسول الله ﷺ "اذا ركع احدكم فليقل ثلاث مرات سبحان ربي العظيم وذلك ادناه، واذا سجد فليقل سبحان ربي الاعلى ثلاثا وذلك ادناه" (اخرجه ابو داؤد، جامع الاصول ١٩٦/٤) ابو داؤد، الصلاة [باب مقدار الركوع والسجود] ورواه الترمذي ايضا لكن في سنده مجهول وانقطاع، ومع ذلك الامر معروف رواية وعملا ولذا جاء في هامش جامع الاصول (١٩٦/٤، ١٩٧): قد ورد في ذلك احاديث الظاهر انها بمجموعها ان يستدل بها الخ. وكذا قال صاحب التحفة (١١١/٢)

(٤) عن الشعبي قال: "لا يقول القوم خلف الامام سمع الله لمن حمده ولكن يقولون ربنا لك الحمد" (رواه ابو داؤد، جمع الفوائد ٩١/١) ابو داؤد الصلاة باب ما يقول الامام اذا رفع رأسه من الركوع وفي اعلاء السنن (١١/٣): روى ابو داؤد عن عامر الشعبي وسكت عنه والشعبي ثقة كما مرسله حجة عندنا وقال العجلي: مرسل الشعبي صحيح.

۱۴- امام کی قراءت کے حال میں مقتدی کا خاموش رہنا اور قراءت نہ کرنا :

۶۶۹- حضرت ابوموسیٰ اشعری و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی امام کے ساتھ اور اس کی موافقت میں کیا کریں یہ ہدایات دیتے ہوئے فرمایا :

"جب امام قراءت کیا کرے تو تم خاموش رہا کرو۔"(۱) (مسلم)

۶۷۰- صحابہ کرام کی ایک جماعت سے مروی ہے جس میں حضرت جابر کی روایت معروف ہے کہ نبی اکرم نے فرمایا :

"جب آدمی کا کوئی امام ہو تو امام کی قراءت اس کی قراءت ہے۔"(۲)

(طحاوی)

۶۷۱- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی ارشاد نبوی مروی ہے :

---

(۱) عن ابی موسی الاشعری : ان رسول الله ﷺ خطبنا فبین لنا سنتنا وعلمنا صلاتنا فقال : "اذا صليتم فاقيموا صفوفكم.... فاذا قرأ فانصتوا. الحديث" (رواه مسلم وابوداؤد، جامع الاصول ٦١٦/٥ و ٦١٧) ورواه مسلم وابوداؤد والنسائي عن ابی هريرة ايضا (جامع الاصول ٦١٨/٥ و ٦١٩) مسلم، كتاب الصلاة [باب التشهد فی الصلاة وباب ائتمام المأموم بالامام].

(۲) عن جابر أن رسول الله ﷺ قال : "من كان له امام فقراءة الامام له قراءة" (رواه الطحاوی عن جابر بن عبد الله وابن عمر) ابواب الصلاة [باب القراءة خلف الامام] وروی عن ابی سعيد وانس وابی هريرة وعن ابن عباس وغيرهم ايضا (راجع نصب الراية باب صفة الصلوة من كتاب الصلوة الحديث السابع والخمسون وعمدة العينی ٦٤/٥-٦٧) قال فی معارف السنن (٢٥٤/٣ و ٢٥٥) : وهو حديث صحيح له طرق كثيرة وشواهد، واقوی سنده عندهم طريق احمد بن منيع فی مسنده وهو بهذا السند علی شرط الشيخين، وراجع للتحقيق والتفصيل الجزء الثالث من معارف السنن بحث القراءة خلف الامام وكذا راجع اعلاء السنن ٤١/٤ وما بعده اقول : وقد ذهب شيخ الاسلام ابن تيمية فی فتاواه (مجموع الفتاوی ٣٢٥/٢٢) إلى ثبوت حديث جابر فی الجملة فقد قال: حديث جابر قد روی مرفوعا ومسندا ومرسلا. فاما الموقوف علی جابر فثابت بلا نزاع وكذلك المرسل ثابت بلا نزاع من رواية الأئمة عن عبد الله بن شداد عن النبی صلی الله عليه وسلم أنه قال: من كان له إمام الخ. وأما المسند فتكلم فيه.

"بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی الا یہ کہ کوئی آدمی امام کے پیچھے ہو۔"(۱)

(طحاوی)

۱۵- مقتدی کا آمین کہنا اور آہستہ سے کہنا :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل فرمایا ہے :

"جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہا کرے تو تم آمین کہا کرو۔"(۲)

(بخاری و مسلم)

حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما نیز ابراہیم نخعیؒ سے پیچھے روایت آچکی ہے کہ امین کو آہستہ کہنا معمول رہا ہے۔(۳)

۱۶- مقتدی کا ربنا لک الحمد کہنا :

۶۷۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہا کرے تو تم اللہم ربنا لک الحمد کہا کرو، اس

---

(۱) عن جابر بن عبد الله عن النبی ﷺ انه قال : "من صلی ركعة فلم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصل الا وراء الامام" (رواه الطحاوی، شرح معانی الآثار، ابواب الصلاة [باب القراءة خلف الامام] ورواه الترمذی ابواب الصلاة [باب ما جاء فی ترك القراءة خلف الامام] ومالك فی الموطا ابواب الصلاة [باب ما جاء فی ام القرآن] وكلاهما رواه عنه موقوفا بلفظ "الا أن يكون وراء الامام" (جامع الاصول ٣٣٠/٥) وقال الترمذی فی حديث جابر الموقوف : هذا حديث حسن صحيح، اما حديث جابر المرفوع فقد رواه الدارقطنی ايضا (ابواب الصلاة باب ذكر قوله: من كان له امام الخ). وصوب وقفه كما يروی ذلك عن مالك ايضا فی رواية الطحاوی وغيره، وقال الدارقطنی: فيه يحيی بن سلام ضعيف، وقال العلامة العينی (نخب الافكار ٥٥٨/٢) : قال ابن ابی حاتم سألت ابی عنه فقال : شيخ بصری وقع الی مصر صدوق، وفی معارف السنن (٢٨٥/٣) قال الكشميری : يحيی بن سلام وثقه اربعة من المحدثين، قال الراقم : فذكر فی اللسان توثيقه عن ابن حبان وابی زرعة وابن حاتم وابی ايوب وهم اربعة، وقال الكشميری : روی مرفوعا عن غيره ايضا.

(۲) عن ابی هريرة أن رسول الله ﷺ قال : "اذا قال الامام ولا الضالين فقولوا آمين" (وفی لفظ اخر عنه : "اذا امن الامام فامنوا" (رواه البخاری ومسلم، جامع الاصول ٤٤٤/٩ و ٤٤٥).

(۳) دیکھئے حدیث/۶۷ و ۶۸

لئے کہ جس آدمی کا یہ کہنا فرشتوں کے کہنے کے ساتھ ہوگا اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔"(۱)(بخاری و مسلم)

حضرت ابو موسیٰ اشعری و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں نے مقتدی کے لئے ہدایات میں ارشاد نبوی نقل کیا ہے:

"جب امام سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہے تو تم اللّٰھم ربنا لك الحمد کہو۔"(۲)(بخاری و مسلم)

۱۷- امام کے سلام پھیرنے کے بعد دعا و ذکر سے فارغ ہونے تک رکنا و شریک ہونا بہتر ہے لیکن ضروری نہیں ہے:

۶۷۳- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو نماز کی تاکید کی اور ان کو اس سے منع فرمایا کہ آپ کے نماز سے فارغ ہونے سے پہلے وہ اٹھ کر جائیں۔"(۳)(ابوداؤد)

۶۷۴- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"امام جب نماز سے فارغ ہو جائے اور اپنی جگہ سے نہ اٹھے اور نہ رخ

---

(۱) عن ابی هريرة أن رسول الله قال: "اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد فانه من وافق قوله قول الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه" (اخرجه الجماعة، جامع الاصول ۴۴۸/۹) البخاری، كتاب صفة الصلاة [باب فضل اللهم ربنا لك الحمد] مسلم، كتاب الصلاة [باب التسميع والتحميد].

(۲) رواه البخاری ومسلم وغيرهما عن ابی هريرة ورواه مسلم وغيره عن ابی موسى بلفظ "واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد" جامع الاصول ۶۱۶/۵ و ۶۱۹.

(۳) عن انس بن مالك: "ان النبی ﷺ حضهم على الصلاة ونهاهم ان ينصرفوا قبل انصرافه من الصلاة" (اخرجه ابوداؤد، جامع الاصول ۶۴۳/۵) ابوداؤد، الصلاة [باب فيمن ينصرف قبل الامام] وفی هامش جامع الاصول (۶۴۳/۵) فی سنده حفص بن بغيل المرهبی وهو مجهول. واقول وفی التقريب (ص/۱۳۰): مستور، اور مستور ایک جماعت بالخصوص حنفیہ کے یہاں مقبول ہے۔

پھیرے اور کسی آدمی کی ضرورت ہو تو چلے جاؤ اور اس کو چھوڑ دو کہ تمہاری نماز تو پوری ہو ہی گئی ہے۔"(۱)(طبرانی)

۱۸- جماعت شروع ہونے کے بعد آنے والا امام کو جس حال میں پائے نماز میں شریک ہو جائے:

۶۷۵- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے:

"جب تم (مسجد میں) نماز کے لئے آؤ اور ہم سجدے کے حال میں ہوں تو تم بھی سجدے میں شامل ہو جاؤ اور اس کو کچھ شمار نہ کرو۔"(۲)(ابوداؤد)

۶۷۶- حضرت علی و معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے ارشاد نبوی مروی ہے:

"جب تم میں سے کوئی آدمی نماز کو آئے اور امام کسی حال میں ہو (یعنی جس حال میں بھی ہو قیام و رکوع یا سجدہ و قعدہ) تو وہ وہی کرے جو امام کر رہا ہو۔"(۳)(ترمذی)

---

(۱) عن ابی الأحوص أن ابن مسعود قال: "اذا فرغ الامام ولم يقم ولم ينحرف وكانت له حاجة فاذهب ودعه فقد تمت صلوتك" (اخرجه الطبرانی فی الكبير، مجمع الزوائد ۱۸۲/۲) مجمع الزوائد (باب متابعة الإمام) وقال الهيثمی: رجاله ثقات.

(۲) عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال: "اذا جئتم الى الصلاة ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوها شيئا" (اخرجه ابوداؤد، جامع الاصول ۶۲۹/۵) ابوداؤد الصلاة [باب فی الرجل يدرك الامام ساجدا كيف يصنع] واخرجه الحاكم، المستدرك (۲۱۶/۱) وقال صحيح الاسناد ولم يخرجاه ويحيى بن ابی سليمان من ثقات المصريين، واقره عليه الذهبی فی تلخيصه.

(۳) عن علی بن ابی طالب و معاذ بن جبل قالا: قال رسول الله ﷺ: "اذا اتى احدكم الصلاة والامام على حال فليصنع كما يصنع الامام" (اخرجه الترمذی، جامع الاصول ۶۳۰/۵) الترمذی، الصلاة [باب ما ذكر فی الرجل يدرك الامام وهو ساجد] وفی هامش جامع الاصول (۶۳۰/۵): فی حديث علی- الحجاج بن ارطاة وهو كثير الخطأ والتدليس وفی حديث معاذ انقطاع بين ابن ابی ليلى و معاذ لكن له شاهد بمعناه من حديث معاذ عند ابی داؤد، يقول فيه ابن ابی ليلى: حدثنا اصحابنا، وفی رواية ابن ابی شيبة: حدثنا اصحاب محمد ﷺ الخ، وهذ متصل واسناده صحيح وقد صححه غير واحد. واقول: وايضا ان التعدد مع الضعف والانقطاع يقوى امر الحديث كما هو معروف.

۱۹- رکوع ملنے سے رکعت مل جاتی ہے لیکن سجدہ وقعدہ کے ملنے سے رکعت نہیں ملتی :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے :

"جب تم نماز کے لئے آؤ اور ہم سجدے میں ہوں تو تم بھی سجدے میں لگ جاؤ اور اس سجدے کو کچھ شمار نہ کرو، ہاں جس کو رکوع مل گیا اس کو رکعت مل گئی۔" (۱) (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد نبوی بھی نقل کیا ہے :

"جو آدمی امام کے اپنی پیٹھ کو اٹھانے سے پہلے رکوع کو پاتا ہے وہ نماز (ورکعت) کو پالیتا ہے۔" (۲) (ابن خزیمہ)

۶۷۷- حضرات علی وابن مسعود وابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے :

"جس کا رکوع گیا اس کا سجدہ (ورکعت سب) گیا۔" (۳) (طبرانی)

۶۷۸- حضرات زید بن ثابت، ابو ہریرہ، وابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے:

"جس نے رکوع پالیا اس نے سجدہ (ورکعت) کو پالیا۔" (۴)

(مؤطا مالک)

---

(۱) عن ابی هريرة أن رسول الله ﷺ قال : "اذا جئتم الى الصلاة ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوها شيئا ومن ادرك الركعة فقد ادرك الصلاة" (اخرجه ابوداؤد، جامع الاصول ٥/٦٢٩) ملاحظہ ہو حدیث/٦٧٥

(۲) عن ابی هريرة مرفوعا: "من ادرك ركعة من الصلاة فقد ادركها قبل ان يقيم الامام صلبه" (اخرجه ابن خزيمة وابن حبان، اعلاء السنن ٤/٣٠٢) صحيح ابن خزيمة (٣/٤٥) الصلاة باب ذكر الوقت الذي يكون المأموم فيه مدركاً للركوع. وفي هامشه من قول الألباني: إسناده ضعيف لكن له طرق وشواهد كما حققته في صحيح ابی داؤد وغيره.

(۳) عن علي وابن مسعود قالا : "من لم يدرك الركعة فلا يعتد بالسجدة" (رواه الطبراني في الكبير، اعلاء السنن ٤/٢١٩) مجمع الزوائد (٢/٧٩) وقال الهيثمي : رجاله موثقون، وعن ابن عمر قال: "اذا فاتتك الركعة فاتتك السجدة" (اخرجه محمد في الموطا، اعلاء السنن ٤/٣٠٤) موطا الامام محمد (باب الرجل يسبق ببعض الصلاة) وفي اعلاء السنن (٤/٣٠٤) : اسناده صحيح.

(۴) عن ابن عمر و زيد بن ثابت وابی هريرة : "من ادرك الركعة فقد ادرك السجدة" -

۲۰- مسبوق کی فوت شدہ رکعتیں نماز کی اولین رکعات ہیں لہٰذا اس کے مطابق ادا کرے :

۶۷۹- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"صحابہ جب نماز کے لئے آتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نماز پڑھ چکے ہوتے تو آنے والا اشارے سے نماز میں موجود آدمی سے معلوم کرتا کہ کتنی رکعت ہوئی؟ وہ ایک یا دو، جو بتاتا آنے والا اس کو ادا کرکے جماعت میں شامل ہو جاتا، ایک دن حضرت معاذ آئے تو انہوں نے کہا کہ میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس حال میں پاؤں گا اسی میں ساتھ ہو جاؤں گا اور فوت شدہ کو بعد میں ادا کروں گا، چنانچہ انہوں نے یہی کیا کہ نماز میں شامل ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فارغ ہونے کے بعد کھڑے ہو کر چھوٹی ہوئی نماز پوری کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا: معاذ نے تمہارے لئے ایک طریقہ اپنایا ہے تو تم (اب) ایسا ہی کیا کرو (کہ آتے ہی جماعت میں شامل ہو اور بعد میں فوت شدہ کو ادا کرو)۔" (۱) (احمد)

- روى كل ذلك مالك في الموطا، اعلاء السنن (٤/٣٠٤) موطا الامام مالك (باب اذا فاتتك الركعة فاتتك السجدة) وهذا من بلاغاته و معروف ان بلاغاته صحيحة. (راجع التمهيد)

(۱) عن معاذ بن جبل:- "وكانوا يأتون الصلاة وقد سبقهم ببعضها النبي ﷺ قال: فكان الرجل يشير الى الرجل اذا جاء، كم صلى؟ فيقول: واحدة او ثنتين فيصليهما ثم يدخل مع القوم في صلاتهم قال: فجاء معاذ فقال: لا اجده على حال ابدا الا كنت عليها ثم قضيت ما سبقني، قال: فجاء وقد سبقه النبي ﷺ ببعضها قال: فثبت معه فلما قضى رسول الله ﷺ صلاته قام فقضى فقال رسول الله ﷺ: "انه قد سن لكم معاذ فهكذا فاصنعوا" (رواه احمد، اعلاء السنن ٤/٣٤٦) مسند احمد ٥/٢٤٦، وفي اعلاء السنن (٤/٣٤٦) : رجاله كلهم ثقات. ورواه ابوداؤد ايضا الصلاة [باب بدأ الاذان] راجع جامع الاصول ٥/٢٧٣ - ٢٧٦، وفي هامشه (٥/٢٧٦) : حديث صحيح بشواهده وطرقه

۶۸۰- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشادِ نبوی نقل کیا ہے:

"امام کے ساتھ جو نماز پاؤ اس کے ساتھ ادا کرو اور جو امام تم سے پہلے ادا کر چکا ہو اس کو قضا کرو۔"(۱) (ابوداؤد)

۶۸۱- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس شخص کے حق میں جس کی کچھ نماز فوت ہو جائے، فرمایا:

"وہ امام کے ساتھ جو نماز پائے اس کو اپنی اخیر نماز سمجھے۔"(۲) (طبرانی)

۶۸۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی قولاً وفعلاً یہی نقل کیا گیا ہے۔(۳) (ابن ابی شیبہ)



(۱) عن ابی هریرة أن النبی ﷺ قال: "ائتوا الصلاة وعلیکم السکینة فصلوا ما ادرکتم واقضوا ما سبقکم" (اخرجه ابوداؤد، جامع الاصول ۵/۶۳۷) ابوداؤد، الصلاة [باب السعی الی الصلاة] مسلم، المساجد [باب استحباب اتیان الصلاة بسکینة ووقار] میں بھی حضرت ابوہریرہ سے اسی روایت میں "فصل ما ادرکت واقض ما سبقک" کا لفظ نقل کیا گیا ہے۔

(۲) عن ابن مسعود فی الذی تفوته بعض الصلاة مع الامام قال: "یجعل ما یدرک مع الامام اخر صلاته" (رواه الطبرانی فی الکبیر، اعلاء السنن ۴/۳۴۷) مجمع الزوائد (۲/۷۹) وقال الهیثمی: رجاله رجال الصحیح. ورواه ابن ابی شیبة بسندین (۵/۶ و۵۲).

(۳) مصنف ابن ابی شیبة (۵/۵۷) والسند قوی.

Scanned by CamScanner

احکامِ نماز

مع

احادیث و آثار

یعنی

مسائلِ نماز احادیث و آثار کی روشنی میں

تحریر

محمد عبید اللہ الاسعدی

استاذ جامعہ عربیہ ہتورا، باندہ، یوپی

تصانیف استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مفتی عبید اللہ الاسعدی مدظلہ العالی قاضی و شیخ الحدیث
وصدر مفتی جامعہ عربیہ ہتھورا ضلع باندہ جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ورکن
اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

(۱) دار العلوم دیوبند (عربی)
(۲) الموجز //
(۳) سبق الغایات فی نسق الآیات //
۴ - الحدیث الضعیف و أحکامہ //
(۵) تذکرۃ الصدیق
(۶) مآثر حضرت باندوی - علیہ الرحمہ -
(۷) مسائل نماز
۸ احکام نماز احادیث و آثار کی روشنی
(۹) علوم الحدیث
(۱۰) حدیث ضعیف
(۱۱) ولی اللہی
(۱۲) اسلام مکمل دین اور مستقل تہذیب
۱۳ - حیات جعفر - سوانح حیات
(۱۴) اصول الفقہ
(۱۵) تسہیل اصول الفقہ
(۱۶) غیر مسلم ممالک میں عشر و خراج
۱۷ سرگزشت سفر جہاد
(۱۸) اسعاد النحو -
(۱۹) معراج رسول صلی اللہ علیہ وسلم
۲۰ تحدید نسل اور اسلامی تعلیمات

۲۱۔ اسلام کے آداب معاشرت
۲۲ اجتہاد و تقلید
۲۳ فقہ حنفی
۲۴۔ تہتر فرقوں والی حدیث
۲۵ اہل حق
۲۶۔ ڈاکٹر ذاکر نائک کے افکار و خیالات
۲۷۔ اصلاح المسلمین
۲۸۔ سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
۲۹۔ تاریخ جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ
۳۰ سوانح مولانا محمد مرتضی صاحب
۳۱ اختلاف کے آداب و احکام
۳۲ سیرت تابعین
۳۳ اعتکاف
۳۴ حقیقت نکاح
۳۵ حدیث کے چند گوشے
۳۶ اہل سنت والجماعت کے کلامی فقہی مکاتب یا اصولی و فرعی مذاہب اور اسکے اجمالی اسباب
۳۷ تعزیبات کالین دین
۳۸ سود اور نقطہ نظر
۳۹ الربا

(ملاحظہ)۔

جمع کردہ۔ محمد بلال سلطانپوری۔
جامعہ عربیہ ہتھورا ضلع باندہ
9839892018